

تاریخ طبری

تاریخ الامم والملوک

جلد سوم

خلافت حضرت عمرؓ سے لے کر خلیفہ چہارم حضرت علیؓ تک

تصنیف:

علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۲۰ھ

نفس اک اڈوبازا کراچی طبری

تاریخ الامم الملوك

تاریخ طبری

جلد سوم

تصنيف: علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۲۰ھ

خلافت راشدہ حصہ اول (۱۶ تا ۳۰ھ)

ترجمہ: سید محمد ابراہیم ایم اے، ندوی
حبیب الرحمن صدیقی فاضل دیوبند

نفس اک اُردو بازار کراچی طبری

تاریخ طبری تاریخ الامم الملوک

اردو ترجمہ کے جملہ حقوق قانونی اشاعت و طباعت دہی کے
تصحیح و ترتیب و تہویب

چوہدری طارق اقبال گاہنڈری
مالک نفیس اکیڈمی۔ اردو بازار کراچی محفوظ ہیں

نام کتاب: تاریخ طبری تاریخ الامم الملوک
مصنف: علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری
ناشر: نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی
طبع: جدید کمپیوٹر ایڈیشن اپریل ۲۰۰۳ء
ایڈیشن: آفسٹ

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

دورِ فاروقی و عثمانی

از

چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندری

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کے فضل و کرم نے آج ہمیں تاریخ طبری کے حصہ سوم کو پیش کرنے کی خدمت بخشی۔ تاریخ طبری کا یہ وہ حصہ ہے جسے دارالترجمہ جامع عثمانیہ نے نامعلوم وجوہات کی بنا پر اردو زبان میں منتقل نہیں کیا تھا۔ یہ کتاب علمی حلقوں میں نامکمل ہونے کی وجہ سے مقبول نہیں ہو سکی اب یہ کتاب مکمل صورت میں اہل ذوق حضرات کی خدمت میں پیش ہے۔

۱۴ھ سے لے کر ۳۵ھ تک کی تاریخ طبری کا ترجمہ ہمارے محترم دوست حافظ سید رشید احمد صاحب ارشد ایم۔ اے، لیکچرار شعبہ عربی، کراچی یونیورسٹی نے نہایت سلیس زبان میں اور با محاورہ کیا ہے۔ صاحب موصوف عربی سے اردو ترجمہ کرنے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔

یہ حصہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے عظیم الشان کارناموں پر مشتمل ہے، یہ دور اسلام کا زریں دور کہلاتا ہے جس کی تقلید بعد کے خلفاء اور سلاطین و ملوک کرتے چلے آئے ہیں چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا تدبیراً انتظام سلطنت کے ہر گوشہ سے باخبری اور بے نظیر ایثار و قربانی کا جذبہ ہر مسلمان کے لیے مشعل راہ بن سکتا ہے اور بالخصوص ان لوگوں کے لیے جو حکومت و قیادت کے فرائض انجام دیتے ہیں ان کے لیے اس دور حکومت کے حالات کا مطالعہ مستقبل کی تعمیر میں رہنمائی کا موجب ہوگا۔

ہماری مملکت خداداد کا قیام بھی اسی بنیاد پر ہوا تھا کہ یہاں خلفائے راشدین کے طرز پر حکومت قائم کی جائے گی چنانچہ آج بھی عوام اور حکام میں اس قسم کا بے پناہ جذبہ موجود ہے کہ عوام خالص اسلامی اصولوں کے مطابق حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں اس لیے بھی ہمیں خلافت راشدہ کی تاریخ کا خاص طور پر مطالعہ بہت مفید ثابت ہوگا بالخصوص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے تاریخ طبری کے اس حصے کے مطالعہ سے قارئین کرام یہ اندازہ لگائیں گے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس زمانے میں جب کہ آمد و رفت، سفر اور خبر رسانی کی بے حد دشواری تھی۔ عرب کے ریگ زار میں بیٹھے ہوئے کس

طرح اپنی وسیع سلطنت کے حالات سے باخبر رہتے تھے اور اپنے دارالسلطنت مدینہ منورہ میں بیٹھے بیٹھے اپنے تمام عمال و حکام پر کڑی نظر رکھتے تھے اور عوام کی تمام مشکلات کا کس قدر جلد فیصلہ کرتے تھے۔ آپ ان تاریخی حالات کو پڑھ کر یہ بھی محسوس کریں گے کہ مسلمانوں کے اس ابتدائی دور میں عوام کو کس قدر آزادی رائے حاصل تھی اور جمہوری روایات اور اس کی قدروں کا کس قدر احترام کیا جاتا تھا کہ خلفاء اور دوسرے حکام عوامی مشوروں کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتے تھے اور جب رائے عامہ کسی حاکم کے خلاف ہو جاتی تھی تو اسے معزول کر دیا جاتا تھا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کا بے مثال اعلیٰ کردار، انتظامی قابلیت اور سیاسی تدبیر، مردم شناسی ایثار و قربانی اور ان کی سادگی ہمارے لیے آج بھی قابل تقلید ہے۔

اس تاریخی کتاب کے مصنف علامہ ابن جریر الطبری نے تمام حالات و واقعات ان مستند راویوں کے ذریعے سے بیان کیے ہیں جو ان واقعات کے عینی شاہد تھے مصنف نے ان واقعات کی تدوین میں صرف ایک سلسلہ روایت کو نقل نہیں کیا ہے بلکہ متعدد و مستند راویوں کی روایات نقل کر کے اپنے بیانات کو تقویت پہنچائی ہے۔

علامہ طبری واقعات کو جزئیات کی حد تک اتنے دلکش انداز میں پیش کرتے ہیں کہ ہر واقعہ تصویر کی شکل میں نگاہوں کے سامنے آ جاتا ہے۔

خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حالات، خلافت راشدہ حصہ سوم کی شکل میں پیش کیے جا رہے ہیں، امید ہے کہ جلد خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ پیش خدمت کی جائے گی۔

و ما توفیقی الا باللہ



فہرست موضوعات

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۳۳	کسریٰ کی اراضی	۳۳	آندھی کی تباہی	۳۳	پہلا باب
۳۴	نا قابل تقسیم	۳۳	دو بارہ حملہ	۳۳	سلطنت کسریٰ کا خاتمہ
۳۵	سرکاری زمینیں	۳۹	خندق پر حملہ	۳۳	ایوان کسریٰ میں نماز
۳۵	کسانوں کے فرائض	۳۹	ایک لاکھ کا قتل	۳۳	مدائن میں قیام
۳۵	ذمیوں کا صلح نامہ	۳۹	قیمتی مجسمہ	۳۳	بہار کسریٰ
۳۵	اہل رے کا صفایا	۳۹	بارہ ہزار کا لشکر	۳۳	مصنوعی بہار
۳۵	سواد عراق کی اراضی	۳۹	سخت معرکہ	۳۳	قالین کی تقسیم
۳۵	فروخت ممنوع	۳۹	اشاروں سے نماز	۳۳	بہار کسریٰ کا حال
۳۶	اہل سواد کا معاملہ	۳۹	حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کا کارنامہ	۳۳	نا قابل تقسیم
۳۶	دشمن کا تعاقب	۳۹	بیش قیمت مجسمے	۳۳	مسلمانوں سے مشورہ
۳۶	خسر و شوم	۳۹	بادشاہ کا فرار	۳۵	حضرت علیؑ کے مشورہ پر عمل
۳۶	حلوان کی فتح	۴۱	حلوان میں قیام	۳۵	اہل قادیسیہ کی فضیلت
۳۶	فتح تکریت	۴۱	تعاقب کی ممانعت	۳۵	کسریٰ کے سامان کی نمائش
۳۶	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط	۴۱	مہران کی گرفتاری	۳۵	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نصیحت
۳۶	تکریت کا محاصرہ	۴۱	جنگی قیدی	۳۶	نعمان اور اس کی تلوار
۳۶	رومیوں کا فرار	۴۱	مال غنیمت کی تقسیم	۳۶	عراق کا انتظام
۳۶	عرب قبائل کا قبول اسلام	۴۲	بہادری کے انعامات	۳۶	جنگ جلولاء
۳۸	مسلمانوں کی امداد	۴۲	زیاد کی گفتگو	۳۶	جنگی ہدایات
۳۸	اہم جنگی چال	۴۲	فصح مقرر	۳۶	جنگ کی وجہ
۳۸	ابن افعل کا لشکر	۴۲	جلد تقسیم	۳۶	سابق مرتدوں کا مقابلہ
۳۸	قلعہ پر قبضہ	۴۳	کثرت مال کے نقصانات	۳۸	طویل محاصرہ
۳۸	مصالحت	۴۳	کسانوں کا معاملہ	۳۸	آسی حملے
۳۸	مال کی تقسیم	۴۳	دیگر ہدایات	۳۸	ترغیب جہاد

۲۵	حضرت عیاض کی فتوحات	۵۶	کوفہ کی مسجد	۴۹	فتح مابذان
۲۶	اہل جزیرہ کی مصالحت	۵۷	کوفہ کا محل	۵۰	آذین کا قتل
۲۷	دیگر علاقوں کی مصالحت	۵۸	مکانات کا تعیین	۵۱	ماسذان پر قبضہ
۲۸	اہل حران کی صلح	۵۹	بازار	۵۲	فتح قرقیساء
۲۹	دیگر فوجی انتظامات	۶۰	بیت المال	۵۳	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہدایات
۳۰	شاہ روم کو خط	۶۱	مسجد محل کی تعمیر	۵۴	اچانک حملہ
۳۱	قبیلہ تغلب کا معاہدہ	۶۲	مسجد کی دوبارہ تعمیر	۵۵	اہل ہیبت سے مصالحت
۳۲	تغلب کا معاہدہ	۶۳	محل کا دروازہ	۵۶	متفرق واقعات
۳۳	جزیرہ کے لفظ سے انکار	۶۴	دروازہ جلانا	۵۷	سن جبری کا اجراء
۳۴	ولید کی معزولی	۶۵	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط	۵۸	اس سال کا حج
۳۵	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سفر شام	۶۶	حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بریت	۵۹	عہد فاروقی کے حکام
۳۶	سفر پر اختلاف	۶۷	روز بہ بن بزرجمر	۶۰	باب ۲
۳۷	لوٹنے کا فیصلہ	۶۸	تقسیم میں تبدیلی	۶۱	کے اہل کے واقعات
۳۸	اعتراض کا جواب	۶۹	جداگانہ نگران	۶۲	کوفہ کی تعمیر
۳۹	حضرت عبدالرحمن بن عوف کی حدیث	۷۰	کوفہ سے پہلے کی فتوحات	۶۳	قبیلہ تغلب کا معاہدہ
۴۰	طاعون کی وبا	۷۱	کوفہ کے سرحدی علاقے	۶۴	ناخوشگوار آب و ہوا کی شکایت
۴۱	اسلامی شہروں کے بارے میں رائے	۷۲	بصرہ کے حکام	۶۵	کوفہ کا مقام
۴۲	کوفہ کی فضیلت	۷۳	باب ۳	۶۶	دعائے خیر
۴۳	شام کا سفر	۷۴	رومیوں کے حملے	۶۷	شہر مدائن کی خرابی
۴۴	ممالک کے بارے میں حدیث	۷۵	محفوظ گھوڑے	۶۸	واپسی کا حکم
۴۵	طاعون عمواس	۷۶	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے احکام	۶۹	کوفہ میں قیام
۴۶	حضرت ابوموسیٰ کی وضاحت	۷۷	فوجی نقل و حرکت	۷۰	روایات میں اختلاف
۴۷	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط	۷۸	اہل جزیرہ کا فرار	۷۱	اہل فوج کو مرامات
۴۸	حضرت ابوعبیدہ کا جواب	۷۹	مسلمانوں کی فتح	۷۲	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع
۴۹	دوبارہ خط	۸۰	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آمد	۷۳	مکانات کی تعمیر
۵۰	وبا کا آغاز	۸۱	اہل کوفہ کی امداد	۷۴	پختہ مکانات کی اجازت
۵۱	حضرت ابوعبیدہ کی تقریر	۸۲	گھوڑوں کی تربیت	۷۵	تعمیر میں اعتدال
۵۲	حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا خطاب	۸۳	فتح جزیرہ	۷۶	سڑکیں اور گلیاں

۸۹	حضرت احنف کو نصیحت	۷۳	حضرت مغیرہ کی معزولی	عمرؤ بن العاص کا مشورہ
۹۰	حضرت عتبہ کو ہدایات	۷۴	حضرت ابو موسیٰ کو ہدایت	رسول اللہ ﷺ کی دعا
۹۱	حضرت سعد سے مقابلہ	۷۵	صحابہ کا مطالبہ	نئے حکام
۹۲	فوج کا بحری سفر	۷۶	معزولی کا حکم	خطرناک وباء
۹۳	بجری حملوں کی ممانعت	۷۷	اہل بصرہ کو خط	بصرہ میں وبا
۹۴	حضرت خلید کا خطاب	۷۸	حضرت مغیرہ کے خلاف شہادت	غیبی آواز
۹۵	گھسان کی جنگ	۷۹	زیاد کی شہادت	آخری سفر شام
۹۶	دوسر داروں کی شہادت	۸۰	گواہوں کو سزا	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سادگی
۹۷	پیادہ جنگ میں کامیابی	۸۱	باب ۴	حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نصیحت
۹۸	حضرت علاء رضی اللہ عنہ کی معزولی	۸۲	فتح ابواز و مناذر	شام کے انتظامات
۹۹	امدادی فوج اور اس کے سردار	۸۳	بنو العجم کی حمایت	شام میں آخری تقریر
۱۰۰	دونوں فوجوں کی ملاقات	۸۴	ہرمزان سے مقابلہ	اذان بلال سے رقت
۱۰۱	نئی پودے کا رنامے	۸۵	ہرمزان کو شکست	حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت
۱۰۲	فوجوں کی واپسی	۸۶	ہرم بن حیان کی کھجوریں	حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا جواب
۱۰۳	حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کی وفات	۸۷	صلح کی درخواست	حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی
۱۰۴	پس ماندگان	۸۸	بصرہ کی سرحدی چوکیاں	کثرت مال کی شکایت
۱۰۵	اہل طاؤس	۸۹	بصرہ کا وفد	معزولی کا حکم
۱۰۶	بصرہ کے حکام	۹۰	احنف بن قیس کی تقریر	قاصد کی جواب طلبی
۱۰۷	فتح رامہر مزوسوس	۹۱	احنف کی درخواست	حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی صفائی
۱۰۸	حکام کا تقرر	۹۲	مزید اراضی	طلبی کا حکم
۱۰۹	حضرت ابو موسیٰ کو خط	۹۳	بصرہ کی آبادی	الوداعی تقریریں
۱۱۰	کوفہ اور بصرہ کی فوج	۹۴	ہرمزان کی بغاوت	حضرت عمر سے شکایت
		۹۵	ہرمزان سے دوبارہ جنگ	مال کا حساب
		۹۶	سوق الماہوازی کی فتح	معذرت نامہ
		۹۷	فتح تستر	خراج تحسین
		۹۸		حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمرہ
		۹۹		تعمیر حرم
		۱۰۰		حضرت ام کلثومؓ سے نکاح

۱۰۷	سپہ سالاروں کے مقامات	//	زندہ کلام	۹۵	ہرمزان کو شکست
//	سال روانگی	//	حضرت مغیرہ کو نصیحت	//	حضرت نعمان کا قیام
//	ان کے معاونین	//	عہد شکنی کی تحقیق	//	تستر کی طرف روانگی
//	اس سال کے حکام	۱۰۱	حضرت احنف کی توضیح	//	مزید امدادی فوج
۱۰۸	۱۸ھ کے واقعات	//	بادشاہت ختم کرنے کی ضرورت	//	دشمن کا محاصرہ
//	شرابیوں کے بارے میں حکم	//	پیش قدمی کی اجازت	۹۶	اہل کوفہ و بصرہ کے کارنامے
//	اسی کوڑے	//	باب ۵	//	اسی حملے
//	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ	۱۰۲	فتح سوس	//	شہر کا خفیہ راستہ
۱۰۹	بجروں کی پشیمانی	//	کلبانیہ میں قیام	//	جانے والے حضرات
//	شرابیوں کو نصیحت	//	مسلمان ہونے کا ارادہ	۹۷	شہر میں داخلہ
//	سکون قلب	۱۰۳	شیر وید کی شرائط	//	ہرمزان کی شرط
//	جہاد کی درخواست	//	مطالبات کی منظوری	//	مال غنیمت کی تقسیم
//	قسط سالی	//	بہترین عطیات کا مطالبہ	//	رہنما کو پناہ
۱۱۰	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایثار	//	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب	//	مسلمانوں کی شہادت
//	بشدید قحط	//	سیاہ کا کارنامہ	//	تعاقب اور واپسی
//	رسول اللہ ﷺ کا قاصد	۱۰۴	دجال کی فتح کی روایت	۹۸	حضرت مقرب
۱۱۱	نماز استسقاء	//	حکام کے تبادلے	//	حضرت زر کے لیے دعا
//	دوسری روایت	//	صاف کا حملہ	//	ہرمزان کا لباس
//	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیغام نبویؐ	//	اہل سوس کی مصالحت	//	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلاش
//	استسقاء میں تاخیر	۱۰۵	حضرت نعمان کی واپسی	//	مسجد میں آرام
۱۱۲	دعا	//	حضرت دانیال کا واقعہ	//	ہرمزان کے سوالات
//	غلی کی امداد	//	کتاب اللہ کی حفاظت	۹۹	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نصیحت
//	بحری راستہ	//	جسد مبارک کی تدفین	//	ہرمزان سے گفتگو
۱۱۳	غلی کی ارزانی	۱۰۶	اہل جندی سابور کی مصالحت	//	پانی مانگنا
//	دیگر فتوحات	//	پیغام امن	//	ہرمزان کا حیلہ
//	متفرق واقعات	//	غلام کے معاہدہ کی منظوری	۱۰۰	پناہ کا حیلہ
۱۱۴	۱۹ھ کے واقعات	//	پیش قدمی کی اجازت	//	ہرمزان کا مسلمان ہونا
//	واقعی کے بیانات	//	سپہ سالاروں کا تقرر	//	ترجمان

۱۵۰	جواہرات کی واپسی	//	گھسان کی جنگ	//	پیش قدمی کی اجازت
//	طلیحہ کی کرامت	۱۴۴	باہمی مشورہ	//	جلد حملے کا مشورہ
۱۵۱	دینار کی مصالحت	//	جنگی ماہروں کی رائے	۱۳۷	نیک شگون
//	دینار کا خطاب	//	حضرت طلیحہ کی رائے	//	مسلمانوں سے مشورہ
//	ابولواوۃ کا افسوس	//	جنگی تدبیر	//	صحابہ رضی اللہ عنہم کا جواب
//	مقتولوں کی تعداد	۱۴۵	دشمن کی تیر اندازی	//	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقریر
۱۵۲	اہل مابین کے لیے معاہدہ	//	حضرت نعمان کا توقف	۱۳۸	مزید مشورہ
//	حضرت حذیفہ کا معاہدہ	//	سنت نبوی ﷺ کا اتباع	//	حضرت طلیحہ کی تقریر
//	کارناموں پر انعام	۱۴۶	ترغیب جہاد	۱۳۹	حضرت عثمان کی رائے
//	باب ۸	//	اعلیٰ مقصد کے لیے جنگ	//	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جوابی تقریر
۱۵۳	پیش قدمی کی اجازت	//	شہادت یا فتح	//	خود جانے کے نقصانات
//	شاہ ایران کو نکالنے کا فیصلہ	//	جنگی ہدایات	//	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید
//	حکام کو فہ	//	فتح و شہادت کے لیے دعا	۱۴۰	سپہ سالار کا انتخاب
//	جنگوں کے سپہ سالار	//	شدید جنگ	//	حضرت نعمان کا تقرر
۱۵۴	اصفہان کے سپہ سالار	۱۴۷	حضرت نعمان کی شہادت	//	جہاد کا شوق
//	غلام نبی کا ازالہ	//	مشروکوں کو شکست	۱۴۱	مشترکہ جنگ کا خاتمہ
//	حضرت عمار کا تقرر	//	فیرزان کا قتل	//	حضرت حذیفہ کا تقرر
//	عراق کے حکام	۱۴۸	دشمن کا تعاقب	//	فوج کا امین
۱۵۵	تقرر کا حکم	//	شہر میں داخلہ	//	رضا کار فوج کی شرکت
//	فتح اصفہان	//	جواہرات کا خزانہ	//	دیگر سرداروں کو خطوط
//	اہل اصفہان کی شکست	//	مال غنیمت کی تقسیم	۱۴۲	درمیانی مورچے
//	شاہ اصفہان سے مقابلہ	۱۴۹	اہل مابین کی درخواست	//	نامور بہادروں کی شرکت
۱۵۶	مصالحت کی درخواست	//	دینار کی مصالحت	//	خبر رسانی کی مہم
//	حضرت ابوموسیٰ کی آمد	//	قلعہ نسیر	//	حضرت طلیحہ کی کامیابی
//	کوچ کا حکم	//	امدادی فوج کی شرکت	۱۴۳	صف آرائی
۱۵۷	معاہدہ اصفہان	//	فتح کا قاصد	//	دشمن کی تیاری
//	ہرمزان سے مشورہ	//	جنات کا ہرکارہ	//	نعرہ تکبیر کا اثر
//	اصفہان کی اہمیت	۱۵۰	فتح و شہادت کی خبر	//	ممتاز سردار

۱۷۲	فوجی چھاؤنی	//	فتح کی بشارت	۱۵۸	شاہ اصفہان کی شان و شوکت
//	اہل آرمینیا کا معاہدہ	//	ہمدان سے واپسی	//	حضرت مغیرہ کا داخلہ
۱۷۳	کوہستانی مہمیں	۱۶۵	فتح رے	//	حضرت مغیرہ کی تقریر
//	مشکل مہم	//	دشمن کا مقابلہ	//	تخت پر بیٹھنا
//	اہل موکان کا معاہدہ	//	پوشیدہ راستہ	۱۵۹	دشمن کی تیراندازی
//	ترکوں سے جنگ	//	دشمن کو شکست	//	حضرت نعمان کی ہدایات
۱۷۴	عبدالرحمن کی پیش قدمی	۱۶۶	آل زبیدی کی حکومت	//	حضرت نعمان کا حملہ
//	صحابہ کی برکات	//	رے کا صلح نامہ	۱۶۰	نعمان کی شہادت
//	مجاہدانہ حملے	//	دوسرا صلح نامہ	//	جانشین کا تقرر
//	ترکوں پر رعب	۱۶۷	فتح قومس	//	متفرق واقعات
۱۷۵	اسلامی رعب کا خاتمہ	//	قومس کا معاہدہ	//	حضرت عمارؓ کے خلاف شکایت
//	حضرت عبدالرحمن کی شہادت	//	فتح جرجان	//	حضرت مغیرہ کا تقرر
//	سدا اسکندری کی مہم	۱۶۸	جرجان کا معاہدہ	۱۶۱	دیگر واقعات
//	یا قوت کا تحفہ	//	معاہدہ کے گواہ	//	حضرت عمرؓ کے حکام
۱۷۶	حضرت عبدالرحمن کی تعریف	//	فتح طبرستان	//	باب ۹
//	فصیل کارنگ	//	معاہدہ	۱۶۲	۲۲ھ کے واقعات
//	یا قوت کی قیمت	۱۶۹	فتح آذربایجان	//	فتح آذربایجان
۱۷۷	متفرق واقعات	//	اسفندیار کی گرفتاری	//	فوجی مراکز کا قیام
//	باب ۱۰	//	علاقہ پر قبضہ	//	فوجی مقاموں کے نام
۱۷۸	مفتوح علاقوں کی تقسیم	۱۷۰	عتبہ کی جان نشینی	//	مصالحت و عہد شکنی
//	حضرت عمار کی مخالفت	//	بہرام کی شکست	۱۶۳	فوجی افسروں کے تقرر
//	اہل کوفہ و بصرہ کے تنازعات	//	صلح کی تکمیل	//	عمدۃ العسل
//	اصفہان کے دیہات	//	آذربایجان کا معاہدہ	//	ہمدان کا محاصرہ
۱۷۹	مزید علاقوں کا عطیہ	۱۷۱	فتح یاب	//	پیغام صلح
//	اہل عراق کی منتقلی	//	صف آرائی	//	فوجی مراکز کے نگران
//	اہل تفلیس کا معاہدہ	//	شہر براز کی ملاقات	//	روایات میں اختلاف
//	حضرت حبیب کا خط	//	شاہ باب کی گفتگو	۱۶۴	سیف کی روایت
۱۸۰	معاہدہ تفلیس	۱۷۲	جنگی خدمات کی منظوری	//	شدید جنگ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی معزولی	فتح کی خبر	دیگر حالات	192
اہل کوفہ کی مخالفت	عہد شکنی کا اندیشہ	گھوڑے اور اونٹ	187
معزولی	حضرت احنف کو ہدایت	یزدگرد کو نصیحت	188
کوفہ اور مدائن کا مقابلہ	ترکوں کی امداد	فرغانہ میں قیام	182
نااہلی کی شکایت	امدادی لشکر	مسلمانوں کا اجتماع	183
زیر انتظام علاقے	سپاہی کا مشورہ	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطاب	189
معزولی کا رنج	پہاڑ کے دامن میں	مجوسیت کا خاتمہ	184
کنزوروں کی حکومت	مسلمانوں کی تعداد	مسلمانوں کو تنبیہ	185
حضرت ابو موسیٰ کا تقرر	خبر رسانی	حق کی اطاعت	186
ان کے خلاف شکایت	ترک سواروں کا قتل	عہد شکنی	187
طاقت ور یا کمزور حاکم	قتل کی بد شگونئی	اس سال کے حکام	188
اہل کوفہ سے پریشانی	خاقان کی واپسی	باب ۱۱	189
حضرت مغیرہ کا جواب	خزانہ نکالنا	۳۳ھ کے واقعات	190
حضرت مغیرہ کا تقرر	تعاقب کی ممانعت	فتح توج	191
حضرت مغیرہ کو نصیحت	اہل فارس کی مزاحمت	اہل توج کو شکست	192
حکام سے باز پرس	یزدگرد کا ارادہ	توج کی آخری جنگ	193
فتح خراسان	ایرانوں کی تجویز	اہل توج کا معاہدہ	194
یزدگرد کا خواب	مخالفت اور جنگ	قاصد اور وفد کو انعام	195
حاکم رے کی بغاوت	یزدگرد کا فرار	خیانت کی ممانعت	196
خراسان میں قیام	صلح کا معاہدہ	فتح اصفہر	197
جنگی مہمیں	اہل خراسان کی عہد شکنی	جزیہ کا معاہدہ	198
خراسان کی مہم	یزدگرد کا انجام	دیانت داری کی ہدایت	199
امداد کی درخواست	بلخ کی طرف روانگی	عثمان بن ابی العاص کی تقریر	200
مسلمان سپہ سالار	خاقان کا فرار	بددیانتی کے اثرات	201
فوجی لشکر سے مقابلہ	فتح کی خبر	شہرک کی بغاوت	202
یزدگرد کو شکست	سفیر چین سے ملاقات	فرزند سے گفتگو	203
بلخ کی فتح	شاہ چین سے گفتگو	فرزند کا جواب	204
اہل خراسان کی مصالحت	عربوں کا حال	شہرک کا قتل	205

۲۰۷	حضرت ابو موسیٰ کی طبی	//	فتح کرمان	۱۹۷	روایت میں اختلاف
//	دو بیٹانے	//	حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا جواب	//	حضرت حکم کی ہدایت
//	عقیدہ کا ذکر	۲۰۲	فتح بھتان	//	صف آرائی
//	زیادہ کا معاملہ	//	بھتان کا علاقہ	//	زبردست شکست
//	حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا فیصلہ	//	بادشاہ کی اطاعت	//	شہرک کا سر
۲۰۸	زیادہ کی آمد	۲۰۳	عہد شکنی	//	آذربایجان سے مصالحت
//	زیادہ سے گفتگو	//	زرخ پر حملہ	//	غداری کی خبر
//	زیادہ سے متاثر	//	فتح مکران	۱۹۸	ضیافت کی فرمائش
//	جھوٹ کی مذمت	//	شاہ مکران کو شکست	//	طاقت کا مظاہرہ
//	بیروز میں دوبارہ آمد	//	فتح کی خوش خبری	//	معاہدہ کی تجدید
//	اصفہان کی جنگ	//	صحار عبدی کی باریابی	//	دشمنوں کا قتل
//	حکام کے تبادلے	۲۰۴	مکران کا حال	//	امداد کی درخواست
۲۰۹	کردوں سے جنگ	//	صحیح خبر	//	فتح فسا اور درابجرد
//	حضرت سلمیٰ کو ہدایت	//	پیش قدمی کی ممانعت	//	دشمن کی بڑی تعداد
//	خراج کی دعوت	//	فتح بیروز	۱۹۹	حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا خواب
//	ذاتی ذمہ داری پر معاہدہ	//	دشمن سے مقابلہ	//	حضرت ساریہ کو حکم
//	دیگر ہدایات	۲۰۵	حضرت مہاجر کی شہادت	//	حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی کرامت
//	فتح و نصرت	//	دشمن کی محصور	//	پہاڑ کے دامن میں
۲۱۰	زیورات کا صندوقچہ	//	ربیع کی جانشینی	//	خطبہ میں حکم
//	قاصد کو ہدایت	//	حضرت ابو موسیٰ کی واپسی	//	جواہرات کا صندوقچہ
//	کھانا کھلانا	//	اہل بیروز پر فتح	۲۰۰	قاصد کی روانگی
//	کھلانے کی نگرانی	//	ایک شخص کی شکایت	//	کھانے کا وقت
//	معمولی کھانا	//	حضرت ابو موسیٰ کی بریت	//	حضرت ام کلثوم کی گفتگو
//	حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا گھر	۲۰۶	جنگی قیدی	//	کھانے کی دعوت
۲۱۱	فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی غذا	//	عزری شخص کی آمد	//	جنگ کا حال
//	حضرت ام کلثوم سے گفتگو	//	عزری سے بے رخی	۲۰۱	جواہرات کو لوٹانا
//	ان کا جواب	//	مخالفانہ شکایت	//	قاصد کی محرومی
//	خنیفہ کا کھانا	//	زیادہ پر اعتماد	//	حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی آواز

۲۲۰	ملیکہ بنت جردول	//	جانشین کو ہدایات	//	کھانے کے بعد دعا
//	زید اصغر کی والدہ	۲۱۶	عربوں اور ذمیوں کے حقوق	//	اصل گفتگو
//	قریبہ بنت ابی امیہ	//	خدا کا شکر	۲۱۲	گوشت کا بھانا
//	ام حکیم	//	بیٹے کو ہدایات	//	جنگ کا حال
//	جلیلہ بنت ثابت	//	عام اجازت	//	زیورات کا تحفہ
//	حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا	//	کعب کو خطاب	//	تحفہ سے انکار
//	لہیہ	۲۱۷	طیب کی آمد	//	سواری کی اونٹنیاں
//	ام ولد	//	وفات و تدفین	//	جلد واپسی کی ہدایت
//	فکیہہ	//	حضرت صہیب کی امامت	//	زیورات کی تقسیم
۲۲۱	عاتکہ بنت زید	//	تاریخ وفات میں اختلاف	۲۱۳	روایت میں اختلاف
//	ام کلثوم بنت ابی بکر سے پیغام	//	مدت خلافت	//	مختلف الفاظ
//	ان کا انکار	//	راویوں کا اختلاف	//	قاصد کو ملامت
//	عمر بن العاص کی آمد	//	ابو معشر کی روایت	//	دھمکی
//	صحیح مشورہ	۲۱۸	حضرت زہری کا قول	//	دعوت جہاد
//	بہتر رشتہ کی اطلاع	//	سیف کی روایت	//	آخری حج
۲۲۲	ام ابان کا انکار	//	مجلس شوریٰ کا اجتماع		باب ۱۲
//	سیرت و خصائل	//	احتشام بن محمد کی روایت	۲۱۲	فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت
//	عوام کی اہمیت	//	نام و نسب	//	ابولولوۃ کا جواب
//	قوی اور امین	//	فاروق کا لقب	//	غلام کی دھمکی
//	قوی کاموں میں انہماک	//	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول	//	کعب کی پیش گوئی
۲۲۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف	//	حلیہ اور صفات	//	دنوں کا شمار
//	اسلامی شہروں کا دورہ	۲۱۹	دراز قد	//	ابولولوۃ کا دار
//	ملاقات کی عام اجازت	//	گورارنگ داڑھی میں خضاب	۲۱۵	چھ دفعہ حملہ
//	قوی مال کی حفاظت	//	پیدائش و عمر	//	حضرت عبدالرحمن بن عوف کی امامت
//	غیر مسلم سے احتیاط	//	عمر میں اختلاف	//	اہم مشورہ
۲۲۴	ذمہ داری کا شدید احساس	//	عام و قنادرہ کا قول	//	مجلس شوریٰ کا تقرر
//	انصاف کی ہدایت	//	معتبر روایت	//	ارکان شوریٰ کو ہدایت
//	عوام سے ہمدردی	//	اہل و عیال	//	حضرت ابو طلحہ کا پہرہ

صلد رومی	نرم و سخت	قرب عوام کی حمایت
ظلم کرنے کی ممانعت	۲۲۵ حاکم کی شکایت	چستی اور تیز روی
منصفانہ تقسیم کی ہدایت	شکایت دور کرنا	دنیا سے بے نیازی
دینی تعلیم کی نصیحت	حکام سے معاہدہ	۲۳۵ زریں اصول
حکام سے مواخذہ	تنگ دستی	فوری انصاف
زردکوب کی ممانعت	عوام سے اجازت لینا	نا انصافی کی ہزا
حکام سے قصاص	۲۲۶ امیر المؤمنین کی وجہ تسمیہ	نا جائز مال کی مذمت
حکام کو ہدایت	اولین کارنامے	۲۳۱ جماعت بندی کی ممانعت
رعایا کی خبر گیری	بجبری سن کا اجراء	۲۳۶ گروہ بندی سے بیزاری
داخل ہونے کے آداب	تراویح باجماعت	عوامی مفادات کو ترجیح
چوروں سے حفاظت	درہ کا استعمال	سادہ لوحی کا خطرہ
ٹوہ لگانے پر اعتراض	دفا تر کا قیام	باب ۱۳
چراغ جلانے کی ممانعت	۲۲۷ دفا تر کے بارے میں مشورہ	۲۳۷ فاروق اعظم کے خطبات
راتوں کا گشت	حضرت عثمان نے فرمایا	پہلا خطبہ
مسافر عورت کی خبر گیری	ولید بن ہشام کا مشاہرہ	۲۳۲ تائید الہی پر اعتماد
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت	نام رکھنے کی ترتیب	خدائی مدد کی ضرورت
شکایت کا ازالہ	اعزۃ نبوی سے ابتداء	تبدیلی نہیں ہوگی
بوجھ اٹھانا	بے جار عایت سے پرہیز	تقویٰ اور صداقت
آنے کی بوری	۲۲۸ اقربا پروری کی مخالفت	۲۳۸ انصاف پسندی
کھانا پکانا	اسلام کے ذریعے فضیلت	فلاح عوام
بچوں کو کھلانا	اعمال کی نسبت پر برتری	۲۳۳ ذمہ داری کا احساس
عورت کی تعریف	تقسیم عطیات	دوسرا خطبہ
بچوں کا سوجانا	مالی مساوات	ظاہری کاموں پر فیصلہ
مکمل اطمینان	جہاد کے گھوڑے	بخل کی مذمت
نصیحت کا آغاز	بادشاہ اور خلیفہ کا فرق	۲۳۹ پاکیزہ ماحول
رشتہ داروں کو تنبیہ	۲۲۹ رعایا کے لیے بار برداری	عوام کی بہبودی کا جذبہ
مشتبہ اشخاص پر سختی	غریبوں کی امداد	۲۳۴ رزق حلال کی ترغیب
سختی کی شکایت	قط سائی کا انسداد	شہادت کا مفہوم

تیسرا خطبہ	تجارت میں خسارہ	معتزئیں اور نوح	۲۵۰
اللہ کے احسانات	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گرفت	ناصح کا خیر مقدم	۲۵۰
بے شمار نعمتیں	عطیات کی تقسیم	چار اعتراضات	۲۵۱
دو مفتوح قومیں	مستحق کی حوصلہ افزائی	متحد کی حرمت	۲۵۱
خالف دشمن	کفایت شعاری کی تائید	متحد کی منسوخی	۲۵۱
خوش حالی اور زوال	سخن فہمی	ام ولد کی آزادی	۲۵۱
عظیم فتوحات کا شکر	شاعرانہ ذوق	تقدیر کی شکایت	۲۵۱
عمل کی توفیق	نبوت اور خلافت کا اجتماع	اصلاح کے مختلف ذرائع	۲۵۱
انعمتوں کی تکمیل	حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا طریقہ	خدا کی خوشنودی	۲۵۱
خدا شناسی کی نعمت	زہیر کا شعر	اونٹوں کو تیل ملانا	۲۵۱
دنیا اور آخرت کی نعمتیں	سورۃ واقعہ	دولت کی منصفانہ تقسیم	۲۵۱
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر مرثیہ	بہترین شاعر	حکام کے بارے میں تحقیقات	۲۵۱
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خراج تحسین	زہیر کے دیگر اشعار	ملت اسلامیہ کی حفاظت	۲۵۱
عائکہ کا مرثیہ	اشعار کا صحیح مصداق	مہاجرین و انصاریوں	۲۵۲
دوسرا مرثیہ	خلافت کا معاملہ	اعراب	۲۵۲
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ماتم	قریش کی رائے	باب ۱۵	۲۵۲
باب ۱۴	حضرت ابن عباس کی رائے	مجلس شوریٰ	۲۵۳
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزید سیر و خصائل	ناپسندیدہ جماعت	متوقع جا نہیں	۲۵۳
انقلاب زمانہ	مخالفانہ خبریں	حضرت سالمؓ	۲۵۳
دنیا کی بے ثباتی	حضرت ابن عباس کا سوال	عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مخالفت	۲۵۳
بے کسوں کی مدد	حسد اور ظلم کا الزام	خاندان کی بے تعلقی	۲۵۳
تعریف کے اشعار	الزام کا جواب	فرض شناسی	۲۵۳
عہدہ سے استفادہ کی ممانعت	آزادی رائے	نجات کی تمنا	۲۵۳
ابوسفیان کی نصیحت	تبیوں کی پاسداری	طریقہ خلافت میں بھی آزادی	۲۵۳
زوجہ ابی سفیان کا واقعہ	تصویر کی معافی	خلافت سے متعلق خواب	۲۵۳
حضرت معاویہؓ کے پاس	چھ سو درہم	مجلس شوریٰ کا تقرر	۲۵۵
بیٹے کو نصیحت	حاکم کے فرائض	نئے خلیفہ کے بارے میں ہدایات	۲۵۵
نصیحت پر عمل	حاکم کی ذمہ داریاں	حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا مشورہ	۲۵۵

۲۶۵	حضرت عبدالرحمن کا جواب	//	آخری رات کی کوشش	//	مجلس شوریٰ سے خطاب
//	فرزوق کے اشعار	//	حضرت سعد بن ابی وقاص کی رائے	//	صلاح و مشورہ کی ہدایت
//	حضرت عبدالرحمن کا اعلیٰ کردار	//	حضرت عبدالرحمن کا خواب	//	شور و غل
//	مجلس شوریٰ کی کارروائی	۲۶۱	خلیفہ نہ بننے پر اصرار	//	بعد وفات مشورہ کی ہدایت
//	گفتگو کا آغاز	//	حضرت علیؓ و عثمانؓ کی طلبی	//	طلحہ کی ذمہ داری
//	اتحاد کی تلقین	//	خدائی فیصلہ	//	متوقع امیدوار
۲۶۶	حضرت عثمانؓ کی تقریر	//	حضرت عبدالرحمن کا خطاب	۲۵۶	حضرت ابوطحہ کو خطاب
//	احکام الہی کا اتباع	//	خلیفہ کے لیے نامزدگیاں	//	مقداد کو نصیحت
//	حضرت عبدالرحمن کی تائید	۲۶۲	حضرت علیؓ کی حمایت	//	حضرت صہیب کو ہدایات
//	حضرت زبیرؓ کی تقریر	//	حضرت عثمانؓ کی نامزدگی	//	انتخاب کا طریقہ
//	خدائی قوانین پر عمل	//	بنو ہاشم و امیہ میں تکرار	//	حضرت علیؓ کی بیعت کا قول
۲۶۷	حضرت عبدالرحمن کی حمایت	//	حضرت عمار کی تقریر	۲۵۷	خلافت کے بارے میں شبہات
//	حضرت سعد بن ابی وقاص کا خطاب	//	تقریر کا جواب	//	حضرت عباسؓ کا جواب
//	بد اعمالی سے پرہیز	//	جلد فیصلہ کی درخواست	//	مشورہ نہ ماننے کی شکایت
//	خلافت سے دستبرداری	//	حضرت علیؓ سے عہد لینا	//	احتیاط کا مشورہ
//	حضرت عبدالرحمن پر اعتماد	۲۶۳	حضرت علیؓ کی بیعت کا جواب	//	آئندہ کا طریقہ کار
//	حضرت علیؓ کی تقریر	//	حضرت عثمانؓ کا جواب	۲۵۸	حضرت صہیب کی امامت
۲۶۸	حق خلافت	//	حضرت عثمانؓ کی بیعت	//	مجلس شوریٰ کا انعقاد
//	مستقبل کے بارے میں اندیشہ	//	حضرت علیؓ کی اعتراض	//	حضرت ابوطحہ کی تنبیہ
//	حضرت عبدالرحمن کی دستبرداری	//	حضرت عبدالرحمنؓ کا جواب	//	دست برداری کی تجویز
//	مجلس کے مختار کل	//	حضرت مقدادؓ کی شکایت	//	حضرت عبدالرحمنؓ کی دستبرداری
//	مساعی جلیلہ	۲۶۴	بہترین شخص سے نظر اندازی	۲۵۹	پختہ معاہدہ
//	عثمانؓ اور علیؓ	//	حضرت مقدادؓ کو تنبیہ	//	عہد مستحکم
۲۶۹	زبیر و سعد کی رائے	//	اہل بیت کا مفہوم	//	حضرت علیؓ سے خطاب
//	سور کی رائے	//	قریش کا نقطہ نظر	//	حضرت عثمانؓ سے سوال
//	حضرت علیؓ کی طلبی	//	حضرت طلحہؓ کی آمد	//	سعد و زبیر سے گفتگو
//	حضرت عثمانؓ کا بلاوا	//	حضرت طلحہؓ کی بیعت	۲۶۰	حضرت سعدؓ اور حضرت علیؓ
//	حضرت عبدالرحمنؓ کی گفتگو	//	مغیرہ کا قول	//	رائے عامہ کا اتفاق

۲۸۱	جہاد کا شوق	//	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خطبہ	۲۷۰	حضرت علیؑ سے سوال
//	رومی علاقہ پر حملہ	۲۷۶	نیک کام کی تلقین	//	حضرت عثمانؑ سے خطاب
//	حبیب بن مسلمہ کی اطلاع	//	دنیا کی بے ثباتی	//	مسجد نبویؐ کا اجتماع
//	سعید بن العاص کو حکم	//	ہرمزان کا قتل	//	حضرت عبدالرحمنؑ کا خطاب
//	حبیب کا شب خون	//	سازش کا الزام	//	حضرت علیؑ سے استفسار
//	مسلم خاتون کا کارنامہ	//	قصاص کا حکم	//	حضرت عثمانؑ کا اقرار
۲۸۲	حج کی قیادت	۲۷۷	کوفہ پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی حکومت	//	حضرت عثمانؑ سے بیعت کا فیصلہ
//	تاریخ میں اختلاف	//	پہلا حاکم	۲۷۱	حضرت عبداللہؑ کی قیادت
//	۲۷۵ھ کے مشہور واقعات	//	حضرت ابو موسیٰ کی بحالی	//	حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کی بیعت
//	افریقہ پر حملہ	//	حکام کے نام ہدایات	//	قول علیؑ کی توضیح
//	مفروق واقعات	//	پہلا ہدایت نامہ	//	عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا قول
۲۸۳	۲۷۶ھ کے مشہور واقعات	//	فرض شناسی	//	حضرت مغیرہؑ کی تقریر
//	حرم کعبہ کی توسیع	۲۷۸	سپہ سالاروں کو ہدایت	//	عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طلبی
//	بردباری سے ناجائز فائدہ	//	محصلین خراج کے نام	۲۷۲	گھر میں مقید
//	حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی معزولی	//	عوام کے نام	//	عبید اللہ کے بارے میں مشورہ
//	حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی معزولی کے	//	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اصلاحات	//	دیت پر رہائی
//	اسباب	۲۷۹	طعام رمضان	//	بیاضی کے اشعار
۲۸۴	قرض کا تقاضا	//	جنگ آذربائیجان دارینہ	۲۷۳	قتل کی سازش کا الزام
//	تیز کلامی	//	فوجی مراکز	//	عبید اللہ کا انتقام
//	حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے جھگڑا	//	ولید بن عقبہ کی روانگی	//	بھینہ کا قتل
//	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ناراضگی	//	احسی کا حملہ	//	عبید اللہ کی گرفتاری
//	ولید بن عقبہ کا تقرر	//	صلح نامہ	//	آخری سال کے حکام
۲۸۵	حضرت ابن مسعودؓ کی بحالی	۲۸۰	آرمینیا میں جنگ	۲۷۴	قوادہ کی وفات
//	نیا حاکم	//	اہل روم کا ہنگامہ	//	حضرت معاویہؓ کے حملے
//	محبوب ترین شخصیت	//	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خط	//	متفرق واقعات
۲۸۶	۲۷۷ھ کے مشہور واقعات	//	فوجی امداد کا حکم	//	باب ۱۶
//	عبید اللہ بن سعد کا تقرر	//	ولید بن عقبہ کی تقریر	۲۷۵	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت
//	افریقہ کی فوجی مہم	//	ترغیب جہاد	//	بیعت کا وقت

خاص انعام	مصری حکام کا اختلاف	اہل قبرص سے معاہدہ
اندلس کی مہم	عمر و بن العاص کی معزولی	قبرص پر حملہ
افریقہ میں جنگ	عمر و بن العاص سے گفتگو	اشک عبرت
افریقہ کی فتح	مزید فتوحات	جنگی قیدیوں کا تسلاط
مال ثقیف کی تقسیم	۲۸۷ھ کے واقعات	۲۹۷ معاہدہ کی شرائط
ابن سعد کے خلاف شکایت	بحری جنگیں	متفرق واقعات
معزولی کی درخواست	بحری جنگ	باب ۱۷
معزولی کا حکم	سمندر کا حال	۲۹۸ھ کے مشہور واقعات
ابن سعد کی واپسی	بحری سفر کی ممانعت	عبدالغنی بن عامر بن ہشام کا تقرر
اہل افریقہ کی امن پسندی	بحری جنگ کی اجازت	حضرت ابو موسیٰ بن ہشام کی معزولی
اہل عراق کی ریشہ دوانیاں	عمر و بن العاص کا سال	دیگر حکام کا تقرر
نا اتفاقی کا سبب	امیر معاویہ بن ہشام کو خط	مکران کی جنگ
تحقیقاتی وفد	۲۸۸ شاہ روم کی خط و کتابت	دیگر انتظامات
حکام کی بد اعمالی	جامع مقولہ	۲۹۹ کردوں کے خلاف جہاد
مخلصانہ جذبہ جہاد	پانی کی اہمیت	پیدل جہاد
جنگ میں پیش قدمی	حق و باطل کا فرق	۲۹۳ استعفا کا مطالبہ
مظالم کی انتہا	مسافت	نئے حکام
خلیفہ کو اطلاع	حضرت ام کلثوم بن ہشام کے تحائف	خراسان و جستان کے حکام
جواب میں نال منول	ملکہ روم کے تحائف	عبید اللہ کی شہادت
غفلت کا نتیجہ	۲۸۹ عوام سے مشورہ	اصطخر کی جنگ
اندلس کے مجاہدین	لوگوں کا مشورہ	اضلاع فارس کے حکام
فتح قسطنطنیہ کا پیش خیمہ	بحری جنگ کا آغاز	خراسان کے حکام
فتح اندلس	پچاس حملے	جستان کے حاکم
ابن سعد کی معزولی	عبداللہ بن قیس کا واقعہ	۲۹۵ کرمان و فارس کے حکام
اہل اندلس کی اطاعت	عبداللہ بن قیس کی شہادت	حضرت ابو موسیٰ بن ہشام کی مخالفت
افریقہ کا جذبہ جہاد	مخارج عورت کی شناخت	دونوں لشکروں کا سردار
اہل افریقہ کی مصالحت	۲۹۰ حکام کے نام ہدایت	۲۹۶ ابن عامر کا عہد نامہ
شاہ روم کا خراج	عہد شکنی	خراسان کی حکومت

صحیح فارس	فقہ پر دانا افراد	سازشی واقعہ	صحیح فارس
مسجد نبوی کی توسیع	مفسدوں کو سزا	انگوٹھی غائب	۳۰۷
منیٰ میں خیمہ	اشعار	مجرم کی تحقیق	صحیح
منیٰ میں مکمل نماز	ابو شریح خزاعی کی ہجرت	سازش کی تکمیل	۳۱۲
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعتراض	۳۰۲ قسمت کا قانون	مخالفانہ گواہ	صحیح
حضرت عبدالرحمن کی نکتہ چینی	قسمت کی توضیح	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فیصلہ	صحیح
خلاف سنت عمل	مہمان خانے میں قیام	کوڑے کی سزا	صحیح
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دلائل	ابوہسال کا مہمان خانہ	اصل واقعہ	۳۰۸
پہلی بات کا جواب	ابوزبید سے تعلقات	انگوٹھی کی گمشدگی	صحیح
دوسری بات کا جواب	۳۰۳ ولید کی مصاحبت	مجرم غائب	صحیح
مخالفت سے پرہیز	ابوزبید کی آمد و رفت	در بار خلافت میں	۳۱۳
خلیفہ کی اطاعت	ولید کا مہمان	کوڑے کی سزا	صحیح
۳۰ھ کے مشہور واقعات	۳۰۴ ولید کے خلاف سازش	ولید کے بارے میں اختلاف	صحیح
جنگ طبرستان	شراب نوشی کا الزام	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب	۳۰۹
ابن عامر کی روانگی	غلط بیانی پر ملامت	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول	صحیح
اہل جرجان سے مصالحت	انواہوں پر چشم پوشی	لونڈیوں کا ماتم	صحیح
طسمیہ کی جنگ	جنگ کا تذکرہ	سعید بن العاص کا تقرر	صحیح
دشمن کا صفایا	ولید کے جنگی کارنامے	ابتدائی حالات	۳۱۴
اکابر صحابہ کی شرکت	۳۰۵ حضرت ابن مسعود کا جواب	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سرپرستی	صحیح
محمد بن الحکم کی شہادت	ولید کی ملامت	بے کس خواتین سے ہمدردی	صحیح
کعب بن جحیل کے اشعار	جادوگر کا معاملہ	دوسرے خاندان میں نکاح	۳۱۰
اہل جرجان کی عہد شکنی	الزام کی تحقیق	سعید کی آمد	صحیح
خراج کی ادائیگی بند	جادوگری کا ثبوت	سعید کا خطبہ	۳۱۵
سعید بن العاص کا تقرر	۳۰۶ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فیصلہ	تحقیقات کا نتیجہ	صحیح
معزولی کے اسباب	ولید کے خلاف شکایت	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب	صحیح
ولید بن عقبہ کا تقرر	سازش پر عمل	مردم شناسی کی ہدایت	صحیح
محبوب شخصیت	مخالفانہ شہادتیں	شرفاء سے خطاب	۳۱۱
کوفہ کا فساد	ظاہری شہادت پر عمل	تقریر کے اثرات	صحیح

۳۲۲	حکام شام کا تقرر	۳۱۶	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو	حالات پر غور و فکر
۳۲۳	تقرر کا آغاز	۳۱۷	مدینہ سے باہر قیام	اتحاد کی تلقین
۳۲۴	علاقہ شام کے حکام	۳۱۸	خفیہ اڈے	اشعار کا استعمال
۳۲۵	دور عثمانی کے حکام	۳۱۹	ربذہ میں قیام	جانید اذکی منتقلی
۳۲۶	شام کی متحدہ حکومت	۳۲۰	خلوت پسندی	انتقال اراضی
۳۲۷	حاکم مصر	۳۲۱	مزید نیکی کی تعریف	اراضی کی خرید و فروخت
۳۲۸	اہل روم سے مقابلہ	۳۲۲	کعب پرختی	منتقلی کا حکم
۳۲۹	رومیوں سے بحری جنگ	۳۲۳	تشدد کی ممانعت	ترجیحی حقوق
۳۳۰	گھسان کی جنگ	۳۲۴	باہر قیام کی وجہ	فوجی کمک
۳۳۱	رومیوں کو شکست	۳۲۵	پہیوں کا تھیلا	خاتم مبارک کی گمشدگی
۳۳۲	ابن ابی حدیفہ کی تکبیر	۳۲۶	امیر کی اطاعت	انگوشی کی ضرورت
۳۳۳	دوبارہ نافرمانی	۳۲۷	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے لیے روزینہ	خاتم نبوت
۳۳۴	رومیوں کی بحری فوج	۳۲۸	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا حال	چاندنی کی انگوشی
۳۳۵	بحری جنگ کا عزم	۳۲۹	اطاعت کی ہدایت	کسریٰ کو دعوت اسلام
۳۳۶	مسلمانوں کی صف بندی	۳۳۰	مال و دولت	دربار کا حال
۳۳۷	فتح و نصرت	۳۳۱	شاہ ایران کا فرار	ہرقل کو دعوت اسلام
۳۳۸	باغیانہ گفتگو	۳۳۲	مہم کے سپہ سالار	خاتم مبارک کی حفاظت
۳۳۹	بغاوت کی ابتداء	۳۳۳	برف باری	خاتم مبارک اور خلفاء
۳۴۰	مخالفانہ الزامات	۳۳۴	قصر مجاشع	دوسری انگوشی
۳۴۱	جماعت سے الگ	۳۳۵	تیز رفتار گھوڑی	حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے
۳۴۲	باغیانہ اعتراضات	۳۳۶	متفرق واقعات	واقعات
۳۴۳	تنبیہ	۳۳۷	باب ۱۸	ابن سبا کی فتنہ پردازی
۳۴۴	فتح آرمینیا	۳۳۸	۳۱ھ کے واقعات	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف
۳۴۵	شاہ ایران کا قتل	۳۳۹	رومیوں سے بحری جنگ	فتنہ کا علم
۳۴۶	دوسری روایت	۳۴۰	غزوہ صواری	غریبوں کی حمایت
۳۴۷	قاتل کی گرفتاری	۳۴۱	پورے شام پر حکومت	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی شکایت
۳۴۸	لاش کی تدفین	۳۴۲	عیاض کی سخاوت	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب
۳۴۹		۳۴۳	حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا احترام	فتنہ کی پیش گوئی

بادشاہ کی اولاد	نیزک کا پیغام	کناری سے مصالحت
ماہویہ کی سازش	۳۳۲ بادشاہ کی برہمی	خراسان کی فتوحات
شاہی لشکر کو شکست	شاہی لشکر کا حلفیہ	اہل سرخس سے مصالحت
بادشاہ کا فرار	زمزمہ پرواز کی ضرورت	فتح سرخس
بچی والے کے گھریٹا	بادشاہ کا حلیہ	بیہق کی فتح
انکشاف راز	قتل کا حکم	اسود بن کلثوم
قتل کی مخالفت	انکشاف راز	اہل مرد کی مصالحت
بادشاہ کا قتل	۳۳۳ چار درہم کی محتاجی	۳۳۸ ۳۲۲ کے واقعات
تدفین	جاں بخشی کی درخواست	امارت پر اختلاف
مطیار کی قیادت	لاش دریا میں	پیش قدمی کی ممانعت
دربان پر برہمی	گمشدہ ہالی	بلجھر کی مہم
بادشاہ کا فرار	چار ہزار کی فوج	عبدالرحمن بن ربیعہ کی شہادت
قیام طبرستان پر اصرار	۳۳۴ مرد کے حکام	اکابر صحابہ کی شرکت
منصب میں ترقی	باہمی سازش	دشمنوں کی عقیدت
مختلف روایات	پیدل فرار	۳۳۹ سلمان بن ربیعہ کی مہارت
مختلف شہروں میں قیام	قتل اور فرار	اہل خزر کی ندامت
عزم خراسان	ایلیار کی تقریر	غیر فانی انسان
امداد کے لیے خطوط	عیسائیوں پر احسانات	دشمن کا تجربہ
ماہویہ کی غداری	عیسائی مقبرہ میں تدفین	۳۴۰ سخت حملہ
مخالفانہ سرگرمیاں	۳۳۵ آخری بادشاہ	خزر کے راستے سے واپس
اہل مرد کی سرکشی	فتح خراسان	۳۴۱ شوق شہادت
قتل کی سازش	واقعات کی تفصیل	مجاہد کا خواب
نیزک طرحان کو خط	مسجد کی تعمیر	خون آلود پوشاک
نیزک کی چال بازی	۳۳۶ جہاد کی ترغیب	معصوم کی شہادت
ماہویہ کا مشورہ	ابن عامر کی روانگی	قبائے لالہ گوں
فرخ زاد کی مخالفت	خراسان کی مہم	مسلمانوں کو شکست
فرخ زاد کو خط	اہل ہرات کو شکست	۳۴۲ تین مجاہدوں کی شہادت
خط مشورہ	سعید بن العاص کی فوج	مہید کا خواب

۳۵۹	محفل میں زدوکوب	//	معاہدہ کے گواہ	//	اہل کوفہ کی بے وفائی
//	قبیلہ اسد کا محاصرہ	//	کاتب معاہدہ	//	بلخ کے فوجی حکام
//	مصالحانہ کوشش	//	بھاری فوج کا اجتماع	//	امارت پر اختلاف
//	شر پسندوں کی افواہیں	۳۵۴	سپاہیوں کے خیالات	۳۴۸	اہل کوفہ کے دعوے
//	مفسدوں کی جلاوطنی	//	فتح بلخ و ہرات	//	حبیب کے عزائم
۳۶۰	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط	//	مہر جان کے تحائف	//	حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بددعا
//	اطاعت کی نصیحت	۳۵۵	تحائف پر قبضہ	//	اکابر صحابہ کی بددعا
//	سرکشی کا انجام	//	ہرات کی طرف مہم	//	حضرت عبداللہ بن مسعود کی وفات
//	باغیان جواب	//	ابن عامر کی وسیع فتوحات	۳۴۹	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات
//	اسلامی دور کی اہمیت	//	فتوحات کا شکر	//	سواروں کی آمد
//	قریش کی فضیلت	//	نیشاپور سے احرام باندھنا	//	وفات کی خبر
۳۶۱	خانہ جنگی سے نجات	۳۵۶	دشمن کی فوجوں کا اجتماع	//	حضرت ابن مسعود کا قول
//	قریش پر فضل الہی	//	ایک حاکم کی ضرورت	//	تکلفین و تکلفین
//	خدا کے انعامات	//	قیس اور ابن خازم	//	واپسی
//	دین اسلام کی حفاظت	//	ابن خازم کی جنگی تدبیر	۳۵۰	چودہ سوار
//	بدترین ہستی	//	شعلہ بردار فوج	//	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا حال
//	اسلام کے احسانات	//	دشمن کو شکست	//	تجہیز و تکلفین
۳۶۲	بروں کی رسوائی	۳۵۷	اسیران جنگ	//	مشک کی خوشبو سے استقبال
//	جانے کی اجازت	//	خراسان پر مستقل حکومت	//	قالے کی رواگی
//	دوبارہ نصیحت	//	قیس بن ابہیثم کو روانہ کرنا	۳۵۱	اسمائے گرامی
//	سازشوں کی ناکامی	//	ابن خازم کی فتح	//	باب ۱۹
۳۶۳	مفسدوں کے بارے میں رائے	//	اہل خراسان سے جنگ	۳۵۲	فتوح ترکستان
//	جزیرہ کی طرف رواگی	۳۵۸	۳۳ھ کے واقعات	//	حاکم مرو کا قاصد
//	خالد کی تنبیہ	//	اہل خراسان کی عہد شکنی	//	حاکم مرو کا خط
//	مفسدوں کو ہدایت	//	محفل کا واقعہ	//	شرائط صلح
//	معافی کی درخواست	//	سختی پر گفتگو	۳۵۳	خط کا جواب
۳۶۴	قبول توبہ	//	ابن جنیس کی گفتگو	//	شرائط کی اطاعت
//	اشتر کی واپسی	//	لوگوں کی سخت کلامی	//	شرائط کی منظوری

۳۶۹	مخالفوں کا اجتماع	کنیت چیس افراد	سعد بن العاص کا تقرر
۳۷۵	ایرانی علاقوں کے حکام	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اطلاع	ولید کی طلی
۳۷۵	سازش کا آغاز	حکیم بن جبلة	منبر کو دھونا
۳۷۵	سرغنہ کی گرفتاری	حکیم کی گرفتاری	ولید کی منتقلی
۳۷۵	جلاوطنوں کو دعوت شرکت	ابن سوداء کی آمد	کوڑے مارنے کا فیصلہ
۳۷۵	اشتر کی پیش قدمی	اس کی فتنہ انگیزی	محفل آرائی
۳۷۵	دیگر افراد کی بیروی	حمران کو سزا	اشتر کی مخالفت
۳۷۵	عبدالرحمن کا تعاقب	عامر بن عبدالقیس	کو تو ال کی ملامت
۳۷۵	سعد کے خلاف ہنگامہ	ابن عامر کی آمد	کو تو ال کو زد و کوب
۳۷۶	مخالف جماعت کی تشکیل	عامر سے سوالات	بغاوت کا آغاز
۳۷۶	بغاوت کی مذمت	عامر کی جلا وطنی	مخالفین کی جلا وطنی
۳۷۶	کامیابی کا یقین	اس کے خلاف چغل خوری	واقعہ کی مزید تفصیل
۳۷۶	سعد سے ملاقات	عامر کی عجیب عادات	امیر معاویہ کی گفتگو
۳۷۶	سعد کی نصیحت	جھوٹے الزامات	ابوسفیان کی تعریف
۳۷۶	غلام کا قتل	الزامات کی تردید	صعصعہ کی تردید
۳۷۶	تبدیلی کا مطالبہ	وطن جانے سے انکار	اصول زندگی
۳۷۶	حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا تقرر	زہد و استغناء	قطع کلام
۳۷۶	آپ کی آمد	اہل کوفہ سے گفتگو	معاویہ کی تقریر
۳۷۶	اطاعت کا اقرار	معصیت کی مذمت	افتراق کا پہلو
۳۷۶	مخالف نمائندہ کی روانگی	نصیحت کا اثر	اتحاد کی تلقین
۳۷۶	عامر کی گفتگو	جماعت سے وفاداری	صعصعہ کی گستاخی
۳۷۶	اللہ کہاں ہے؟	امیر معاویہ کی تعریف	امیر معاویہ کی مدافعت
۳۷۸	حکام کا اجتماع	مختلف شہریوں کا حال	نیکی کی نصیحت
۳۷۸	مشورہ طلی	اہل کوفہ و بصرہ کی خامیاں	نافرمانی کی مذمت
۳۷۸	جہاد کا حکم	مصر و شام کے باشندے	امیر معاویہ پر حملہ
۳۷۸	خطرہ کا انسداد	متفرق واقعات	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خط
۳۷۸	عظیم افراد کا فقدان	باب ۲۰	کوفہ کی طرف واپسی
۳۷۸	حکام کی ذمہ داری	۳۳۳ھ کے واقعات	حصص بھجوانا

389	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہدایت نامہ	389	نا اتفاقی کے نتائج	389	مال کی انسداد
389	عوام کا تاثر	389	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب	389	اعتدال کا مشورہ
389	حکام سے مشورہ	389	الزام کی تردید	389	عمر و بن العاص کی صفائی
389	بے بنیاد خبریں	389	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تشدد	389	امراء کے نام
389	انواہوں پر سزا کی تجویز	389	امیر معاویہ کا تقرر	389	اپنے علاقے کے ذمہ دار
389	حقوق و فرائض کا توازن	389	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خوف	389	فوجی مہموں میں مشغول
389	شام کے پر امن حالات	389	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خود مختاری	389	عمر و بن العاص کی نکتہ چینی
389	عمر و بن العاص کی نکتہ چینی	389	نکتہ چینیوں کی مذمت	389	نکتہ چینی کی توجیہ
389	نرم سلوک کی ہدایت	389	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تشدد	389	تشدد کی ہدایت
389	نکتہ و فساد کی پیش گوئی	389	زنی کا نتیجہ	389	سعید کے خلاف بغاوت
390	آئندہ خلیفہ کا تذکرہ	389	حسن سلوک کا وعدہ	389	اشتر کی دھمکی
390	خلاف توقع	389	مروان کی دھمکی	389	سازش کا اڈہ
390	معاویہ کی طرف اشارہ	389	بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کی وفات	389	سنگین واقعہ
390	معاویہ کی روانگی	389	۳۵ھ کے واقعات	389	حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ کی پیش گوئی
391	اسلامی طریقہ انتخاب	389	اہل سہا کی خفیہ تحریک	389	مستقبل کا واقعہ
391	ریکسانہ نظام	389	نزول عیسیٰ کی مخالفت	389	حضرت ابو موسیٰ کا تقرر
391	تعاون کی نصیحت	389	رجحہ کا مسئلہ	389	باغی کا قتل
391	تقریر پر تنقید	389	وصی پیغمبر	389	سعید کے خلاف سازش
391	دوسری روایت	389	خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت	389	مطالبہ کی منظوری
391	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تقریر	389	فتنہ انگیز تحریک	389	عزم جہاد
392	آئندہ خلیفہ کی انواہ	389	تحریری پروپیگنڈہ	389	جہاد کی ترغیب
392	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعتراض	389	خفیہ انتظامات	389	مخالفت میں شدت
392	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب	389	خفیہ نشر و اشاعت	389	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نصیحت
392	صلہ رحمی	389	حضرت عثمان کو اطلاع	389	افضلیت کا اقرار
392	شکایت کا ازالہ	389	تحقیقاتی افسر	389	تدبر کی ہدایت
392	امیر معاویہ کی پیش کش	389	تسلی بخش حالات	389	بدعت و سنت میں امتیاز
392	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انکار	389	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی تبدیلی	389	بدترین حاکم کی ملامت
393	فوجی امداد سے انکار	389	مصر کے مخالف افراد	389	ظالم حاکم کا انجام

۳۹۳	عبداللہ بن سبا کی شرکت	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر سنگ باری	اللہ پر بھروسہ
۳۹۴	اہل کوفہ کا قافلہ	تین مدنی حضرات	سازش کی ناکامی
۳۹۸	کوفی سردار	باغیوں کے مخالفین	کوفہ میں شورش
۳۹۹	بصرہ کے سرغنہ	صحابہ کی عیادت	سعید کی مخالفت
۴۰۰	مختلف خیالات کے گروہ	مسجد کے قریب ہنگامہ	سعید کا اخراج
۴۰۱	باغیوں کے مراکز	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آمد	مدینہ پہنچنے کی سازش
۴۰۲	اہل مدینہ سے اندیشہ	آپ کی بے ہوشی	تحقیقاتی افسر
۴۰۳	سرکردہ حضرات سے ملاقات	امامت ممنوع	اصل حقیقت کا اظہار
۴۰۴	اپنے امیدواروں سے ملاقات	باغیوں کی امامت	مخالفوں پر رائے زنی
۴۰۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات	قتل و غارت	اہم اجتماع
۴۰۶	لعنتی افراد	بلوائیوں کی ملاقات	بغاوت کی سزا
۴۰۷	حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو	سورہ بقرہ کی آیت	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول
۴۰۸	حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا انکار	محفوظ چراگاہوں پر اعتراض	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی معافی
۴۰۹	اچانک محاصرہ	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب	اعتراضات کے جوابات
۴۱۰	واپس آنے کی وجہ	شرائط کی پابندی	محفوظ چراگاہ
۴۱۱	ایک ہی قسم کا جواب	عطیات اہل مدینہ کی بندش	مال کی کمی
۴۱۲	گفتگو کی آزادی	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خطبہ	تدوین قرآن
۴۱۳	امداد کے لیے خطوط	عطیات کے بارے میں حکم	حکم کا معاملہ
۴۱۴	امور خلافت کی انجام دہی	قاصد کی گرفتاری	نوعمر حکام پر اعتراض
۴۱۵	ناجائز مطالبات	سر بھر خط	صلہ رحمی پر اعتراض کا جواب
۴۱۶	جنگ احزاب کا نمونہ	حضرت علیؑ سے شکایت	قومی مال کی حفاظت
۴۱۷	امدادی فوجیں	خط لکھنے سے انکار	دیانت داری
۴۱۸	ممتاز صحابہ کی خدمات	جعلی خط	اراضی کی منتقلی
۴۱۹	تابعین کی خدمات	ناشائستہ روایت	اراضی کی منصفانہ تقسیم
۴۲۰	پرجوش تقریر	عمر و بن العاص کی معزولی	نرم سلوک
۴۲۱	اہل بصرہ کی خدمات	عمر و بن العاص کے اعتراضات	حاجیوں کے بھیس میں
۴۲۲	شام کے کارکن	عمر و بن العاص کا کارنامہ	چار سرداروں کی قیادت
۴۲۳	حضرت عثمان کی تقریر	دور فاروقی کے حاکم	باغیوں کے سردار

۴۱۷	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی افسردگی	۴۱۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی واپسی	۴۰۷	نرمی کا نتیجہ
۴۱۸	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت	۴۱۸	مروان کا مشورہ	۴۰۸	دور جاہلیت کا تذکرہ
۴۱۹	حکم کی مخالفت	۴۱۹	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اعلان	۴۰۹	مروان کی ملامت
۴۲۰	لوگوں کی گستاخیاں	۴۲۰	عمرو بن العاص کی مخالفت	۴۱۰	مخالفانہ پروپیگنڈہ
۴۲۱	جبلہ کی بدکلامی	۴۲۱	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی توبہ	۴۱۱	فلسطین میں قیام
۴۲۲	حکام پر اعتراض	۴۲۲	فلسطین میں قیام	۴۱۲	شہادت کی خبر
۴۲۳	عمرو بن العاص کا اعتراض	۴۲۳	اعلانیاہ ظہار کا مشورہ	۴۱۳	مخالفت کا اقرار
۴۲۴	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی توبہ	۴۲۴	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مشورہ	۴۱۴	مخالفت کی وجہ
۴۲۵	جہا غفاری کی گستاخی	۴۲۵	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خطبہ	۴۱۵	بیوی کو طلاق
۴۲۶	عصائے نبوی کو توڑنا	۴۲۶	توبہ واستغفار	۴۱۶	مصر کے مخالفین
۴۲۷	غفاری کی بری حرکت	۴۲۷	معزز افراد کو دعوت	۴۱۷	مصریوں کی روانگی
۴۲۸	صحابہ کے نام خطوط	۴۲۸	رقت آمیز تقریر	۴۱۸	اصل مقصد
۴۲۹	جعلی خط کا مضمون	۴۲۹	مروان کی مداخلت	۴۱۹	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اطلاع
۴۳۰	قاصد سے پوچھ گچھ	۴۳۰	حضرت نائلہ کی مخالفت	۴۲۰	فساد کی پیش گوئی
۴۳۱	قاصد کی تلاشی	۴۳۱	باہم سخت کلامی	۴۲۱	قتل کا ارادہ
۴۳۲	باغیوں کی واپسی	۴۳۲	مروان کا غلط مشورہ	۴۲۲	بلوائیوں کا قاصد
۴۳۳	قتل کا حکم	۴۳۳	لوگوں کا اجتماع	۴۲۳	واپس بھگانے کی کوشش
۴۳۴	جعلی کا روائی	۴۳۴	مجمع کا اخراج	۴۲۴	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب
۴۳۵	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط	۴۳۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غیض و غضب	۴۲۵	صحابہ کا وفد
۴۳۶	دیگر حکام کو خطوط	۴۳۶	حضرت نائلہ کا مشورہ	۴۲۶	حضرت سعد و عمار رضی اللہ عنہما
۴۳۷	فوری امداد کی ضرورت	۴۳۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انکار	۴۲۷	خلیفہ کا تقرر
۴۳۸	یزید بن اسد کی فوج	۴۳۸	رقت آمیز خطبہ	۴۲۸	کثیر کی مخبری
۴۳۹		۴۳۹	عاجز اندر درخواست	۴۲۹	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا انکار
۴۴۰		۴۴۰	رائے میں تبدیلی	۴۳۰	اہل مصر کی واپسی
۴۴۱		۴۴۱	مروان کا غلط طریقہ	۴۳۱	مہاجر شرکائے وفد
۴۴۲		۴۴۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا استفسار	۴۳۲	انصار کا وفد
۴۴۳		۴۴۳	مروان کے زیر اثر	۴۳۳	محمد بن مسلمہ کی گفتگو
۴۴۴		۴۴۴	صاف انکار	۴۳۴	اہل مصر کو نصیحت

بصرہ کی امدادی فوج	محمد بن ابی بکر کی آمد	الزام کا جواب
قاصد کا اخراج	۴۲۲ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گستاخی	عہد شکنی کا الزام
اہل مصر کا قافلہ	آپ کی شہادت	جعلی خط کا ذکر
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نام خط	باغیوں کے سردار	معزول کرنے کا فیصلہ
دین کے لیے جنگ	آئندہ کے خطرات	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خطبہ
توبہ کی دعوت	۴۲۷ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نصیحت	سبکدوشی سے انکار
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے استمداد	آپ کی رضامندی	واقعات کا اعادہ
ایفاء پر اصرار	۴۲۳ آپ کی گفتگو	معزولی یا قتل
مروان کا مشورہ	محمد بن مسلمہ کا انکار	اہل فیصلہ
معادہ کی پابندی	جعلی خط کا انکشاف	خانہ جنگی سے نفرت
وعدہ شکنی کا الزام	جعلی خط کے احکام	۴۲۸ محمد بن مسلمہ کا انکار
ایفاء عہد کا عزم ہمیم	خط کار و عمل	حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ملاقات
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطاب	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وعدہ	اظہار بریت
عملی اقدام کی ضرورت	۴۲۴ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو	حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات
مہلت کی درخواست	حلفیہ انکار	حفاظت کا سوال
تین دن کی مہلت	باغیوں کی باریابی	۴۲۹ شہادت کی خبر
جنگ کی تیاری	اہل نجد کی بد اعمالیوں کا ذکر	اہل مصر کی آمد کی اطلاع
خلاف ورزی کا الزام	بدعات کا تذکرہ	عبداللہ بن سعد کی روانگی
جعلی خط کا حوالہ	۴۲۵ دو شخصوں کی ضمانت	ابن ابی حذیفہ کا قبضہ مصر
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انکار	خط کا انکشاف	اہل مصر کا محاصرہ
حکام کی معزولی کا مطالبہ	لا علمی کا اظہار	قتل کا منصوبہ
مطالبہ ماننے سے انکار	معزولی کا مطالبہ	۴۳۰ طلحہ کا حکم
باغیوں کی دھمکی	شورا اور ہنگامہ	قتل کے بارے میں حکم
گھر کا محاصرہ	آپ کی شہادت	یعنی شاہد
اشتر کی طلبی	واپسی کی وجوہات	مروان کے غلام کا بیان
باغیوں کے مطالبات	جعلی خط کا معاملہ	خانہ جنگی کا آغاز
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب	معزولی کا مطالبہ	دروازوں کو آگ
قتل کے خطرناک نتائج	۴۲۶ معزولی کا مطالبہ	۴۳۱ قسمت پر صبر
	ظلم کا الزام	

۲۳۶	حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغام	دوسرا بیان
۲۳۷	معاون افراد	شعلہ باری
۲۳۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ملامت	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا آخری حکم
۲۳۷	حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بدسلوکی	مروان کی جنگ
۲۳۷	قتل کی کوشش	مروان سے مقابلہ
۲۳۷	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بے بسی	مروان کا زخمی ہونا
۲۳۷	محمد بن ابی بکر کو نصیحت	نیار کا قتل
۲۳۷	برے نتائج	قصاص کا مطالبہ
۲۳۷	غلیفہ سوم کی شہادت	گھمسان کی جنگ
۲۳۷	غلام کی فداکاری	شہید اور زخمی افراد
۲۳۷	لوٹ مار	گھر کے اندر جنگ
۲۳۸	امیر الحج کا تقرر	آخری گفتگو
۲۳۸	حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ہدایات	مسجد نبوی کی توسیع کا ذکر
۲۳۸	آیت کی تلاوت	بے اثر نصیحت
۲۳۸	لیلیٰ کی نصیحت	سچا خواب
۲۳۸	انتقامی جذبہ	محمد بن ابی بکر کی بدتمیزی
۲۳۸	مخالفت کا اندیشہ	خونی قاتل
۲۳۹	گھر کے دروازے پر جنگ	قاتلوں کی آمد
۲۳۹	لڑنے کی ممانعت	خون آلود مصحف
۲۳۹	منگیرہ بن اخص	حضرت نائلہ کا نوحہ
۲۳۹	تلاوت قرآن	آخری خطبہ
۲۳۹	آتش زدگی	اتحاد کی نصیحت
۲۳۹	حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی	قسمت پر صبر و شکر
۲۳۹	حزایت	اہل مدینہ کو الوداع
۲۳۹	نماز اور تلاوت	واپس جانے کا حکم
۲۳۹	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حمایت	امدادی فوجوں کی اطلاع
۲۳۹	مروان کا مقابلہ	پانی بند
۲۳۹	منگیرہ بن اخص کی شہادت	سنگ باری
۲۳۹	گھر میں گھنا	
۲۳۹	نازیبا الفاظ	
۲۳۹	محمد بن ابی بکر کی بدگلائی	

۳۶۰	مخالفت کی وجوہات	//	مختلف شہروں میں آبادی	//	شہادت کا مزید حال
//	ضابی بن حارث کا واقعہ	//	حج کا التزام	//	دوسری روایت
//	مخالفوں کا انجام	//	۳۵۱ کمزوروں کی حمایت	//	بد بخت قاتل
//	کمیل کی بدینتی	//	مال و دولت کی فراوانی	//	تجیبی کا فعل بد
//	دشمن کو معافی	//	ابن سبا کا فتیہ	//	نیزے کے نو حملے
۳۶۱	عہد حجاج کا واقعہ	//	لہو و لعب سے دلچسپی	//	مروان پر حملہ
//	عمیر بن ضائق کا قتل	۳۵۶	کیوتر بازی کی ممانعت	//	شہادت کا دن
//	دوسری روایت	//	نشانیہ بازی پر سزا	//	نہران اٹھی
//	عمیر اور کمیل	//	دوسرے شہروں پر برے اثرات	//	فوجی امداد کی خبریں
۳۶۲	کمیل کی گفتگو	//	۳۵۲ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سختی	//	محاصرہ کے وقت تقریر
//	عباس بن ربیعہ کو انعام	//	جلال وطنی پر اعتراض	//	باغیوں سے سوالات
//	سخاوت اور مروت	۳۵۷	آپ کا جواب	//	خلافت کا ذکر
//	حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے درخواست	//	احتیاط کی ہدایت	//	گذشتہ کارنامے
//	اراضی کی فروخت	//	ابن ابی حذیفہ کے بارے میں سوال	//	قتل کے مستحق افراد
۳۶۳	امیر الحج کا تقرر	//	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پروردہ	//	قتل کے برے نتائج
//	محاصرہ کی مدت	//	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ناراضگی	//	باغیوں کا جواب
//	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلوص	//	۳۵۳ مخالفت کی وجہ	//	کارناموں کا اعتراف
//	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف گفتگو	//	غضب اور طبع	//	حق و صداقت کا دعویٰ
//	۳۵۸ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایات	//	زرمی کا نتیجہ	//	قتل کی دوسری صورتوں کا ذکر
//	بے جا الزام	//	بزرگوں کی تعظیم	//	ظلم و بغاوت کا الزام
۳۶۴	خالد بن العاص کے نام پیغام	//	حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا احترام	//	باب ۲۲
//	مخالفت سے خوف	//	نصیحت کی درخواست	//	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرت و
//	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حج	//	۳۵۴ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نصیحت	//	خصائل
//	خون کا الزام	//	زرم غذا	//	باہر جانے کی ممانعت
//	امیر الحج کا تقرر	۳۶۹	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غذا	//	اونٹ سے مشابہت
۳۶۵	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو	//	زرم کھانے کی عادت	//	پہلی کمزوری
//	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جواب	//	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اصلاحات	//	قریش کے لیے بندش
//	عام مسلمانوں کے نام خط	//	۳۵۵ اہم باتوں سے آگاہی	//	جہاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت

آیات سے استدلال	حق و صداقت کی دعوت	شہید غلاموں کے نام	۴۶۶	۴۶۶
اتحاد کی تلقین	ایمانی عہد کا حکم	غسل کے بغیر تدفین	۴۶۶	۴۶۶
اطاعت کا حکم	معذرت خواہی	حضرت شععی کی روایت	۴۶۶	۴۶۶
انواہوں سے پرہیز	توبہ و استغفار	تاریخ شہادت	۴۶۶	۴۶۶
عداری کی مذمت	امت کی خیر خواہی	۳۶ھ کی روایت	۴۶۶	۴۶۶
تقویٰ اور اطاعت	نامہ عثمان سنانا	۳۵ھ کی روایت	۴۶۶	۴۶۶
حکام کی اطاعت	حج سے واپسی	دیگر روایات	۴۶۶	۴۶۶
خلافت کا وعدہ	باب ۲۳	شہادت کا وقت	۴۶۶	۴۶۶
بیعت کی اہمیت	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تدفین	جمعہ کی صبح	۴۶۶	۴۶۶
امن و اتحاد کی ضرورت	تدفین میں رکاوٹ	ایام تشریق کی روایت	۴۶۶	۴۶۶
باہمی اختلاف کا انجام بد	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رکاوٹ	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عمر شریف	۴۶۶	۴۶۶
ناانفقا کی مذمت	قبرستان میں توسیع	عمر میں اختلاف	۴۶۶	۴۶۶
مخالفت کا حشر	تدفین کا حال	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک	۴۶۶	۴۶۶
فتنہ پردازی	مدفن پر اختلاف	مشہور روایت	۴۶۶	۴۶۶
معاہدہ کی پابندی	نماز جنازہ کا امام	امام زہری کی روایت	۴۶۶	۴۶۶
جائز مطالبات کی حمایت	تدفین میں تاخیر	ہجرت و اسلام	۴۶۶	۴۶۶
قومی مال کی حفاظت	جنازہ اٹھانے میں رکاوٹ	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کیفیت و نسب	۴۶۶	۴۶۶
بزرگوں سے مشورہ	۴۶۹	حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ	۴۶۶	۴۶۶
مشورہ پر عمل	جنازہ کے شرکاء	نسب نامہ	۴۶۶	۴۶۶
مخالفوں کے مظالم کا ذکر	کچھ لوگوں کی مخالفت	اہل و عیال	۴۶۶	۴۶۶
باغیوں کا مطالبہ	تدفین میں مزاحمت	حضرت فاختہ	۴۶۶	۴۶۶
اعلان بریت	بے حرمتی کا ارادہ	حضرت فاطمہ	۴۶۶	۴۶۶
قصاص کا معاملہ	تدفین میں بجلت	حضرت ام البنین	۴۶۶	۴۶۶
دست برداری سے انکار	۴۷۰	حضرت رملہ	۴۶۶	۴۶۶
اعلان بریت کا جواب	رات کو تدفین	حضرت نائلہ	۴۶۶	۴۶۶
اللہ کی رضا جوئی	غلاموں کی تدفین	دیگر اولاد	۴۶۶	۴۶۶
عہد شکنی کی مذمت	مزار عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب تدفین	آخری ازواج	۴۶۶	۴۶۶
خوں ریزی سے پرہیز	دواؤں کا حشر	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکام و اعمال	۴۶۶	۴۶۶

//	حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مراثنی	//	آخری خطبہ	//	علاقہ عراق کے حکام
//	پہلا مرثیہ	//	تقویٰ اور اتحاد کی تلقین	//	حاکم مصر
//	دوسرا مرثیہ	۳۸۲	نماز کی امامت	//	علاقہ شام کے حکام
//	حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا مرثیہ	//	حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی امامت	//	عراق و ایران کے حکام
۳۸۳	حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا تیسرا مرثیہ	//	سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی امامت	۳۸۱	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مشہور خطبات
//	اہل شام کی حمایت	//	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت	//	پہلا خطبہ
//	حباب بن یزید کا مرثیہ	۳۸۳	شہادت عثمان رضی اللہ عنہ پر مراثنی	//	دنیا کی کشش

باب ۱

سلطنت کسریٰ کا خاتمہ

محمد، طلحہ، عمرو، سعید اور مہلب روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سعد نے مدائن میں قیام کیا تو اس کے بعد انہوں نے اہل عجم کے تعاقب میں (فوجی دستے) روانہ کیے یہ لوگ تعاقب کرتے ہوئے نہروان تک پہنچ گئے پھر وہ سب واپس آ گئے۔ مشرکین حلوان کی طرف چلے گئے تھے حضرت سعد نے غم سے نکالنے کے بعد مال غنیمت کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اس وقت کوئی مسلمان سواری کے بغیر نہیں تھا اس لیے ہر سواری کو بارہ ہزار کی رقم ملی۔ مدائن میں (مسلمانوں کو) بہت سے سواری کے جانور ملے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مدائن کے گھروالوں کو بھی مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تھا اور وہ ان گھروں میں رہنے لگے تھے۔ عمرو بن عمرو المزنی مال غنیمت کو جمع کرنے اور ان پر قبضہ کرنے کے ذمہ دار تھے اس کی تقسیم سلمان بن ربیعہ نے کی۔ مدائن کی فتح کا واقعہ ماہ صفر ۱۱ھ میں ہوا۔

ایوان کسریٰ میں نماز:

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ مدائن میں آئے تو وہ مکمل فریضہ نماز ادا کرنے لگے تھے اور روزے رکھتے تھے انہوں نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ ایوان کسریٰ میں نماز پڑھنے کے لیے آئیں، اسے عید گاہ بھی بنا دیا گیا اور وہاں ایک منبر بھی نصب کر دیا گیا تھا وہ خود بھی نماز پڑھتے تھے حالانکہ اس میں تصاویر تھیں بلکہ جمعہ کی نماز بھی وہیں پڑھتے تھے۔

جب عید الفطر کا دن آیا تو لوگوں نے کہا کہ باہر نکل کر نماز پڑھی جائے کیونکہ باہر نکل کر پڑھنا مسنون ہے مگر حضرت سعد نے فرمایا ”یہیں نماز پڑھو کیونکہ بستی کے اندر نماز پڑھنا یا باہر پڑھنا یکساں ہے“۔ چنانچہ یہیں (ایوان کسریٰ) میں نماز پڑھی گئی۔

مدائن میں قیام:

حضرت شعبی کی روایت ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ مدائن میں مقیم ہوئے اور وہاں کے گھروں کو لوگوں میں تقسیم کیا تو انہوں نے اہل و عیال کو بلوایا اور انہیں گھروں میں ٹھہرایا۔ وہ مدائن میں اس وقت تک رہے جب تک کہ مسلمان جلولا، بکریت اور موصل کی جنگوں سے فارغ نہیں ہوئے پھر وہ کوفہ کی طرف منتقل ہو گئے۔

بہار کسریٰ:

محمد، طلحہ، زیاد، عمرو، مہلب، سعید روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد نے غم سے نکالنے کے لیے پانچواں حصہ (مركزی حکومت کو بھیجنے کے لیے پانچواں حصہ) میں ہر قسم کے مال غنیمت کو شامل کر لیا تھا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسریٰ کے لباس، تلوار اور زیورات وغیرہ کو دیکھ کر خوش ہو جائیں اور اہل عرب بھی انہیں دیکھ کر مسرور ہوں۔ مال غنیمت کی تقسیم اور غم سے نکالنے کے بعد ایک بہت بڑی قالین باقی رہ گئی تھی۔ اس کی تقسیم صحیح طریقے پر نہیں ہو سکی۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کیا تم اپنی خوشی اور رضامندی کے ساتھ

اپنے ۴/۵ حصے سے دست بردار ہو سکتے ہوتا کہ ہم اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجیں اور وہ جیسا چاہیں اس کے بارے میں فیصلہ کریں کیونکہ ہمارے اندر اس کی تقسیم صحیح نہیں ہو رہی ہے اور یہ ہمارے لیے تھوڑا حصہ ہے مگر اہل مدینہ کے لیے اس کی اہمیت زیادہ ہے۔
مصنوعی بہار:

مسلمانوں نے اس کو بھیجنے کے لیے اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ یہ قالین سا چھ مربع گز کا ایک مسلسل فرش تھا۔ اور ایک جریب کے برابر تھا۔ اس میں سرکوں، نہروں کے نقش و نگار تھے۔ اور اس کے درمیان میں خانقاہیں تھیں اس کے اطراف میں سرسبز کھیت تھے۔ جس میں موسم بہار کی سبزیاں اور پودے (تصاویر میں) لہلہا رہتے تھے۔ جو ریشم کے بنے ہوئے تھے۔ اور پھول کلیاں سونے چاندی کی تھیں اور اسی طرح کی اور بہت سی تصاویر و نقوش تھے۔
قالین کی تقسیم:

جب یہ (مال غنیمت) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ نے بہت سے لوگوں کو اس فخر کے عطیات دیئے اور مناسب طریقے سے اس کی تقسیم کی گئی پھر آپ نے فرمایا: ”تم مجھے اس قالین کے فرش کے بارے میں مشورہ دو“۔
لوگوں کی یہ رائے ہوئی اور انہوں نے متفقہ طور پر کہا۔ ”یہ آپ کا ہے آپ جیسا چاہیں کریں۔“
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اصل بات تو وہی ہے جو انہوں نے کہی مگر آپ اس بات پر غور کریں کہ آپ نے آج اس کو قبول کر لیا تو آئندہ زمانے میں ایسے لوگ آئیں گے جو ان چیزوں کا بھی اپنے آپ کو مستحق ٹھہرائیں گے جو ان کی نہیں ہیں۔
آپ نے فرمایا۔ ”تم نے سچ بات کہی ہے اور مجھے اچھی نصیحت کی ہے“ لہذا اسے آپ نے کاٹ کر لوگوں میں تقسیم کر دیا۔
بہار کسریٰ کا حال:

عبدالملک بن عمیر کی روایت ہے کہ جنگ مدائن میں مسلمانوں کو (مذکورہ بالا قالین کا فرش) بہار کسریٰ حاصل ہوا۔ اس قدر بھاری تھا کہ وہ اسے نہیں لے جا سکے اہل عجم نے اسے موسم سرما کے اس وقت کے لیے تیار کیا تھا جب پھول پودوں کا خاتمہ ہوتا ہے اس وقت جب وہ شراب نوشی کرتے تھے تو اس پر بیٹھ کر شراب نوشی کرتے تھے تاکہ یہ فرش (ان کے لیے موسم بہار کے) باغات کا کام دے سکے یہ ساٹھ گز مربع تھا اس کی زمین سونے کی بنی ہوئی تھی اور اس کے نقش و نگار گینوں کے تھے اور اس کے میوہ جات جو اہرات کے تھے اور اس کے پتے ریشم کے تھے جس میں سونے کے پانی کی آمیزش تھی۔ اہل عرب اسے قطف کہتے تھے۔
نا قابل تقسیم:

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کی تقسیم کی تو یہ فرش فالتور ہا اور اس کی تقسیم درست نہیں ہو سکی اس وقت حضرت سعدؓ نے مسلمانوں کو جمع کر کے فرمایا۔

”اللہ نے تمہیں خوشحال کر دیا ہے اس فرش کی تقسیم مشکل ہو گئی ہے اسے کوئی خرید نہیں سکتا ہے اس لیے میری رائے یہ ہے کہ تم بخوشی اسے امیر المؤمنین کی طرف بھیج دو۔ تاکہ وہ جیسا چاہیں اس کے بارے میں کارروائی کریں۔“ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا۔
مسلمانوں سے مشورہ:

جب یہ چیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ میں آئی تو انہوں نے ایک خواب دیکھا پھر انہوں نے مسلمانوں کو جمع کیا اور حمد و ثنا

کے بعد مسلمانوں سے اس فرش کے بارے میں مشورہ طلب کیا اور اس کا حال بتایا لوگوں نے مختلف خیالات کا اظہار کیا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس پر قبضہ کیا جائے کچھ لوگوں نے کہا کہ اسے آپ کے سپرد کر دیا جائے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے لینے سے انکار کر رہے ہیں تو انہوں نے کھڑے ہو کر فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر عمل:

”آپ کو اچھی طرح معلوم ہے اور آپ کو اس بات کا پختہ یقین ہے کہ دنیا میں آپ کے لیے وہی چیز کارآمد ہے جو آپ نے عطیہ کے طور پر دے کر آخرت کا سامان کیا تھا یا جو لباس پہنا اور اسے بوسیدہ کر دیا یا کسی چیز کو کھا کر فنا کر دیا ہو۔“

آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو اس کے بعد آپ نے اسے کاٹ کر لوگوں میں تقسیم کر دیا، حضرت علیؓ کو اس کا جو ٹکڑا ملا تھا اسے انہوں نے بیس ہزار میں فروخت کر دیا تھا حالانکہ وہ بہترین ٹکڑوں میں سے نہیں تھا۔

سیف کی روایت ہے کہ مدائن کا فوس (پانچواں حصہ) بشیر بن انحصاریہ لے کر گئے تھے اور حلیم بن فلاں اسدی فتح کی خبر لائے تھے۔ مال غنیمت پر قبضہ کرنے پر عمرو مامور تھے۔ اور تقسیم کرنے پر سلمان مقرر تھے۔

اہل قادیسیہ کی فضیلت:

جب فرش (بہار کسری) لوگوں میں تقسیم کیا گیا تو مسلمانوں نے اہل قادیسیہ کی بہت زیادہ فضیلت بیان کی اس وقت حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”عرب کے ممتاز اور مایہ ناز لوگ وہ ہیں جنہوں نے خطروں کا مقابلہ کیا وہ جنگ قادیسیہ کے بہادر انسان ہیں۔“

کسری کے سامان کی نمائش:

کسری (ایران کے بادشاہ) کے سامان آرائش اور اس کی ممتاز تقریبات کی پوشاکیں لائی گئیں۔ کسری ہر موقع اور ہر تقریب پر ایک مختلف لباس پہنا کرتا تھا۔ (اس لیے مختلف قسم کی پوشاکیں جمع کی گئی تھیں۔ ایسے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میرے پاس محکم کولاؤ اس وقت مدینہ منورہ کی سرزمین میں اس سے بڑھ کر کوئی قوی الجسم انسان نہ تھا، اسے کسری کا تاج لکڑی کے دو ٹکڑوں کے درمیان میں بٹھا کر پہنایا گیا۔ نیز تمام شاہی ہاروں شاہی لباس اور سامان آرائش سے اسے آراستہ کیا گیا پھر اسے لوگوں کے سامنے بٹھایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمانوں نے یہ منظر دیکھا تو انہوں نے دنیا کا ایک عجیب دلکش نظارہ دیکھا پھر وہ کھڑا ہو گیا اس کے بعد اس نے دوسری پوشاک زیب تن کی اس وقت ایک دوسری نوعیت کا منظر تھا۔ اس کے بعد اسے ہر قسم کے لباس میں پیش کیا گیا اور اسے بادشاہ کے ہتھیار بھی پہنائے گئے اور اس کی تلوار بھی اس کے گلے میں ڈالی گئی۔ مسلمانوں نے ان مختلف مناظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نصیحت:

وہ مرد مسلمان کس قدر احمق ہوگا جسے دنیا فریفتہ کر لے وہ فریب خوردہ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا جو تم نے دیکھا کسری نے جو کچھ دیکھا اس کے نمونہ میں مسلمانوں کیسے لیے بھلائی نہیں ہے بلکہ برائی ہے کسری دنیا کی نعمتوں میں مشغول رہا اور آخرت کو بھول گیا اس نے اپنے رشتہ داروں، داماد اور بہو وغیرہ کے لیے مال جمع کیا اور اپنے آگے کے لیے کچھ نہیں بھیج سکا وہ شخص کس قدر احمق ہے

جس نے لوگوں کے لیے مال جمع کیا ہو یا اپنے دشمن کو فائدہ پہنچایا ہو۔
نعمان اور اس کی تلوار:

نافع بن جبیر روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس فمس کا مال آیا تو آپ نے کسریٰ کے ہتھیار اس کی پوشاکیں اور سامان آرائش کو دیکھا اس کے ساتھ نعمان بن منذر کی تلوار بھی تھی۔ آپ نے جبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔
”وہ قوم جس نے یہ چیزیں بھیجی ہیں بہت ہی دیانت دار قوم ہے تم نعمان کو کس طرف منسوب کرتے ہو“ حضرت جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عرب اسے بنو عجم بن قفس کی طرف منسوب کرتے ہیں لوگ جہالت کی وجہ سے عجم کے بجائے عجم کہنے لگے۔“
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تم اس کی تلوار لے لو“ چنانچہ آپ نے اسے وہ تلوار انعام کے طور پر عطا فرمائی۔

عراق کا انتظام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اپنے مفتوحہ علاقہ کے لیے نماز پڑھانے اور جنگ کرنے کا اختیار دے دیا اور عمرو بن مقرن کے دونوں فرزندوں نعمان اور سوید کو عراق کا خراج وصول کرنے پر مقرر فرمایا۔ سوید دریائے فرات سے سیراب شدہ اراضی کے نگران تھے اور نعمان بن عمرو بن مقرن دریائے دجلہ سے سیراب شدہ اراضی کے نگران تھے۔ انہوں نے پل بنائے۔ جب ان دونوں نے استعفا دیا تو ان کے کاموں پر حذیفہ بن سعید اور جابر بن عمرو مزی کو مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد حذیفہ بن الیمان اور عثمان بن حنیف کو (ان کے عہدوں پر) مقرر کیا گیا۔

اسی سنہ یعنی ۱۶ھ میں جنگ جلولاء کا واقعہ رونما ہوا جیسا کہ محمد بن اسحاق اور سیف دونوں اسی طرح روایت کرتے ہیں۔



جنگ جلولا

قیس بن حازم بیان کرتے ہیں۔ ”جب ہم مدائن پہنچے تو ہم نے وہاں قیام کیا اور جو کچھ وہاں تھا اسے ہم نے تقسیم کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پانچواں حصہ بھیجا اس کے بعد ہم نے مدائن کو اپنا وطن بنا لیا اس اثنا میں ہمیں یہ خبر ملی کہ مہران نے جلولا میں اپنا لشکر جمع کر رکھا ہے اور وہاں خندق بھی کھودی ہے۔ نیز اہل موصل نے تکریت میں لشکر جمع کر لیا ہے۔

جنگی ہدایات:

عبداللہ بن ابی طییبہ بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں وہ مزید یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں تحریر کیا تو انہوں نے جواب میں یہ لکھا۔

”ہاشم بن عتبہ کو بارہ ہزار سپاہیوں کے لشکر کے ساتھ جلولا بھیجا اس کے ہراول دستے پر قعقاع بن عمرو کو بھیجا اس کے میمنہ پر سعد بن مالک ہو اور میسرہ پر عمرو بن مالک بن عتبہ ہو اور اس کے پچھلے حصہ پر عمرو بن مرہ جھنی کو مقرر کیا جائے۔ سیف کی دوسری روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اللہ مہران کے لشکر اور ضیہ الانطاق دونوں کو شکست دے گا۔ تم قعقاع بن عمرو کو آگے بھیجو تا کہ وہ سواد عراق اور جبل کے درمیان مساوی فاصلے پر رہیں۔“

جنگ کی وجہ:

جنگ جلولا کی اصل وجہ یہ ہے کہ اہل عجم مدائن سے بھاگ کر جلولا پہنچے۔ یہاں سے اہل آذربائیجان، اہل جبال اور فارس کے راستے الگ الگ ہو جاتے ہیں لہذا انہوں نے متفق ہو کر یہ کہا:

”اگر تم یہاں سے جدا ہو گئے تو پھر کبھی اکٹھے نہیں ہو سکو گے کیونکہ یہ مقام ہمیں ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے اس لیے ہم سب کو مل کر عربوں کے خلاف جنگ کرنی چاہیے اگر جنگ ہمارے حق میں رہی تو یہ ہماری انتہائی آرزو ہے اگر دوسری صورت ہوئی تو ہم اپنا فرض ادا کر سکیں گے اور دنیا کے سامنے اپنی معذرت پیش کر سکیں گے۔“

(یہ فیصلہ کر کے) انہوں نے خندق کھودی اور وہاں مہران رازی کے زیر قیادت اکٹھے ہو گئے بادشاہ یزدگرد حلوان کی طرف چلا گیا اور وہاں رہنے لگا مگر وہاں آدمی چھوڑ گیا اور ان کی امداد کرتا رہا۔ وہ خندقوں میں رہنے لگے اور اس کے چاروں طرف خاردار لکڑی کی باڑ لگا دی گئی تھی۔ صرف اپنے راستے انہوں نے چھوڑ رکھے تھے۔

سابق مرتدوں کا معاملہ:

حضرت عامر شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جنگوں میں سابق مرتد مسلمانوں سے مدد نہیں لیتے تھے ان کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں جنگ میں شریک کرنے لگے تھے تاہم وہ انہیں بہت چھوٹے دستے کے علاوہ اور کہیں افسر مقرر نہیں کرتے تھے آپ یہ پسند نہیں فرماتے تھے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہوتے ہوئے کسی کوفوج کا سردار مقرر کیا جائے اگر صحابہ میں سے کوئی نہ ملتا تھا تو

نہایت ہی شریف تابعین میں سے کسی کو مقرر فرماتے تھے جو پہلے مرتد ہو گئے تھے ان میں سے کسی کو مقرر نہیں کرتے تھے۔
طویل محاصرہ:

حضرت ہاشم بن عقبہ مسلمانوں کو لے کر مدائن سے ماہ صفر ۱۶ھ میں بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے ان میں جلیل القدر مہاجرین و انصار اور عرب کے مشہور سردار شامل تھے اس میں وہ سردار بھی شامل تھے جو پہلے مرتد ہو چکے تھے۔ اور وہ بھی شریک تھے جو پہلے مرتد نہیں ہوئے تھے۔

وہ مدائن سے چل کر جلولا پہنچے تو دشمن کا محاصرہ کر لیا اور خندقوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا اہل فارس نے محاصرہ کو طول دیا وہ صرف ضرورت کے وقت باہر نکلتے تھے۔

اسی حملے:

مسلمانوں نے جلولا میں اسی دفعہ حملے کیے اور ہر موقع پر اللہ مسلمانوں کو دشمن کے خلاف فتح و نصرت عطا فرماتا تھا۔ وہ مشرکین کی لکڑی کی خاردار باڑ پر بھی غالب آگئے تھے اور انہوں نے لوہے کی باڑیں لگائی تھیں۔

ترغیب جہاد:

بطان بن بشر روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ہاشم جلولا میں مہران کے مقابلہ کے لیے آئے تو انہوں نے ان کی خندق کا محاصرہ کر لیا۔ دشمن مسلمانوں کا نہایت خوف و دہشت کے ساتھ مقابلہ کرتا تھا۔ حضرت ہاشم مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہو کر یہ فرماتے تھے۔ ”یہ وہ منزل ہے جس کے بعد ایک اور منزل آئے گی“ حضرت سعد انہیں سواروں کو بھیج کر ان کی مدد فرما رہے تھے۔ آخر کار وہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے تیار ہوئے اور جنگ کے لیے نکلے حضرت ہاشم نے کھڑے ہو کر یہ فرمایا ”تم اللہ کے لیے بہادری کے ساتھ جنگ کرو تمہیں ثواب بھی ملے گا اور مال غنیمت بھی حاصل ہوگا“ تم اللہ کے لیے کام کرو۔“

آندھی کی تباہی:

جب مقابلہ ہوا تو جنگ ہونے لگی آخر کار اللہ نے ان پر ایسی آندھی بھیجی جس سے فضا ان پر تاریک ہو گئی اور ان کے لیے پیچھے ہٹنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہا ایسی صورت میں جب سوار خندق میں گرنے لگے تو انہوں نے اپنے قریب ایسا راستہ بنایا جہاں سے گھوڑے چڑھ کر جا سکیں اس طریقہ سے ان کی قلعہ بندی میں رخنہ پڑ گیا۔ مسلمانوں کو بھی اس بات کی خبر ہو گئی تو وہ مسلمانوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگے ”ہم دوبارہ ان کی طرف جائیں گے اور یا تو ان کے اندر گھس جائیں گے یا مر جائیں گے۔“

دوبارہ حملہ:

جب مسلمان دوبارہ حملہ کرنے کے لیے آئے تو اہل فارس نے مسلمانوں کے قریب حصہ میں خندق کے ارد گرد لوہے کی باڑیں لگا دیں تاکہ وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر پیش قدمی نہ کر سکیں انہوں نے اپنی آمدورفت کے لیے ایک راستہ چھوڑ رکھا تھا اس کے بعد وہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے نکلے اور بہت سخت جنگ کرنے لگے۔ وہ ایسی بہادری کے ساتھ لڑے کہ لیلۃ الہریر کے سوا اور کسی جنگ

میں اس طرح نہیں لڑے تھے۔ مگر یہ جنگ زیادہ اہم ہوئی اور زیادہ مختصر تھی۔

خندق پر حملہ:

حضرت قحطاع اس راستے سے جہاں سے انہوں نے حملہ کیا تھا ان کی خندق کے دروازے کی طرف پہنچ گئے تھے وہ وہاں پھنس گئے تھے انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کرے۔

”اے مسلمانو! تمہارا امیر دشمن کی خندق میں داخل ہو گیا ہے اور وہاں پھنس گیا ہے تم اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ وہاں آنے سے تمہاری راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے انہوں نے یہ اعلان کرانے کا اس لیے حکم دیا تھا کہ مسلمانوں کو تقویت حاصل ہو چنانچہ مسلمانوں نے حملہ کر دیا انہیں اس بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں تھا کہ (حضرت) ہاشم وہاں ہیں۔ لہذا ان کے حملے کی راہ میں کوئی چیز حائل نہیں ہوئی تا آنکہ وہ خندق کے دروازہ پر پہنچ گئے وہاں (حضرت)

قحطاع بن عمرو تھے۔“

ایک لاکھ آدمیوں کا قتل:

مشرکین اب دائیں بائیں بھاگنے لگے تو وہ ان باڑوں میں پھنس کر ہلاک ہونے لگے جو انہوں نے مسلمانوں کے لیے تیار کر رکھے تھے ان کے گھوڑے زخمی ہونے لگے اور وہ پایادہ واپس جانے لگے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا تو جو واپس آیا وہ نہیں بچ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن ان کے ایک لاکھ آدمی قتل کر دیے اور پورا میدان جنگ نیز اس کے سامنے اور پیچھے کا حصہ لاشوں سے پنا بڑا تھا۔“

قیمتی مجسمہ:

خضرم بیان کرتے ہیں ”جب مسلمانوں نے دریائے دجلہ عبور کیا تو میں آگے کے لشکر میں تھا جب مسلمان مدائن میں داخل ہوئے تو مجھے ایک (نہایت قیمتی) مجسمہ ملا جس پر جو اہرات جڑے ہوئے تھے۔ اگر اسے قبیلہ بکر بن وائل میں تقسیم کیا جاتا تو وہ ان کی ضرورتوں کو پورا کر دیتا۔ میں نے اسے (مال غنیمت میں) دے دیا۔

بارہ ہزار کا لشکر:

ہم مدائن میں تھوڑے دن رہے تھے کہ ہمیں یہ خبر ملی کہ اہل عجم نے جلولا کے مقام پر ہمارے برخلاف ایک بہت بڑا لشکر اکٹھا کر لیا۔ نیز انہوں نے اپنے اہل و عیال کو پہاڑوں کی طرف بھیج دیا ہے اور مال اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عمر و بن مالک زہری کو روانہ کیا ان کے ساتھ جلولا کی جنگ کے لیے مسلمانوں کا لشکر بارہ ہزار تھا اس کے ہراول دستے پر قحطاع بن عمرو تھے اس لشکر میں مسلمانوں کے ممتاز افراد اور شہسوار شامل تھے جب مسلمان بابل مہروز کے پاس سے گزرے تو اس کے زمیندار نے مصالحت کر لی پھر جب مسلمان آگے بڑھے تو جلولا کے مقام پر آگئے وہاں جا کر یہ معلوم ہوا اہل عجم نے خندقیں کھودی ہیں اور اپنی خندق میں قلعہ بند ہو گئے ہیں نیز یہ کہ ان کا سرکاری خزانہ ان کے ساتھ ہے۔

اہل عجم نے متحد ہو کر آگ (مقدس) کے سامنے یہ عہد کیا تھا کہ وہ نہیں بھاگیں گے۔ مسلمان ان کے قریب خیمہ زن ہوئے۔ حلوان سے مشرکین کے لیے روزانہ امداد پہنچ رہی تھی۔ اور یہ امداد اہل جبال سے حاصل ہو رہی تھی۔

سخت معرکہ:

مسلمانوں نے بھی حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مدد طلب کی۔ انہوں نے (تھوڑا تھوڑا کر کے) دو دو سو سواروں کے ذریعے تین دفعہ امداد بھیجی جب مشرکوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کو امداد پہنچ رہی ہے تو انہوں نے جلدی سے مسلمانوں کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ اس دن مسلمانوں کے سواروں کے سردار طلحہ تھے جو قبیلہ عبدالدار سے تعلق رکھتے تھے۔ اہل عجم کے سواروں کا سردار خرزاد بن خہر مز تھا، یہ لڑائی بہت سخت تھی انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ ایسی گھسان کی جنگ کہ کسی مقام پر نہیں لڑی تھی یہاں تک ان کے تیر ختم ہو گئے اور نیزے ٹوٹ گئے اور انہیں تلوار اور کلہاڑے استعمال کرنے پڑے یہ حالت دن کے شروع ہونے سے لے کر ظہر تک برقرار رہی۔

اشاروں سے نماز:

جب ظہر کا وقت آیا تو مسلمانوں نے اشاروں سے نماز پڑھی اور دو نمازوں کے درمیان ایک دستہ پیچھے ہٹ گیا اور دوسرا دستہ اس کے مقام پر آ گیا حضرت قعقاع بن عمرو مسلمانوں سے مخاطب ہو کر دریافت کرنے لگے ”کیا تم اس حالت سے خائف ہو؟ وہ بولے ”ہاں“۔ انہوں نے فرمایا ہم ان پر حملہ کر رہے ہیں اور ان کے مقابلے سے اس وقت تک باز نہیں آئیں گے جب تک اللہ ہمارے درمیان کوئی فیصلہ نہ کرے تم سب مل کر ایک دم حملہ کرو اور ان سے گھتم گھتا ہو جاؤ اور تم میں سے کوئی جھوٹا ثابت نہ ہو جائے۔

حضرت قعقاع کا کارنامہ:

یہ کہہ کر انہوں نے حملہ کیا تو دشمنوں کی صفوں میں رخنہ پیدا ہو گیا اور انہیں خندق کے دروازے کی طرف جانے سے کسی نے نہیں روکا اتنے میں رات نے اپنا پردہ ڈال دیا اور وہ دائیں بائیں ہو گئے۔ مسلمانوں کی امداد کے لیے طلحہ، قیس بن مکتوم عمرو بن معد یکرب اور حجر بن معد یکرب آئے وہ اس وقت پہنچے جب مسلمان رات ہونے کی وجہ سے پیچھے ہٹ رہے تھے۔ اس وقت حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کے آدمی نے اعلان کیا ”تم کہاں جا رہے ہو؟ تمہارا امیر خندق میں ہے“۔ مشرکوں نے بھاگنا شروع کیا اور مسلمانوں نے حملہ کر دیا اس وقت میں خندق میں داخل ہوا، میں ایک خیمہ میں پہنچا وہاں عمدہ سامان اور کپڑے تھے اس میں کسی انسان پر فرش ڈال دیا گیا تھا جب میں نے اسے کھولا تو وہاں سے ہرنی کی طرح ایک عورت نکلی جو آفتاب جیسا حسن و جمال رکھتی تھی میں نے اس پر اور اس کے کپڑوں پر قبضہ کر لیا۔ کپڑے میں نے (مال غنیمت میں) دے دیے۔ مجھے اس لونڈی کی طلب تھی تا آنکہ وہ مجھے مل گئی اور میں نے اسے ام ولد (اپنی لونڈی بنا لیا۔ بعد میں ان کے بچے کی ماں بنی)۔

بیش قیمت مجسمے:

ابو حماد بریمی روایت کرتا ہے کہ خارجہ بن الصلت کو اس دن سونے یا چاندی کی بنی ہوئی اونٹنی ملی جس کے گلے میں موتیوں اور یاقوت کے ہار پڑے ہوئے تھے۔ اس پر ایک مرد سوار تھا جو سونے کا بنا ہوا تھا۔ اور اس طرح اس کے گلے میں قیمتی ہار تھا وہ اس اونٹنی اور مرد دونوں کو لائے اور ان دونوں کو (خزانہ میں) داخل کر دیا۔

بادشاہ کا فرار:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو (اہل عجم کے) تعاقب کا حکم دیا وہ ان کی

تلاش میں خانقین تک پہنچ گئے جب ریاست کے حاکم یزدگرد کو شکست کی خبر موصول ہوئی تو وہ حلوان سے نکل کر پہاڑوں کی طرف روانہ ہوا۔

حلوان میں قیام:

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ حلوان میں آئے ان کے ساتھ مختلف قبائل کا لشکر تھا وہ وہاں خیمہ زن ہوئے۔ تاکہ سوادِ عراق اور پہاڑ کے درمیان مساوی طور پر فاصلے پر رہیں۔ وہ وہیں مقیم رہے تا آنکہ مسلمان مدائن سے کوفہ کی طرف منتقل ہوئے جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ مدائن سے کوفہ آئے تو حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے سرحد کا حاکم قباذ کو مقرر کیا گیا جس کا خانہ ان خراسان کا تھا۔

تعاقب کی ممانعت:

مسلمانوں نے جلولاہ کی فتح کا حال حضرت عمرؓ کو لکھ بھیجا اور یہ بھی لکھا کہ حضرت قعقاع حلوان میں خیمہ زن ہیں انہوں نے حضرت سے اہل عجم کا تعاقب کرنے کی اجازت مانگی مگر انہوں نے یہ بات منظور نہیں کی اور فرمایا ”میں یہ چاہتا ہوں کہ سوادِ عراق اور (ایران کے) پہاڑ کے درمیان دیوار حائل ہوتی تاکہ نہ ایرانی ہماری طرف آتے اور نہ ہم ان کے علاقوں میں جاتے ہمارے لیے سوادِ عراق کا دیہاتی علاقہ کافی ہے میں مالِ غنیمت حاصل کرنے پر مسلمانوں کی سلامتی کو ترجیح دیتا ہوں۔“

مہران کی گرفتاری:

جب حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کو دشمن کے تعاقب کے لیے روانہ کیا تو انہوں نے خانقین میں مہران (ایرانی سردار) کو پکڑ لیا انہوں نے فیروزان کو بھی پکڑنا چاہا مگر وہ پہاڑوں میں گھس کر محفوظ ہو گیا اور اپنا گھوڑا چھوڑ گیا۔

جنگی قیدی:

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کو (اس تعاقب میں) گرفتار شدہ لونڈیاں بھی ملیں۔ ان کو حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ چنانچہ جب مالِ غنیمت تقسیم کیا گیا تو اس ضمن میں وہ لونڈیاں بھی تقسیم ہو گئیں، ان سے اولاد ہوئی، یہ قیدی جلولاہ کے قیدی کہلائے جاتے ہیں انہی میں سے حضرت شعیب کی والدہ بھی تھیں جو قبیلہ عبس کے ایک شخص کے ہاتھ لگی تھیں اس کے مرنے کے بعد عامر شعیب ان کے بطن سے پیدا ہوئے اور قبیلہ عبس میں انہوں نے نشوونما پائی۔

مالِ غنیمت کی تقسیم:

محمدؐ، طلحہ اور مہلب روایت کرتے ہیں کہ جب جلولاہ کا مالِ غنیمت تقسیم کیا گیا تو ہر سوار کو نو ہزار کی رقم ملی اور نومویشی بھی ہر ایک کو ملے۔ حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ خمس کا مال لے کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آئے۔

حضرت شعیب روایت کرتے ہیں کہ اللہ نے مسلمانوں کو اہل عجم کا مالِ غنیمت اور مویشی دلوائے وہ بہت کم مال لے کر بھاگے اس مال کی تقسیم کے مگر ان حضرت سلمان بن ربیعہ تھے۔ انہی کے سپرد مال کا جمع اور قبضہ کرنا تھا اور وہی اس کی تقسیم کے ذمہ دار بھی تھے۔ انہیں عرب سلمان الخلیل بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ ان کی تقسیم کرتے تھے جنگِ جلولاہ میں بھی ہر سوار کو اسی قدر حصہ ملا جس قدر مدائن میں تھا۔

ایک دوسرے سلسلہ روایت کے مطابق حضرت شعیبی فرماتے ہیں کہ جنگ جلولاء میں جو مال لوگوں میں تقسیم کیا گیا تھا وہ تین کروڑ تھا اس کا خمس ساٹھ لاکھ تھا۔

بہادری کے انعامات:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جنگ جلولاء کے خمس سے خاص انعام کے طور پر اس شخص کو عطیہ دیا تھا جس نے اس جگہ میں سب سے زیادہ بڑھ کر بہادری کے کارنامے انجام دیے تھے۔ اور ایک انعام اس کو دیا تھا جس نے مدائن میں سب سے بڑھ کر بہادری کا کارنامہ انجام دیا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے خمس میں سے سونے چاندی برتن اور کپڑے قضائی ابن عمرو المدونی کے ہاتھ بھجوائے تھے اور جنگی قیدیوں کو ابو مضر الاسود کے ہاتھ روانہ کیا تھا۔

زیاد کی گفتگو:

زہرہ اور محمد بن عمرو دونوں روایت کرتے ہیں کہ خمس (سرکاری حصہ) قضائی اور ابو مضر کے ہاتھ بھیجا گیا تھا اور اس کا حساب زیاد بن ابی سفیان کے ہاتھ بھیجا گیا تھا کیونکہ وہی (حساب) لکھتے اور اسے (رجسٹر میں) درج تھے۔

جب یہ سب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو زیاد نے مال غنیمت کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی اور اس کا تمام حال بیان کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”کیا تم مسلمانوں کے سامنے کھڑے ہو کر اسی طرح بیان کر سکتے ہو جس طرح تم نے میرے سامنے بیان کیا ہے زیاد نے جواب دیا:-

”خدا کی قسم! روئے زمین پر آپ سے زیادہ میرے دل میں کسی کی ہیبت نہیں ہے تو ایسی حالت میں دوسروں کے سامنے کیوں نہیں بیان کر سکوں گا۔“

فصح تقریر:

چنانچہ زیاد نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر تمام حالات بیان کیے اور مسلمانوں نے جو کارنامے انجام دیے ان کا بھی ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ مسلمان اس بات کی اجازت چاہتے ہیں کہ وہ (دشمن کے) ملک میں آگے بڑھیں۔ حضرت عمر نے (اس کی تقریر سن کر) یہ فرمایا۔ ”یہ بہت بڑا فصح مقرر ہے۔“ اس پر اس نے کہا: (شعر)

”ہماری فوج نے اپنے کارناموں کے ذریعے ہماری زبان کو کھولا ہے۔“

جلد تقسیم:

زہرہ اور محمد بن ابی سلمہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس خمس (پانچواں حصہ) لایا گیا تو آپ نے فرمایا ”اس (مال غنیمت) کو کوئی چھت پوشیدہ نہیں رکھ سکے گی۔ بلکہ میں بہت جلد اس کی تقسیم کر دوں گا“ حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عبداللہ بن ارقم مسجد کے صحن میں اس مال کی رات بھر حفاظت کرتے رہے جب صبح ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ مسجد میں آئے مال غنیمت پر سے چادریں اٹھائی گئیں تو آپ نے یا قوت زبرجد اور جو اہرات دیکھے۔ انہیں دیکھ کر آپ رونے لگے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے پوچھا ”اے امیر المؤمنین“ آپ کیوں روتے ہیں؟ خدا کی قسم یہ تو شکر کا مقام ہے۔

کثرت مال کے نقصانات:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”خدا کی قسم! مجھے اس بات پر رونا آیا ہے کہ اللہ جس قوم کو یہ (مال) عطا کرتا ہے تو ان میں باہمی بغض و حسد پیدا ہو جاتا ہے اور جب ان میں بغض و حسد پیدا ہو جاتا ہے تو ان میں خانہ جنگی شروع ہو جاتی ہے“۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قادیسہ کے خس کے بارے میں دقت پیش آئی یہاں تک کہ آپ نے اس مال غنیمت کو اس کے باشندوں میں تقسیم کیا اسی طرح آپ نے جنگ جلولاء، کانس بھی قادیسہ کے خس کی طرح مسلمانوں کے مشورہ اور اتفاق رائے سے تقسیم کیا آپ نے بعض اہل مدینہ کو بھی عطیات دیے۔

کسانوں کا معاملہ:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مدائن سے (آدمیوں کو) جمع کیا اور ان کے شمار کرنے کا حکم دیا تو وہ ایک لاکھ تین ہزار سے زیادہ تھے اور گھر والے تیس ہزار سے کچھ زیادہ تھے۔ تقسیم میں ہر مرد کے ساتھ اوسطاً اہل و عیال تین تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں لکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (جواب میں) لکھا جو کسان ہیں انہیں اپنی سابقہ حالت پر برقرار رکھو اور ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو ان سے پہلے کے کسانوں کے ساتھ کیا گیا ہے۔ بجز ان (کسانوں) کے جنہوں نے جنگ کی ہو یا وہ بھاگ کر تمہارے دشمن کے پاس چلے گئے ہوں پھر ہم نے ان کو پکڑ لیا ہو (ان کے لیے یہ حکم نہیں ہے) جب تم کسی قوم کے لیے معاہدہ لکھو تو ان جیسے دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی وہی طریقہ اختیار کرو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دوبارہ ان لوگوں کے بارے میں دریافت کیا جو فلاح (کسان) نہیں ہیں اس کا جواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیا:

”جو لوگ فلاح (کسان) نہیں ہیں تو ان کا معاملہ تمہاری مرضی پر موقوف ہے جب تک کہ تم نے (ان کی زمین کو) مال غنیمت میں تقسیم نہ کر دیا ہو“۔

دیگر ہدایات:

تمہارے جنگ جو دشمنوں میں سے جس کسی نے زمین چھوڑ دی ہو اور وہ چلا گیا ہو تو وہ تمہاری ہے تاہم اگر تم نے انہیں (جزیہ دینے کی) دعوت دی ہو اور تم نے ان کا جزیہ قبول کر لیا ہو اور تقسیم سے پہلے ان کی زمین لوٹا دی ہو تو وہ تمہارے ذمی ہیں اگر تم نے ان کو دعوت نہ دی ہو تو وہ تمہارے لیے خدا کا دیا ہوا مال غنیمت ہے ان اراضی کے مال غنیمت کے حق دار اہل جلولاء ہیں جنہوں نے نہروان کے پیچھے کا مال غنیمت حاصل کیا اور لوگوں کو اس سے پہلے کے مال غنیمت میں شریک کیا۔

(ان ہدایات کی بنا پر) مسلمانوں نے کسانوں کو برقرار رکھا اور جو واپس آئے انہیں جزیہ کی دعوت دی اور کسانوں پر خراج مقرر کیا اور ان پر بھی (خراج مقرر کیا) جو لوٹ آئے تھے اور (مسلمانوں کی) ذمہ داری میں آگئے تھے۔

کسریٰ کی اراضی:

کسریٰ کے خاندان کی اور ان کی اراضی جو ان کے ساتھ بھاگ گئے تھے مال غنیمت میں شامل ہو گئی چنانچہ (عجم) سے لے کر جبل عرب تک اراضی کی فروخت ممنوع ہو گئی اور جنہیں مال غنیمت نہیں حاصل ہوا ان کے درمیان ان اراضی کی فروخت نہیں ہو سکتی تھی البتہ فاتحین اور مال غنیمت کے حق داروں کے درمیان ان کی بیع و فروخت جائز تھی۔

نا قابل تقسیم:

مسلمانوں نے ان اراضی کو تقسیم نہیں کیا کیونکہ ان کی تقسیم ممکن نہیں تھی ان میں جنگل دلدل زمین آتش کدے اور کسریٰ کی زمینیں ملی جلی تھیں اور ان لوگوں کی اراضی بھی تھی اور ان کی اراضی بھی تھی جو مقتول ہو گئے تھے یا جوان کے رشتہ دار تھے چنانچہ جب کبھی حکام ان کی تقسیم کے بارے میں دریافت کرتے تھے تو جمہور مسلمان تقسیم کرنے سے انکار کر دیتے تھے لہذا ان کی رائے کے مطابق فیصلہ ہوتا تھا وہ کہتے تھے 'اگر فتنہ فساد کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم تقسیم کر دیتے۔'

ماہان روایت کرتے ہیں کہ اہل سواد عراق میں سے کوئی بھی باہمی عہد نامے پر قائم نہیں رہا ہر ایک نے عہد شکنی کی بجز ان چند دیہاتیوں کے جن پر بزور شمشیر قبضہ کیا گیا تھا جب انہیں واپس آنے کی دعوت دی گئی تھی تو ان پر جزیہ عائد ہو گیا تھا اور وہ ذمی بن گئے تھے اہل کسریٰ کے خاندان اور اس کے ساتھیوں کی اراضی جو حلوان اور عراق کے درمیان تھی وہ خالص سرکاری زمینیں تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سواد عراق کے دیہاتی علاقے پر قابض ہو گئے تھے۔

سرکاری زمینیں:

ماہان کی دوسری روایت ہے کہ مسلمانوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسریٰ کی سرکاری زمینوں کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ تحریر کیا:

”وہ خالص سرکاری زمینیں جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہیں ان میں سے چار حصے فوج میں تقسیم کر دو اور اس کا پانچواں حصہ میرے پاس رہے گا اور اگر وہ وہاں سکونت اختیار کرنا چاہیں تو جو وہاں قیام کرے گا اسی کی زمین ہوگی۔“

جب مسلمانوں کو اس بات کا اختیار دیا گیا تو ان کی یہ رائے ہوئی کہ وہ بلا دہجم میں منتشر ہو کر نہ رہ جائیں لہذا انہوں نے اسے انہی کے لیے برقرار رکھا وہ جس پر رضامند ہوتے تھے اس کو حاکم بناتے تھے پھر ہر سال (اس کی پیداوار) تقسیم کر لیتے تھے وہ اس کو حاکم بناتے تھے جس پر وہ خوشی اور رضامندی سے متفق ہوتے تھے وہ امراء ہی پر متفق ہوتے تھے ان کی یہ حالت مدائن میں رہی اور جب وہ کوفہ کی طرف منتقل ہوئے تو اس وقت بھی ان کا یہی طریقہ رہا۔

ابوطیبہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر فرمایا:

”تم اپنا مال غنیمت حاصل کر لو کیونکہ اگر تم نے اس پر قبضہ نہیں کیا اور دیر ہو گئی تو معاملہ خراب ہو جائے گا میں نے اپنے فرائض ادا کر دیے ہیں اے اللہ! تو اس بات پر گواہ ہے۔“

کسانوں کے فرائض:

کسانوں کا یہ کام تھا کہ وہ راستوں، پلوں، بازاروں اور کھیتوں کی حفاظت کریں اور مسلمانوں کو راستہ بتائیں اور حسب حیثیت اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں بڑے زمینداروں کے لیے بھی یہ ضروری تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے جزیہ ادا کریں اور تعمیر کا کام برقرار رکھیں۔ ان تمام لوگوں کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ راستہ بتلائیں اور مہاجرین کے مسافروں کی ضیافت کریں۔ فاتحین کی ضیافت خاص میراث ہو گئی تھی۔

جلولاء کی فتح ماہ ذوالقعدہ ۶ھ میں ہوئی مدائن کی فتح اور جلولاء کی فتح کے درمیان نو مہینے کا فرق ہے۔

ذمیوں کا صلح نامہ:

تمام راویوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذمیوں کے لیے جو صلح نامہ لکھوایا تھا اس میں یہ (مضمون شامل) تھا: ”اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ غداری کر کے دشمن سے مل گئے تو ان کی ذمہ داری رہے گی اور اگر انہوں نے کسی مسلمان کو قید کر لیا تو وہ سزا کے مستحق ہوں گے اور اگر انہوں نے کسی مسلمان سے جنگ کی تو انہیں قتل کیا جائے گا، تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ (عام حالات میں) ان کی حفاظت کریں گے تاہم وہ لشکروں کی زیادتی سے بری الذمہ ہے۔“

اہل رے کا صفایا:

ماہان کی روایت ہے کہ جنگ جلولا میں اہل فارس میں سب سے زیادہ بدنصیب رے کے باشندے تھے وہ اس جنگ میں اہل فارس کے سب سے زیادہ حامی تھے۔ مگر جنگ جلولا میں ان سب کا صفایا ہو گیا۔

سواد عراق کی اراضی:

جنگ جلولا کے (مسلمان) سپاہی جب مدائن واپس آئے تو وہ اپنی جاگیروں میں مقیم ہو گئے اور تمام اہل سوادان کے ذمی (زیر حفاظت رعایا) بن گئے بجز اس علاقے کے جو شاہان فارس اور ان کے ساتھیوں کی مخصوص ملکیت میں تھا (ان پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا)

جب اہل فارس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کا علم ہوا تو وہ کہنے لگے: ”ہم بھی اس چیز پر رضامند ہیں جس پر وہ رضامند ہیں۔“

ابراہیم بن یزید اور حضرت شععی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”حلوان اور قادسیہ کے درمیان کی اراضی کو خریدنا جائز نہیں ہے اور قادسیہ بھی مخصوص علاقہ ہے اور یہ سب علاقہ اللہ کا عطا کردہ مال غنیمت ہے۔“

فروخت ممنوع:

مغیرہ بن شبل روایت کرتے ہیں کہ حضرت جریر نے سواد عراق کی دریائے فرات کے کنارے پر مخصوص زمین (صافیہ) خرید لی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر انہیں اس بات کی اطلاع دی تو انہوں نے اس خرید و فروخت کے معاملے کو مسترد کر دیا اور اس کو ناپسند فرمایا کیونکہ آپ نے ایسی اراضی کے خریدنے سے منع کر رکھا ہے جو تقسیم نہیں کی گئی ہو۔

اہل سواد کا معاملہ:

محمد بن قیس روایت کرتے ہیں کہ میں نے شععی سے دریافت کیا، کیا سواد عراق بزور شمشیر مفتوح ہوا ہے وہ کہنے لگے ہاں اس کی تمام اراضی ایسی ہے البتہ چند قطعوں کے باشندوں نے مصالحت کی ہے اور بعض مغلوب ہوئے ہیں پھر میں نے دریافت کیا، کیا اہل سواد نے بھاگنے سے پیشتر ذمی بننے کا معاہدہ کیا تھا، انہوں نے فرمایا نہیں البتہ جب انہیں اس بات کی دعوت دی گئی اور وہ خراج ادا کرنے پر رضامند ہو گئے اور ان سے خراج وصول کیا گیا تو وہ ذمی بن گئے۔

حبیب بن ابوثابت بیان کرتے ہیں، اہل سواد نے پہلے معاہدہ نہیں کیا البتہ بنو صلوبا، اہل حیرہ، اہل کوازی اور دریائے

فرات کے دیہاتوں نے معاہدہ کیا تھا پھر انہوں نے غداری کی۔ اس کے بعد جب وہ عہد شکنی کر چکے تھے انہیں ذمی بننے کی دعوت دی گئی تھی۔

دشمن کا تعاقب:

سیف، محمد، طلحہ، مہلب، عمر و اور سعید کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

”اگر اللہ تعالیٰ تمہیں جلوہ، میں فتح عطا کرے تو قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو دشمن کے تعاقب میں بھیجو یہاں تک کہ وہ حلوان پہنچ جائیں وہ مسلمانوں کے پشت و پناہ رہیں گے اور اللہ تمہارے لیے تمہارے سوا عراق کو محفوظ رکھے گا۔“

جب اللہ نے اہل جلوہ کو شکست دی تو حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ بن عقبہ جلوہ، میں مقیم ہوئے اور حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ دشمن کے تعاقب کے لیے مختلف قبائل کے لشکر کو لے کر خانتین تک پہنچ گئے وہاں انہوں نے کچھ قیدی گرفتار کیے اور جنگ کرنے والے سپاہیوں کو قتل کر دیا بلکہ مہران کو بھی مار ڈالا البتہ خیرزان بچ کر بھاگ گیا۔

خسر و شنوم:

جب شاہ یزدگرد کو اہل جلوہ کی شکست کی خبر ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مہران مارا گیا ہے تو وہ حلوان سے نکل کر رے کی طرف روانہ ہوا اور حلوان میں اپنے سواروں کو خسر و شنوم کی قیادت میں چھوڑ گیا۔

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے جب وہ حلوان سے ایک فرسخ پہلے قصر شیرین میں پہنچے تو خسر و شنوم ان کے مقابلے کے لیے نکلا اور حلوان کا بڑا زمیندار زنبی بھی آیا۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے ان کا مقابلہ کیا جنگ میں زنبی مارا گیا اس کے قتل کا میرہ بن طارق اور عبداللہ دونوں نے اپنا دعویٰ پیش کیا تو ان دونوں کے درمیان اس کا ساز و سامان تقسیم کیا گیا۔

حلوان کی فتح:

خسر و شنوم بھاگ گیا اور مسلمان حلوان پر غالب آگئے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے وہاں چند قبیلوں کو بسایا اور ان پر قبضہ کو حاکم بنایا خود حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ بھی سرحد پر رہے اور وہاں کے باشندوں کو جزیہ دینے کی دعوت دیتے رہے تا آنکہ وہ لوگ واپس آگئے اور انہوں نے جزیہ دینا قبول کیا جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کوفہ سے مدائن کی طرف منتقل ہوئے تو حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ بھی وہاں چلے گئے اور سرحد پر قبضہ کو جانشین بنایا جو دراصل خراسانی تھا۔



فتح تکریت

۱۶ھ میں بماہ جمادی الاول سیف کی روایت کے مطابق تکریت فتح ہوا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے خط لکھا کہ اہل موصل انطاق کے پاس جمع ہو رہے ہیں اور وہ تکریت پہنچ گیا ہے اور وہاں اس نے خندق کھودی ہے تاکہ وہ اپنی سرزمین کی حفاظت کرے نیز اہل جلولا، مہران کے پاس جمع ہو رہے ہیں۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جلولا کے بارے میں خط لکھا جس کا حال ہم بیان کر چکے ہیں تکریت اور اہل موصل کے اجتماع کے بارے میں انہوں نے یہ لکھا:

”تم عبداللہ بن المقثم کو انطاق کے مقابلے کے لیے بھیجو اور ان کے ہراول دستے پر ربیع بن افکل عنزی کو مقرر کرو اور اس کے میمنہ پر حارث بن حسان ذہلی کو اور اس کے میسرہ پر فرات بن حیان علی کو اور اس کے پچھلے حصے پر ہانی بن قیس کو اور گھوڑسواروں پر عرطبہ بن ہرثمہ کو مقرر کرو۔“

تکریت کا محاصرہ:

حضرت عبداللہ بن المقثم پانچ ہزار سپاہیوں کے ساتھ مدائن سے روانہ ہوئے اور تکریت کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ انطاق کے پاس (اس کے مقابلے کے لیے) پہنچ گئے اس کے ساتھ رومی فوج اور قبائل تغلب، زیاد، نمر اور شہارجہ کے افراد تھے انہوں نے خندق کھود رکھی تھی حضرت عبداللہ نے ان کا چالیس دنوں تک محاصرہ کیا اور چوبیس دفعہ حملہ کیا یہ لوگ اہل جلولا سے کم شوکت والے اور زیادہ جلد باز تھے عبداللہ بن ہتم عربوں کو (جو رومی لشکر میں تھے) اپنی طرف کرتے تھے۔ تاکہ وہ رومیوں کے خلاف ان کی مدد کریں لہذا وہ ان سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھتے تھے۔

رومیوں کا فرار:

جب رومیوں نے یہ دیکھا کہ جب کبھی وہ باہر نکلتے ہیں تو وہ مغلوب ہو جاتے ہیں اور ہر مقابلہ پر شکست کھاتے ہیں تو انہوں نے اپنے مقام کو چھوڑ دیا اور اپنا سامان کشتیوں میں لے گئے۔

عرب قبائل کا قبول اسلام:

قبائل تغلب، زیاد اور نمر کے جاسوس عبداللہ بن معتم کو عام خبریں پہنچاتے تھے انہوں نے عربوں کے لیے صلح کا مطالبہ کیا اور یہ بتایا کہ انہوں نے ان کی بات مان لی ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام دیا ”اگر تم سچے ہو تو گواہی دو کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو احکام وہ اللہ کی طرف سے لائے ہیں ان کا اقرار کرو اور پھر ہمیں اپنی رائے سے مطلع کرو۔“ لوگ یہ پیغام لے کر واپس گئے اور ان (قبائل) کو مسلمان بنا کر لائے پھر انہیں اپنے مقامات پر لوٹا دیا گیا اور ان سے کہا گیا۔

مسلمانوں کی امداد:

جب تم ہماری تکبیر سنو تو سمجھ لو کہ ہم اپنے قریب کے دروازوں تک پہنچ گئے ہیں تاکہ ہم وہاں سے داخل ہوں تم بھی ان دروازوں تک پہنچ جاؤ جو دریائے دجلہ کے قریب ہیں پھر نعرہ تکبیر بلند کرو اور جو ملے اسے مار ڈالو۔

اہم جنگی خیال:

یہ سن کر وہ روانہ ہو گئے یہاں تک کہ انہوں نے موافقت کی عبداللہ اور مسلمان اپنے قریبی حصے کی طرف روانہ ہوئے اور انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا تغلب زیاد اور نمر کے قبائل نے بھی نعرہ تکبیر کہا اور انہوں نے دروازوں پر قبضہ کر لیا دشمن نے یہ خیال کیا کہ مسلمان ان کے پیچھے سے آگئے ہیں اور دریائے دجلہ کے قریب کے دروازوں میں سے داخل ہو گئے ہیں اس لیے وہ جلدی سے ان دروازوں کی طرف پہنچے جہاں مسلمان تھے لہذا مسلمانوں کی تلواریں ان کے سامنے تھیں اور عرب کے اس قبیلہ ربیعہ کی تلواریں جو اس رات تازہ مسلمان ہوئے تھے ان کے پیچھے تھیں اس طرح اہل خندق میں سے کوئی بچ کر نہیں نکل سکا سوائے ان لوگوں کے جو تغلب ایاد اور نمر کے قبائل میں سے مسلمان ہو گئے تھے۔

ابن افکل کا لشکر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ہدایت کی تھی کہ اگر دشمن کو شکست ہو جائے تو وہ عبداللہ بن معتم کو حکم دیں کہ وہ ابن افکل عنزی کو حطین (دونوں قلعوں) کی طرف روانہ کریں چنانچہ انہوں نے ابن افکل کو جلد روانہ کر دیا اور فرمایا: ”تم خیر سے پہنچ جاؤ ان کے ساتھ انہوں نے تغلب ایاد اور نمر کے قبائل کو بھی روانہ کیا ان قبائل کے سردار مندرجہ ذیل حضرات تھے: ۱۔ قبیلہ سعد بن خثم کے عتبہ بن الوعل ۲۔ ذوالقرط ۳۔ ابو دناہ بن ابی کرب ۴۔ ابن ابی ذی السننیۃ فقیل الکلاب ۵۔ ابن جمیر ایادی ۶۔ بشر بن ابی حوط۔

قلعہ پر قبضہ:

یہ سب ایک دوسرے کے معاون بن کر نکلے تھے اور خبر مشہور ہونے سے پہلے دونوں قلعوں کی طرف پہنچ گئے تھے قریب پہنچ کر انہوں نے عتبہ بن الوعل کو روانہ کیا پھر ذوالقرط کو اس کے بعد ابن ذی السننیۃ، پھر ابن الحخیر کو بھیجا گیا (وہاں پہنچ کر) انہوں نے فتح و غنیمت کی توقع کا اظہار کیا اور قلعوں کے دروازوں پر کھڑے ہو گئے اتنے میں حضرت ربعی ابن افکل کے ساتھ تیز گھوڑ سوار آئے اور قلعوں میں گھس آئے بعد ازاں اہل قلعہ صلح پر رضامند ہو گئے۔

مصالحات:

جو کوئی صلح پر رضامند ہوا وہ وہاں رہنے لگا اور جنہوں نے صلح کو قبول نہیں کیا وہ بھاگ گئے جب حضرت عبداللہ بن معتم آئے تو انہوں نے بھاگ جانے والے باشندوں کو آنے کی دی اور جو وہاں مقیم تھے ان کے معاہدہ کی پابندی کی لہذا بھاگے ہوئے لوگ واپس آگئے اور جو وہاں رہتے تھے وہ مطمئن ہو کر رہنے لگے کیونکہ وہ سب مسلمانوں کی ذمہ داری اور حفاظت میں آگئے تھے۔

مال کی تقسیم:

مسلمانوں نے تکریت میں مال غنیمت کو اس طرح تقسیم کیا کہ ہر سوار کو تین ہزار ملے اور پیادہ سپاہی کو ایک ہزار ملے پانچواں حصہ خرات بن حبان کے ہاتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا گیا اور فتح کی خبر حارث بن حسان کے ہاتھ بھجوائی گئی۔ موصل کی جنگ کے سردار ابی بن افکل تھے۔ خراج پر حضرت عرجہ بن ہرثمہ مقرر تھے۔

فتح ماسبذان

۱۱ھ میں ماسبذان بھی فتح ہوا اس کے بارے میں سیف کی یہ روایت ہے کہ جب حضرت ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہما جلولا سے مدائن کی طرف واپس آئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہما کو یہ اطلاع ملی کہ آذین بن ہرمان نے ایک بڑی فوج جمع کر لی ہے اور انہیں لے کر میدانی علاقے میں آ گیا ہے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو اس کی اطلاع لکھ کر بھیجی (اس کے جواب میں) حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے لکھا: 'ان کے مقابلے کے لیے ضرار بن الخطاب کی زیر قیادت ایک لشکر بھیج دو اور اس کے ہراول دستے پر ابن ہذیل اسدی کو رکھو اور اس کے دائیں بائیں بازو پر عبداللہ بن وہب راہبی حلیف بجبلہ اور مضارب العجلی کو مقرر کرو۔'

آذین کا قتل:

حضرت ضرار بن الخطاب، جو قبیلہ مہارب بن فہر سے تعلق رکھتے تھے فوج لے کر روانہ ہوئے ابن ہذیل آگے بڑھے تا آنکہ وہ ماسبذان کے میدانی علاقے میں گئے وہاں فریقین کا ہمدنف کے مقام پر مقابلہ ہوا اور جنگ ہوتی رہی۔ مسلمانوں نے مشرکوں کا بہت جلد صفایا کر دیا حضرت ضرار نے آذین کو صحیح سالم گرفتار کر کے اس کو قید کر دیا جب اس کی فوج کو شکست ہوئی تو اس کی گردن اڑادی۔

ماسبذان پر قبضہ:

پھر وہ تعاقب کرتے ہوئے سیروان تک پہنچ گئے اور ماسبذان پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا اس کے باشندے پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے حضرت ضرار نے انہیں بلوایا تو وہ واپس آ کر وہاں رہنے لگے حضرت ضرار بھی وہیں رہنے لگے تھے۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہما مدائن سے منتقل ہوئے تو انہیں بلوایا اور وہ کوفہ میں رہنے لگے تھے۔ ماسبذان پر انہوں نے اپنا جانشین ابن ہذیل اسدی کو مقرر کیا یہ شہر کوفہ کا ایک سرحدی مقام ہے اور اسی سال قریساء کا واقعہ ماہ رجب میں ہوا۔



فتح قرقيساء

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ بن عتبہ جلولا سے مدائن واپس آئے تو اہل جریرہ کی فوجیں اکٹھی ہو گئی تھیں انہوں نے ہر قتل کو اہل محص کے خلاف امداد دی اور ایک لشکر اہل بیت کی طرف بھیجا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہدایات:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان واقعات کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر فرمایا ”تم ان کی طرف عمر بن مالک کی زیر قیادت ایک لشکر بھیجو۔ اس کے ہر اول دستے پر حارث بن یزید عامری کو مقرر کرو اور اس کے دائیں بائیں بازوؤں پر ربیع بن عامر اور مالک بن حبیب کو مقرر کرو۔“
اچانک حملہ:

چنانچہ حضرت عمر بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کو لے کر ہیت کی طرف روانہ ہوئے۔ حارث بن یزید بھی ہیت پہنچ گئے تھے دشمن نے مسلمانوں کے خلاف خندق کھودی تھی۔ جب حضرت عمر بن مالک رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ دشمن نے خندق کے ذریعہ اپنی حفاظت کر لی ہے اور اس میں پناہ حاصل کی ہے تو انہوں نے محاصرہ کو طویل سمجھتے ہوئے خیموں کو اپنی حالت پر چھوڑا اور محاصرہ کرنے کے لیے حارث بن یزید کو اپنا جانشین بنایا اور نصف فوج لے کر قرقيساء کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں اچانک پہنچ کر قرقيساء پر بڑے شمشیر قبضہ کر لیا۔ آخر کار وہاں کے باشندے جزیہ ادا کرنے پر رضامند ہو گئے۔
اہل ہیت سے مصالحت:

انہوں نے حارث بن یزید کو تحریر کیا ”اگر دشمن (جزیہ ادا کرنے پر) رضامند ہوں تو انہیں چھوڑ دو ورنہ دروازوں کے قریب ان کی خندق کے مقابلے پر ایک خندق کھود لو (اور وہیں جے رہو) تا آنکہ میں کوئی مزید فیصلہ کر سکوں۔“
(اس کے جواب میں) وہ (جزیہ ادا کرنے پر) رضامند ہو گئے اس کے بعد ان کا لشکر حضرت عمر بن مالک رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گیا اور اہل عجم اپنے ملک کی طرف چلے گئے۔

متفرق واقعات:

اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوحنیفہ ثقفی رضی اللہ عنہ کو باضع کی طرف جلاوطن کر دیا اسی سال حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے صفیہ بنت عبید سے نکاح کیا (جو مختار ثقفی کی ہمیشہ تھیں) اسی سال حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا (قبلیہ) جو رسول اللہ ﷺ کی ام ولد اور ام ابراہیم تھیں۔ فوت ہوئیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ان کا مزار بقیع میں ہے اور (ماہ وفات) محرم ہے۔

سن ہجری کا اجراء:

اسی سال ماہ ربیع الاول میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (سن ہجری کی) تاریخ مقرر کی۔ حضرت ابن المسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے اپنے عہد خلافت کے ڈھائی سال بعد (سن ہجری کی) تاریخ مقرر کی اور لکھا۔

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے پوچھا: "کون سے دن سے ہم (تاریخ) لکھنے کا آغاز کریں؟" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اس دن سے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تھی اور شرک کی زمین کو چھوڑا تھا لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "تاریخ اس سن سے شروع ہوئی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اسی سال (حضرت) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے۔

اس سال کا حج:

اس سال بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ حج ادا فرمایا اور مدینہ میں اپنا جانشین بقول راقدی (حضرت) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

عہد فاروقی کے حکام:

اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکام یہ تھے۔ مکہ معظمہ میں حضرت عتاب بن اسید طائف کے حاکم حضرت عثمان بن ابی العاص تھے یمن کے لیلیٰ بن امیہ تھے یمامہ اور بحرین کے حاکم حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ تھے عمان کے حضرت حذیفہ بن محسن رضی اللہ عنہ تھے تمام شام کے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تھے کوفہ کے حاکم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ کوفہ کے قاضی ابو قرہ تھے بصرہ اور اس کے علاقے کے حاکم حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تھے موصل کی جنگ کے سردار حضرت ربیع بن الافکل تھے اس کے خراج کے نگران عرفجہ بن ہرثمہ تھے۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ موصل کی جنگ و خراج دونوں کے نگران حضرت عتبہ بن فرقد تھے۔ ایک روایت کے مطابق ان سب کے نگران حضرت عبداللہ بن معتم رضی اللہ عنہ تھے۔ جزیرہ کے حاکم حضرت عیاض بن غنم اشعری تھے۔



باب ۲

کافہ کے واقعات

کوفہ کی تعمیر:

اس سال کوفہ کی تعمیر ہوئی اور سیف بن عمر رضی اللہ عنہ کے قول اور روایت کے مطابق حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو مدائن سے کوفہ کی طرف منتقل کیا۔

جب جلواء اور حلوان پر (مسلمانوں کا) قبضہ ہو گیا تو حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حلوان میں مقیم ہو گئے (اسی اثناء میں) تکریت اور دونوں قلعے (مطہنین) بھی فتح ہوئے وہاں عبداللہ بن معتم رضی اللہ عنہ اور ابن الافکل اپنے ساتھیوں کے ساتھ دونوں قلعوں میں مقیم ہوئے اس کے بعد ان لوگوں کے وفود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ جب آپ نے ان وفود کو دیکھا تو فرمانے لگے۔

تمہاری وضع قطع (اور صحت) ویسی نہیں ہے جیسی شروع میں تھی میرے پاس دوسرے وفود آئے تھے ان کی حالت تو اسی طرح تھی جیسی شروع میں تھی مگر تم میں کیوں تبدیلی ہو گئی ہے وہ بولے ”اس علاقے کی آب و ہوا نا موافق ہے“ لہذا آپ نے ان کی ضروریات پر غور و فکر کر کے انہیں جلد بھیج دیا۔ ان وفود میں مندرجہ ذیل (معزز حضرات) شامل تھے۔

۱۔ عبداللہ بن معتم ۲۔ عتبہ بن الوعل ۳۔ ذوالقرطریکی ابن ذی السنینہ ۴۔ ابن الحجیر ۵۔ بشر انہوں نے قبیلہ تغلب کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے معاہدہ کرنا چاہا تو آپ نے ان کے لیے یہ معاہدہ لکھا۔

قبیلہ تغلب کا معاہدہ:

اس قبیلہ تغلب میں سے جو کوئی اسلام قبول کرے گا تو اسے مسلمانوں جیسے حقوق و فرائض حاصل ہوں گے اور جو اسلام سے انکار کرے تو اس پر جزیہ عائد ہوگا وہ لوگ کہنے لگے ”اس صورت میں یہ لوگ بھاگ جائیں گے اور الگ ہو کر اہل عجم ہو جائیں گے۔ لہذا آپ ”بہترین صدقہ کا حکم دیجیے“ آپ نے فرمایا ان پر جزیہ ہی مقرر ہوگا وہ بولے ”آپ ان پر جزیہ کو مسلمانوں کے صدقہ کے برابر مقرر کر دیں“ آپ اس پر رضامند ہو گئے بشرطیکہ وہ مسلمان والدین کے لڑکے کو (بجز عیسائی نہ بنائیں۔ وہ بولے ”ہم اس بات پر رضامند ہیں“۔

(اس معاہدہ کے بعد) قبیلہ تغلب اور ان کے فرماں بردار قبیلہ ایادونیر کے افراد حضرت سعد کے پاس مدائن کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے اور انہی کے ساتھ بعد میں کوفہ میں آباد ہو گئے ان میں سے بعض افراد اپنے شہروں میں رہے جیسا کہ حضرت عمر نے ان کے مسلمانوں اور ذمیوں کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔

ناخوش گوار آب و ہوا کی شکایت:

حضرت شعبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا تھا ”عربوں کے پیٹ نرم ہو گئے ہیں اور

ان کے بازو بلکے ہو گئے ہیں اور ان کے رنگ تبدیل ہو گئے ہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اس زمانے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ ”مجھے بتاؤ کہ کس وجہ سے عربوں کا رنگ اور جسمانی حالت تبدیل ہو گئی ہے۔“ انہوں نے لکھا مدائن اور دریائے دجلہ کی ناخوش گوار آب و ہوا کی وجہ سے (ان کی حالت میں تبدیلی آئی ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ یہ تحریر فرمایا۔ ”عربوں کو بھی وہی علاقہ موافق آتا ہے۔ جو ان کے اونٹوں کے موافق ہو۔ اس لیے تم (حضرت) سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اچھے مقام کی تلاش میں بھیجو یہ دونوں جو لشکر کے عمدہ رہنما تھے وہ دونوں ایسا خشک علاقہ دریافت کریں جس کے اور میرے درمیان نہ کوئی سمندر اور دریا اور نہ کوئی پل ہو۔“ چونکہ فوج کے ہر کام کے انتظام کے لیے کوئی نہ کوئی شخص مقرر ہوتا ہے اس لیے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور سلمان رضی اللہ عنہ کو (اس کام کے لیے) بھیجا۔“

کوفہ کا مقام:

(حضرت) سلمان رضی اللہ عنہ وہاں سے روانہ ہو کر انبار آئے وہ فرات کے مغربی علاقے میں گھومے انہیں کوئی جگہ پسند نہیں آئی تا آنکہ وہ کوفہ آئے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ دریائے فرات کے مشرقی علاقے میں پھرتے رہے انہیں بھی کوئی جگہ پسند نہیں آئی تا آنکہ وہ کوفہ آئے۔ کوفہ اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سرخ ریت اور سنگ ریزے دونوں چیزیں ملی ہوئی ہوں جب وہ دونوں وہاں پہنچے تو وہاں یہ تین خانقاہیں تھیں۔

۱۔ دیر حرۃ ۲۔ دیرام عمرو ۳۔ دیر سلسلہ

دعائے خیر:

دونوں کو یہ مقام بہت پسند آیا اس لیے دونوں نے اتر کر وہاں نماز پڑھی اور یہ دعائے خیر اے اللہ جو آسمان اور اس کی چیزوں کا پروردگار ہے جس پر وہ سایہ لگن ہے۔ نیز وہ زمین کا اور ان چیزوں کا پروردگار ہے جن کو وہ زمین اٹھائے ہوئے ہے وہ ہوا ستاروں سمندروں شیطانوں اور ان کی گمراہ کن چیزوں کا بھی خدا ہے اے اللہ! تو ہماری اس کوفہ کی زمین میں برکت عطا فرما اور اس کو پائیدار منزل بنا۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت سعد کو اس کے بارے میں لکھا۔

شہر مدائن کی خرابی:

حصبین ابن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں جب جنگ جلولاء میں دشمن کو شکست ہوئی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ساتھ واپس آ گئے جب عمار رضی اللہ عنہ آئے تو وہ مسلمانوں کو لے کر مدائن کی طرف آئے تو اسے انہوں نے ناموافق پایا حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا:

”کیا یہ (زمین) اونٹوں کے لیے موافق ہے؟“ لوگوں نے کہا ”نہیں یہاں مچھر ہیں“ اس پر وہ بولے ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ عربوں کو وہ زمین موافق نہیں ہے جو اونٹوں کے موافق نہیں آتی ہے۔“

اس کے بعد حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو لے کر نکلے یہاں تک کہ وہ کوفہ آئے یسربن ثور کی روایت ہے کہ مسلمانوں نے مدائن کو

ناموافق پایا وہ وہاں کافی عرصے تک رہے تھے انہیں گردوغبار اور رکھیوں نے بہت تنگ کیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو لکھا گیا کہ وہ کسی عمدہ مقام کو تلاش کرنے کے لیے ماہر افراد بھیجیں جو خشک مقام تلاش کریں کیونکہ عربوں کو بھی وہی مقامات پسند آتے ہیں جو اونٹوں اور مویشیوں کے موافق ہوں چنانچہ انہوں نے کوفہ کو تلاش کر لیا۔
واپسی کا حکم:

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں کوفہ کے مقام سے مطلع کیا۔ اس عرصے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام مبارک بھی پہنچ گیا تھا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے (حضرت) قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو لکھا:

تم جلولا کے لوگوں پر قہاڑ کو اپنا جانشین بناؤ اور اپنے ساتھیوں کو لے کر میرے پاس آ جاؤ۔

انہوں نے ایسا ہی کیا اور اپنے لشکر کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن الہتم رضی اللہ عنہ کو بھی یہ لکھا کہ وہ مسلم بن عبداللہ کو جو جنگ قادسیہ میں اسیر ہو گئے تھے، موصل میں اپنا جانشین بنا کر ان کے پاس چلے آئیں اور اپنے ساتھ اساورہ اور دوسرے ساتھیوں کو لیتے آئیں انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ہدایت پر عمل کیا اور وہ بھی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے۔ ان کے ساتھ ان کی فوج بھی تھی۔
کوفہ میں قیام:

اب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ساتھ مدائن سے کوچ کیا اور محرم کی سترہ تاریخ ۷۱ھ میں کوفہ کے مقام پر لشکر آرا ہوئے کوفہ فتح مدائن کے ایک سال اور دو مہینے کے بعد بسایا گیا تھا۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے تین سال اور آٹھ مہینے کے بعد کوفہ آباد ہوا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چوتھے سال ۷۱ھ میں تاریخ مذکور میں بسایا گیا۔

مسلمانوں کو کوچ کرنے سے پہلے مدائن ہی میں وظائف مل گئے تھے ہجرت میں انہیں عطیات ۱۶ھ کے ماہ محرم میں ملے تھے۔ بصرہ میں مسلمانوں کی منتقلی تین ہفتوں میں مکمل ہوئی انہوں نے بھی ماہ ۷۱ھ میں کوچ کیا تھا اور ایک ہی مہینے میں ان کی باقی ماندہ فوج منتقلی ہو گئی تھی۔

روایات میں اختلاف:

واقدی قاسم ابن معن کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ مسلمان کوفہ میں ۷۱ھ کے آخر میں آباد ہوئے ابوالاقاد کے حوالے سے وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ مسلمان ۱۸ھ کے آغاز میں کوفہ آئے۔

اہل فوج کو مراعات:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعد بن مالک اور عتبہ بن غزو ان کو یہ تحریر فرمایا کہ وہ دونوں ہر موسم بہار میں مسلمانوں کو خوش گوار مقام پر لے جایا کریں اور ہر سال کے موسم بہار میں ان کی مدد کیا کریں اور ہر سال محرم کے مہینے میں انہیں عطیات دیں اور ہر سال غلہ کی فصل آنے پر انہیں مال غنیمت کا حصہ دیا کریں اس طرح مسلمانوں نے کوفہ آنے سے پیشتر دو دفعہ عطیات وصول کیے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع:

مغزوہ اسدی کی روایت ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص کوفہ میں آئے تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ تحریر فرمایا:

”میں حیرہ اور فرات کے درمیان ایک خشک مقام کوفہ میں فروکش ہو گیا ہوں میں نے مدائن کے مسلمانوں کو اختیار دیا ہے کہ جو وہاں رہنا پسند کرے میں اسے وہاں چھوڑ دوں گا اس طرح وہ فوجی چونکی بن جائے گی۔“

چنانچہ کئی قبیلوں کے لوگ وہاں رہ گئے جن میں اکثریت قبیلہ عیس کی تھی۔

مکانات کی تعمیر:

سیف کی روایت ہے کہ جب اہل کوفہ نے کوفہ میں بود و باش اختیار کی اور اہل بصرہ بھی اپنے نئے مقام پر رہنے لگے تو اس وقت ان کے حواس درست ہوئے اور ان کی زائل شدہ طاقت بحال ہوئی پھر اہل کوفہ اور اہل بصرہ دونوں نے سرکنڈوں کے کچے مکانات تعمیر کرنے کی اجازت طلب کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”فوجی خیمے تمہاری جنگی ضروریات اور عسکری روح برقرار رکھنے کے لیے زیادہ موزوں ہیں تاہم میں تمہاری مخالفت کرنا بھی پسند نہیں کرتا ہوں جو چاہو کرو۔“

لہذا دونوں شہر والوں نے بانسوں اور سرکنڈوں سے مکانات تعمیر کر لیے۔

پختہ مکانات کی اجازت:

پھر (اتفاق سے) دونوں شہروں یعنی کوفہ اور بصرہ میں آگ لگ گئی بالخصوص کوفہ میں بہت سخت آگ لگی اس میں اسی مکان جل گئے یہ حادثہ ماہ شوال میں ہوا تھا لوگوں میں اس کا بہت چرچا ہوا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے چند افراد کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تا کہ وہ انہوں سے مکانات تعمیر کرنے کی اجازت حاصل کریں چنانچہ وہ لوگ آتش زدگی کی اطلاع دینے اور اس کے نقصانات کا حال بتانے کے لیے پہنچے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”تم ایسا کر سکتے ہو مگر تم میں سے کوئی تین گھروں سے زیادہ نہ بنائے تم لمبی عمارتیں نہ بناؤ اگر تم مسنون طریقہ اختیار کرو گے تو تمہاری سلطنت باقی رہے گی۔“

وہ لوگ یہ حکم لے کر کے کوفہ آ گئے۔

تعمیر میں اعتدال:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ (حاکم بصرہ) اور اہل بصرہ کو بھی اس قسم کا حکم دیا تھا اہل کوفہ کو بسانے کا کام ابوہباج بن مالک کے سپرد تھا اور اہل بصرہ کو بسانے کا کام ابوالجر باء عاصم بن الدلف کے سپرد تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفد اور مسلمانوں کو یہ ہدایت دی تھی کہ وہ مناسب اندازہ سے زیادہ عمارت کو بلند نہ کریں لوگوں نے کہا اندازہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ صحیح اندازہ یہ ہے کہ وہ تمہیں فضول خرچی کے قریب نہ لے جائے اور نہ تمہیں اعتدال سے باہر نکالے۔

سرٹیکس اور گلیاں:

سیف کی روایت ہے کہ جب مسلمانوں کا کوفہ کی تعمیر پر اتفاق ہو گیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ابوہباج کو بلا بھیجا اور

انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ان تحریری ہدایات سے مطلع کیا کہ سڑکیں چالیں گز کی ہوں اور اس سے کم درجے کی تیس گز کی ہوں اور کم از کم بیس گز چوڑی ہوں گلیاں سات گز کی ہوں اس سے کم تر نہ ہوں۔ بنوضہ کے قطعات کے علاوہ عام قطعات ساٹھ گز کے ہوں۔

کوفہ کی مسجد:

اس کے بعد اہل رائے اندازہ کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے جب وہ کسی بات پر متفق ہوتے تو ابوالہیاج اس کے مطابق تقسیم کرتے تھے۔ کوفہ میں جس چیز کا سب سے پہلے سنگ بنیاد رکھا گیا وہ مسجد تھی اور جب تعمیر کا ارادہ کیا گیا تھا تو مسجد کی تعمیر کی گئی۔ یہ بازار کے اندر تھی اس کے بعد ایک بہت بڑا تیر انداز جس کا نشانہ دور تک جا سکتا تھا درمیان میں کھڑا ہو گیا اس نے دائیں طرف تیر پھینکا اور پھر یہ حکم دیا گیا کہ اس تیر کے آگے گھر تعمیر کیے جائیں بعد ازاں اس نے اپنے سامنے اور پیچھے تیر پھینکے اور یہ حکم دیا گیا کہ ان دونوں تیروں کے آگے گھر تعمیر کیے جائیں اس طرح مسجد کے لیے جگہ چھوڑ دی گئی جو چاروں طرف سے بلند تھی مسجد کے آگے ایک سائبان تعمیر کیا گیا وہ مربع شکل کی تھی کہ اس میں لوگوں کا اثر دہام نہ ہونے پائے خانہ کعبہ کی مسجد کے سوا باقی تمام مساجد اسی نمونہ پر بنائی گئی تھیں۔ خانہ کعبہ کے احترام کی وجہ سے دیگر مساجد اس کی مسجد کے مشابہ نہیں بنائی گئی تھیں۔

مسجد کا سائبان دو سو گز تھا اس کے ستون سنگ مرمر کے تھے جو ایرانی بادشاہوں کے تھے اس کا اوپر کا حصہ رومی گرجوں کی طرف تھا۔ صحن کے پاس ایک خندق کھودی گئی تھی تاکہ وہاں کوئی شخص عمارت نہ تعمیر کر سکے۔

کوفہ کا محل:

مسجد کے سامنے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا گھر تعمیر کیا گیا تھا ان دونوں کے درمیان دو سو گز کی جگہ تھی جسے بیت المال بنایا گیا تھا جو آج کل کوفہ کا محل ہے اسے روز بہ روز حیرہ میں کسریٰ کی عمارتوں کی پختہ اینٹوں سے تعمیر کرایا تھا۔

مکانات کا تعین:

صحن کے قریب پانچ سڑکیں نکالی گئیں تھیں اور قبلہ رو چار گلیاں تھیں۔ مشرقی حصہ میں تین گلیاں تھیں اور مغربی حصہ میں بھی تین گلیاں تھیں صحن کی طرف قبیلہ سلیم و ثقیف کو دو گلیوں میں آباد کیا گیا تھا اور قبیلہ ہمدان کو ایک گلی میں بسایا گیا تھا قبیلہ بجلہ کو دوسری گلی میں آباد کیا گیا تھا قبیلہ تیم الملوات ان کے آخر میں تھا اس طرح آخر میں قبیلہ تغلب تھا۔

قبلہ رو قبیلہ اسد ایک گلی پر آباد تھا قبیلہ اسد اور قبیلہ نضج کے درمیان دوسرا راستہ تھا اور قبیلہ نضج اور قبیلہ کندہ کے درمیان دوسری گلی تھی۔ کندہ اور ازد کے درمیان دوسرا طریقہ تھا۔

صحن کے مشرقی حصے میں انصار اور قبیلہ مزنیہ ایک گلی میں تھے۔ اور متمیم و محارب دوسری گلی میں تھے اسد اور عامر دوسرے راستے پر تھے۔ مغربی صحن بجالہ اور بجلہ ایک جگہ تھے قبیلہ جدید اور مخلوط قبائل دوسری گلی میں تھے قبیلہ جہینہ اور ان کے مخلوط الگ کوچے میں تھے۔

یہ وہ لوگ تھے جو صحن کے قریب تھے۔ باقی لوگ ان کے درمیان اور ان کے پیچھے (آباد) ہوئے یہ لوگ چوڑی سڑکوں پر آباد ہوئے ان کے مقابلہ میں کم چوڑی سڑکوں پر دوسرے لوگ آباد ہوئے اس کے بعد گلیوں اور سڑکوں پر (مکانات کی تعمیر کا) سلسلہ چلتا رہا

جو مذکورہ بالا سڑکوں سے کم چوڑے تھے ان کے پیچھے اور درمیان میں گھر آباد ہونے لگے اور ان میں جنگلی سپاہیوں کو آدکایا جاتا رہا۔ اہل سرحد اور موصل والوں کے لیے جداگانہ مقامات محفوظ رکھے گئے تاکہ جب ان کا قافلہ آئے تو وہاں فروخس ہوں تاہم جب لوگ زیادہ آنے لگے تو لوگ جگہ کی تنگی محسوس کرنے لگے جن کے متعلقین زیادہ ہوئے تھے تو وہ اپنے محلے کو چھوڑ کر وہاں چلے جاتے تھے اور جن کے متعلقین کم ہوتے تھے ان کو ان کے مناسب قیام پر ٹھہرایا جاتا تھا۔ بہر حال محسن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسی حالت میں رہا۔ قبل اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے وہاں صرف مسجد اور محل تھا۔

بازار:

بازار میں کوئی عمارت نہیں تھی اور نہ نشانات مقرر تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہدایت تھی بازار مسجد کی طرح ہیں جو سب سے پہلے کسی ٹھکانے پر پہنچ جائے اس کا وہ حق دار ہے تا آنکہ وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر نہ چلا جائے یا اپنی فروخت سے فارغ نہ ہو جائے وہاں سوار یوں کو بٹھانے کے لیے بھی احکامات مقرر تھے اس میں بھی (جو آئے وہ قبضہ کر لے) سب لوگ برابر تھے۔

بیت المال:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس مقام پر جو محل کے لیے مقرر تھا مسجد کوفہ کے محراب کے سامنے ایک محل تعمیر کرایا اور مستحکم طریقہ سے تعمیر کرایا اور اسی کے اندر بیت المال قائم کرایا اور وہیں وہ رہتے تھے۔

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ کسی نے نقب لگا کر بیت المال سے مال نکال لیا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا اور انہیں گھر اور بیت المال کا محل وقوع بتایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا: ”تم مسجد کو اس طرح منتقل کرو کہ وہ گھر کے پہلو ہو اور گھر قبلہ رو ہو کیونکہ مسجد رات دن آباد رہتی ہے اور ان لوگوں کی بدولت بیت المال محفوظ رہے گا۔“

مسجد محل کی تعمیر:

لہذا انہوں نے مسجد کو تبدیل کیا اور اس کی عمارت تبدیل کرائی۔ ان کے ایک زمیندار نے جس کا نام روزبہ بن بزرجمبر ہے کہا میں اسے بھی تعمیر کر دوں گا اور آپ کا محل بھی تعمیر کروں گا اور ان دونوں عمارتوں کو اس طرح ملا دوں گا کہ وہ ایک ہی عمارت معلوم ہوگی چنانچہ اس نے کوفہ کے محل کو اسی بنیاد پر قائم کیا پھر اس نے جیرہ کے گرد و نواح کے ایک شاہی محل کے کھنڈر کی اینٹوں سے اس محل کو تعمیر کرایا اس نے بیت المال کے سامنے سے مسجد کی تعمیر شروع کرا کے اسے محل کے آخر تک دائیں طرف قبلہ رو جاری رکھا پھر اسے دائیں طرف سے لے جا کر صحن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک ختم کیا یہ صحن اس کا قبلہ تھا پھر اس کی توسیع کر کے مسجد کے قبلہ کو صحن کی طرف کر دیا اس کے دائیں طرف محل تھا۔

اس کی عمارت سنگ مرمر کے ان ستونوں پر قائم کی گئی جو کسری کے گرجوں کے تھے اس کے دائیں بائیں بغلی حصے نہیں تھے یہی تعمیر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک قائم رہی۔

مسجد کی دوبارہ تعمیر:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں زیادہ کے ہاتھوں اس کی تعمیر میں ترمیم و اضافہ ہوا جب زیاد نے اس کی توسیع کا ارادہ

کیا تو اس نے دور جاہلیت کے دو معماروں کو بویا اور انہیں مسجد کا مقام اور اس کی حالت سمجھائی اور بتایا کہ وہ اسے آسمان تک بلند کرنا چاہتا ہے۔ زیاد نے کہا ”میں مسجد کو اس طرح تعمیر کرانا چاہتا ہوں کہ اسے میں بیان نہیں کر سکتا ہوں“ ایک معمار نے جو کسریٰ (شاہ ایران) کا معمار تھا کہا ”یہ اس صورت میں ممکن ہے جب کہ ابواز کے پہاڑوں میں سے ستون لائے جائیں جن میں سوراخ کر کے سیدہ بھرا جائے اور لوہے کی سائیں بھی (ان ستونوں میں) بھری جائیں پھر ان ستونوں کو تیس گز بلند کیا جائے اور ان پر چھت ڈالی جائے اور (اس کے دونوں طرف) پہلو میں برآمدے رکھے جائیں اس صورت میں یہ عمارت زیادہ مستحکم و پائیدار ہوگی۔“ زیاد نے کہا ”میں یہی چاہتا تھا مگر میری زبان سے یہ ادا نہیں ہو رہا تھا۔“

محل کا دروازہ:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے محل کا دروازہ بند کر دیا کیونکہ ان کے سامنے بازار لگتا تھا اور اس کا شور و غوغا انہیں بات کرنے نہیں دیتا تھا جب انہوں نے دروازہ لگوا یا تو لوگوں نے ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کیں جو انہوں نے نہیں کہی تھیں وہ کہتے تھے کہ (حضرت) سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ”یہ آوازیں بند کرو“ لوگ اس کو قصر سعد رضی اللہ عنہ کے نام سے پکارتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کانوں تک بھی یہ آوازیں پہنچیں تو انہوں نے محمد بن مسلمہ کو بلوا کر کوفہ روانہ کیا اور فرمایا ”تم وہاں جا کر محل کے دروازے کو جلا دو اور اس کے بعد فوراً لوٹ لو۔“

دروازہ جلانا:

چنانچہ وہ روانہ ہوئے کوفہ آ کر انہوں نے ایندھن خریدا پھر محل میں آ کر اس کے دروازے کو جلا دیا (حضرت) سعد رضی اللہ عنہ کو سارا حال بتایا گیا کہ مدینہ سے ایک قاصد (خلیفہ کی طرف سے) صرف اسی مقصد کے لیے بھیجا گیا ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی بھیجا تا کہ وہ آدمی معلوم کرے کہ وہ کون ہے؟ (اس نے آ کر بتایا کہ) وہ محمد بن مسلمہ ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے قاصد بھیج کر ان سے درخواست کی کہ وہ گھر کے اندر آئیں، مگر انہوں نے (آنے سے) انکار کیا اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ خود ان کے پاس گئے اور انہیں اندر آنے اور ٹھہرنے کی دعوت دی انہوں نے زوراً وہ پیش کیا مگر اس کو بھی قبول نہیں کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط پیش کیا (جس کا مضمون یہ ہے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط:

”مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ نے ایک محل تعمیر کرایا ہے جسے آپ نے قلعہ بنا لیا ہے اور اس کا نام قصر سعد ہے آپ نے اپنے اور عام مسلمانوں کے درمیان ایک دروازہ بنایا ہے یہ تمہارا محل نہیں ہے۔ ایک شرف و فساد کا محل ہے تم ایسے مقام پر رہو جو سرکاری خزانوں (بیت الاموال) کے قریب ہو اور اسے بند کر دو۔ تم اپنے گھر پر دروازہ نہ رکھو کیونکہ اس کی وجہ سے عام مسلمان تمہارے پاس نہ آسکیں گے اور اس طرح تم ان کے حقوق نہ ادا کر سکو گے یہ ضروری ہے کہ مسلمان تمہاری مجلس میں آسکیں اور جب تم نکلو تو وہ تم سے مل سکیں۔“ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان (محمد بن مسلمہ) کے سامنے قسم کھا کر فرمایا کہ جو کچھ لوگوں نے بتایا ہے وہ ان کا قول نہیں ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بریت:

محمد بن مسلمہ فوراً وہاں سے چلے گئے جب وہ مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو ان کا زوراً ختم ہو گیا تھا انہیں درختوں کی چھال

چبانی پڑی جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہیں تمام حال سنایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”تم نے (حضرت) سعد رضی اللہ عنہ کا (زادراہ) کیوں قبول نہیں کیا وہ کہنے لگے ”اگر آپ کا یہ منشاء ہوتا تو آپ مجھے اس کے بارے میں لکھ دیتے یا اس کی اجازت دیتے“ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”دانش مند انسان وہ ہے کہ جب اسے کوئی اہم کام سپرد کیا جائے تو وہ قول و عمل میں دورانہدیشی اختیار کرے“ اس کے بعد انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حلیہ قول کو دہرایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے قول کی تصدیق کی اور فرمایا ”وہ ان سب لوگوں سے زیادہ سچے ہیں جنہوں نے مجھے مخالفانہ باتیں بتائیں“۔

ابو محمد عطاء مولیٰ اسحاق بن طلحہ بیان کرتے ہیں ”میں اس مسجد اعظم میں اس وقت بیٹھا کرتا تھا جب کہ ابھی زیاد نے اس کی توسیع نہیں کی تھی نہ تو اس کے برآمدے تھے اور نہ اس کا چھچھلا حصہ تھا اس وقت مجھے وہاں سے دیر بہند اور رباب الجسر نظر آتے تھے۔

حضرت شعیب فرماتے ہیں کہ جو کوئی مسجد میں بیٹھتا تھا اسے وہاں سے باب الجسر نظر آتا تھا۔

روز بہ بن بزرجمر:

ابو کثیر روایت کرتے ہیں کہ روز بہ بن بزرجمر بن ساسان ہمدان کا رہنے والا تھا وہ کسی رومی سرحد پر تھا وہاں اس نے ہتھیار استعمال کیے اس پر ایرانی حکام اس سے ڈر گئے تو وہ رومیوں کے ساتھ مل گیا وہاں بھی وہ مطمئن نہیں تھا تا آنکہ وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور ان کے لیے محل اور مسجد تعمیر کرائی پھر اسے خط دے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور انہیں اس کے حالات سے آگاہ کیا وہاں وہ اسلام لایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے وظیفہ مقرر کیا اور عطیات دیے اور اس کے اکریاء (ساتھیوں) کے ساتھ اسے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف واپس بھیج دیا جب وہ اس مقام پر پہنچا جسے قبر العبادی کہا جاتا ہے تو وہ مر گیا لوگوں نے اس کے لیے قبر کھودی اور انتظار کرتے رہے کہ کچھ لوگ وہاں سے گزریں اور وہ اس کی موت کی شہادت دیں چنانچہ چند خانہ بدوش وہاں سے گزرے اس وقت راستے میں انہوں نے (قبر) کھودی تھی انہوں نے ان لوگوں کو گواہ بنایا تا کہ وہ اس کے قتل کے الزام سے بری ہو جائیں اس طرح یہ مقام قبر العبادی کے نام سے موسوم ہو گیا۔

ابو کثیر کہتے ہیں:

”وہ میرے والد تھے“۔

تقسیم میں تبدیلی:

سیف کی روایت ہے کہ قبائل کے دس حصوں کی تقسیم میں بہت خرابی پیدا ہو رہی تھی اس لیے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کو درست کرنے کے بارے میں لکھا انہوں نے لکھا کہ وہ خود اس میں تبدیلی کر لیں لہذا انہوں نے ماہر انساب اور دانشوروں کو بلا بھیجا۔ جن میں سعید بن نمران اور مشعلہ بن نعیم بھی شامل تھے۔ انہوں نے (قبائل کے) سات حصے بنادے چنانچہ قبیلہ کنانہ اور ان کے خلفاء احابیش وغیرہ اور بنو عمرو بن قیس بن عیلان سات حصوں میں شامل ہو گئے اور قضاء بن غسان بن ہشام بن جملہ

نشم، کندہ، حضرموت اور قبیلہ ازد بھی ان سات میں شامل ہو گئے مذحج، حمیر، حمدان اور ان کے حلیف بھی ساتوں میں شامل ہو گئے تمیم اور باقی قبیلہ رباب اور ہوازن کا قبیلہ الگ سات کے مجموعہ میں شامل ہو گیا قبیلہ اسد، عطفان، محارب، نمرضبیعہ اور تغلب کا ایک گروہ ہو گیا۔ قبیلہ عیاد، حک، عبدالقیس، اہل بجر، حمراء کا سات کا ایک الگ گروہ ہو گیا یہ تقسیم حضرت عثمان، عمر، علی اور معاویہ کے زمانے تک برقرار رہی تا آنکہ زیاد نے ان کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔

جداگانہ نگران:

(اہل کوفہ کے) ایک لاکھ درہم کے (وظائف مقرر کرنے کے لحاظ) سے جداگانہ نگران مقرر کیے گئے چنانچہ اہل قادسیہ کے تینتالیس مرد اور تینتالیس عورتیں اور پچاس عیال (بچوں) کے اندازے کا ایک گروہ مقرر کیا گیا اور ان کے لیے ایک لاکھ درہم رکھے گئے۔ دیگر فتوحات کے سپاہیوں میں ہر بیس مرد اور ہر بیس خواتین مع عیال کے لیے تین ہزار درہم مقرر کیے گئے اور ہر خاندان کو ایک ایک لاکھ درہم دیے گئے۔

مددگار فوجوں میں سے ہر ساٹھ مرد اور ساٹھ خواتین اور چالیس عیال کے نگران کو ڈیڑھ ہزار سے لے کر ایک لاکھ دیے جاتے تھے پھر اسی حساب سے (وظائف کی تقسیم) تھی۔

عطیہ بن حارث کہتے ہیں:

”میں نے ایک سو نگران سردار (عریف) دیکھے۔“

اسی طرح اہل بصرہ کے لیے بھی (یہی انتظام) تھا۔

مسلمانوں کے عطیات اور وظائف قبائل کے امراء اور علمبرداروں کو دیے جاتے تھے وہ ان عطیات کو عرفاء (بہ محلہ) نقیبوں اور امینوں (محصلوں) کے سپرد کر دیتے تھے۔ جو انہیں لوگوں کے گھروں میں جا کر تقسیم کرتے تھے۔



کوفہ سے پہلے کی فتوحات

سیف کی روایت ہے کہ مدائن کی فتوحات میں سواذ حلوان، ماسذان اور قریسیاء کی فتوحات شامل ہیں اس طرح کوفہ کے سرحدی مقامات یہ چار ہیں (ان کے الگ یہ حکام تھے) ۱۔ حلوان کے حاکم قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے۔ ۲۔ ماسذان ضرار بن الخطاب النہری کی زیر نگرانی تھا۔ ۳۔ قریسیاء کے حاکم عمر بن مالک یا عمرو بن عتبہ بن نوفل تھے۔ ۴۔ موصل عبداللہ بن المعتم کی زیر قیادت تھایہ حضرات ان علاقوں میں مقیم تھے اور دیگر مسلمان مدائن میں تھے جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا شہر آباد کیا تو ان لوگوں کو بھی کوفہ میں بلوایا۔

(ان مذکورہ بالا) حضرات نے ان سرحدوں پر ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان کی حفاظت و انتظام کے فرائض کو بخوبی انجام دے سکیں چنانچہ قعقاع کا جانشین حلوان میں قباذ بن عبداللہ تھا اور موصل میں عبداللہ بن المعتم کے جانشین مسلم بن عبداللہ تھے۔ اور ضرار کے جانشین رافع بن عبداللہ مقرر ہوئے اور عمر رضی اللہ عنہ کے جانشین عشق بن عبداللہ ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا تھا کہ قوم اسوارہ میں سے جس کسی کی انہیں ضرورت ہو اس کی مدد حاصل کریں اور ان سے جزیہ اٹھادیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب کوفہ آباد ہو گیا اور لوگوں کو اجازت مل گئی کہ انہوں نے مدائن کے گھروں سے ان کے دروازے کوفہ کی طرف منتقل کر لیے اور انہیں اپنے تعمیر کردہ (گھروں) پر لگوا لیا۔ یہی ان کی سرحدیں تھیں اور ان کے قبضے میں اس وقت یہی علاقے تھے۔

کوفہ کے سرحدی علاقے:

عامر کی روایت ہے کہ کوفہ کے علاقے کی سرحدیں حلوان، موصل، ماسذان اور قریسیاء تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے آگے بڑھنے سے منع کر دیا تھا اور پیش قدمی کی اجازت نہیں دی تھی۔

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ ابووقاص کوفہ کی تعمیر کے بعد ساڑھے تین سال تک اس کے حاکم رہے اس سے پہلے وہ مدائن میں بھی امیر رہ چکے تھے۔ ان کی عمل داری میں کوفہ، حلوان، موصل، ماسذان اور قریسیاء شامل تھے ان کی حدود بصرہ تک تھیں۔

بصرہ کے حکام:

حضرت عتبہ بن غزو ان بصرہ کے حاکم تھے وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے دور امارت میں فوت ہوئے تھے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسبرہ کو حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کی جگہ پر حاکم بنایا پھر ابوسبرہ کو بصرہ کی امارت سے معزول کر کے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو حاکم بصرہ مقرر کیا اس کے بعد حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو بھی معزول کر کے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر کیا۔



رومیوں کے حملے

اسی سال رومیوں نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور ان کے مسلمان لشکر پر جو حص میں تھا حملہ کرنے کا ارادہ کیا اس کا واقعہ سیف کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ اہل روم نے اہل جزیرہ کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے خط و کتابت کر کے انہیں اپنے ساتھ ملا لیا تھا وہ دونوں لشکر (حضرت) ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے مسلمان لشکر پر حملہ کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا۔ لہذا حضرت ابو عبیدہ اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام فوجی دستوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور وہ تمام لشکر شہر حص کے بیرونی میدان میں صف آرا ہو گیا۔

(حضرت) خالد بن الولید رضی اللہ عنہ بھی قسریں سے آگئے تھے جس طرح دیگر فوجی چھاؤنیوں کے امراء آگئے تھے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان سپہ سالاروں سے مشورہ طلب کیا کہ آیا وہ باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں یا امدادی فوج کے آنے تک قلعہ بند ہو جائیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ مقابلہ کیا جائے مگر دوسرے (سپہ سالاروں) نے یہ مشورہ دیا کہ وہ قلعہ بند ہو جائیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں لکھا جائے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان سپہ سالاروں کا مشورہ قبول کر لیا اور حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو تسلیم نہیں کیا۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ اہل روم مسلمانوں کے خلاف روانہ ہو گئے ہیں۔

محفوظ گھوڑے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر شہر میں مقررہ تعداد میں مسلمانوں کی پس انداز کردہ رقم سے گھوڑے محفوظ کر رکھے تھے تاکہ وہ ناگہانی حادثہ میں کام آئیں چنانچہ کوفہ میں ایسے چار ہزار گھوڑے محفوظ رکھے ہوئے تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو لکھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے احکام:

تم لوگوں (اہل کوفہ) کو (حضرت) قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ساتھ تیار کرو اور جب میرا یہ خط تمہیں موصول ہو تو فوراً انہیں حص روانہ کر دو کیونکہ (حضرت) ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا گیا ہے اس لیے نہایت سرگرمی اور جوش و خروش کے ساتھ اس طرف پیش قدمی کرنی چاہیے۔ تم سہیل بن عدی کو لشکر دے کر جزیرہ کی طرف روانہ کرو۔ وہ ورقہ پہنچ جائیں کیونکہ اہل جزیرہ ہی نے اہل روم کو اہل حص کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ اور اہل قرقیساء ان کے آگے ہیں۔ عبداللہ بن عتبہ ان کو نصیبین کی طرف روانہ کر دو وہاں بھی اہل قرقیساء ان کے آگے ہیں اس کے بعد یہ دونوں (لشکر) حران اور رہا جائیں۔ تم ولید بن عتبہ کو جزیرہ کے عرب قبائل ربیعہ اور تنوخ پر روانہ کرو۔ اور عیاض بن غنم کو بھی روانہ کرو۔ اگر جنگ شروع ہو جائے تو ان سب فوج کو قیادت میں نے عیاض بن غنم کے سپرد کی ہے۔

فوجی نقل و حرکت:

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ ان اہل عراق میں سے تھے جو حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ اہل شام (کی اسلامی فوج) کو امداد

دینے کے لیے روانہ ہوئے تھے اور اہل قادیسیہ کو امداد دینے کے لیے واپس اہل عراق کی فوج کے ساتھ آئے تھے وہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے مدد و معاون تھے۔

چنانچہ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ چار ہزار فوج لے کر اسی دن حمص روانہ ہو گئے تھے جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط پہنچا۔ اسی طرح حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ اور جزیرہ کے سپہ سالار بھی خشکی اور دریائی راستے سے (جیسا موقع ہوا) روانہ ہو گئے۔ ہر سپہ سالار اسی طرف روانہ ہوا جہاں کا اس کو حکم دیا گیا تھا (اس حکم کے مطابق) سہیل رقد آئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود بھی حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی امداد کے لیے مدینہ منورہ سے نکلے آپ حمص جانے کے لیے ارادے سے جابیہ کے مقام پر فروکش ہوئے۔

اہل جزیرہ کا فرار:

اہل جزیرہ جنہوں نے اہل حمص کے برخلاف اہل روم کی مدد کی تھی اور انہیں جنگ پر آمادہ کیا تھا۔ اس وقت ان کے ساتھ مقیم تھے۔ جب انہیں اپنے ہم وطنوں کے ذریعے یہ خبر ملی کہ کوفہ سے (مسلمانوں کی) فوجیں روانہ ہو گئی ہیں۔ انہیں یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ آیا وہ جزیرہ کی طرف آ رہی ہیں یا حمص جا رہی ہیں؟ بہر حال (یہ خبر سن کر) وہ اپنے شہروں اور ہم وطنوں کے پاس چلے گئے اور اہل روم کو اکیلا چھوڑ دیا۔

مسلمانوں کی فتح:

جب حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے اپنا پہلا طریقہ بدلنا چاہا اور مقابلہ کے لیے نکلنے کے بارے میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے مقابلہ کا مشورہ دیا (چنانچہ وہ جنگ کے لیے نکلے) اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا کی (حضرت) قعقاع بن عمرو ہاں اپنی کوفہ کی فوجوں کے ساتھ فتح کے واقعہ کے تین دن بعد پہنچے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آمد:

اس عرصے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جابیہ کے مقام پر پہنچ گئے تھے وہاں انہیں بذریعہ تحریر فتح کی اطلاع دی گئی اور یہ بھی اطلاع دی گئی کہ امدادی فوج فتح کے تین دن بعد پہنچی۔ لہذا ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھا ”تم انہیں بھی (مال غنیمت میں) شریک کرو“ آپ نے فرمایا ”اللہ اہل کوفہ کو جزائے خیر دے وہ اپنی حفاظت بھی کرتے ہیں اور دیگر شہروں کو امداد بھی بہم پہنچاتے ہیں“۔

اہل کوفہ کی امداد:

حضرت شعیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے امداد طلب کی کیونکہ اہل روم ان کے خلاف جنگ کرنے کے لیے نکل آئے تھے اور عیسائیوں نے ان کی پیروی کی تھی اور انہوں نے محاصرہ کر لیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو (امداد کے لیے) لکھا۔ چنانچہ وہ چار ہزار کی فوج لے کر روانہ ہوئے۔ وہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس فتح کے واقعہ کے تین دن بعد پہنچے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے بارے میں لکھا گیا جب کہ وہ خود جابیہ کے مقام پر پہنچ گئے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا:

”انہیں بھی (مال غنیمت میں) شریک کرو کیونکہ تمہاری امداد کے لیے روانہ ہوئے تھے اور تمہارا دشمن (انہی کی خبر سن کر) منتشر ہوا تھا۔“

گھوڑوں کی تربیت:

ماہان کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چار ہزار گھوڑے تھے جنہیں ناگہانی واقعات کے لیے محفوظ رکھا ہوا تھا یہ گھوڑے موسم سرما میں قبلہ رو قصر کوفہ کے دائیں طرف رکھے جاتے تھے اور اسی وجہ سے وہ مقام آج تک گھوڑوں کا اصطبل کہلاتا ہے۔ موسم بہار میں یہ گھوڑے دریائے فرات اور کوفہ کی اس بستی کے درمیانی مقام پر (چرنے کے لیے) بھیجے جاتے تھے جو عاقول کے قریب ہے اہل عجم اس مقام کو ”آخورث و جہاں“ یعنی شاہی چراگاہ کے نام سے موسوم کرتے تھے ان گھوڑوں کے نگران وہاں (کوفہ میں) سلمان بن ربیعہ ہابلی تھے جو اہل کوفہ کے چند افراد کے ساتھ ان کی نگرانی اور دیکھ بھال کرتے تھے اور ہر سال ان کی گھوڑ دوڑ کراتے تھے۔

بصرہ میں بھی اسی قسم کا انتظام تھا وہاں ان کے نگران اعلیٰ جزء بن معاویہ رضی اللہ عنہ تھے اور (مسلمانوں کے) آٹھوں شہروں میں سے ہر شہر اسی قدر تعداد (گھوڑوں کی) محفوظ تھی چنانچہ اگر کوئی حادثہ وقوع پذیر ہوتا تھا تو ایک جماعت (ان گھوڑوں پر) سوار ہو کے آگے بڑھتی تھی تا آنکہ لوگ (مقابلہ کے لیے) مکمل طور پر تیار ہو جاتے تھے۔ یہ لوگ اس جنگ سے فارغ ہونے کے بعد واپس آ گئے۔

فتح جزیرہ

۱۷ھ میں جزیرہ فتح ہوا۔ یہ سیف کی روایت کے مطابق ہے۔ محمد بن اسحاق کی روایت یہ ہے کہ جزیرہ ۱۹ھ میں فتح ہوا۔ اور انہوں نے فتح کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے ”مسلمہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا ”اللہ نے مسلمانوں کو شام و عراق کی فتوحات عطاء کی ہیں اب تم اپنی طرف سے ایک لشکر جزیرہ کی طرف بھیجو اور ان کا سپہ سالار ان تینوں میں سے کسی ایک کو مقرر کرو۔ ۱۔ خالد بن عرفطہ ۲۔ ہاشم بن عتبہ ۳۔ عیاض بن غنم۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام مبارک پہنچا تو انہوں نے فرمایا:

”حضرت امیر المومنین نے عیاض بن غنم کا نام آخر میں اس لیے لکھا ہے کہ وہ ان کو ترجیح دیتے ہیں میں انہیں کو مقرر

کروں گا اور ان کی پوری مدد کروں گا۔“

انہوں نے عیاض بن غنم کو بھیجا ان کے ساتھ جو لشکر بھیجا اس میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، عثمان بن ابوالعاص ثقفی اور (حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے) عمر بن سعد بھی شامل تھے جو اس وقت نو عمر تھے اس لیے انہیں کوئی عہدہ نہیں دیا گیا تھا۔

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کی فتوحات:

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ جزیرہ کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے لشکر کے ساتھ رہا پینچے۔ وہاں کے باشندوں نے جزیہ دینے پر صلح

کر لی۔ جب اہل رہانے صلح کی تو اہل حبران نے بھی جزیہ ادا کرنے پر صلح کر لی۔ پھر انہوں نے (حضرت) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو نصیبین کی طرف بھیجا اور عمر بن سعد رضی اللہ عنہ کو سواروں کے دستے کے ساتھ مسلمانوں کی فوجی امداد کے لیے رأس العین بھیجا اور خود بنفس نفیس باقی فوج کو لے کر دارالمقام کی طرف گئے وہاں پہنچ کر اس کو فتح کر لیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بھی نصیبین کو فتح کر لیا (یہ تمام واقعات بقول محمد بن اسحاق) ۱۹ھ میں ہوئے۔

پھر حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے عثمان بن ابوالعاص کو آرمینیا کی طرف بھیجا وہاں کچھ جنگ ہوئی جس میں (حضرت) صفوان بن المعطل رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ پھر وہاں کے باشندوں نے حضرت عثمان بن ابوالعاص سے اس شرط پر صلح کر لی کہ ہر گھر والے کو ایک دینار جزیہ ادا کرنا ہوگا اس کے بعد فلسطین کا شہر قیساریہ فتح ہوا اور ہرقل بھاگ گیا۔ (یہ محمد بن اسحاق کی روایت ہے)

اہل جزیرہ کی مصالحت:

سیف کی روایت یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو محض میں اہل روم کے خلاف مدد دینے کے لیے قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو چار ہزار کی فوج کے ساتھ بھیجا جائے تو حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ بھی (حضرت) قعقاع رضی اللہ عنہ کے بعد روانہ ہو گئے تھے اور دوسرے سپہ سالار بھی خشکی اور دریائی راستوں سے روانہ ہو گئے تھے چنانچہ سہیل بن عدی اور ان کے لشکر دریائی راستہ سے رقبہ پہنچ گئے۔

جب اہل جزیرہ نے یہ سنا کہ اہل کوفہ روانہ ہو گئے ہیں تو وہ حمص سے اپنے علاقے میں چلے گئے تھے حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر ان کا محاصرہ کر لیا تا آنکہ انہوں نے مصالحت کر لی اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے آپس میں یہ کہا ”تم اہل عراق اور اہل شام کے درمیان ہو اس لیے تمہیں ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ جنگ میں شامل ہونے کی ضرورت نہیں ہے لہذا انہوں نے حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کو جب کہ وہ جزیرہ کے درمیانی مقام پر تھے پیغام (صلح) بھیجا انہوں نے بھی یہ فیصلہ کیا کہ (ان کی مصالحت) قبول کر لی جائے چنانچہ ان کی مصالحت تسلیم کر لی گئی۔ مصالحت کے یہ فرائض سہیل بن عدی نے (حضرت) عیاض کے حکم سے انجام دیے کیونکہ سپہ سالار وہی تھے آخر کار یہ لوگ ذمی (زیر حفاظت رعایا) بن گئے۔

دیگر علاقوں کی مصالحت:

حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عثمان در یائے دجلہ کے راستے سے موصل پہنچے وہاں سے ایک شہر کو عبور کرنے کے بعد وہ نصیبین آئے وہاں کے باشندوں نے صلح کر لی۔ اور وہی طریقہ اختیار کیا جو اہل رقبہ نے اختیار کیا تھا اور انہی کی طرح انہیں بھی خطرات لاحق ہوئے اس لیے انہوں نے بھی (مصالحت کے لیے) حضرت) عیاض کو لکھا انہوں نے ان کی مصالحت کو تسلیم کرنے کا فیصلہ کیا اور عبداللہ بن عبداللہ نے صلح نامہ لکھا جو کچھ وہ بجز لے چکے تھے اسے برقرار رکھا اس کے بعد یہ بھی ذمی رعایا بن گئے۔

ولید بن عتبہ قبیلہ بنو تغلب اور جزیرہ کے عرب قبائل کے پاس آئے وہاں کے مسلم اور غیر مسلم افراد نے ان کا ساتھ دیا البتہ قبیلہ اباد بن نزار وہاں سے کوچ کر کے رومیوں کی سر زمین میں چلا گیا۔ ولید بن عتبہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔

اہل حران کی صلح:

جب اہل رقبہ و نصیبین مطیع ہو گئے تو (حضرت) عیاض، سہیل و عبداللہ کو لے کر حران کی طرف روانہ ہوئے راستے میں اس سے پہلے کے تمام علاقے پر قبضہ کر لیا جب وہ حران پہنچے تو وہاں کے لوگ جزیہ ادا کرنے پر آمادہ ہو گئے چنانچہ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے ان کا جزیہ قبول کر لیا اور فتح کے بعد جن لوگوں نے جزیہ قبول کیا انہیں بھی ذمی رعایا بنا لیا گیا۔

بعد ازاں حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے سہیل اور عبداللہ کو رہا کی طرف بھیجا وہاں کے باشندے بھی جزیہ ادا کرنے پر رضامند ہو گئے ان کے علاوہ دوسرے لوگ بھی انہی کی طرف (ذمی رعایا) قرار دیے گئے۔

یوں جزیہ سب ممالک سے زیادہ آسانی سے فتح ہو گیا۔ چنانچہ فتح کی یہ آسانی اہل جزیہ کے لیے باعث ننگ و عار بن گئی۔
دیگر فوجی انتظامات:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جابیہ کے مقام پر مقیم تھے اور اہل محص (جنگ سے) فارغ ہو گئے تھے تو انہوں نے (حضرت) عیاض بن غنم کی امداد کے لیے حبیب بن مسلمہ کو بھیجا چنانچہ وہ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے پہنچ گئے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جابیہ سے واپس آ گئے تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان سے لکھ کر درخواست کی کہ جب وہ (حضرت) خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو مدینہ بلوائیں تو حضرت عیاض بن غنم کو ان کے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ انہیں وہاں بھیج دیا گیا۔ سہیل بن عدی اور عبداللہ بن عبداللہ کو فوج بھیج دیا گیا۔

حبیب بن مسلمہ کو جزیہ کے عجمیوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے مقرر کیا گیا اور ولید بن عقبہ کو جزیہ کے عربوں پر مقرر کیا گیا چنانچہ وہ دونوں جزیہ میں اپنی عمل داری میں رہے۔

شاہ روم کو خط:

جب ولید بن عقبہ کا خط (ایک عرب قبیلہ کے بھاگ جانے کے بارے میں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شاہ روم کو یہ خط لکھا:

”مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ عرب کا ایک قبیلہ ہمارا علاقہ چھوڑ کر آپ کے علاقے میں آ گیا ہے خدا کی قسم! آپ انہیں نکال دیں ورنہ ہم عیسائیوں کو نکلو کر آپ کی طرف بھیجوا دیں گے۔“

چنانچہ شاہ روم نے انہیں نکال دیا اور ابو عدی بن زیاد کے ساتھ چار ہزار افراد نکل کر متحدہ طور پر آئے اور باقی پیچھے رہ گئے اور وہ شام اور جزیہ کے قریب رومی شہروں میں منتشر ہو گئے۔

چنانچہ اب سرزمین عرب میں قبیلہ اباد سے جو شخص تعلق رکھتا ہے وہ انہی چار ہزار افراد کی نسل سے ہے۔

قبیلہ تغلب کا معاملہ:

ولید بن عقبہ نے اصرار کیا کہ بنو تغلب مسلمان ہو جائیں چنانچہ ان کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا گیا تو حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ جواب دیا:

”جزیرہ عرب کے رہنے والوں کے لیے اسلام لانا بہت ضروری ہے عربوں کو مسلمان ہونا پڑے گا تاہم انہیں اس شرط پر

(اپنے مذہب پر رہنے کی) اجازت دی جائے کہ وہ کسی بچے کو عیسائی نہ بنائیں۔ اور ان میں جو مسلمان ہونا چاہیں ان کے اسلام کو تسلیم کیا جائے۔“

لہذا (ان کا معاہدہ) اس شرط پر تسلیم کیا گیا کہ وہ کسی بچے کو عیسائی نہ بنائیں اور ان سے کسی کو اسلام لانے سے نہ روکیں۔ کچھ لوگوں نے یہ شرائط قبول کر لیں اور اس کے مطابق عمل کیا گیا۔ کچھ لوگوں نے جزیہ دینے پر اصرار کیا تو ان سے قبیلہ عباد و تنوغ کی شرائط کے مطابق معاہدہ کیا گیا۔

تغلب کا معاہدہ:

ابو سیف تغلیسی راوی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے وفد کے ساتھ یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ کسی بچے کو عیسائی نہ بنائیں گے۔ یہ شرط اس وفد اور ان لوگوں کے لیے تھی جن کی نمائندگی اس وفد نے کی تھی۔ دوسرے لوگوں کے لیے نہیں تھی۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو ان سے مسلمانوں نے کہا:

”تم انہیں خراج کے لفظ سے نفرت نہ دلاؤ البتہ تم وہ صدقہ دو گنا کر دو جو تم ان کے مال سے لیتے ہو یہ بھی (ایک قسم کا) جزیہ ہوگا تاہم وہ جزیہ کے لفظ سے ناراض ہوتے ہیں البتہ یہ شرط رکھو کہ وہ کسی بچے کو عیسائی نہ بنائیں جب کہ ان کے والدین مسلمان ہو چکے ہوں۔“

جزیہ کے لفظ سے انکار:

چنانچہ ان کا یہ وفد یہ بات طے کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”تم جزیہ ادا کرو“ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ”آپ ہمیں امن کی جگہ پہنچادیں“ خدا کی قسم! اگر ہم پر جزیہ مقرر کیا جائے گا تو ہم رومیوں کے علاقے میں چلے جائیں گے کیا آپ ہمیں عربوں کے درمیان ذلیل و رسوا کرنا چاہتے ہیں“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”تم نے خود اپنے آپ کو ذلیل و رسوا کیا ہے اور اپنی قوم کی (اسلام نہ لاکر) مخالفت کی ہے تمہیں جزیہ ادا کرنا ہوگا اگر تم رومی علاقے میں بھاگ گئے تو میں تمہارے بارے میں لکھ کر (بلوالوں گا) اور پھر تم سب کو قیدی اور اسیر بنا لیا جائے گا۔“

وہ بولے: ”آپ ہم سے جو چاہیں رقم لیں مگر اس کو جزیہ نہ کہا جائے۔“ آپ نے فرمایا ”ہم تو اسے جزیہ کہیں گے تم جو چاہو اس کا نام رکھو“ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے امیر المؤمنین! کیا سعد بن مالک (ابو وقاص) نے دو گنا صدقہ مقرر نہیں کیا تھا؟“ آپ نے فرمایا ”کیوں نہیں مقرر کیا تھا؟“ اس کے بعد وہ اس بات پر رضامند ہو گئے اور ان کا وفد واپس ہو گیا۔

ولید کی معزولی:

قبیلہ تغلب میں تکبر و سرکشی تھی اور وہ ولید بن عقبہ سے ہمیشہ جھگڑتے رہے ولید نے انہیں قابو میں رکھنا چاہا۔ یہ خبریں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچ گئیں آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ حملہ نہ کر بیٹھیں۔ اس لیے آپ نے ان کو معزول کر دیا اور فرات بن حیان کو ان کا حاکم بنایا ان کے شریک کار ہند بن عمرو الجملی بھی تھے۔ جزیہ ۷۷ھ میں بمابہ ذوالحجہ فتح ہوا۔



حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سفر شام

محمد بن اسحاق (صاحب البخاری) کا قول ہے کہ ۷ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ سے سفر شام کے لیے روانہ ہوئے تاکہ جہاد کریں جب آپ سرغ کے مقام پر پہنچے تو مسلمان سپہ سالاروں نے آپ سے ملاقات کی اور آپ کو اس بات کی اطلاع دی کہ اس سر زمین میں بیماری پھیلی ہوئی ہے تو آپ مسلمانوں کو لے کر واپس چلے گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جہاد کی نیت سے روانہ ہوئے آپ کے ساتھ مہاجرین و انصار کی بڑی تعداد تھی اور لوگ مکمل طور پر تیار ہو کے نکلے تھے۔ جب آپ سرغ کے مقام پر مقیم ہوئے تو وہاں کے سپہ سالار (حضرت) ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، یزید بن ابی سفیان اور شریحیل بن حسن رضی اللہ عنہم ملاقات کے لیے آئے انہوں نے یہ اطلاع دی کہ اس سر زمین میں بیماری پھیلی ہوئی ہے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تم قدیم مہاجرین کو جمع کرو“۔ جب میں نے انہیں اکٹھا کر لیا تو آپ نے ان سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے مختلف خیالات کا اظہار کیا کسی نے یہ کہا:

سفر پر اختلاف:

”آپ اس لیے روانہ ہوئے ہیں کہ آپ اللہ کی رضا مندی اور اس کا ثواب حاصل کریں اس لیے ہماری یہ رائے نہیں ہے کہ کوئی آنے والی مصیبت آپ کو اس مقصد سے روکے“۔ دوسرے شخص نے یہ کہا ”یہ تباہ کن مصیبت ہے اس لیے ہماری رائے یہ ہے کہ آپ پیش قدمی نہ کریں“ جب ان میں بہت اختلاف ہوا تو آپ نے انہیں منتشر کر دیا اور فرمایا ”انصار کو جمع کرو“ جب میں نے انہیں بھی اکٹھا کر لیا تو آپ نے ان سے مشورہ طلب کیا وہ بھی مہاجرین کے طریقے پر چلے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے پہلے گروہ کی باتیں سن لی تھیں اور اسی طرح بولتے رہے جب ان میں بھی اختلاف پیدا ہوا تو آپ نے فرمایا ”تم میرے پاس سے چلے جاؤ“ اس کے بعد آپ نے فرمایا ”تم فتح مکہ کے مہاجر قریش کو بلاؤ“ چنانچہ میں انہیں بلا لایا آپ نے ان سے مشورہ طلب کیا تو ان میں سے دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہیں کیا بلکہ سب نے کہا:

”آپ مسلمانوں کو لے کر واپس چلے جائیں کیونکہ اس میں مصیبت اور تباہی ہے“ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا: ”اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! تم لوگوں میں اعلان کر دو اور بتاؤ کہ امیر المؤمنین تمہیں بلا رہے ہیں“ جب سب مسلمان جمع ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لوٹنے کا فیصلہ:

”اے لوگو! میں واپس جا رہا ہوں تم بھی واپس چلو“ اس پر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: ”کیا آپ اللہ

کی تقدیر سے بھاگ کر جا رہے ہیں؟“۔

اعتراض کا جواب:

آپ نے فرمایا: ہاں! اللہ کی تقدیر سے بھاگ کر اللہ کی تقدیر کی طرف (ہم جا رہے ہیں) کیا تم نے دیکھا کہ اگر کوئی شخص ایسی وادی میں اترے جس کے دو کنارے ہوں ایک کنارہ سرسبز ہو اور دوسرا کنارہ خشک ہو تو جو خشک کنارے پر پھرتا ہے وہ بھی اللہ کی تقدیر ہے اور جو سرسبز کنارے کی چراگاہ میں پھرتا ہے وہ بھی اللہ کی تقدیر کے مطابق یہ فعل کرتا ہے پھر آپ نے فرمایا ”اے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ! کاش کہ تمہارے علاوہ اور کوئی شخص یہ بات کہتا۔ بعد ازاں آپ انہیں (حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو) لوگوں سے الگ ایک کنارے کی طرف لے گئے اس اثناء میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی آگئے وہ مسلمانوں سے پیچھے رہ گئے تھے اور گذشتہ دن کے اجتماع میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے انہوں نے پوچھا ”کیا بات ہے؟ اس پر انہیں تمام حال بتایا گیا وہ بولے ”مجھے اس کے بارے میں علم ہے“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”ہمارے نزدیک تم امین و صادق ہو“۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث:

”تمہیں کیا بات معلوم؟“ انہوں نے کہا ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے“ جب تم یہ سنو کہ وہاں کسی شہر میں ہے تو تم وہاں نہ جاؤ اور جب تم وہاں موجود ہو اور وہاں یہ وہاں نازل ہوگی ہو تو تم وہاں سے بھاگ کر نکلو اور تمہارے نکلنے کا صرف یہ سبب نہ ہو“ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”اللہ کا شکر ہے (کہ یہ حدیث ہمارے عزم کے مطابق ثابت ہوئی) اے لوگو! واپس چلو“ چنانچہ وہ لوگوں کو لے کر واپس چلے گئے۔

حضرت زہری کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صرف عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث سن کر واپس گئے تھے اور جب وہ واپس چلے گئے تو سپہ سالار بھی اپنی عمل داری کی طرف واپس چلے گئے۔

طاعون کی وباء:

سیف کی روایت ہے کہ طاعون شام و مصر و عراق میں پھیلا اور شام میں برقرار رہا اور اس طاعون کی وجہ سے جو محرم اور صفر کے مہینوں میں نازل ہوا تھا ان شہروں کے بہت سے لوگ مر گئے۔ اس کے بعد شام کے علاوہ تمام شہروں سے یہ طاعون رخصت ہو گیا اور اس بات کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی لہذا وہ (سفر شام کے لیے) روانہ ہوئے جب وہ شام کے قریب پہنچے تو انہیں یہ اطلاع ملی کہ (یہ وبا) وہاں پہلے سے بھی زیادہ شدید ہے تو انہوں نے اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

”جب کسی سرزمین میں وبا ہو تو تم وہاں نہ جاؤ اور جب کسی سرزمین میں یہ وبا نازل ہو جائے تو تم وہاں نہ جاؤ اور وہاں سے مت نکلو“۔

اسلامی شہروں کے بارے میں رائے:

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے لوٹ آئے لوگوں نے اس بارے میں لکھا اور یہ بھی لکھا کہ ان کے قبضے میں موروثی مال ہے لہذا آپ نے ۷ھ میں جمادی الاول کے مہینے میں لوگوں کو اکٹھا کیا اور ان سے شہروں کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ آپ نے فرمایا:

”میں مسلمانوں کے شہروں کی سیاحت کرنا چاہتا ہوں تاکہ آثار و احوال کا خود مشاہدہ کروں تم مجھے اس بارے میں مشورہ دو۔“

اس مجمع میں کعب الاحبار بھی موجود تھے اور اسی سال وہ مسلمان ہوئے تھے وہ بولے:

”اے امیر المؤمنین! آپ اپنے سفر کا آغاز کون سے مقام سے کرنا چاہتے ہیں؟“

آپ نے فرمایا: ”عراق سے“ وہ بولے: ”آپ ایسا نہ کریں کیونکہ برائی کے دس حصے ہیں اور بھلائی کے بھی دس حصے ہیں برائی کا ایک حصہ مغرب میں ہے اور نو حصے مشرق میں ہیں اسی طرح بھلائی کا صرف ایک حصہ مشرق میں اور نو حصے مغرب میں ہیں مشرق ہی میں شیطان کا سینگ اور ہر مہلک بیماری ہے۔“

کوفہ کی فضیلت:

سیف کی دوسری روایت ہے کہ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھ کر فرمانے لگے اے امیر المؤمنین! خدا کی قسم! کوفہ ہجرت کے بعد دوسری ہجرت کا مقام ہے یہ اسلام کا مرکز ہے ایک دن ایسا آئے گا کہ مومن وہیں آئے گا اور (وہاں آنے کا) مشتاق ہوگا۔ ابو امامہ کی روایت ہے کہ (اس موقع پر) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے امیر المؤمنین! مغرب شرارتوں کی زمین ہے۔ برائی کے سو حصے ہیں اس میں سے صرف ایک حصہ (تمام دنیا کے) لوگوں میں ہے اور باقی تمام (نانوائیں) حصے وہاں ہیں۔ ابو ماجہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”کوفہ اللہ کا نیزہ اور اسلام کا مرکز قبہ ہے اور عربوں کا مغز ہے اہل کوفہ نہ صرف اپنی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہیں بلکہ دوسرے شہروں کی امداد بھی کرتے ہیں طاعون عمواس میں ہلاک ہونے والوں کا موروثی مال ضائع ہو گیا ہے اس لیے میں وہیں سے آغاز کرتا ہوں۔“

شام کا سفر:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”شام میں مسلمانوں کے موروثی مال ضائع ہو رہے ہیں وہیں سے میں (سفر کا) آغاز کرتا ہوں ان کے ورثوں کو میں تقسیم کروں گا پھر میں لوٹ کر باقی شہروں میں گھوموں گا اور انہیں اپنے احکام دوں گا“ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام چار مرتبہ تشریف لائے دو مرتبہ ۱۶ھ میں گئے اور دو مرتبہ ۱۷ھ میں روانہ ہوئے۔ مگر اس سال (۱۷ھ میں) پہلی مرتبہ شام میں داخل نہیں ہوئے۔

بعض ممالک کے بارے میں حدیث:

محمد بن مسلمہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”حفاظت (حفظ) کے دس حصے ہیں اس کے نو حصے ترکوں میں ہیں اور ایک حصہ باقی لوگوں میں ہے بخل کے دس حصے ہیں اس کے نو حصے فارس میں ہیں اور ایک حصہ (دنیا کے) باقی لوگوں میں ہے۔ سخاوت کے دس حصے ہیں اس کے نو حصے سوڈان میں اور ایک حصہ باقی لوگوں میں ہے شرم و حیا کے دس حصے ہیں اس کے نو حصے عورتوں میں ہیں اور ایک حصہ باقی لوگوں میں ہے حسد کے دس حصے ہیں اس کے نو حصے عرب میں ہیں اور ایک حصہ (دنیا کے) باقی لوگوں میں ہے تکبر کے دس حصے ہیں اس کے نو حصے روم میں اور ایک حصہ (دنیا کے) دیگر افراد میں ہے۔“

طاعون عمواس

عمواس کے طاعون کی خبروں میں اختلاف ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ کون سے سن میں نمودار ہوا۔ محمد بن اسحاق (صاحب المغازی) مسلمہ کی روایت سے بیان کرتے ہیں ”پھر ۱۸ھ شروع ہوا اس سال عمواس کا طاعون پھیلا جس میں بہت سے لوگ فنا ہوئے (اسی مرض میں) حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے وفات پائی جب کہ وہ مسلمانوں کی فوج کے سپہ سالار تھے۔ نیز حضرات معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، یزید بن ابوسفیان، حارث بن ہشام، سہیل بن عمرو، عتبہ بن سہیل رضی اللہ عنہ اور دیگر معزز مسلمانوں نے (اس مرض میں) وفات پائی۔

ابومعشر روایت کرتے ہیں کہ عمواس اور جابہ کا طاعون ۱۸ھ میں ہوا۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی وضاحت:

محمد بن اسحاق کی روایت میں طارق بن شہاب بجلی بیان کرتے ہیں ”ہم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جب کہ وہ اپنے کوفہ کے گھڑ میں تھے تاکہ ہم ان سے باتیں کریں جب ہم بیٹھ گئے تو انہوں نے فرمایا:

”تمہارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ تم (اس بات کو) پوشیدہ رکھو کیونکہ گھر میں ایک انسان اس مرض میں مبتلا ہے اور نہ تمہارے لیے (اس بات میں) کوئی مضائقہ ہے کہ تم اس ہستی سے چلے جاؤ اور اپنے ملک کے کھلے اور پاکیزہ مقام میں رہو تاکہ یہ وبادور ہو جائے۔ دراصل مکروہ اور پرہیز کے قابل یہ بات ہے کہ کوئی یہ خیال کرے کہ اگر وہ یہاں رہے گا تو وہ مر جائے گا اور جو کوئی یہاں قیام کرے اور اس کو یہ بیماری لگ جائے تو وہ یہ خیال کرے کہ اگر وہ چلا جاتا تو اسے یہ بیماری نہ لگتی لیکن اگر کوئی مرد مسلمان اس قسم کا عقیدہ نہ رکھے تو اس کے نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط:

میں عمواس کے طاعون کے موقع پر (حضرت) ابو عبیدہ بن الجراح کے ساتھ شام میں تھا جب یہ بیماری عام ہو گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے انہیں نکالنے کے لیے یہ خط تحریر کیا:

”مجھے تمہارے ساتھ ایک ضروری کام درپیش ہے میں چاہتا ہوں کہ اس معاملے میں تم سے بالمشافہ بات کروں لہذا جب تم میرا خط مطالعہ کرو تو فوراً میرے پاس آنے کے لیے روانہ ہو جاؤ۔“

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ وہ انہیں اس وبا سے نکالنا چاہتے ہیں اس لیے انہوں نے فرمایا اللہ امیر المؤمنین کی مغفرت فرمائے پھر انہوں نے یہ خط لکھا:

”اے امیر المؤمنین! مجھے آپ کے مقصد کا علم ہو گیا ہے مگر میں مسلمانوں کے لشکر میں ایسی حالت میں ہوں کہ میں یہاں

سے نکل نہیں سکتا۔ بلکہ میں انہیں چھوڑنا نہیں چاہتا ہوں تا آنکہ اللہ ان کے اور میرے بارے میں اپنا فیصلہ صادر نہ کرے لہذا آپ مجھے اس بات سے معاف فرمائیں اور مجھے اپنے لشکر میں رہنے دیں۔“

دوبارہ خط:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خط پڑھا تو آپ رونے لگے لوگوں نے پوچھا ”اے امیر المؤمنین! کیا (حضرت) ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے ہیں آپ نے فرمایا نہیں مگر انہوں نے کچھ ایسی بات کہی ہے۔“ پھر آپ نے یہ خط لکھا:

”السلام علیک! تم نے لوگوں کو گہرے اور نشیبی علاقے میں بسا رکھا ہے۔ انہیں بلند اور پاکیزہ مقام پر منتقل کر دو۔“

وباء کا آغاز:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام مبارک حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے بلایا اور فرمایا: ”اے ابو موسیٰ! امیر المؤمنین کا میرے پاس خط آیا ہے جیسا کہ تم نے ملاحظہ کیا لہذا تم نکل کر مسلمانوں کے لیے (عمدہ) مقام تلاش کرو۔ تاکہ تمہارے پیچھے میں بھی آؤں۔“ یہ سن کر میں روانہ ہونے کے لیے اپنے گھر آیا تو میں نے دیکھا کہ میری بیوی بیمار ہو گئی ہے میں لوٹ کر ان کے پاس گیا اور ان سے کہا میرے گھر میں بیماری آ گئی ہے وہ بولے شاید تمہاری بیوی کو یہ مرض لگ گیا ہے میں نے کہا ”جی ہاں“ اس پر انہوں نے اپنے اونٹ کو تیار کرنے کا حکم دیا اس کے بعد جونہی انہوں نے رکاب میں پاؤں رکھا کہ انہیں طاعون کا مرض لاحق ہو گیا۔ آپ نے فرمایا ”بخدا میں بھی مبتلا ہو گیا ہوں۔“ پھر وہ لوگوں کو ساتھ لے کر جابہ میں آ گئے تا آنکہ وباء دور ہو گئی۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ جب وباء عام ہوئی تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر یوں مخاطب

ہوئے:

”اے لوگو! (وبا کی) یہ تکلیف تمہارے پروردگار کی طرف سے رحمت اور تمہارے پیغمبر کا بلاوا ہے۔ یہ ان نیک بندوں جیسی موت ہے جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔ اس لیے ابو عبیدہ اللہ سے دعا مانگتا ہے کہ وہ اسے (تکلیف) سے بہرہ ور کرے۔“

اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ انہیں طاعون ہو گیا اور وہ فوت ہو گئے۔ ان کے بعد ان کے جانشین حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہوئے انہوں نے بھی (ان کی طرح) یہ تقریر کی:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا خطاب:

اے لوگو! یہ تکلیف تمہارے رب کی رحمت اور تمہارے پیغمبر کی طرف سے بلاوا ہے یہ ان نیک بندوں جیسی موت ہے جو تم سے پہلے گزرے تھے اس لیے معاذ! اللہ سے دعا مانگتا ہے کہ وہ اس کی آل کو اس (تکلیف) سے بہرہ ور کرے۔ چنانچہ ان کے فرزند عبدالرحمن بن معاذ طاعون میں مبتلا ہوئے اور فوت ہو گئے پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اپنے لیے دعا مانگی تو وہ بھی طاعون میں مبتلا ہو گئے طاعون کا اثر ان کی ہتھیلی سے شروع ہوا تھا اور میں نے یہ دیکھا کہ وہ اسے دیکھ کر چومتے تھے اور یہ فرماتے تھے: ”میں نہیں چاہتا ہوں کہ مجھے اس کے بدلے میں دنیا کا کوئی حصہ ملے۔“

عمر و بن العاص رضی اللہ عنہما کا مشورہ:

جب ان کی وفات ہوئی تو حضرت عمر و بن العاص رضی اللہ عنہما ان کے جانشین ہوئے انہوں نے کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے یہ

تقریر کی:

”اے لوگو! یہ بیماری جب نمودار ہوتی ہے تو آگ کی طرح بھڑکتی ہے لہذا تم جلدی کر کے پہاڑوں کی طرف منتقل ہو جاؤ۔“

ابو واثلہ ہندی رضی اللہ عنہ نے کہا:

”خدا کی قسم! تم جھوٹ بولتے ہو خدا کی قسم! میں بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہا ہوں، تم میرے اس گدھے سے بھی بدتر ہو۔“

وہ بولے:

”میں تمہاری بات کی تردید نہیں کروں گا تاہم تم یہاں نہیں رہو گے۔“

اس کے بعد وہ مسلمانوں کو لے کر روانہ ہو گئے۔ لوگ الگ الگ ہو گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ وبادور کر دی۔

جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کو حضرت عمر و بن العاص رضی اللہ عنہما کے خیالات کا علم ہوا تو بخدا انہوں نے اس فعل کو ناپسند نہیں

فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ کی دعا:

ابو قلابہ عبد اللہ بن زید جرمی فرماتے ہیں مجھے یہ اطلاع ملی تھی کہ (حضرت) ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما اور (حضرت) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما

نے فرمایا:

”یہ تکلیف تمہارے لیے رحمت ہے اور تمہارے پیغمبر ﷺ کی دعا ہے اور تم سے پہلے نیک بندوں کی موت ہے۔“

(یہ سن کر) میں کہا کرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیسے اپنی امت کے لیے یہ دعا مانگی تا آنکہ ایک معتبر راوی نے یہ بیان کیا۔

کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے کہ آپ کے پاس (حضرت) جبریل علیہ السلام آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ

تمہاری امت طاعون سے فنا ہوگی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگتے تھے:

”اے اللہ! وہ طاعون سے فنا ہوں۔“

اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ حضرت ابو عبیدہ و معاذ رضی اللہ عنہما کا اشارہ اس (حدیث) کی طرف تھا۔

نئے حکام:

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو حضرات ابو عبیدہ اور یزید بن ابوسفیان کی موت کی خبر موصول ہوئی تو

انہوں نے حضرت معاویہ بن ابوسفیان کو دمشق کا سپہ سالار اور یہاں کے خراج کا نگران مقرر کیا اور شرمیل بن حسنہ رضی اللہ عنہما کو اردن کا

سپہ سالار اور حاکم خراج مقرر فرمایا۔

خطرناک و باء:

سیف کی روایت یہ ہے کہ عمرو اس کا طاعون لے اٹھ میں ہوا۔ مسلمانوں کا خیال ہے کہ عمرو اس کا طاعون بہت خطرناک ہے اس میں (بہت عظیم افراد) فوت ہوئے اور ایسا طاعون پہلے کبھی نہیں دیکھنے میں آیا اس موقع پر دشمن نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا (اور اسے اس سے فائدہ پہنچا) مسلمانوں کے دل دہل گئے تھے۔ اس میں بہت سے لوگ فوت ہوئے یہ بیماری کئی مہینوں تک رہی تا آنکہ لوگ اس سے بہت تگ آ گئے۔

بصرہ میں و باء:

ابوسعید کی روایت ہے کہ بصرہ میں بھی اس (طاعون) سے بہت جانی نقصان پہنچا ایسے موقع پر قبیلہ تمیم کے ایک شخص نے اپنے ایک عجمی غلام کو حکم دیا کہ وہ اس کے اکلوتے اور ننھے بیٹے کو لے کر ایک گدھے پر سوار ہو جائے اور اسے سفوان پہنچا دے پھر رات کے آخر حصے میں خود بھی اس غلام کے پیچھے روانہ ہوا جب وہ سفوان کے قریب پہنچا جہاں اس کا غلام اور بیٹا اس کے قریب تھے تو اس موقع پر غلام نے بلند آواز سے یہ شعر پڑھا ”وہ گدھے پر یا تیز رفتار اسیل گھوڑے پر سوار ہو کر اللہ سے نہیں بھاگ سکیں گے کیونکہ کبھی موت مسافر شب رو کے سامنے ہوتی ہے“۔

غیبی آواز:

اس غیبی کو اس آواز کے بارے میں شک و شبہ ہوا تو وہ آگے بڑھا تو وہ اس کا غلام تھا آقا نے کہا تم نے کیا کہا تھا وہ بولا مجھے کچھ خبر نہیں ہے مالک نے کہا واپس چلے جاؤ چنانچہ غلام اس کے فرزند کو لے کر واپس چلا کیونکہ انہیں ایسا معلوم ہوا کہ انہیں کسی غیبی آواز نے خبردار کیا ہے اس لیے وہ شخص طاعون والی زمین کی طرف جانے لگا پھر پس و پیش کرتا رہا تو اس کے عجمی غلام نے یہ شعر پڑھا:

”اے رنج و غم محسوس کرنے والے! تم وہم مت کرو اگر تمہاری قسمت میں بخار میں مبتلا ہونا لکھا ہے تو تم ضرور بخار میں مبتلا ہو گے“۔



آخری سفر شام

۷۱ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بروایت سیف شام کا آخری سفر کیا اور اس کے بعد پھر وہاں نہیں گئے محمد بن اسحاق کی روایت کو ہم ابھی بیان کر چکے ہیں۔

سیف کی روایت ہے کہ جب (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ (شام کے لیے) روانہ ہوئے تو انہوں نے مدینہ میں (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کو جانشین بنایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ چل پڑے آپ تیز رفتاری کے ساتھ سفر کرتے رہے اور ایلہ کا راستہ اختیار کیا۔ جب آپ اس کے قریب آئے تو آپ راستے سے ہٹ گئے آپ کا غلام بھی آپ کے پیچھے گیا آپ نے (ایک جگہ) اتر کر پیشاب کیا پھر واپس آ کر آپ اپنے اونٹ پر سوار ہو گئے اس پر الٹی پوستان پڑی ہوئی تھی۔ اس کے بجائے غلام کو آپ نے اپنا اونٹ دے دیا جب اس غلام کو آگے کے لوگ ملے تو انہوں نے پوچھا ”امیر المؤمنین کہاں ہیں؟“ تو وہ بولا ”تمہارے سامنے ہیں“ اس سے مراد اس کی ذات تھی وہ آگے بڑھ کر ایلہ پہنچا اور وہاں قیام کیا اس وقت ملاقاتیوں سے کہہ دیا گیا کہ امیر المؤمنین شہر ایلہ میں داخل ہو گئے ہیں اور وہیں مقیم ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سادگی:

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایلہ پہنچے تو ان کے ساتھ مہاجرین و انصار کی ایک جماعت تھی اس وقت آپ نے وہاں کے بشف (اسقف) کو اپنی ایک قمیض دی جو طویل سفر میں بیٹھے رہنے سے پیچھے سے پھٹ گئی تھی آپ نے فرمایا:

”تم اسے دھلو اور اس میں پیوند لگا دو۔“

بشف قمیض لے کر چلا گیا اور اس میں پیوند لگوا دیا اور اس جیسی دوسری قمیض بھی سلوادی اور اسے لے کر (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا آپ نے دریافت کیا ”یہ کیا ہے؟“

بشف نے کہا ”یہ آپ کی قمیض ہے جسے میں نے دھلوا دیا ہے اور اس میں پیوند لگوا دیا ہے یہ دوسری چیز میری طرف سے پوشاک (آپ کی خدمت میں تحفہ) ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس قمیض کو دیکھا اور اسے پوچھا پھر آپ نے اپنی قمیض زیب تن فرمائی اور وہ (دوسری) لوٹا دی اور فرمایا (ہماری) ”یہ قمیض پینے کو زیادہ جذب کرتی ہے۔“

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نصیحت:

رافع بن عمرو فرماتے ہیں ”میں نے جابیہ کے مقام پر (حضرت) عباس رضی اللہ عنہ کو (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ”چار چیزیں ایسی ہیں جس نے ان پر عمل کیا تو اس نے عدل و انصاف کا پورا حق ادا کر دیا۔ (وہ یہ ہیں) ۱۔ مال میں

دیانتداری ۲- تقسیم میں مساوات ۳- ایقائے عہد ۴- عیوب سے پاک و صاف ہونا۔ یہ چیزیں تمہاری ذات اور اہل و عیال کو پاکیزہ بناتی ہیں۔

شام کے انتظامات:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وظائف تقسیم کیے اور موسم گرما اور موسم سرما کی الگ الگ فوجیں مقرر کیں اور شام کی سرحدوں اور چوکیوں کو محفوظ بنایا اور وہاں کے علاقے کا گشت کیا اور ہر ضلع میں گھومے آپ نے عبداللہ بن قیس کو ہر ضلع کے ساحلی علاقوں کا حاکم بنایا۔ شرحبیل کو معزول کیا اور معاویہ کو حاکم بنایا۔ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ وغیرہ کو ان کا ماتحت بنایا۔ حضرت شرحبیل نے ان سے کہا:

”کیا آپ ناراضگی کی وجہ سے مجھے معزول کر رہے ہیں۔“

آپ نے فرمایا:

”نہیں تم ویسے ہی ہو جیسے میں تمہیں پہلے پسند کرتا تھا۔ البتہ میں زیادہ طاقتور شخص کو (اس کام کے لیے) ترجیح دوں گا۔“

آپ نے عمرو بن عسہ رضی اللہ عنہ کو اہراء پر حاکم مقرر کیا اور ہر چیز کا انتظام کیا پھر آپ نے لوگوں کو الوداع کہا۔

عدی ابن سہیل کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اپنی سرحدوں اور دیگر امور سے فارغ ہوئے تو آپ نے میراث کی تقسیم کی اور لوگوں کو ایک دوسرے کا (جائز) وارث مقرر کیا اور ہر خاندان میں جو زندہ بچے انہیں وارث کی حیثیت سے (مناسب حصہ) تقسیم کیا۔

حضرت شععی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حارث بن ہشام ستر رشتہ داروں کے ساتھ آئے تھے۔ ان میں صرف چار زندہ بچے۔

شام میں آخری تقریر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام سے مدینہ منورہ کی طرف ماہ ذوالحجہ میں واپس آئے۔ جب انہوں نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے مسلمانوں کے سامنے تقریر کی اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

تم آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے اپنے دور خلافت میں تمہارے وہ تمام حقوق ادا کیے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر مقرر کیے ہیں۔ ہم نے تمہارے مال غنیمت اور گھروں کی تقسیم میں عدل و انصاف سے کام لیا اس طرح تمہارے جنگی امور میں بھی انصاف کیا اور جو تمہارے حقوق تھے وہ سب ادا کیے ہم نے تمہارے لیے فوجوں کا انتظام کیا تمہاری سرحدوں کی حفاظت کی۔ تمہیں آباد کیا اور جہاں تک تمہارا مال غنیمت حاصل ہوا اس کے مطابق ہم نے تمہیں وسیع حصہ دیا۔ اور تمہاری غذائیں پوری کیں ہم نے حکم دیا کہ تمہیں عطیات اور وظائف دیئے جائیں اور تمہیں ہر ممکن امداد دی جائے۔

”جسے کچھ معلومات حاصل ہوں اسے چاہیے کہ وہ اس پر عمل بھی کرے اور ہمیں اطلاع بھی دے ان شاء اللہ ہم اس پر

عمل کریں گے تمام اختیار اللہ ہی کو حاصل ہے۔“

اذان بلال رضی اللہ عنہ سے رقت:

(اس اثناء میں) نماز کا وقت ہو گیا تو لوگوں نے کہا ”آپ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیں کہ وہ اذان دیں چنانچہ آپ کے حکم

کے مطابق انہوں نے اذان دی جب وہ اذان دے رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابی رونے لگے یہاں تک کہ ان کی داڑھی (رونے سے) تر ہو گئی سب صحابیوں سے زیادہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو رہے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو روتے دیکھ کر دوسرے مسلمان بھی رونے لگے کیونکہ انہیں عہد رسالت یاد آ گیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت:

ابو عثمان اور ابو حارثہ کی روایت ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ قنسرین کے حاکم رہے تا آنکہ انہوں نے ایک جنگی مہم میں حصہ لیا وہاں مال غنیمت ملا اور اپنے حصے میں تقسیم کیا۔

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی۔ کہ (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ حمام میں گئے اور وہاں انہوں نے ایسی چیز سے جسم کی ماش کی۔ جس میں شراب ملی ہوئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے خالد رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

”مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم نے شراب کو جسم پر ملا ہے۔ حالانکہ اللہ نے شراب کا ظاہر و باطن سب کچھ حرام کیا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کی ظاہری اور اندرونی دونوں صورتیں حرام کی ہیں اللہ نے جس طرح شراب کا پینا حرام کیا ہے اسی طرح اس کا چھونا بھی حرام کیا ہے لہذا یہ تمہارے جسم کو مس نہ کرے کیونکہ یہ نجس اور ناپاک ہے اور اگر تم نے ایسا کوئی کام کیا ہے تو اس کا اعادہ مت کرو“۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے (جواب میں) انہیں لکھا: ”ہم نے اسے تبدیل کر دیا ہے یہ شراب نہیں رہی ہے بلکہ دھونے والی اور پاک و صاف کرنے والی چیز بن گئی ہے“۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر یہ تحریر فرمایا:

”میرا خیال ہے کہ مغیرہ کا خاندان (جو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا خاندان ہے) جفا کاری میں مبتلا ہے۔ اللہ تمہیں اس پر موت نہ دے“۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی

۷۱ھ میں حضرات خالد بن الولید رضی اللہ عنہ اور عیاض بن غنم سیف کی روایت کے مطابق دشمن کی سرحد میں داخل ہوئے اور وہاں گھس کر انہوں نے مال غنیمت حاصل کیا وہ جابیہ سے اس طرف روانہ ہوئے تھے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ چلے گئے تو اس وقت حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ حمص کے حاکم تھے حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کے ماتحت قنسرین کے حاکم تھے دمشق کے حاکم یزید بن سفیان تھے۔ اردن کے حاکم معاویہ تھے فلسطین کے حاکم علقمہ بن مجزر تھے۔ ابراء کے حاکم عمرو بن عبسہ تھے۔ سواحل کے حاکم عبداللہ بن قیس تھے ہر علاقہ پر ایک حاکم مقرر تھا چنانچہ آج تک شام و مصر و عراق کی چھاؤنیاں اور فوجی مراکز اسی طرح قائم ہیں کوئی فوج ایک دوسرے کی عمل داری سے آگے نہیں بڑھتی تھی۔ بجز اس صورت کے کہ کوئی کفر اختیار کرنے کے بعد وہاں گھس جائے۔ بہر حال اس قسم کی (انتظامی صورت) ۷۱ھ میں اعتدال پر تھی۔

کثرت مال کی شکایت:

جب (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ اس (جنگی مہم) سے واپس آئے تو لوگوں کو یہ اطلاع ملی۔ کہ ان کے گروہ نے بہت مال حاصل کیا ہے تو مختلف اطراف سے لوگ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس مال حاصل کرنے کے لیے آئے ان میں سے اشعث بن قیس بھی تھے جو (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ کے پاس قسریں میں طلب مال کے لیے آئے تھے اور انہوں نے اشعث کو دس ہزار کا عطیہ دیا۔

معز ولی کا حکم:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا کوئی فعل پوشیدہ نہیں رہا۔ کیونکہ انہیں عراق سے تحریری طور پر یہ اطلاع مل گئی تھی کہ کون کون (جنگی مہم کے لیے) روانہ ہوئے تھے۔ نیز شام سے یہ اطلاع ملی تھی کہ کن لوگوں کو عطیات دیے گئے تھے۔ لہذا آپ نے قاصد کو بلوایا اور اس کے ہاتھ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

”وہ خالد کو کھڑا کر کے ان کے عمامہ سے باندھ دیں اور ان کی ٹوپی اتار لیں۔ تاکہ وہ صاف طور پر بتائیں کہ انہوں نے اشعث کو کہاں سے انعام دیا ہے؟ آیا اپنے مال سے دیا ہے یا مال غنیمت سے عطا کیا ہے۔ اگر وہ کہیں کہ انہوں نے مال غنیمت سے یہ عطیہ دیا ہے تو سمجھو کہ انہوں نے خیانت کا اقرار کیا ہے اور اگر وہ یہ کہیں کہ انہوں نے اپنے مال سے یہ عطیہ دیا ہے تو انہوں نے اسراف کیا ہے ہر حالت میں تم انہیں معزول کر دو۔ تم ان کا کام اپنے ذمے لے لو۔“

قاصد کی جواب طلبی:

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو (اس بارے میں) لکھا جب وہ آئے تو انہوں نے مسلمانوں کو جمع کیا اور خود منبر پر بیٹھ گئے۔ قاصد نے کھڑے ہو کر پوچھا:

اے خالد! کیا تم نے اپنے مال سے دس ہزار کا عطیہ دیا یا مال غنیمت سے (دیا) انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حالانکہ اس نے بار بار دریافت کیا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ خاموش تھے۔ انہوں نے کچھ نہیں کہا پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے: امیر المؤمنین نے تمہارے بارے میں اسی طرح حکم دیا ہے یہ کہہ کر انہوں نے ان کی ٹوپی اتاری اور انہیں ان کے عمامہ سے باندھ دیا اور کہا:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی صفائی:

بتاؤ کیا تم نے (عطیہ) اپنے مال سے دیا یا مال غنیمت سے (دیا)؟ وہ بولے: ”میں نے اپنے مال سے (دیا)“ اس پر انہوں نے (ان کا عمامہ) کھول دیا دوبارہ ٹوپی پہنائی اور پھر اپنے ہاتھ سے ان کا عمامہ باندھا پھر فرمایا:

”ہم اپنے حاکموں کا حکم نہیں گے اور اطاعت کریں گے اور ان کی عزت اور خدمت کریں گے۔“ حضرت خالد رضی اللہ عنہ حیران تھے کہ آیا (انہیں اپنے عہدے سے) معزول کر دیا گیا ہے یا وہ اس پر بحال ہیں؟۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اس بات سے مطلع نہیں کیا۔

طلبی کا حکم:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس (حضرت) خالد رضی اللہ عنہ طویل عرصے تک نہیں آئے تو انہیں یہ خیال ہوا (کہ معز ولی کی خبر

چھپائی گئی ہے) لہذا انہوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو اپنے پاس آنے کے لیے تحریر کیا۔ اس موقع پر حضرت خالد بن ولیدؓ (حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمانے لگے۔ اللہ آپ پر رحم کرے آپ کا اس چھپانے سے کیا مقصد تھا؟ آپ نے وہ بات چھپائی جسے میں آج سے پہلے جاننا چاہتا تھا، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”میں نہیں چاہتا تھا کہ جب تک ممکن ہو میں تمہیں خوف زدہ کروں کیونکہ مجھے یہ معلوم تھا کہ تمہیں اس بات سے رنج ہوگا۔“

الوداعی تقریریں:

اس کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ قنسرین گئے اور اپنی رعایا کے سامنے تقریر کی اور انہیں الوداع کہا پھر وہاں سے روانہ ہو کر حمص آ گئے۔ وہاں بھی انہوں نے عوام کو مخاطب کیا اور انہیں الوداع کہا۔ پھر وہ مدینہ (منورہ) کی طرف روانہ ہو گئے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت:

جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو ان سے شکایت کی اور کہا ”میں نے آپ کی یہ شکایت مسلمانوں کے سامنے بھی بیان کی تھی، خدا کی قسم! آپ نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
مال کا حساب:

(تمہارے پاس) ”یہ دولت کہاں سے آئی“ وہ بولے ”مال غنیمت اور میرے مقرر حصوں سے (آئی) چنانچہ ساٹھ ہزار سے زائد جو رقم ہو وہ آپ کی ہے“ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساز و سامان کی قیمت لگائی تو ان کی طرف بیس ہزار (زائد) نکلے۔ جسے انہوں نے بیت المال میں داخل کر دیا پھر آپ نے فرمایا:
”اے خالد! خدا کی قسم! تم میرے نزدیک بہت شریف ہو اور میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں اور آج کے بعد تمہیں مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔“

معذرت نامہ:

عدی بن سہیل کی روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام شہر والوں کو یہ تحریر فرمایا ”میں نے خالد بن ولیدؓ کو ناراضگی یا بددیانتی کی وجہ سے معزول نہیں کیا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان ان پر فریفتہ ہو گئے تھے اس لیے مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ وہ ان پر بے حد بھروسہ اور اعتماد نہ کریں۔ اور دھوکے میں نہ آجائیں۔ اس لیے میں نے چاہا کہ انہیں حقیقت معلوم ہو جائے کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے اس لیے انہیں کسی فتنے میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔“
خراج تحسین:

حضرت سالم بن ولیدؓ کی روایت ہے کہ جب (حضرت) خالد بن ولیدؓ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے تمثیلاً یہ شعر

پڑھا:

”تم نے بہت بڑے کارنامے انجام دیے کسی نے تمہارے جیسا کام نہیں کیا تاہم تو میں جو کام انجام دیتی ہیں ان کا حقیقی صانع اللہ تعالیٰ ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے ان پر کچھ تاوان مقرر کیا پھر اس کا معاوضہ دے دیا۔ بعد ازاں انہوں نے مسلمانوں کے نام (مذکورہ بالا) خط

لکھا تا کہ انہیں صحیح عذر اور سبب معلوم ہو جائے اور وہ حقیقت سے واقف ہو جائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمرہ:

۷ اھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمرہ ادا کیا اور خانہ کعبہ کی مسجد کی تعمیر کی اور بقول واقدی اس میں توسیع کی۔ آپ نے مکہ معظمہ میں بیس دن تک قیام فرمایا۔ آپ نے ان لوگوں کی عمارتوں کو گرا دیا جنہوں نے فروخت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کے گھروں کی قیمتیں بیت المال میں محفوظ رکھیں تا آنکہ وہ اسے وصول کر لیں۔ آپ نے ماہِ رجب میں عمرہ ادا فرمایا تھا۔ اس وقت آپ نے مدینہ منورہ پر حضرت زید بن ثابت کو جانشین بنایا تھا۔

تعمیر حرم:

واقدی کی روایت ہے کہ آپ نے اس عمرہ کے موقع پر حرم شریف کے چبوتروں کی از سر نو تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اس کام پر آپ نے محمد بن نوفل، ازہر بن عبدعوف، حویطب بن عبدالعزیز اور سعید بن ربیع کو مقرر کیا۔ واقدی ابو عبد اللہ مزینی کی روایت سے بیان کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں:

ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۷ اھ میں عمرہ ادا کرنے مکہ معظمہ آئے جب آپ راستے پر سے گذرے تو پانی والوں نے درخواست کی کہ وہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مکانات تعمیر کرنا چاہتے ہیں اس سے پہلے کوئی عمارت بنی ہوئی نہیں تھی۔ آپ نے اس شرط پر انہیں اجازت دی کہ مسافر سایہ اور پانی حاصل کرنے کا زیادہ حق دار ہوگا۔
حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح:

اس سال حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ کے بطن سے تھیں ان کے ساتھ رخصتی ماہ ذوالقعدہ میں ہوئی۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی معزولی

اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا حاکم بنایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو ماہِ ربیع الاول میں روانہ کریں۔

حضرت سعید بن المسب کی روایت کے مطابق ابوبکر، شبل بن مہدی، بکلی، نافع بن کلدہ اور زیاد نے مغیرہ کے خلاف گواہی دی تھی۔

یعقوب بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ مغیرہ کی قبیلہ بنو ہلال کی ایک عورت ام جمیل کے ہاں آمدورفت تھی اس کا شوہر قبیلہ ثقیف سے تھا جس کا نام حجاج بن عبید تھا وہ فوت ہو چکا تھا۔ جب اس عورت کے ہاں ان کے آمدورفت کی خبر اہل بصرہ کو ملی تو ان پر یہ بات بہت شاق گزری۔ ایک دن مغیرہ اس عورت کے گھر گئے تو لوگوں نے ان پر نگران بنھا دیے تھے اور وہ لوگ جنہوں نے گواہی دی تھی وہاں پہنچ گئے انہوں نے پردہ کھولا تو وہ اس کے ساتھ مشغول کار تھے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت:

ابوبکر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا (اور وہ خود بھی آگے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا ”تم نے اس کی آواز سنی تھی۔ حالانکہ تمہارے اور ان کے درمیان پردہ تھا“ وہ بولے ”ہاں“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”تم برائی کے لیے آئے ہو“ وہ کہنے لگے ”مغیرہ رضی اللہ عنہ مجھے یہاں لائے ہیں“ اس کے بعد انہوں نے تمام قصہ بیان کر دیا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا تقرر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حاکم بنا کر بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ مغیرہ کو روانہ کر دیں۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں (ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو) ایک عمدہ لونڈی پیش کی جس کا نام عقیلہ تھا اور کہا ”میں بخوشی یہ آپ کو پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا۔

واقعی کی روایت کے مطابق مالک بن اوس بن حرثان بیان کرتے ہیں ”میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر تھا۔ جب مغیرہ رضی اللہ عنہ وہاں آئے تھے انہوں نے قبیلہ مرہ کی ایک عورت سے نکاح کر رکھا تھا“ آپ نے اس سے فرمایا ”تم بہت فارغ البال ہو اور شوقین انسان ہو“ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے عورت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا: ”اسے اقطاع کہا جاتا ہے اور اس کا شوہر قبیلہ ثقیف کے خاندان بنو ہلال سے تھا“۔

اصل واقعہ:

ابوجعفر طبری تحریر فرماتے ہیں کہ ابوبکرہ کی مخالفانہ شہادت کی وجہ سیف کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ ابوبکرہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کے ہر کام کو ناپسند کرتے تھے۔ دونوں بصرہ میں پڑوسی تھے۔ ان کے گھروں کے درمیان راستہ (مشترک) تھا یہ دونوں اپنے گھروں کے آمنے سامنے کے بالا خانوں میں رہتے تھے اور ہر ایک میں بالمقابل کھڑکی تھی۔ ایک دفعہ ابوبکرہ کے بالا خانے میں اس کے ساتھ چند افراد باتیں کر رہے تھے کہ اچانک ہوا چلی اور اس سے کھڑکی کا دروازہ کھل گیا ابوبکرہ اسے بند کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو انہوں نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کیونکہ ان کی کھڑکی کا دروازہ بھی کھل گیا تھا (انہوں نے دیکھا کہ) کہ وہ کسی عورت پر دراز ہیں انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا ”کھڑے ہو جاؤ اور دیکھو وہ کھڑے ہو کر دیکھنے لگے وہ بولے ”یہ کون ہے؟“ ابوبکرہ نے کہا ”یہ ام جمیل بنت ارقم ہے جو قبیلہ عامر بن حصصہ کی ہے وہ مغیرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر امراء و اشراف کے پاس آتی رہتی ہے اور اس زمانے میں کچھ عورتوں کا یہی طریقہ ہے“ وہ بولے ”ہم نے نچلا حصہ دیکھا ہے چہرہ کو ہم پہچان نہیں سکیں ہیں“ جب وہ کھڑکی ہوئی تو ان کا (شک و شبہ) بخنتہ ہو گیا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو ہدایات:

جب مغیرہ رضی اللہ عنہ نماز کے لیے نکلے تو ابوبکرہ ان کی نماز پڑھانے میں حائل ہوئے اور کہنے لگے ”آپ نماز نہ پڑھا“ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور (مزید) خط و کتابت کرتے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور فرمایا:

”اے ابوموسیٰ! میں تمہیں حاکم بنا کر ایسی سرزمین کی طرف بھیج رہا ہوں جہاں شیطان نے انڈے دے دیے ہیں اور ان میں سے چوزے بھی نکل آئے ہیں اس لیے جو طریقہ (سنت نبوی کا) تمہیں معلوم ہے اس کی پابندی کرنا اور تبدیل

مت ہو جانا ورنہ اللہ بھی اپنا طریقہ تمہارے ساتھ تبدیل کرے گا۔“

صحابہ رضی اللہ عنہم کا مطالبہ:

وہ بولے ”آپ میری معاونت رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ بھیج کر کیجیے۔ جو مہاجرین و انصار میں سے ہوں۔ کیونکہ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس امت (مسلمانوں) اور اس کے کاموں کے لیے ایسے ہیں۔ جیسے نمک جس کے بغیر کھانا درست نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا ”جو صحابی تمہیں پسند ہوں انہیں لے جاؤ“ انہوں نے انیس صحابہ رضی اللہ عنہم کا انتخاب کیا۔ جن میں حضرات انس بن مالک، عمران بن حصین اور ہشام بن عامر رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ ان سب کو لے کر روانہ ہوئے اور مرید میں قیام کیا۔

معزولی کا حکم:

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو خبر مل گئی کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ مرید میں آ کر مقیم ہو گئے ہیں وہ بولے ”حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ ملاقات کرنے آئے ہیں اور نہ تجارت کی غرض سے آئے ہیں۔ بلکہ وہ امیر و حاکم کی حیثیت سے آئے ہیں“ ابھی وہ یہ گفتگو کر رہے تھے کہ اتنے میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ آ گئے۔ اور انہوں نے اندر آ کر مغیرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام مبارک دیا یہ سب سے مختصر خط تھا۔ اس میں چار جملے تھے جس میں معزولی کا حکم تھا۔ عتاب تھا اور جلد پہنچنے کا حکم تھا۔ وہ خط یہ تھا:

”مجھے اہم خط موصول ہوا ہے۔ اسی لیے میں نے (حضرت) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو حاکم بنا کر بھیج دیا ہے جو کچھ تمہارے قبضے میں ہے وہ سب انہیں سپرد کر کے جلدی واپس آؤ۔“

اہل بصرہ کو خط:

آپ نے اہل بصرہ کو یہ خط تحریر فرمایا تھا:

”میں نے (حضرت) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو تم پر حاکم بنا کر بھیجا ہے تاکہ وہ تمہارے کمزور انسان کو طاقت و انسان سے حق دلوائے اور تمہیں لے کر تمہارے دشمنوں کے خلاف جنگ کرے اور تمہارے راستوں کو پاک و صاف کرے۔“

(حضرت) مغیرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں طائف کی پرورش یافتہ ایک لونڈی پیش کی۔ جو عقیلہ کے نام سے موسوم تھی۔ اور کہا ”میں نے آپ کے لیے اس کا انتخاب کیا ہے۔“

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے خلاف شہادت:

مغیرہ رضی اللہ عنہ ابو بکرہ نافع بن کلدہ، زیاد، شبل بن معبد بن علی رضی اللہ عنہم سب وہاں سے روانہ ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سب کو جمع کیا تو مغیرہ رضی اللہ عنہ بولے ”آپ ان غلاموں سے پوچھیں۔ کہ انہوں نے مجھے کس سمت سے دیکھا۔ آیا سامنے سے دیکھا یا پیچھے سے (دیکھا) نیز انہوں نے عورت کو کس طرح دیکھا۔ یا وہ اسے کیسے پہچان گئے؟ اگر وہ میرے سامنے تھی تو یہ کیسے ممکن ہوا کہ میں نے پردہ نہ کیا ہو۔ اگر وہ میرے پیچھے تھے تو کس قاعدے کے مطابق انہیں میرے گھر میں میری عورت کو دیکھنا جائز ہو گیا؟ خدا کی قسم! میں نے یہ فعل اپنی بیوی کے ساتھ کیا اور وہ اس کے (ام جمیل کے) مشابہ تھی۔“

سب سے پہلے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے شہادت کا آغاز کیا۔ انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے مغیرہ (رضی اللہ عنہ) کو ام جمیل کے ساتھ زنا

کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے دریافت کیا:

”تم نے انہیں کس سمت سے دیکھا؟“ وہ بولے ”میں نے پس پشت دیکھا۔“

پھر شبلی بن معبد کو بلایا گیا تو انہوں نے بھی اسی طرح کی گواہی دی۔

ان سے پوچھا گیا:

”تم نے سامنے سے دیکھا یا پیچھے سے دیکھا؟“ وہ بولے ”میں نے سامنے سے دیکھا۔“

زیاد کی شہادت:

نافع نے بھی ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کے مطابق شہادت دی۔ مگر زیاد نے ان جیسی شہادت نہیں دی۔ بلکہ یہ کہا ”میں نے انہیں ایک عورت کی ٹانگوں کے درمیان دیکھا۔ جس کے حنا آلودہ پاؤں تھے اور وہ حرکت کر رہے تھے اور اس کے سرین کھلے ہوئے تھے۔ نیز میں نے زور زور سے سانس لینے کی آواز سنی“ ان سے پوچھا گیا۔ کیا تم نے انہیں مباشرت کا صحیح فعل کرتے ہوئے دیکھا؟ وہ بولے ”نہیں“ پھر پوچھا گیا ”کیا تم عورت کو پیمانے ہو؟“ وہ بولے ”نہیں“ بلکہ مجھے اس بارے میں شبہ ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”تم الگ ہو جاؤ۔“

گواہوں کو سزا:

اس کے بعد باقی تین گواہوں کے بارے میں حکم دیا:

”انہیں غلط الزام (تہمت) لگانے کے جرم میں کوڑے مارنے کی حد شرعی جاری کرو۔“

چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ آپ نے (حوالے کے طور پر) یہ آیت تلاوت فرمائی:

”اگر وہ پورے گواہ نہ لاسکیں تو وہ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔“

مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

”مجھے ان غلاموں سے نجات دلائیے۔“

آپ نے فرمایا:

”تم خاموش ہو جاؤ۔ اللہ نے تم کو بچایا۔ خدا کی قسم! اگر گواہی مکمل ہو جاتی تو میں تمہیں ضرور سنگسار کرتا۔“



فتح اہواز و مناذر

۶ھ میں سوق الاہواز، مناذر اور نہر تیری ایک روایت کے مطابق فتح ہوئے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ یہ علاقے ۱۶ھ میں مفتوح ہوئے۔

سیف کی روایت ہے کہ ہرمزان اہل فارس کے سات بڑے خاندانوں میں سے ایک خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی عمل داری میں مہر جان قدوق اور اہواز (خوزستان) کے علاقے شامل تھے جب ہرمزان کو جنگ قادسیہ میں شکست ہوئی تو اس نے اپنے علاقے کا رخ کیا اور اس پر قابض ہو گیا اور اس علاقے کے لوگوں کے ذریعے جس سے چاہتا جنگ کرتا تھا۔ چنانچہ ہرمزان اہل میسان دوست و میان پر مناذر اور نہر تیری دونوں راستوں سے حملہ کرنے لگا (ایسی صورت میں) حضرت عتبہ بن غزوآن رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے امداد طلب کی انہوں نے ان کی امداد کے لیے نعیم بن مقرن اور نعیم بن مسعود کو بھیجا اور ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ دونوں میسان اور دستمیان کے بالائی حصے کی طرف جائیں تاکہ وہ ان کے اور نہر تیری کے درمیان رہیں۔

حضرت عتبہ بن غزوآن رضی اللہ عنہ نے سلمیٰ بن القین اور حرملہ بن مریطہ کو بھیجا۔ وہ دونوں قدیم مہاجرین صحابی تھے۔ اور بنو حنظلہ کی شاخ قبیلہ عدویہ سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ دونوں میسان اور دستمیان کی حدود پر مناذر اور دشمن کے درمیان مقیم ہوئے۔ انہوں نے بنو العجم کو بلایا تو غالب وائل اور کلیب بن وائل کلبی ان کے پاس آئے انہوں نے دونوں نعیم کو چھوڑ دیا تھا اور ان سے الگ ہو گئے تھے۔ اور وہ دونوں سلمیٰ اور حرملہ کے پاس آ گئے تھے اور کہنے لگے:

”تم دونوں اپنے خاندان کے ہوتے ہو تمہیں چھوڑ نہیں جاسکتا۔ جب فلاں دن آجائے تو تم دونوں ہرمزان کے مقابلے کے لیے اٹھ کھڑے ہو گے۔ اس وقت ہم میں سے ایک مناذر پر حملہ کرے گا اور دوسرا نہر تیری پر حملہ کرے گا پہلے ہم لڑنے والوں سے جنگ کریں گے پھر ہمارا رخ تمہاری طرف ہوگا۔ اس وقت ہرمزان کو کوئی چیز ان شاء اللہ نہیں بچا سکے گی۔“

بنو العجم کی حمایت:

(یہ کہہ کر) وہ دونوں لوٹ گئے نہ صرف ان دونوں نے (مسلمانوں کی) حمایت کی بلکہ ان دونوں کی قوم بنو العجم بن مالک نے بھی حمایت کی کہتے ہیں کہ انہیں بنو العجم اس لیے کہتے ہیں کہ وہ صحیح راستے سے ہٹ گئے تھے۔ اور انہوں نے اہل فارس کی مدد کی تھی (یہ لوگ اسلام سے پہلے خوزستان میں رہتے تھے)

ہرمزان سے مقابلہ:

جب مقررہ رات آئی تو اس وقت ہرمزان نہر تیری اور دلث کے درمیان تھا سلمیٰ اور ہرملہ صبح سویرے صف آرا ہو گئے اور ان دونوں نے نعیم اور ان کے ساتھیوں کو بھی آمادہ کیا۔ لہذا مسلمانوں کا ہرمزان سے دلث اور نہر تیری کے درمیان مقابلہ ہوا۔ سلمیٰ بن القین اہل بصرہ کی قیادت کر رہے تھے اور نعیم بن مقرن اہل کوفہ کے سردار تھے۔ جب جنگ ہو رہی تھی تو اچانک غالب اور کلیب کی

طرف سے کمک پہنچ گئی۔

ہرمزان کو شکست:

ہرمزان کو یہ اطلاع ملی کہ منازر اور نہر تیری پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اس طرح اللہ نے اس کا اور اس کے ساتھیوں کا دل توڑ دیا اور ہرمزان اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہو گئی۔ مسلمانوں نے جس قدر چاہے ان کے افراد قتل کیے اور جس قدر چاہا مال غنیمت حاصل کیا بلکہ وہ ان کا تعاقب کرتے ہوئے نہر دجیل تک پہنچ گئے۔ اور وہاں تک کے سارے علاقے پر قابض ہو گئے۔ اور سوق الاہواز کے سامنے خیمہ زن ہو گئے ہرمزان نے سوق الاہواز کے پل کو عبور کر لیا تھا اور وہ دوسرے کنارے پر مقیم ہو گیا۔ اس طرح نہر دجیل ہرمزان اور (مسلمانوں کے سپہ سالاروں) سلمیٰ، حرمہ، نعیم و نعیم اور غالب و کلیب کے درمیان تھی۔

ہرم بن حیان کی کھجوریں:

قبیلہ عبدالقیس کا ایک شخص صحار انامی بیان کرتا ہے کہ میں ہرم بن حیان کے پاس کھجوروں کے ٹوکڑے لے کر آیا جب کہ وہ دلث اور دجیل کے درمیان مقیم تھا وہ کھجوروں کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا اس کا اہم توشہ سفر کھجوریں تھیں جب وہ ختم ہو جاتی تھیں تو اسے نئی کھجوریں مہیا کی جاتی تھیں جنہیں وہ ہر حالت میں تناول کرتا تھا خواہ وہ کوچ کرنے کی حالت میں ہو یا پہاڑ پر ہو یا میدان میں ہو۔ ہر جگہ کھجوریں لے جانی جاتی تھیں اور ہر جگہ وہ کھایا کرتا تھا۔

صلح کی درخواست:

جب مسلمان ہرمزان کے قریب اہواز کے مقام پر اس کے سامنے پہنچ گئے تو اس کے اندر مقابلہ کی تاب نہ رہی اس لیے اس نے صلح کے لیے درخواست کی۔ مسلمانوں نے صلح کے بارے میں حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا اور ان سے مشورہ طلب کیا ہرمزان نے بھی ان سے خط و کتابت کی تو حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر کیا کہ نہر تیری منازر اور سوق الاہواز کا وہ علاقہ چھوڑ کر جس پر مسلمان غالب آ گئے تھے۔ باقی ماندہ اہواز کے تمام علاقے اور مہر جان قطرف کے بارے میں صلح کر لی جائے البتہ مذکورہ بالا (مقبوضہ علاقہ) انہیں لوٹایا نہیں جائے گا۔

بصرہ کی سرحدی چوکیاں:

سلمیٰ بن القین نے منازر پر ایک فوجی چوکی بنائی اور اس کا انتظام غالب کے سپرد کیا۔ حرمہ نے بھی نہر تیری پر ایک فوجی چھاؤنی بنائی اور اس کا انتظام کلیب کے سپرد کیا اس طرح یہ دونوں بصرہ کی سرحدی چوکیوں پر مقرر ہو گئے۔

بصرہ کا وفد:

قبیلہ بنو العجم کے بہت سے افراد اور خاندان ہجرت کر کے بصرہ کے گھروں میں آباد ہو گئے اور لگا تار وہاں پہنچنے لگے۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا اور ایک وفد بھی بھیجا۔ جس میں سلمیٰ، حرمہ جو صحابی تھے۔ نیز غالب اور کلیب بھی شامل تھیں بصرہ سے کئی وفد پہنچے آپ نے حکم دیا کہ وہ سب مل کر اپنی ضروریات پیش کریں۔

احنف بن قیس کی تقریر:

اس موقع پر احنف بن قیس نے کہا ”اے امیر المؤمنین! آپ کی وہی حیثیت ہے جیسا کہ انہوں نے بیان کی البتہ کبھی کبھی ہم

آپ کو وہ خبریں نہیں پہنچا سکتے جن پر عوام کا مفاد وابستہ ہے اس وقت حاکم نظروں سے اوجھل باتوں پر مجنوں کے نقطہ نظر کے مطابق ہی غور کر سکتا ہے اور جو بات وہ سنتے ہیں اس کے مطابق اسے علم حاصل ہوتا ہے۔

اضافہ کی درخواست:

ہم لوگ منزل بمنزل فروکش ہوتے رہے یہاں تک کہ ہم ایک خشکی کے حصے میں مقیم ہوئے ہمارے بھائی اہل کوفہ ایک نہایت ہی عمدہ مقام پر مقیم ہیں جہاں شیریں چشمے اور سرسبز باغات ہیں انہیں ہر قسم کے پھل میسر ہیں مگر ہم اہل بصرہ نہایت خراب اور دلدلی زمین میں آباد ہیں اس کا ایک حصہ جنگل میں ہے اور ایک حصہ کھاری سمندر کے قریب ہے ہمارے گھر آدمیوں سے بھرے ہوئے ہیں اور ہماری تعداد زیادہ ہے مگر ہمارا وظیفہ بہت کم ہے۔ ہمارے اندر شرفاء کی تعداد کم ہے اور مصیبت زدہ لوگ زیادہ ہیں ہمارا سکہ (درہم) بڑا ہے مگر ہمارا پیمانہ چھوٹا ہے اللہ نے تمہیں وسعت دی ہے اور ہماری اراضی میں اضافہ کیا ہے لہذا اسے امیر المؤمنین! آپ ہمارے وظائف میں اضافہ کریں اور ہمیں مزید اراضی دیں تاکہ ہم بسراوقات کر سکیں۔“

مزید اراضی:

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے گھروں اور بستوں کے بارے میں تحقیقات کیں اور انہیں مزید اراضی اور جاگیریں دیں کچھ اراضی کسریٰ کے خاندان کی تھی۔ جو دریائے دجلہ اور حجر کے درمیان تھی۔ اسے انہوں نے تقسیم کر لیا تھا۔ باقی شاہی زمینیں اسی حال پر ہیں۔ جس حال میں اہل کوفہ کے قریب کی شاہی اراضی تھی یوں اہل بصرہ کی جاگیروں کے دو حصے ہو گئے تھے۔ ان کا نصف حصہ لوگوں میں تقسیم ہو گیا تھا اور نصف لشکر کے لیے اور جماعتی تقاریب کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا۔

بصرہ کی آبادی:

پہلے (بصرہ میں) وہ دو ہزار سپاہی آباد ہوئے جو جنگ قادسیہ میں شریک تھے پھر بصرہ میں حضرت عتبہ بن غزو ان رضی اللہ عنہ کے ساتھ پانچ ہزار افراد آئے کوفہ میں تیس ہزار افراد تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی تعداد کو اہل بصرہ کے دو ہزار جنگ جو سپاہیوں کے ساتھ ملا دیا تھا۔ یہاں تک کہ انہیں ان کے مساوی قرار دیا۔

آپ نے ان لوگوں کو جو اہواز کی جنگ میں شریک ہوئے تھے ان کے ساتھ ملا دیا پھر آپ نے فرمایا: ”یہ نوجوان اہل بصرہ کا سردار ہے۔“ ان کے بارے میں حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ ان سے مشورہ لیا کریں اور ان کی رائے پر عمل کیا کریں۔ آپ نے سلمیٰ حرمہ غالب اور کلیب کو مناذر اور نہر تیری کی طرف واپس بھیج دیا تاکہ وہ جنگی ضروریات کے لیے تیار رہیں اور وہاں کے خراج کی نگرانی کریں۔

ہرمزان کی بغاوت:

سیف کی روایت ہے کہ جب اہل بصرہ اپنے ان کاموں میں مصروف تھے اس وقت غالب اور کلیب کا ہرمزان سے اراضی کی حدود کے بارے میں اختلاف رونما ہوا اس لیے سلمیٰ اور حرمہ رضی اللہ عنہما ان کے اختلافات کے بارے میں غور کرنے کے لیے پہنچے اور ان دونوں نے غالب اور کلیب کو حق پر پایا اور ہرمزان جھوٹا ثابت ہوا اس لیے انہوں نے ہرمزان کی مخالفت کی اس پر ہرمزان باغی ہو گیا اور اس نے کردوں سے امداد طلب کی۔ اس طرح اس کے لشکر میں بہت اضافہ ہو گیا۔

حضرات سلمیٰ، حرمہ، غالب اور کلیب نے ہرمزان کی بغاوت اور ظلم و سرکشی کا حال حضرت عقبہ بن غزو ان رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا انہوں نے یہ حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا اور انہیں حضرت حرقوص بن زبیر سعدی رضی اللہ عنہ کے (زیر قیادت) امداد بھیجی وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جنگ کرنے کا حکم دیا تھا۔

ہرمزان سے دوبارہ جنگ:

ہرمزان اپنے ساتھیوں کے ساتھ سلمیٰ، غالب، حرمہ اور کلیب کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گیا جب یہ لوگ سوق الہواز کے پل تک پہنچے تو مسلمانوں نے ہرمزان کو یہ پیغام بھیجا:

”یا تم دریا کو عبور کر کے ہماری طرف آؤ یا ہم تمہاری طرف عبور کر کے آتے ہیں۔“

اس نے کہا:

”تم عبور کر کے ہماری طرف آؤ۔“

چنانچہ مسلمان پل پر سے گذر کر وہاں پہنچے اور سوق الہواز کے قریب پل پر جنگ ہوئی یہاں تک کہ ہرمزان کو شکست ہو گئی اور وہ رامہر مزیکی طرف بھاگ گیا اس نے ہضر کے گاؤں کے قریب ایک کے پل پر قبضہ کر لیا اس سے پر رامہر مزیکی فرار ہوا۔
سوق الہواز کی فتح:

حضرت حرقوص رضی اللہ عنہ نے سوق الہواز فتح کر لیا اور وہاں قیام کیا۔ وہ پہاڑ میں مقیم ہوئے سوق الہواز کا تمام علاقہ تتر تک ان کے زیر نگیں ہو گیا۔ انہوں نے جزیہ مقرر کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتح کی اطلاع لکھ کر بھیجی اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ (خمس) بھی بھیجا اور وہاں وفد بھی بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خدا کی حمد و ثنا کی اور ان کے لیے ثابت قدمی اور ترقی کے لیے دعا مانگی۔



فتح تستر

سیف کی روایت کے مطابق ۱۷ھ میں تستر فتح ہوا۔ بقول بعض یہ ۱۶ھ یا ۱۹ھ میں فتح ہوا۔ اس کی فتح کا واقعہ بروایت سیف یہ ہے کہ جب سوق الہواز کی جنگ میں ہرمزان کو شکست ہوئی اور حضرت حرقوص رضی اللہ عنہ نے سوق الہواز فتح کر لیا تو خود وہاں مقیم ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق انہوں نے جزء بن معاویہ کو ہرمزان کے تعاقب میں بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ فتح کے بعد وہ جزء بن معاویہ کو مسرق کی طرف روانہ کریں لہذا جزء بن معاویہ ہرمزان کے تعاقب میں نکلے۔ ہرمزان بھاگ کر رامہر مزی کی طرف جا رہا تھا۔

حضرت جزء بن معاویہ راستے میں دشمنوں کا صفایا کرتے رہے تا آنکہ وہ شمر کے گاؤں میں پہنچے ہرمزان نے وہاں ان کا سخت مقابلہ کیا تو شمر سے حضرت جزء وردق گئے جو مسرق کا شہر تھا وہ آدمیوں سے خالی ہو گیا تھا کیونکہ وہاں کے لوگ اس کی حفاظت نہیں کر سکتے تھے اس لیے انہوں نے اس پر آسانی سے قبضہ کر لیا انہوں نے اس کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عتبہ بن غزوہ رضی اللہ عنہ کو بھیجی نیز جو لوگ بھاگ گئے تھے انہیں جزیہ دینے کی دعوت دی اور ان کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ تو وہ لوگ واپس آ گئے اور انہوں نے جزیہ دینا تسلیم کر لیا۔

پیش قدمی کی ممانعت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جزء بن معاویہ اور حرقوص بن زہیر دونوں کو یہ تحریر کیا کہ وہ اپنے مفتوحہ علاقوں میں قیام کریں اور آگے نہ بڑھیں تا آنکہ ان کے پاس ان کا دوسرا حکم آئے۔ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کو بھی انہوں نے اسی قسم کی تحریر بھیجی لہذا ان دونوں نے حکم کی تعمیل کی۔ حضرت جزء بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے علاقے آباد کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی اجازت دے دی۔ چنانچہ انہوں نے نہریں کھدوائیں اور نجر افتادہ زمینوں کو سیراب کیا۔

صلح کی درخواست:

جب ہرمزان رامہر مزی میں رہنے لگا تو ہواز کی سرزمین اس کو تنگ نظر آئی کیونکہ مسلمان اس کے قریب اس کا احاطہ کیے ہوئے تھے (اس لیے لاچار ہو کر) اس نے صلح طلب کی اور حرقوص و جزء بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے خط و کتابت کی۔ حضرت حرقوص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس معاملے کے بارے میں تحریر کیا۔

غیر مفتوحہ علاقوں پر صلح:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اور عتبہ کو یہ تحریر فرمایا کہ اس سے ان علاقوں کی طرف سے صلح کر لیں جو مفتوح نہیں ہوئے ہیں ان میں رامہر مزی، تستر، سوس، جندی ساہور اور مہر چانقدق شامل تھے ان پر ہرمزان نے صلح کر لی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہواز کے (مسلم) حکام

اپنے علاقوں پر حکومت کرتے رہے اور ہرمزان ایسی صلح پر قائم رہا وہ جزیرہ وصول کر کے انہیں دیتا رہا اور مسلمان اس کی حفاظت کرتے رہے اور جب فارس کے کروہ حملہ آور ہوتے تو مسلمان اس کی مدد کرتے اور اس کی طرف سے ان کا مقابلہ کرتے تھے۔

حضرت احنف رضی اللہ عنہ کو نصیحت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ وہ بصرہ کی فوج میں سے دس افراد کا ایک وفد بھیجیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک وفد روانہ ہوا جس میں احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے سوالات کیے انہوں نے کہا: ”لوگ اس حالت پر ہیں جیسا کہ آپ چاہتے ہیں“۔ آپ نے فرمایا: ”اب تم اپنے ٹھکانوں پر جاؤ“۔ چنانچہ وہ اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے۔ آپ نے ان کے لباس پر نگاہ دوڑائی تو آپ نے ایک کپڑا دیکھا جو باہر نکلا ہوا تھا۔ آپ نے اس کو سونگھا پھر فرمایا: ”یہ کس کا ہے؟“ حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے کہا ”میرا ہے“ آپ نے فرمایا: ”تم نے یہ کتنے میں خریدا؟“ انہوں نے کہا ”تقریباً آٹھ (درہم)“ اس کی قیمت بتائی اور اصل قیمت سے کچھ کم رقم بتائی۔ کیونکہ انہوں نے بارہ درہم میں اسے خریدا تھا۔ آپ نے فرمایا:

”تم نے اس سے کم کا (لباس) کیوں نہیں خریدا تم اس زائد رقم سے کسی مسلمان کو فائدہ پہنچا سکتے تھے تم فضول خرچی سے بچو تا کہ تم جانی اور مالی فائدہ حاصل کر سکو۔ اسراف مت کرو ورنہ تمہیں جانی اور مالی دونوں صورتوں میں نقصان ہوگا۔“

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کو ہدایات:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کو یہ خط تحریر کیا:

”تم لوگوں کو ظلم سے بچاؤ۔ تقویٰ اختیار کرو اور ڈرتے رہو ایسا نہ ہو کہ تمہاری غداری یا سرکشی کی وجہ سے تمہیں زوال آجائے اللہ اس وقت تک تمہارے ساتھ رہے گا جب تک کہ تم اللہ کے عہد پر قائم رہو گے اس لیے تم اللہ کے عہد کو پورا کرو اور اس کے احکام کی پابندی کرو وہ تمہارا مددگار رہے گا اور تمہاری حمایت کرے گا۔“

حقوق کو خط:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ حقوق ابوزہر کے پہاڑ پر رہنے لگے جو دشوار گزار مقام پر ہے لوگوں کی ان کے پاس آمد و رفت رہتی ہے مگر جو وہاں جانے کا قصد کرتا ہے اسے بہت دقت محسوس ہوتی ہے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ خط لکھا:

”مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ ایک دشوار گزار مقام پر مقیم ہیں جہاں لوگ بہت دشواری کے بعد پہنچتے ہیں اس لیے آپ میدانی علاقے میں آجائیں اور کسی مسلمان یا معاہدہ کرنے والے ذمی کے لیے دشواری کا باعث نہ بنیں۔ تم ایسے شخص کی طرح کام کرو جو آخرت کو حاصل کرنا چاہتا ہو اور دنیا میں اچھی زندگی گزارنے کا طالب ہو تم (نیک کام میں) سستی اور جلد بازی نہ کرو اس طرح تمہاری دنیا بھی خراب ہوگی اور آخرت بھی تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے گی۔“

حقوق جنگ صفین میں خارجی ہو گئے تھے اور اسی حالت میں رہے وہ خوارج کے ساتھ جنگ نہروان میں بھی

شریک ہوئے۔

فارس پر بحری حملہ

سیف کی روایت ہے کہ مسلمان بصرہ اور اس کے علاقے میں مقیم تھے ابواز کے کچھ علاقے کو مسلمانوں نے فتح کر لیا تھا اور وہ ان کے قبضے میں تھا۔ باقی علاقے کے بارے میں مصالحت ہو گئی تھی وہ علاقے وہاں کے باشندوں کے پاس تھے وہ لوگ اس کاخراج ادا کرتے تھے اور زیر حفاظت آگئے تھے مگر (ان کے اندرونی انتظام میں) کوئی مداخلت نہیں کی جاتی تھی۔ مصالحت کرانے کے لیے ان کا نمائندہ ہرمزان تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ (اس زمانے میں) یہی فرماتے تھے:

”ہمارے اہل بصرہ کے لیے وہاں کا علاقہ اور ابواز کافی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے اور اہل فارس کے درمیان آگ کا پہاڑ حائل ہوتا نہ وہ ہماری طرف آسکتے اور نہ ہم ان کے پاس جاسکتے۔“

اس طرح آپ نے اہل کوفہ کے لیے بھی یہ فرمایا:

”کاش کہ ہمارے اور ان کے درمیان آگ کا پہاڑ حائل ہوتا تاکہ نہ وہ ہماری طرف آسکتے اور نہ ہم ان کے پاس جا سکتے۔“

علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ:

علاء ابن الحضرمی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بحرین کے گورنر تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کیا اور ان کی جگہ پر قدامہ بن المظعون کو مقرر کیا پھر قدامہ کو معزول کر کے علاء ابن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو بحال کر دیا۔

حضرت علاء رضی اللہ عنہ کی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ حریفانہ چشمک تھی وہ مرتدوں کے ساتھ جنگ کر کے حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر فضیلت حاصل کر چکے تھے۔ مگر جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جنگ قادسیہ میں فتح حاصل کی اور ایران کے بادشاہوں کو ان کے گھر سے نکال دیا اور قریب کے علاقے پر قبضہ کر لیا تو وہ سر بلند ہو گئے اور یہ کارنامہ علاء کے کارنامے سے بھی بڑھ گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مقابلہ:

اس موقع پر علاء نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اہل عجم کے مقابلہ پر ایسا کارنامہ انجام دیں جس کی بدولت وہ سابقہ شہرت حاصل کر لیں اس سلسلہ میں وہ اطاعت اور نافرمانی کے فرق کو ملحوظ رکھنے کے لیے بھی تیار نہ تھے۔

فوج کا بحری سفر:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں حاکم (بحرین) مقرر کیا تھا اور انہیں مرتدوں سے جنگ کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں حاکم مقرر کیا مگر بحری جنگ سے منع کر دیا تھا۔ مگر وہ اطاعت نہیں کر سکے اور نافرمانی کے انجام پر غور نہیں

کر سکے انہوں نے اہل بحرین کو فارس پر حملہ کرنے کی دعوت دی اور وہ اس کام کے لیے جلد تیار ہو گئے چنانچہ انہوں نے اپنے لشکر کو کئی فوجی دستوں میں تقسیم کیا ایک دستے کے سپہ سالار جارد بن المعلی تھے دوسرے کے سوار بن صحام تھے۔ تیسرے دستے کے خلید بن المنذر بن ساوی تھے وہ عام اور مشترکہ سپہ سالار تھے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اجازت کے بغیر سمندر کے راستے اہل فارس پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

بحری حملوں کی ممانعت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بحری حملوں کے لیے کسی کو اجازت نہیں دیتے تھے اس معاملے میں وہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے تھے۔ کیونکہ نہ تو رسول اللہ ﷺ نے بحری حملہ کیا اور نہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بحری جنگ کے لیے کسی کو بھیجا۔ حضرت خلید رضی اللہ عنہ کا خطاب:

بہر حال ان فوجوں نے بحرین سے فارس کے لیے سمندر کو عبور کیا وہ اصطر پنہنچنے کے ارادے سے نکلی تھیں ان کے مقابلے کے لیے اہل فارس ہر بذکی زیر قیادت جمع ہو گئے تھے۔ اہل فارس مسلمانوں کی کشتیوں کی راہ میں حائل ہو گئے لہذا حضرت خلید رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر مسلمانوں سے یوں خطاب کیا:

”اللہ جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو تقدیر اسی کے مطابق کام کرتی ہے ان لوگوں نے تمہیں اپنی طرف سے جنگ کی دعوت نہیں دی تھی بلکہ تم خود ان سے جنگ کرنے کے لیے آئے ہو اس صورت میں یہ کشتیاں اور یہ سرزمین اس کے قبضے میں ہوگی جو غالب آئے گا۔ لہذا تم صبر اور نماز کے ذریعے نصرت الہی کے خواہاں رہو یہ بات اللہ کے عاجز (اور نیک) بندوں کے لیے مشکل نہیں ہے۔“

گھمسان کی جنگ:

مسلمانوں نے (ان کے اعلان جہاد پر) صدائے لبیک کہی۔ اور ظہر کی نماز پڑھ کر جنگ کے لیے تیار ہو گئے چنانچہ طاؤس کے مقام پر سخت جنگ ہوئی اس جنگ میں حضرت سوار رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے اور اپنی قوم (کے بہادرانہ کارنامے) بیان کر رہے تھے تا آنکہ وہ شہید ہو گئے۔

دوسرے داروں کی شہادت:

جارد نے بھی داد شجاعت دی اور شہادت کا درجہ حاصل کیا ان دونوں سرداروں کی شہادت سے پیشتر ان کے فرزند عبد اللہ بن سوار اور منذر بن جارد ان دونوں کے قائم مقام سردار ہو گئے تھے۔

پیادہ جنگ میں کامیابی:

اس موقع پر حضرت خلید رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا تو وہ (گھوڑوں سے) اتر کر جنگ کریں چنانچہ انہوں نے اتر کر (پیادہ ہو کر) جنگ کی اس طرح اہل فارس کے اس قدر سپاہی مارے گئے کہ اس سے پہلے ان کے اتنے افراد نہیں مارے گئے تھے پھر مسلمان لشکر بصرہ جانے کے ارادہ سے نکلا ان کی کشتیاں ڈوب چکی تھیں اس کے علاوہ انہیں سمندر کی طرف جانے کا راستہ نہیں مل سکا پھر انہیں یہ معلوم ہوا کہ شہرک نے مسلمانوں کا راستہ بند کر دیا ہے اس لیے وہ رک گئے اور صف آرا ہو گئے۔

حضرت علاء رضی اللہ عنہ کی معزولی:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ علاء نے سمندر کے راستے فوجیں بھیجیں ہیں تو ان کے دل میں وہی خیال آیا جو حقیقت میں رونما ہوا وہ علاء پر سخت ناراض ہوئے اور ان کی معزولی کا حکم لکھا اور ان کے لیے وہ سزا مقرر کی جو ان کے لیے سب سے گراں اور زیادہ ناگوار تھی۔ یعنی انہیں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ماتحت کر دیا اور حکم دیا کہ ”تم اپنے ساتھیوں کو لے کر (حضرت) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جاؤ“۔ چنانچہ وہ انہیں لے کر (حضرت) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔

امدادی فوج اور اس کے سردار:

(دوسری طرف) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (حضرت) عتبہ بن غزوآن رضی اللہ عنہ کو یہ خط تحریر کیا: ”علاء ابن الحضرمی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ایک لشکر کو اہل فارس کی طرف بھیج دیا ہے اور اس نے میری نافرمانی کی ہے تاہم مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر ان کے لیے امدادی فوج نہ بھیجی تو وہ مغلوب ہو جائیں گے۔ تم لوگوں کو ان کے پاس (امداد کے لیے) بھیجو اور اس سے پہلے کہ وہ تباہ و برباد ہو جائیں انہیں اپنے ساتھ شامل کر لو“۔ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بلایا اور انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط سے مطلع فرمایا۔ اس پر مندرجہ ذیل (ممتاز) حضرات (امدادی فوج میں شامل ہونے کے لیے) تیار ہو گئے (۱) عاصم بن عمرو (۲) عرفجہ بن ہرثمہ (۳) حذیفہ بن محسن (۴) مجزاة بن ثور (۵) نہار بن حارث (۶) حصین بن ابوالحر (۷) اخف بن قیس (۸) سعد بن ابی العرجاء (۹) عبدالرحمن بن سہل (۱۰) صحصہ بن معاویہ (۱۱) ترجمان۔

یہ (معزز) حضرات بارہ ہزار کا لشکر لے کر نکلے۔ یہ لوگ نچروں پر سوار تھے اور ان کے پہلو میں گھوڑے بھی تھے ان کے سپہ سالار ابوسبرہ بن ابی اہم تھے جو عامر بن لوی کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اہواز کے علاقے میں فوجی چھاؤنیاں برقرار تھیں اور زیر حفاظت علاقہ بھی تھا جو مجاہدین اور مقیم مسلمانوں کا مددگار تھا۔

دونوں فوجوں کی ملاقات:

حضرت ابوسبرہ مسلمانوں کو لے کر ساحلی مقامات پر سے گزرے مگر کوئی ان کے مقابلے کے لیے نہیں آیا۔ آخر کار ابوسبرہ اور خلید دونوں کی ملاقات اس مقام پر ہوئی جہاں طاؤس کی جنگ کے بعد مسلمانوں کا راستہ روک لیا گیا تھا۔ پہلے صرف اہل اصطخر مسلمانوں سے جنگ کے لیے تیار ہوئے تھے۔ مگر جب اہل اصطخر نے مسلمانوں کا راستہ روک لیا تو انہوں نے تمام اہل فارس کو امداد کے لیے بلوایا۔ اور وہ ہر علاقے اور ہر ضلع سے آ کر وہاں جمع ہو گئے۔

نئی پود کے کارنامے:

طاؤس کی جنگ کے بعد اہل فارس کا مقابلہ ابوسبرہ سے ہوا۔ اس وقت مسلمانوں کے پاس امدادی فوج (کمک) پہنچ گئی تھی۔ اور مشرکوں کو بھی امداد حاصل ہو گئی تھی مشرکوں کا سپہ سالار شہرک تھا۔ جب جنگ ہوئی تو اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی اور مشرکین مارے گئے۔ اور مسلمانوں نے دل کھول کر انہیں نقصان پہنچایا یہ وہ جنگ تھی جس میں بصرہ کی نئی پود نے اپنے جوہر دکھائے۔ اور تمام اسلامی شہروں کی نئی پود (نوجوانوں) میں بہترین ثابت ہوئی۔

فوجوں کی واپسی:

پھر وہ مالِ غنیمت حاصل کرنے کے بعد لوٹ آئے کیونکہ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا تھا کہ وہ وہاں نہ ٹھہریں اور جلد واپس آ جائیں۔ چنانچہ وہ ان کے پاس واپس بصرہ آ گئے اور جو وہاں رہتے تھے وہ اپنے گھر چلے گئے اور جو اہل بصرہ تھے وہ اپنے قبائل کی طرف چلے گئے اور جو قبیلہ قیس کے تھے وہ سوق البحرین پر مقام پر آ گئے جب حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے ابواز کو فتح کر لیا اور اہل فارس کو شکست دے دی تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حج کرنے کی اجازت مانگی۔ اجازت ملنے پر انہوں نے فریضہ حج ادا کیا۔ حج سے فارغ ہو کر انہوں نے اپنے عہدے سے استعفا پیش کیا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا استعفا منظور نہیں کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی عمل داری کی طرف لوٹ جائیں۔

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کی وفات:

اس وقت انہوں نے اللہ سے دعا مانگی اور واپس چلے۔ مگر (راستے میں) بطنِ نخلہ کے مقام پر رحلت فرمائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی تو وہ ان کے مزار کی زیارت کے لیے گئے اور فرمانے لگے: ”اگر مقررہ اجل اور لکھی ہوئی قسمت کا عقیدہ نہ ہوتا تو میں یہ کہتا کہ تمہیں میں نے قتل کیا ہے“۔ پھر آپ نے ان کی خوبوں کی بہت تعریف کی۔

پس ماندگان:

انہوں نے دیگر مہاجرین کی طرح اپنے لیے زمینیں نہیں حاصل کی تھیں اس لیے ان کے لڑکے کو گھر کا حصہ (اپنی پھوپھی) فاختہ بنت غزو ان کی طرف سے ملا جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے رشتہ زوجیت میں تھیں۔ ان کے آزاد کردہ (مولیٰ) غلام خباب نے بھی انہی جیسا طریقہ اختیار کیا اور اپنے لیے کوئی گھر حاصل نہیں کیا۔

اہل طاؤس:

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ بن غزو ان نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مدائن چھوڑنے کے تین سال بعد وفات پائی ان کے جانشین (حاکم بصرہ) حضرت ابوسبرہ بن ابی اہم رضی اللہ عنہ ہوئے ان کے عمال اپنی حالت پر برقرار رہے اور ان کی فوجی چوکیاں نہرتیری، مناذر، سوق الاہواز اور سرق پر برقرار رہیں ہرمزان بدستور رامہرمز میں اس علاقے کی طرف سے نیز سوس، بنیان، چندی، ساہور، مہر جائزق کی طرف سے مصالحت کا نگران تھا یہ واقعہ علاء کے بحری حملہ اور مسلمانوں کے بصرہ واپس آنے کے بعد رونما ہوا۔ اور جو واپس آئے تھے وہ جنگ طاؤس سے تعلق رکھنے کی بنا پر اہل طاؤس کہلاتے تھے۔

بصرہ کے حکام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسبرہ بن ابی اہم کو سال کے باقی حصے میں بصرہ کا حاکم بحال رکھا۔ پھر حضرت عتبہ بن غزو ان رضی اللہ عنہ کی وفات کے دوسرے سال حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر کیا وہ دو سال تک کام کرتے رہے کسی نے ان کے کام کی مخالفت نہیں کی۔ اور وہ وہاں سلامتی کے ساتھ رہے البتہ ان کے اور ابوبکر کے درمیان (مخالفت پیدا) ہوئی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا حاکم بنایا پھر انہیں کو فہ تبدیل کر دیا گیا اور عمر بن سراقہ کو بصرہ کا حاکم بنایا گیا پھر ان کا تبادلہ بصرہ سے کوفہ کی طرف ہو گیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو دوبارہ بصرہ کا حاکم مقرر کیا گیا۔

فتح رامہرز و سوس

سیف کی روایت کے مطابق ۷ھ میں رامہرز، سوس اور تستر مفتوح ہوئے اور اسی سال ہرمزان گرفتار ہوا۔ ان واقعات کا سبب یہ ہوا کہ شاہ یزدگرد اہل فارس کو بھڑکا تا رہا کہ ان کے قبضے سے ان کے علاقے نکل رہے ہیں جب وہ مرو میں تھا تو اس وقت اس نے ان کو برا بیچختہ کرنے کے لیے یہ خط تحریر کیا:

”اے اہل فارس! کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ اہل عرب سواد عراق اور ابواز کے علاقوں پر غالب آجائیں اور پھر تمہارے اصل ملک اور گھر سے نکال دیں۔“

اس (خط) سے ان میں جوش پیدا ہوا۔ اور انہوں نے ایک دوسرے سے خط و کتابت کی اور اہل فارس اور اہل ابواز کا باہم عہد و پیمانہ ہوا۔ اور انہوں نے فتح و نصرت حاصل کرنے کا عزم صمیم کر لیا۔

حکام کا تقرر:

یہ خبریں حرقوص بن زبیر کو مل گئیں اور غالب و کلیب کی طرف سے حضرات جزء، سلمیٰ اور حرمہ کو بھی یہ خبریں موصول ہوئیں۔ سلمیٰ اور حرمہ نے اس کی تحریری اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بصرہ کے مسلمانوں کو بھیجی۔ سب سے پہلے سلمیٰ اور حرمہ کا خط پہنچا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا:

”تم نعمان بن مقرن کے زیر قیادت جلد ایک بھاری لشکر ابواز بھیجو اور سوید بن مقرن، عبداللہ بن ذی السہمین، جریر بن عبداللہ سمیری اور جریر بن عبداللہ بجلي کو اس مقصد کے لیے روانہ کرو کہ وہ ہرمزان کے مقابلے پر فרוکش ہوں تاکہ وہ اس کا حال معلوم کر سکیں۔“

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو خط:

آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یہ تحریر فرمایا:

”تم ابواز کی طرف ایک بھاری لشکر روانہ کرو اور سہیل بن عدی کے بھائی سہل بن عدی کو اس کا سپہ سالار بناؤ اور ان کی مدد کے لیے مندرجہ ذیل حضرات کو شامل کرو:

(۱) براء بن مالک (۲) عاصم بن عمرو (۳) مجزاة بن ثور (۴) کعب بن سور (۵) عرفجہ بن ہرثمہ (۶) حذیفہ ابن محسن (۷) عبدالرحمن بن سہل (۸) حصین بن معبد۔“

کوفہ اور بصرہ کی فوج:

اہل بصرہ اور اہل کوفہ دونوں کے مشترکہ سپہ سالار ابو سہرہ بن ابی اہم ہوں گے اور جو آئے گا وہ ان کا مددگار ہوگا۔

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کو لے کر نکلے انہوں نے سواق عراق کے درمیان کا راستہ اختیار کیا یہاں تک کہ وہ دریائے دجلہ کا راستہ قطع کر کے میان پینچ پھرا ہوا تک نیشی کا راستہ اختیار کیا وہ نچروں پر سوار تھے ان کے پہلو میں گھوڑے بھی تھے وہ ہز تیری پر پہنچ گئے تھے پھر آگے بڑھ کر وہ مناظر اور سواق الہواز سے آگے نکل گئے انہوں نے حرقوص سلمیٰ اور حرملہ کو پیچھے چھوڑ دیا تھا پھر وہ ہرمزان کی طرف روانہ ہوئے ہرمزان اس وقت تک رامہرمز میں تھا۔

ہرمزان کو شکست:

جب ہرمزان نے یہ سنا کہ نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اس کی طرف آرہے ہیں تو اس نے جلدی سے حملہ کرنا چاہا تا کہ جلدی سے ان کا صفایا کر دے اسے اہل فارس کی امداد کی بڑی توقع تھی جو اس کی طرف روانہ ہو چکی تھی اور ان کی پہلی امدادی فوج تستر پہنچ چکی تھی۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اور ہرمزان کا ایک کے مقام پر مقابلہ ہو۔ اور بہت سخت جنگ ہوئی پھر اللہ نے ہرمزان کو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں شکست دی اور وہ رامہرمز کو خالی کر کے بھاگ گیا اور تستر پہنچ گیا۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا قیام:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ ایک سے رامہرمز رہنے کے لیے روانہ ہوئے پھر ایذج کے مقام پر پہنچے وہاں تیرو یہ نے صلح کر لی اور انہوں نے اس کی صلح قبول کر لی اور وہاں کے لوگوں کو (اسی حالت میں) چھوڑ کر رامہرمز لوٹ آئے اور وہاں رہنے لگے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو (امدادی فوج بھیجنے کے لیے) خطوط لکھے تھے۔ لہذا حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اور حضرت سہل رضی اللہ عنہ روانہ ہو گئے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کو لے کر سہل سے آگے بڑھ گئے بلکہ تمام اہل بصرہ سے آگے نکل گئے تھے انہوں نے ہرمزان کو شکست دے دی تھی (جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے)

تستر کی طرف روانگی:

حضرت سہل رضی اللہ عنہ اہل بصرہ کو لے کر روانہ ہوئے تاکہ وہ سواق الہواز میں فروکش ہوں وہ رامہرمز کا قصد کر رہے تھے کہ انہیں اس کے فتح ہونے کی خبر ملی اس وقت وہ سواق الہواز میں تھے انہیں یہ بھی اطلاع ملی کہ ہرمزان تستر پہنچ گیا ہے اس لیے وہ سواق الہواز سے براہ راست تستر کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ بھی رامہرمز سے تستر کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرات سلمیٰ، حرملہ، حرقوص اور جزء بھی روانہ ہوئے اور وہ سب تستر کے مقام پر فروکش ہو گئے۔

مزید امدادی فوج:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کی قیادت کر رہے تھے اور اہل بصرہ ان کے مددگار تھے ان کے مقابلے پر ہرمزان اور ان کا لشکر تھا جو فارس، جبال اور الہواز کے سپاہیوں پر مشتمل تھا ان لوگوں نے خندقیں کھودیں تھیں اور یہ سب خندقوں میں تھے۔ مسلمانوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں لکھا حضرت ابو سہرہ نے ان سے امداد طلب کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی امداد کے لیے خود حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو (فوج دے کر) بھیجا اور وہ ان کی طرف روانہ ہو گئے۔

دشمن کا محاصرہ:

اب اہل کوفہ کے لشکر کے سپہ سالار حضرت نعمان رضی اللہ عنہ تھے اور اہل بصرہ کے سپہ سالار حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے اور

دونوں لشکروں کے مشترک سپہ سالار اعلیٰ حضرت ابو سہیل رضی اللہ عنہ تھے مسلمانوں نے اہل فارس کا کئی مہینوں تک محاصرہ کیا اور (اس اثناء میں) ان کے بہت سے افراد کو قتل کیا۔

اہل کوفہ و بصرہ کے کارنامے:

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس محاصرہ کے دوران ایک سوسور ماسپاہیوں کو قتل کیا۔ مجزہ بن ثور نے بھی اسی قدر افراد کو قتل کیا اسی طرح کعب بن ثور ابو تمیمہ اور دیگر اہل بصرہ اور اہل کوفہ نے بھی اسی قدر تعداد میں (دشمن کے بہادر سپاہیوں) کو ٹھکانے لگایا جن میں سے حبیب بن فرہ رجبی بن عامر عامر بن عبد الاسود (قابل ذکر) ہیں۔

اسی حملے:

مشرکوں نے تستر کے محاصرہ میں اسی حملے کیے جن میں کبھی انہیں شکست ہوتی تھی اور کبھی کامیابی ہوتی تھی جب آخری حملہ ہوا تو جنگ بہت سخت ہو گئی اس وقت مسلمانوں نے حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا:

”اے براء! تم اللہ سے دعا مانگو کہ وہ انہیں شکست دے اور مجھے شہادت عطاء فرمائے“۔ چنانچہ مسلمانوں نے اللہ سے دعا مانگی اے اللہ! تو انہیں شکست دے“ چنانچہ مسلمانوں نے کافروں کو شکست دی اور انہیں خندقوں میں گھس جانے پر مجبور کر دیا پھر مسلمان خود وہاں گھس گئے اور وہ اپنے شہر کے اندر گھس گئے۔ جس کا مسلمانوں نے چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔

شہر کا خفیہ راستہ:

جب مسلمان ان کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور اس سے تنگ آ گئے تھے کیونکہ ان کی جنگ بہت طویل ہو گئی تھی اس وقت حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا وہ پناہ کا طالب ہوا تاکہ وہ مسلمانوں کا شہر میں داخل ہونے کا راستہ بتائے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ایک تیر پھینکا گیا تھا جس میں یہ تحریر تھا۔ ”مجھے آپ لوگوں پر بھروسہ اور اطمینان ہے اسی وجہ سے میں آپ سے اس شرط پر پناہ کا طالب ہوں کہ میں آپ کو وہ راستہ بتاؤں گا جہاں سے تم شہر میں داخل ہو سکو گے اور اس کی بدولت شہر فتح ہو سکے گا“۔

مسلمانوں نے بھی تیر پھینکا اور اسے پناہ دے دی لہذا اس نے دوسرا تیر پھینک کر بتایا۔ ”تم پانی کے نکلنے کی جگہ پہنچ جاؤ۔ وہاں سے تم عنقریب اس شہر کو فتح کر سکو گے“۔

جانے والے حضرات:

اس پر مشورہ لیا گیا اور وہاں جانے کے لیے مندرجہ ذیل کے علاوہ بہت سے لوگ تیار ہو گئے وہ لوگ یہ تھے۔
 (۱) عامر بن عبد قیس (۲) کعب بن سور (۳) مجزہ بن ثور (۴) مسکة الخبطی یہ لوگ رات کے وقت اس مقام پر پہنچ گئے
 حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے بھی جب وہ شخص آیا تو اس کے ساتھ مندرجہ ذیل (افراد) کو بھیجا (۱) سوید بن الشعبہ (۲) ورقاء بن الحارث (۳) بشیر بن ربیعہ شعمی (۴) نافع بن زید حمیری (۵) عبد اللہ بن بشیر ہلالی۔ یہ لوگ بہت سے افراد کو لے کر وہاں روانہ ہوئے اور یہ (اہل کوفہ) اور اہل بصرہ پانی کے نکاسی کے مقام پر اکٹھے ہو گئے سوید اور عبد اللہ بن بشیر وہاں سے اندر گھس گئے اور اس کے بعد دونوں لشکروں کے افراد گھسے۔

شہر میں داخلہ:

جب وہ اندر پہنچ گئے تو کچھ لوگ باہر رہے جب اندر کے مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا تو باہر کے مسلمانوں نے بھی نعرہ تکبیر کہا اس وقت دروازے کھول دیے گئے تھے تو مسلمانوں نے بحث کر کے تمام جنگجو سپاہیوں کو (موت کی نیند) سلا دیا۔

ہرمزان کی شرط:

ہرمزان قلعہ کے اندر گھس گیا مگر ان مسلمانوں نے جو اندر گھس آئے تھے اس کا محاصرہ کر لیا جب انہوں نے اس کو دیکھا تو مسلمان اس کی طرف بڑھے تو وہ بولا تم کیا دیکھ رہے ہو تم مجھے تنگی کی حالت میں دیکھ رہے ہو مگر میرے ترکش میں ایک سو تیر ہیں خدا کی قسم! جب تک میرے پاس ایک تیر بھی باقی رہے گا اس وقت تک تم مجھے پکڑ نہیں سکتے ہو میری اس گرفتاری سے کیا فائدہ ہے؟ جب کہ میں تمہارے سوا آدمیوں کو نقصان پہنچاؤں۔ ان میں سے کوئی مقتول ہوگا اور کوئی زخمی ہوگا۔ مسلمانوں نے کہا تم کیا چاہتے ہو؟ وہ بولا میں اس شرط پر اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کر سکتا ہوں کہ میرے بارے میں خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو چاہیں فیصلہ کریں۔

مال غنیمت کی تقسیم:

مسلمانوں نے کہا ”تمہاری یہ خواہش پوری ہوگی“ اس پر اس نے اپنی کمان پھینک دی اور اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیا مسلمانوں نے اس کے بیڑی ڈال دی اور جو مال غنیمت ملا وہ تقسیم کر لیا۔ چنانچہ سوار کا حصہ تین ہزار تھا اور پیادے کا حصہ ایک ہزار دیا گیا۔

رہنما کو پناہ:

اس شخص کو جس نے تیر کے ذریعے مسلمانوں کو پیغام بھیجا تھا بلایا گیا چنانچہ وہ شخص اور وہ جو بذات خود نکل کر (رہنمائی کر رہا تھا) دونوں آئے اور کہنے لگے ”کون ہے جو ہمیں اور ہمارے ساتھیوں کو پناہ دے گا“۔ مسلمانوں نے پوچھا: ”تمہارے ساتھ کون ہے؟“۔ وہ بولے ”جس نے وہ دروازہ کھولا تھا جہاں سے آپ لوگ داخل ہوئے“ لہذا ان لوگوں کو پناہ دی گئی۔

مسلمانوں کی شہادت:

اس جنگ میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے اور جن مسلمانوں کو ہرمزان نے بذات خود شہید کیا تھا ان میں مجزاة بن ثور اور براء بن مالک شامل تھے۔

تعاقب اور واپسی:

حضرت ابو بصرہ تستر کے شکست خوردہ لوگوں کے تعاقب میں سوس تک گئے ان کے ساتھ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ہرمزان بھی ساتھ تھا یہ لوگ سوس کے قریب پہنچ گئے تھے اور مسلمانوں نے اس کا محاصرہ کر لیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صورت حال سے مطلع کیا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ بن سراقہ کو تحریر فرمایا کہ وہ مدینہ کی طرف روانہ ہو جائیں اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ بصرہ کی طرف لوٹ جائیں اس طرح حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو تیسری مرتبہ بصرہ کی حکومت ملی۔ آپ نے زر بن عبد اللہ فقیمی کو تحریر کیا کہ وہ جندی سابور چلے جائیں چنانچہ وہ وہاں چلے گئے اور وہیں رہنے لگے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط آنے تک وہیں ٹھہرے تھے اس کے بعد وہ بصرہ واپس آ گئے۔

حضرت مقرب رضی اللہ عنہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقرب اسود بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا سپہ سالار مقرر کیا۔ اسود اور زرارہ رضی اللہ عنہ مہاجرین صحابہ میں سے تھے۔ اسود جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا تھا میں آپ کی خدمت میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ کی صحبت میں رہ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کروں۔ اس قول کی وجہ سے آپ نے ان کا نام مقرب رکھا۔

حضرت زرارہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا:

حضرت زرارہ رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو انہوں نے عرض کیا ”میرا پیٹ خالی ہے اور ہمارے بھائیوں کی تعداد زیادہ ہے اس لیے آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجیے“ آپ نے فرمایا: ”اے اللہ تو زرارہ کی ضرورتوں کو پورا کر“۔

ہرمزان کا لباس:

حضرت ابوسبرہ رضی اللہ عنہ نے ایک وفد بھیجا جس میں حضرات انس بن مالک اور احف بن قیس رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے ان کے ساتھ ہرمزان کو بھی بھیجا وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ آئے وہاں سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے ہرمزان کو اس کی اصل وضع قطع میں تبدیل کیا انہوں نے اسے ریشمی لباس پہنچایا جو سونے سے مرصع تھا اس کے سر پر تاج رکھا جو آذین کہلاتا تھا اور یا قوت سے مرصع تھا اور اسے اس کا زیور پہنایا تاکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور مسلمان اسے اصلی حالت میں دیکھیں پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور راستے میں لوگوں کو دکھاتے رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلاش:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر پر نہیں ملے جب ان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو بتایا گیا کہ وہ مسجد میں ایک وفد کے ساتھ جو کوفہ سے آیا ہے بیٹھے ہوئے ہیں یہ سن کر وہ ان کی تلاش میں مسجد گئے وہاں بھی وہ نہیں ملے جب وہ لوٹنے لگے تو وہ مدینہ کے لڑکوں کے پاس سے گذرے جو کھیل رہے تھے لڑکوں نے کہا: ”کیا تم امیر المؤمنین کو تلاش کر رہے ہو؟“ وہ ”تو مسجد کے قریب دائیں طرف سوئے ہوئے ہیں اور اپنی لمبی ٹوپی کو تکیہ بنایا ہوا ہے“۔

مسجد میں آرام:

(واقعہ یہ تھا) کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کے ایک وفد سے ملاقات کرنے کے لیے اپنی لمبی ٹوپی پہنے ہوئے بیٹھے تھے جب آپ ان کی گفتگو سے فارغ ہوئے اور وہ چلے گئے اور آپ تنہا رہ گئے تو آپ نے اپنی ٹوپی اتار کر اسے تکیہ بنایا اور سو گئے تھے جب یہ لوگ آئے تو ان کے ساتھ تماشائی بھی تھے وہ سب آپ کے قریب بیٹھ گئے۔ مسجد میں آپ کے سوا کوئی نہ سویا تھا۔ اور نہ کوئی بیدار تھا آپ کے ہاتھ میں درہ (کوڑا) تھا۔

ہرمزان کے سوالات:

اس موقع پر ہرمزان نے پوچھا ”(حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں، لوگوں نے کہا ”وہ یہ ہیں“۔ وفد لوگوں کو اشارہ یہ کر رہا تھا۔ ”خاموش ہو جاؤ“ ہرمزان نے وفد سے پوچھا ”ان کے محافظ اور دربان کہاں ہیں؟“ مسلمانوں نے کہا ”ان کا نہ کوئی محافظ ہے اور نہ دربان ہے نہ کوئی سیکرٹری ہے اور نہ دفتر ہے“۔ وہ بولا: ”پھر تو وہ پیغمبر ہیں“۔ وہ بولے ”وہ پیغمبر نہیں ہیں مگر پیغمبروں جیسے کام

کرتے ہیں۔ اتنے میں لوگوں کی بھیڑ ہو گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ شور و غل سے بیدار ہو گئے اور اٹھ کر بیٹھ گئے۔ پھر انہوں نے ہرمزان کی طرف نگاہ کی تو پوچھنے لگے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نصیحت:

”کیا یہ ہرمزان ہے؟“ لوگوں نے کہا ”ہاں“ اس پر آپ نے اسے غورت دیکھا اور اس کے لباس کو بھی غور سے دیکھا اور

فرمایا:

”میں دوزخ کی آگ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور اسی سے مدد کا طالب ہوں۔“ پھر آپ نے فرمایا: ”خدا کا شکر ہے

جس نے اسلام کے ذریعے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو ذلیل کیا اے مسلمانو! تم اس دین (اسلام) کی پابندی کرو اور

اپنے پیغمبر کے طریقے سے ہدایت حاصل کرو تم دنیا حاصل کر کے مت اتراؤ کیونکہ یہ دھوکا دینے والی ہے۔“

وفد نے کہا یہ اہواز کا بادشاہ ہے آپ اس سے گفتگو کیجیے۔ آپ نے فرمایا: ”نہیں جب تک اس کے بدن پر کوئی زیور باقی ہو

گا (میں اس سے گفتگو نہیں کروں گا) اس پر اس کے بدن سے ہر چیز اتار دی گئی صرف ستر پوشی کا لباس باقی رہ گیا تھا۔ اس کے بعد

اسے معمولی لباس پہنایا گیا اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہرمزان سے گفتگو:

”اے ہرمزان! تمہیں غداری اور اللہ کے حکم کا انجام کیسا نظر آیا“ وہ بولا ”اے عمر! دور جاہلیت میں اللہ نے ہمیں اور تمہیں

تہنچھوڑ رکھا تھا۔ تو ہم آپ لوگوں پر غالب تھے کیونکہ اس وقت اللہ نے ہمارے ساتھ تھا اور نہ تمہارے ساتھ تھا۔ مگر جب وہ آپ کے

ساتھ آ گیا تو آپ ہم پر غالب آ گئے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ”تم دور جاہلیت میں ہم پر اس لیے غالب آ گئے تھے۔ کہ تم متحد تھے اور ہم پراگندہ تھے۔“ پھر

آپ نے فرمایا:

پانی مانگنا:

”تم نے بار بار عہد شکنی کیوں کی“ وہ بولا ”مجھے اندیشہ ہے کہ اس سے پہلے کہ میں آپ کو کسی بات کی اطلاع دوں۔ آپ مجھے

قتل کر دیں گے“ آپ نے فرمایا: ”تم اس بات کا اندیشہ نہ کرو۔“ اس نے پانی مانگا تو اسے ایک معمولی پیالے میں پانی لا کر دیا گیا وہ

بولا ”اگر میں پیاس سے مر بھی جاؤں تب بھی اس پیالے میں پانی نہیں پیوں گا۔“ اس پر اس کے پسند کے مطابق برتن میں پانی لایا گیا

اس پر اس کا ہاتھ کاٹنے لگا اور وہ کہنے لگا: ”مجھے اندیشہ ہے کہ مجھے پانی پیتے ہوئے قتل کر دیا جائے گا۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”جب تک تم پانی نہ پی لو گے اس وقت تک تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔“

ہرمزان کا حیلہ:

(یہ سن کر) اس نے برتن کو الٹ دیا۔ آپ نے فرمایا ”اسے دوبارہ (پانی) لا کر دو تا کہ اسے قتل اور پیاس (دو چیزوں) کی

سزا نہ ملے، وہ بولا: ”مجھے پانی پینے کی کوئی خواہش نہیں ہے بلکہ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ میں پناہ حاصل کروں“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

فرمایا: ”میں تمہیں قتل کروں گا۔“

پناہ لینے کا حیلہ:

اس نے کہا ”آپ نے مجھے پناہ دی ہے“ آپ نے فرمایا ”تم جھوٹ بول رہے ہو“ اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اے امیر المؤمنین! وہ سچ کہتا ہے آپ نے اسے پناہ دی ہے“ آپ نے فرمایا ”اے انس رضی اللہ عنہ! کیا میں مجراۃ بن ثور اور براء بن مالک کے قاتل کو پناہ دے سکتا ہوں؟ خدا کی قسم! تم ثبوت لاؤ۔ ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا“۔ وہ بولے: ”آپ نے فرمایا تھا تم پر کوئی حرج نہیں ہے جب تک کہ تم مجھ سے بات نہ کر لو اور آپ نے یہ بھی فرمایا تھا تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا جب تک کہ تم پانی نہ پی لو“ اس قول کی تائید ان لوگوں نے بھی کی جو آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے اس پر آپ ہرمزان سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔

ہرمزان کا مسلمان ہونا:

”تم نے مجھے فریب دیا ہے خدا کی قسم! میں صرف ایک مسلمان کے فریب میں آسکوں گا“ اس پر وہ مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اس کا دو ہزار وظیفہ مقرر کیا اور اسے مدینہ منورہ میں آباد کیا۔

ترجمان:

ابن عیسیٰ کی روایت ہے کہ ہرمزان سے ملاقات کے دن اس کے ترجمان حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تھے تا آنکہ اصلی ترجمان آ گیا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ تھوڑی بہت فارسی جانتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”اس سے پوچھو تم کہاں کے رہنے والے ہو“ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے (فارسی میں) کہا ”از کہ ام ارضی“ (تم کون سی سرزمین کے ہو؟) اس نے کہا کہ ”مہر جان کا ہوں“ آپ نے فرمایا کہ ”تم اپنا ثبوت لاؤ“ وہ بولا:

زندہ کلام:

”کیا زندہ کلام بولوں یا مردہ کلام؟“ آپ نے فرمایا ”زندہ کلام (کہو)“ اس پر اس نے کہا ”آپ نے مجھے پناہ دی ہے“ آپ نے فرمایا ”تم نے مجھے دھوکا دیا ہے جنگ میں دھوکے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ خدا کی قسم! میں تمہیں پناہ نہیں دے سکتا۔ جب تک کہ تم اسلام نہ لاؤ“ اس وقت اسے یقین ہو گیا کہ یا تو قتل ہونا ہے یا اسلام ہے لہذا وہ مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اس کا دو ہزار وظیفہ مقرر کیا اور اسے مدینہ میں آباد کیا۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت:

آپ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”میں تمہیں اس میں ماہر نہیں دیکھتا ہوں جو شخص اس (زبان) کو اچھی طرح نہیں جانتا ہے وہ دھوکے میں آجاتا ہے اور جو فریب میں آجائے وہ مارا جاتا ہے تم اس سے بچو اور پرہیز کرو۔ کیونکہ یہ اعراب کو خراب کر دیتی ہے۔“ اس کے بعد زید آئے تو انہوں نے گفتگو کی۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس (ہرمزان) کے قول کی ترجمانی کرتے تھے۔ اور ہرمزان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باتیں سمجھاتے تھے۔

عہد شکنی کی تحقیق:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”شاید مسلمان ذمی افراد کو نکالیف پہنچاتے ہیں اور اس کی وجہ سے وہ تمہارے ساتھ عہد شکنی کرتے ہیں“ وہ بولے جہاں تک ہمیں علم ہے ایفائے عہد اور حسن سلوک ہوتا ہے۔“ آپ نے

فرمایا: ”پھر اس قسم کے واقعات کیوں رونما ہوتے ہیں؟“۔ اس سوال کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکا۔ البتہ حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے یہ کہا:

حضرت احنف رضی اللہ عنہ کی توضیح:

”اے امیر المومنین! میں (اس کا سبب) آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ آپ نے ہمیں (ان کے ملک میں پیش قدمی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور یہ حکم دیا ہے کہ ہم اپنے منثورہ علاقے کے اندر ہیں۔ حالانکہ ان کا بادشاہ ان کے ملک میں زندہ و سلامت موجود ہے اس وجہ سے جب تک ان کا بادشاہ زندہ رہے گا۔ وہ ہم سے جنگ کرتے رہیں گے۔ کیونکہ دو بادشاہ ایک جگہ اکٹھے نہیں رہ سکتے جب تک کہ وہ ایک دوسرے کو نہ نکال دے اس لیے میرا خیال یہ ہے کہ اسی وجہ سے یہ واقعات رونما ہو رہے ہیں۔
بادشاہت ختم کرنے کی ضرورت:

یہ بادشاہ ہی ہے جو انہیں (نڈاری کے لیے) بھڑکاتا رہتا ہے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری ہے گا جب تک کہ آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم ان کے ملک میں گھس جائیں اس صورت میں ہم اس کی بادشاہت کا فارس سے خاتمہ کر سکتے ہیں۔ اور اسے اس کے ملک سے نکال کر ان کی قومی عزت و وقار کو ختم کر سکتے ہیں۔ اس وقت اہل فارس کی توقعات منقطع ہو جائیں گی اور ان کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (یہ سن کر) فرمایا: ”تم سچ بات کہتے ہو اور تم نے معاملہ کی پوری تشریح و توضیح کی ہے۔“ پھر آپ نے ان کی ضرورتیں پوری کیں اور انہیں رخصت کیا۔

پیش قدمی کی اجازت:

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خط موصول ہوا کہ اہل نہاد و ند جمع ہو رہے ہیں۔ اور اہل مہر جانتقدق اور اہل اہواز ہر مزان کی رائے اور فیصلہ کو تسلیم کرنے پر تیار ہو گئے ہیں۔ لہذا اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو ایران کے علاقے میں گھس جانے اور پیش قدمی کرنے کی اجازت دے دی۔



باب ۵:

فتح سوس

سوس کی فتح کے بارے میں اہل سیرت کا اختلاف ہے۔ مدائنی کہتا ہے:

”جب جلولا کی شکست خوردہ فوج یزدگرد کے پاس پہنچی۔ تو اس نے اپنے خاص لوگوں کو اور موبذ کو بلوایا اور کہا: ”یہ فوج جس فوج سے مقابلہ کرتی ہے اسے شکست دیتی ہے تمہاری کیا رائے ہے؟“ موبذ بولا: ”ہماری رائے یہ ہے کہ آپ یہاں سے نکل کر اصطر میں قیام کریں کیونکہ وہ سلطنت کا مرکزی مقام ہے اور وہاں اپنے خزانے بھی لے جائیں اور وہاں سے فوج کو روانہ کریں۔“ بادشاہ نے اس کی رائے پر عمل کیا اور اصفہان چلا گیا اور اس نے سیاہ کو بلا کر اس کے ساتھ تین سو افراد بھیجے جن میں ستر عظیم افراد تھے بادشاہ نے اس کو حکم دیا تھا کہ وہ ہر شہر سے جہاں اس کا گذر ہو جس کو چاہے منتخب کرے۔

کلبانیہ میں قیام:

سیاہ روانہ ہوا اور اس کے پیچھے یزدگرد بھی روانہ ہوا تا آنکہ وہ اصطر پہنچے اس وقت حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سوس کا محاصرہ کر رہے تھے اس وقت سیاہ کو سوس بھیجا گیا اور ہرمزان کو تستر کی طرف روانہ کیا گیا سیاہ کلبانیہ میں مقیم ہوا۔ اس وقت اہل سوس کو جلولا کی جنگ میں شکست کی خبر ملی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یزدگرد اصطر شکست کھا کر چلا گیا ہے ایسی صورت میں انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے صلح کی درخواست کی تو انہوں نے مصالحت کر لی اور وہ رامہ مز چلے گئے۔ سیاہ کلبانیہ میں مقیم رہے اسے مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کا معاملہ بہت دشوار معلوم ہوا۔ جب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تستر روانہ ہو گئے تو سیاہ وہاں سے منتقل ہوا اور رامہ مز اور تستر کے درمیان مقیم ہوا کہ حضرت عمار بن یاسر آئے۔

مسلمان ہونے کا ارادہ:

اسی وقت سیاہ نے ان سرداروں کو بلوایا جو اس کے ساتھ اصفہان سے روانہ ہوئے تھے اور ان سے کہا: ”تم جانتے ہو کہ ہم یہ گفتگو کرتے تھے کہ یہ قوم بہت بد بخت اور پریشان ہے مگر یہ لوگ عنقریب اس سلطنت پر غالب آ جائیں گے۔ اور ان کے مویشی اصطر کے مخلوں اور کارخانوں میں لید کریں گے اور وہ اپنے گھوڑوں کو اسی کے درخت کے ساتھ باندھیں گے وہ ان علاقوں پر غالب آ گئے ہیں جنہیں تم دیکھ رہے ہو جس لشکر سے مقابلہ کریں گے اس کو شکست دیں گے اور جس قلعہ کے پاس اتریں گے فتح کر کے چھوڑیں گے تم اپنے آپ اس معاملے پر غور کرو۔“

وہ بولے:

”ہماری وہی رائے ہے جو تمہاری رائے ہے۔“

وہ بولا:

”تم میں سے ہر ایک کو مع متعلقین میرا ساتھ دینا چاہیے۔ میری رائے یہ ہے کہ ان کا مذہب قبول کر لیں۔“

آخر کار انہوں نے شیروہ کو اسار و دقوم کے پاس دس افراد کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تا کہ وہ چند شرطوں کے ساتھ اسلام قبول کرنے کے معاملہ کو طے کرائیں۔

شیروہ کی شرائط:

شیروہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا:

”ہم آپ کا مذہب قبول کرنے پر آمادہ ہیں اور اس شرط پر مسلمان ہوتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ مل کر اہل عجم سے جنگ کریں گے مگر آپ کے ساتھ مل کر اہل عرب سے جنگ نہیں کریں گے اور اگر اہل عرب میں سے کوئی ہمارے ساتھ جنگ کرے تو آپ اس کے خلاف ہماری مدد کریں گے۔ ہم جہاں چاہیں گے رہیں گے آپ ہمیں بہترین عطیات دیں گے اور یہ معاہدہ وہ حاکم انجام دے گا جو آپ سے بڑا ہے۔“

مطالبات کی منظوری:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تمہیں وہ حقوق حاصل ہوں گے جو ہمیں حاصل ہیں اور تمہارے بھی وہی فرائض ہوں گے جو ہمارے فرائض ہیں۔“ انہوں نے کہا: ”ہم اس پر رضامند نہیں ہیں۔“ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے بارے میں تحریر کیا تو انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا: ”وہ جو مطالبہ کرتے ہیں اسے منظور کر لو، اس پر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے معاہدہ تحریر کیا اور وہ مسلمان ہو گئے وہ ان کے ساتھ محاصرہ میں شریک ہوئے۔ مگر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان میں سرگرمی اور جوش و خروش نہیں دیکھا۔ اس پر انہوں نے سیاہ سے کہا:

بہترین عطیات کا مطالبہ:

”تم اور تمہارے ساتھی ویسے ثابت نہیں ہوئے جیسا کہ ہم توقع رکھتے تھے“ وہ بولے ”ہم اس مذہب میں تمہاری طرح نہیں ہیں اور نہ ہماری عقل و بصیرت تمہاری طرح ہے اور نہ ہمارے پاس کوئی حرم ہے جس کی ہم حفاظت کریں نیز تم نے ہمیں بہترین عطیات نہیں دیئے ہیں ہمارے پاس ہتھیار و ساز و سامان ہے اور تم نہتے ہو۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں لکھا تو انہوں نے جواب میں لکھا: ”تم ان کے بہادرانہ کارناموں کے مطابق ان کے لیے بہترین وظائف مقرر کرو اور انہیں زیادہ سے زیادہ حصہ جو کسی اہل عرب کو دیا جاتا ہے عطا کرو۔ ان کے سوا افراد کو دو دو ہزار کے وظائف دو اور ان کے مندرجہ ذیل چھ افراد میں سے ہر ایک کو ڈھائی ڈھائی ہزار کا عطیہ دو وہ اشخاص یہ ہیں:“ (۱) سیاہ (۲) خسرو جس کا لقب مقلاص ہے (۳) شہریار (۴) شہروہ (۵) شیروہ (۶) افروذین۔“

سیاہ کا کارنامہ:

انہوں نے فارس کے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا رات کے آخری حصے میں سیاہ چپکے سے قلعہ کے دروازہ کے قریب اہل عجم کے لباس میں پہنچ گیا وہ اپنے کپڑوں پر خون چھڑک کر لیٹ گیا۔

صبح کے وقت اہل قلعہ نے ان کے پاس اپنے لباس میں ایک آدمی کو پڑا ہوا دیکھا انہوں نے خیال کیا کہ کوئی انہی کا زخمی آدمی

ہے انہوں نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا تاکہ وہ داخل ہو جائے اس پر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور ان سے جنگ کرنے لگا وہ قلعہ کے دروازہ سے بھاگ گئے لہذا اس نے تنہا قلعہ کا دروازہ کھولا جس میں تمام مسلمان داخل ہو گئے۔

ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ کام سیاہ نے تستر کی جنگ میں کیا انہوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تو خسر و قلعہ کی طرف گیا وہاں کوئی آدمی گفتگو کرنے کے لیے جھانکا تو خسرو نے ایک تیر چلا کر اسے مار ڈالا۔

دجال کی فتح کی روایت:

سیف کی روایت یہ ہے کہ جب حضرت ابوسبرہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو لے کر سوس کے قریب پہنچے اور مسلمانوں نے اس کا محاصرہ کیا تو اس وقت ہرمزان کا بھائی شہر یار اہل سوس کی قیادت کر رہا تھا انہوں نے کئی مرتبہ جنگ کی اور ہر موقع پر اہل سوس نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا۔ ایک دن ان کے راہبوں اور مذہبی پیشواؤں نے ان کو دیکھا تو (وہ مسلمانوں سے مخاطب ہو کر) کہنے لگے:

”اے اہل عرب! ہمارے اہل علم اور بزرگوں نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ سوس کو دجال یا ایسی قوم فتح کرے گی جس میں دجال شامل ہوگا اگر تمہارے اندر دجال ہے تو تم عنقریب اسے فتح کر لو گے اور اگر نہیں ہے تو ہمارے محاصرہ کا قصد نہ کرو۔“

حکام کے تبادلے:

اتنے میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی منتقلی بصرہ ہو گئی اور مقترب، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بجائے جو سوس میں تھے۔ اہل بصرہ کے حاکم بنائے گئے اہل عجم نہاوند میں جمع ہو گئے نعمان جو اہل کوفہ پر مقرر تھے وہ ابوسبرہ کے ساتھ سوس کا محاصرہ کر رہے تھے حضرت زرارہ نہاوند کا محاصرہ کر رہے تھے اس لیے اہل کوفہ کی فوج کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجنے کا حکم دیا گیا کہ وہ نہاوند پہنچ جائیں حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نہاوند جانے کے لیے تیار ہو گئے پھر جانے سے پیشتر انہوں نے حملہ کیا تو وہی راہب اور مذہبی پیشوا آ کر کہنے لگے:

”اے عرب کی جماعت! تم حملہ کرنے کا ارادہ نہ کرو۔ کیونکہ اسے یا تو دجال فتح کرے گا یا وہ قوم فتح کرے گی جس کے ساتھ دجال ہوگا۔“

صاف کا حملہ:

وہ مسلمانوں پر چینی اور چلائے۔ اس زمانے میں نعمان کے سواروں میں صاف بن صیاد تھا بہر حال مسلمان حملہ کرنے کے لیے تیار ہوئے اور کہنے لگے ”ہم جانے سے پہلے ان سے جنگ کریں گے۔“ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ابھی تک روانہ نہیں ہوئے تھے۔ صاف غیض و غضب کی حالت میں سوس کے دروازے تک پہنچا اور اس کو لات مار کر کہنے لگا ”کھل جا“ اس وقت زنجیریں اور قفل ٹوٹ گئے اور دروازے ٹوٹ گئے اور مسلمان اس کے اندر داخل ہو گئے۔

اہل سوس کی مصالحت:

مشرکوں نے اسی وقت ہتھیار ڈال دیے اور صلح، صلح پکارنے لگے اس وقت مسلمان بزور شمشیر داخل ہو چکے تھے۔ اور مال غنیمت آپس میں تقسیم کر چکے تھے بہر حال جب اہل سوس نے مصالحت کی درخواست کی تو مصالحت قبول کی گئی اس کے بعد مسلمان وہاں سے روانہ ہو گئے۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی واپسی:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کو لے کر ابواز سے روانہ ہوئے تا آنکہ وہ ماہ کے مقام پر مقیم ہو گئے حضرت ابوسبرہ رضی اللہ عنہ نے مقرب رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ وہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جندی سابور میں مقیم ہو جائیں۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ ماہ میں رہے تا آنکہ اہل کوفہ کا لشکر وہاں پہنچ گیا۔ پھر انہیں لے کر وہ نہادند پہنچ گئے جب فتح ہوئی تو صاف مدینہ لوٹ گیا۔ اور وہیں رہنے لگا اور مدینہ میں اس نے وفات پائی۔

حضرت دانیال علیہ السلام کا واقعہ:

عطیہ کی روایت ہے کہ (فتح سوس کے بعد) حضرت ابوسبرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا ”حضرت دانیال علیہ السلام پیغمبر کی لاش اسی شہر میں ہے۔“ انہوں نے کہا: ”ہمیں اس کا کوئی علم نہیں ہے۔“ اس طرح انہوں نے (ان کی لاش کو) انہیں کے قبضے میں رہنے دیا۔

حضرت دانیال علیہ السلام بخت نصر کے بعد فارس کے علاقے میں رہنے لگے تھے جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے کسی کو اسلام کا پیرو نہیں پایا اس لیے انہوں نے اللہ کی کتاب کو ان کافروں سے محفوظ و محترم رکھنا چاہا جو اس پر ایمان لائے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ اسے اپنے پروردگار کے سپرد کر دیں اس لیے انہوں نے اپنے فرزند سے کہا: ”تم ساحل بحیر کی طرف جا کر یہ کتاب سمندر میں پھینک دو وہ لڑکا کتاب لے کر چلا اور اتنی دیر غائب رہا جتنی دیر آمد و رفت ہو سکتی تھی مگر کتاب کو محفوظ رکھا پھر آ کر اس نے کہا میں نے یہ کام کر دیا ہے آپ نے فرمایا جب یہ کتاب سمندر میں گری تو اس وقت سمندر پر کیا اثر ہوا وہ بولا میں نے کوئی بات شاہدہ نہیں کی۔ اس پر آپ غضب ناک ہوئے اور فرمانے لگے۔ ”خدا کی قسم تم نے میرے حکم کی تعمیل نہیں کی“ اس پر وہ لڑکا پھر نکلا اور پہلے کی طرح آ کر کہنے لگا۔ ”میں نے یہ کام کر دیا ہے“ آپ نے فرمایا ”جب سمندر میں یہ کتاب گری تو سمندر کی کیا کیفیت ہوئی؟ وہ بولا سمندر میں لہریں اٹھیں اور طلاطم برپا ہو گیا اس پر وہ پہلے سے زیادہ غضب ناک ہوئے اور کہنے لگے ”میں نے جو حکم دیا نامتم نے اس کی تعمیل نہیں کی“۔

کتاب اللہ کی حفاظت:

تیسری مرتبہ ان کے فرزند نے اسے سچ مچ سمندر میں پھینکنے کا عزم مصمم کیا اور وہ سمندر کے ساحل پر پہنچا اور اس سمندر میں اس نے کتاب پھینک دی (اس کے نتیجے میں) فوراً سمندر زمین سے الگ ہو گیا اور زمین نمودار ہو گئی۔ زمین پھٹ کر اس میں سے نور کی نمودار ہوئی وہ کتاب اس نور میں گر گئی پھر زمین درست ہو گئی اور اس میں پانی شامل ہو گیا جب تیسری مرتبہ وہ واپس آیا تو حضرت نیال علیہ السلام نے پھر سوال کیا تو اس نے تمام کیفیت بیان کی اس وقت وہ فرمانے لگے: ”اب تم نے سچ بات کہی ہے“۔ اس کے بعد وہ اس میں وفات پا گئے۔ تاہم ان کے جسد مبارک کے ذریعے بارش طلب کی جانے لگی تھی۔

جب مسلمانوں نے سوس کو فتح کیا۔ تو وہ آپ کے (جسد مبارک) کو لائے آپ نے اسے ان کے پاس ہی رہنے دیا۔

سد مبارک کی تدفین:

جب حضرت ابوسبرہ رضی اللہ عنہ وہاں سے الگ ہو کر جندی سابور چلے گئے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سوس آئے تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا کہ (ان کے جسد مبارک کو) دفن کر دیا جائے چنانچہ سے کفن دیا گیا اور مسلمانوں نے اسے دفن کر دیا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا:

”کہ ان کی ایک انگوٹھی تھی جو ان کے پاس ہے انہوں نے جواب میں تحریر کیا کہ وہ اس کو مہر کے لیے استعمال کریں“۔

اہل جندی ساہور کی مصالحت

سیف کی روایت ہے کہ ۱۷ھ میں اہل جندی ساہور سے مسلمانوں نے مصالحت کی۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سوس کی فتح سے فارغ ہوئے تو وہ اپنی فوجوں کو لے کر وہاں سے روانہ ہوئے اور جندی ساہور کے قریب پہنچے وہاں حضرت زرارہ بن عبد اللہ بن کلیب ان کا محاصرہ کر رہے تھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی (اپنے لشکر کے ساتھ) وہاں مقیم ہو گئے اور صبح و شام ان سے جنگ ہوتی رہی اور محاصرہ ہوتا رہا۔ تا آنکہ مسلمانوں کے لشکر میں سے کسی نے ان کو پناہ دے دی جس کی اطلاع تیر پھینک کر دی گئی تھی (اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ) مسلمانوں نے اچانک یہ دیکھا کہ شہر کے دروازے کھل گئے ہیں اور لوگ باہر نکل آئے ہیں۔ اس پر مسلمانوں نے پیغام بھیجا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ وہ بولے:

پیغام امن:

”آپ لوگوں نے تیر اندازی کے ذریعے ہمیں امن وامان کا پیغام دیا ہے۔ جسے ہم نے قبول کر لیا ہے ہم جزیہ ادا کرنے کا وعدہ کرتے ہیں بشرطیکہ آپ ہماری حفاظت کریں۔“ مسلمانوں نے کہا: ”ہم نے ایسا کوئی پیغام نہیں دیا ہے“ وہ بولے: ”ہم جھوٹ نہیں بول رہے ہیں“ آخر کار مسلمانوں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ایک غلام نے جو یہاں کا باشندہ تھا اور جس کا نام مکلف تھا انہیں امن وامان کا پیغام لکھ کر بھیجا تھا۔ مسلمانوں نے کہا: ”وہ تو غلام ہے“ وہ بولے ”ہم اپنے آزاد اور غلام کے درمیان تفریق نہیں سمجھتے ہیں ہمارے پاس امن وامان کا پیغام آیا ہم نے اسے قبول کر لیا ہے۔ اور اس پر قائم ہیں اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی ہے اگر تمہاری مرضی ہے تو غداری کرو۔“

غلام کی بات کی منظوری:

مسلمانوں نے اس معاملے میں توقف کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صورت حال سے مطلع کیا انہوں نے یہ تحریر کیا:

”اللہ نے ایفائے عہد کو بہت اہمیت دی ہے تم اس وقت تک با وفا نہیں بن سکتے جب تک کہ تم ایفائے عہد نہ کرو۔ تم انہیں مصالحت کی اجازت دے دو۔ اور ان کے معاہدہ پر قائم رہو اور وہاں سے لوٹ آؤ۔“

پیش قدمی کی اجازت:

سیف کی دوسری روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۱۷ھ میں مسلمانوں کو فارس کے شہروں کی طرف پیش قدمی کی اجازت دے دی تھی۔ آپ نے یہ فیصلہ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر کیا تھا کیونکہ آپ ان کی صداقت اور فضیلت سے واقف تھے۔

سپہ سالاروں کا تقرر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے الگ الگ لشکر اور سپہ سالار مقرر کر دیے تھے اہل بصرہ کے سپہ سالار جداگانہ تھے اور اہل کوفہ کے

سپہ سالار دوسرے تھے اور ان لوگوں کو اپنے احکام سے مطلع کر دیا تھا۔ انہیں ۷۱ھ میں پیش قدمی کا حکم دیا گیا تھا مگر وہ ۱۸ھ میں آگے روانہ ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ بصرہ سے روانہ ہو کر بصرہ کی آخری عمل داری تک پہنچ جائیں اور وہاں تا حکم ثانی مقیم رہیں۔

سپہ سالاروں کے مقامات:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سپہ سالاروں کے علم حضرت سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ کیے وہ ان جھنڈوں کو لے کر آئے انہوں نے خراسان کی جنگ کا جھنڈا حضرت احنف بن قیس کو دیا اور ارد شیر خرہ اور ساہور (کی جنگ) کا جھنڈا حضرت مجاشع بن مسعود سلمیٰ رضی اللہ عنہ کو دیا۔ اصطر (کی جنگ) کا جھنڈا حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ کو دیا۔ اور فساء اور درابجرد (کی جنگ) کا علم حضرت ساریہ بن زینم کنانی کو دیا کرمان کی جنگ کا علم حضرت سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور جحیمان (کی جنگ) کا علم حضرت عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا حضرت عاصم رضی اللہ عنہ صحابی تھے مگر ان کا علم حضرت حکم بن عمیر تغلمیٰ کو ملا۔

سال روانگی:

یہ لوگ ۷۱ھ میں روانہ ہو گئے تھے مگر ان (مذکورہ بالا) علاقوں تک پہنچنے کے لیے وہ صف آرائی کرتے رہے تا آنکہ جب وہ مکمل طور پر روانہ ہوئے تو اس وقت ۱۸ ہجری کا سال شروع ہو گیا تھا۔

ان کے معاہدین:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان (سپہ سالاروں) کی امداد کے لیے (نامور) اہل کوفہ کو بھیجا۔ چنانچہ حضرت سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ کی امداد کے لیے حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اور حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے حضرت علقمہ بن نصر رضی اللہ عنہ کا تقرر کیا نیز عبداللہ بن ابی عقیل ربیع بن عامر اور ابن ام غزل کو بھی بھیجا حضرت عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے عبداللہ بن عمیر اشجعی کو روانہ فرمایا۔ حضرت حکم بن عمیر تغلمیٰ رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے شہاب بن مخرق مازنی کا تقرر فرمایا۔ بعض (مؤرخین) کا قول ہے کہ سوس رامہر مزی فتح اور تستر سے ہرمزان کی واپسی ۲۰ھ میں ہوئی۔

اس سال کے حکام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے ۷۱ھ میں بھی مسلمانوں کے ساتھ حج کیا اس وقت مکہ معظمہ کے حاکم عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ تھے یمن کے حاکم یعلیٰ بن امیہ تھے یمامہ اور بحرین کے حاکم حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ عمان کے حاکم حذیفہ بن محسن رضی اللہ عنہ تھے شام کے حکام وہ تھے جن کے اسمائے گرامی پہلے مذکور ہوئے ہیں کوفہ اور اس کے علاقے کے حاکم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے اس کے قاضی ابو قرہ تھے بصرہ اور اس کے علاقے کے حاکم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے۔ گذشتہ (صفحات) میں اس کا ذکر کیا گیا ہے جب کہ وہ وہاں سے معزول کیے گئے تھے اور اس وقت کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے جب وہ دوبارہ (بصرہ کے) حاکم بن کر آئے وہاں کے قاضی ابو مریم حنفی تھے جزیرہ اور موصل کے حکام کا پہلے ذکر آچکا ہے۔



۱۸ھ کے واقعات

ابو جعفر طبری تحریر کرتے ہیں کہ اس سال مسلمانوں کو سخت قحط اور خشک سالی کا سامنا کرنا پڑا اسی وجہ سے اس سال کو عام الرمادہ کہا جاتا ہے۔

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ۱۸ھ میں قحط سالی اور عمواس کا طاعون نمودار ہوا اس طرح اس سال بہت لوگ ہلاک و فنا ہوئے۔ ابو معشر بھی یہی بیان کرتے ہیں کہ ۱۸ھ میں قحط سالی اور عمواس کا طاعون آیا۔ شرابیوں کے بارے میں حکم:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا: ”چند مسلمانوں نے شراب پی ہے جن میں ضرار اور ابو جندل بھی ہیں ہم نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے اس کی تاویل کی اور کہا: ہمیں اختیار دیا گیا ہے تو ہم نے اسے اختیار کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فهل انتم منتہون﴾ ”کیا تم باز آنے والے ہو؟“

(وہ کہتے ہیں) ”اس میں عزم مصمم (پختہ ممانعت) نہیں ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (جواب میں) یہ تحریر فرمایا:

”(مذکورہ بالا آیت) ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کن ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم (شراب پینے سے) باز آ جاؤ۔“

اسی کوڑے:

اس پر مسلمان جمع ہوئے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ انہیں اسی کوڑے مارے جائیں اور جو کوئی اس قسم کی تاویل کرے اور منکر ہو تو اسے قتل کر دیا جائے اس معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو یہ خط تحریر فرمایا:

”تم ان شرابیوں کو بلاؤ اگر ان کا یہ عقیدہ ہے کہ شراب حلال ہے تو انہیں قتل کر دو اور اگر وہ یہ مانتے ہیں کہ یہ حرام ہے تو انہیں اسی کوڑے مارو۔“

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بلا بھیجا اور ان سے لوگوں کے سامنے پوچھا تو انہوں نے کہا: ”یہ حرام ہے۔“ اس پر ان میں سے ہر ایک کو اسی کوڑے مارے گئے۔ اور وہ اپنے اصرار پر بہت پشیمان ہوئے آپ نے ان سے کہا:

”اے اہل شام! تمہارے ملک میں بہت بڑا حادثہ نمودار ہوگا۔“ چنانچہ رمادہ کا قحط نمودار ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ضرار رضی اللہ عنہ اور ابو جندل رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا خط موصول ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اس کا جواب تحریر کیا اور انہیں حکم دیا گیا کہ ”وہ انہیں سب مسلمانوں کے

سامنے بلوائیں اور پوچھیں کہ آیا شراب حلال ہے یا حرام۔ اگر وہ کہیں ”حرام“ ہے تو انہیں اسی کوڑے مارو اور ان سے توبہ کرواؤ اور اگر وہ کہیں کہ شراب حلال ہے تو ان کی گردنیں مارو۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بلوایا اور ان سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا ”شراب حرام ہے“ اس پر ان کو کوڑے کی سزا دی۔

مجرموں کی پشیمانی:

وہ لوگ اس قدر شرمندہ ہوئے کہ وہ گھروں میں بیٹھ گئے (باہر نہیں نکلتے تھے) بلکہ ابو جندل رضی اللہ عنہ کے دل میں بہت سے دوسے اور شکوک پیدا ہو گئے۔ اس پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

”ابو جندل کے دل میں بہت سے توہمات و شکوک پیدا ہو گئے ہیں اللہ آپ ہی کے ذریعے اس کے دل سے یہ اوہام و شکوک نکال سکتا ہے آپ اسے خط لکھیے اور وعظ و نصیحت کیجیے۔“

شرابیوں کو نصیحت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو جندل رضی اللہ عنہ کو یہ خط تحریر فرمایا:

”یہ حقیقت ہے کہ اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا ہے کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اس کے علاوہ دوسرے (گناہوں) کو جس کے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ تم توبہ کرو اور اپنا سراٹھا کر باہر نکلو اور (اللہ کی رحمت سے) مایوس مت ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو جاؤ کیونکہ اللہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہی بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“

سکون قلب:

جب حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ خط پڑھ کر سنایا تو اس کے دل میں سکون ہوا اور اس کی بے چینی دور ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوسرے لوگوں کو بھی اسی قسم کے خطوط لکھے (ان کی بدولت) وہ گھر سے باہر نکلنے لگے آپ نے عام مسلمانوں کو یہ لکھا:

”تم اپنے آپے میں رہو جو تبدیلی اور اصلاح کا مستحق ہو اور اس کی اصلاح کرو مگر کسی کو بدنام نہ کرو ورنہ یہ مصیبت پھیل جائے گی۔ عطاء نے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے مگر انہوں نے یہ بیان نہیں کیا ہے کہ حضرت عمر نے لوگوں کو یہ لکھا کہ وہ کسی کو بدنام نہ کریں۔“ مزید روایت یہ ہے:

جہاد کی درخواست:

ان لوگوں نے یہ کہا اہل روم نے جنگ شروع کر رکھی ہے آپ ہمیں ان سے جہاد کرنے کی اجازت دیں اگر اللہ نے ہماری قسمت میں شہادت لکھی ہے تو یہ عین مراد ہے ورنہ آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کے مطابق عمل کریں۔ چنانچہ اس کے بعد ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ ایک جماعت کے ساتھ شہید ہو گئے اور دوسرے زندہ رہے ان پر حد شرعی جاری کی گئی۔

قحط سالی:

سیف کی دوسری روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ اور اطراف مدینہ میں قحط پڑا جب ہوا چلتی تھی تو

راکھ کی طرح مٹی اڑتی تھی اس وجہ سے یہ سال عام الرمادہ (راکھ کا سال) کہلایا جائے گا اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی کہ وہ گھی، دودھ اور گوشت کا ذائقہ اس وقت تک نہیں چکھیں گے جب تک کہ عام مسلمان پہلی بارش سے فیض یاب نہ ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایثار:

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی حالت پر رہے تا آنکہ لوگ پہلی بارش سے فیض یاب ہوئے اس عرصے میں بازار میں گھی کا پیپا اور دودھ کا مشکیزہ آیا جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام نے چالیس (درہم) میں خرید لیا پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگا اے امیر المؤمنین! اللہ نے آپ کی قسم پوری کی اور آپ کو بڑا اجر دیا بازار میں دودھ کا مشکیزہ اور گھی کا پیپا آ گیا ہے اور میں نے اسے چالیس (درہم) میں خرید لیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے ان دونوں چیزوں کو گراں خرید انہیں خیرات کر دو۔ کیونکہ مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں اسراف کے ساتھ کھاؤں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مزید یہ فرمایا مجھے رعایا کا حال کیسے معلوم ہوگا اگر مجھے وہ تکلیف نہ پہنچے جو تکلیف انہیں پہنچ رہی ہے۔

شدید قحط:

عبدالرحمن بن کعب بن مالک روایت کرتے ہیں کہ ۷ھ کا آخر اور ۸ھ کا آغاز تھا جب رمادہ کا قحط رونما ہوا تو اس وقت اور اس کے اطراف کے لوگوں کو بھوک نے ہلاک کر دیا تھا۔ اور یہ حالت ہو گئی تھی کہ وحشی جانور انسان کے پاس پناہ لینے آتے تھے اور اس وقت یہ حال تھا کہ ایک آدمی جب بکری کو ذبح کیا کرتا تھا تو وہ اس قدر خشک اور بدبودار نکلتی تھی کہ اس سے کراہیت آنے لگتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کا قاصد:

اس وقت اہل مدینہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیگر شہروں سے منقطع ہو کر محاصرہ جیسی حالت میں تھے۔ تا آنکہ بلال بن حارث مزنی آیا اور اس نے ان الفاظ میں آپ سے اجازت طلب کی۔ میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں اور رسول اللہ ﷺ آپ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

”میں نے تمہیں دانشمند دیکھا ہے تمہارے پاس ایک آدمی بھی موجود ہے تمہارا یہ حال کیوں ہو گیا ہے؟“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

تم نے یہ خواب کب دیکھا وہ بولا گزشتہ رات کو اس پر آپ نکلے اور لوگوں سے اعلان کر لیا کہ نماز ہونے والی ہے آپ نے انہیں دو رکعت نماز پڑھائی۔ اور فرمایا:

”اے لوگو! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کہ آیا تم نے میرے کاموں سے بہتر کوئی بات ملاحظہ کی ہے۔“ وہ بولے: ”نہیں۔“

اس پر آپ نے فرمایا:

”بلال بن حارث اس طرح بیان کرتا ہے۔“ لوگ کہنے لگے: ”وہ صحیح کہتا ہے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں اور مسلمانوں کے

لیے بھی دعا مانگیں۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نماز استسقاء:

اللہ اکبر! مصیبت کا زمانہ ختم ہو گیا اور وہ دور ہو گئی۔ جس قوم کو دعائے مانگنے کی اجازت دی جائے اس کی مصیبت دور ہو جاتی ہے۔ آپ نے شہروں کے حکام کے نام تحریر کیا: ”تم لوگ اہل مدینہ اور اس کے ارد گرد کے لوگوں کے لیے نماز استسقاء پڑھو کیونکہ وہ اپنی مصیبت کی انتہا تک پہنچ گئے ہیں۔“

آپ نے نماز استسقاء کے لیے مسلمانوں کو باہر (میدان میں) جمع کیا آپ پایادہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو لے کر آئے آپ نے مختصر خطبہ پڑھا۔ پھر آپ نے نماز استسقاء پڑھائی پھر روانہ ہو کر آپ نے یہ دعا مانگی:

اللهم اياك نعبدو اياك نستعين اللهم اغفر لنا و ارحمنا و ارض عنا.

”اے میرے اللہ! ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں اے میرے اللہ! تو ہمیں معاف کر۔ ہم پر رحم کر اور ہم سے راضی ہو جا۔“

جب آپ واپس جانے لگے تو ابھی گھر نہیں پہنچنے پائے تھے کہ (بارش کی کثرت کی وجہ سے) میدان تالاب بن گئے۔
دوسری روایت:

عاصم بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ ”ایک سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قحط سالی ہوئی مال مویشی سب لاغر ہو گئے قبیلہ مزینہ کے گھروالوں نے جو صحرائین تھے اپنے گھروالوں سے کہا: ”ہم تباہ ہو گئے ہیں ہمارے لیے ایک بکری ذبح کرو۔“ وہ بولا: ”ان میں کچھ باقی نہیں رہا ہے جب انہوں نے بہت اصرار کیا تو اس نے ان کے لیے ایک بکری ذبح کی جب اس کی کھال اتاری گئی۔ تو وہ سرخ ہڈیوں کا ڈھانچہ نکلی اس وقت اس نے ”یا محمد اہ“ نعرہ بلند کیا اس کے بعد اس نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لاکر فرمانے لگے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیغام نبوی:

تمہیں بارش کی خوشخبری ہو تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور انہیں میری طرف سے سلام پہنچا کر کہو: ”میں نے تمہیں دیکھا ہے کہ تم عہد و پیمانہ کو پورا کرنے میں بہت مستحکم ہو اے عمر! تم دانش مندی کا طریقہ اختیار کرو۔“

(یہ خواب دیکھ کر) وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچا اور ان کے غلام سے یہ کہا ”تم رسول اللہ ﷺ کے قاصد کے لیے اجازت طلب کرو۔“

اس نے آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اطلاع دی وہ گھبرا کر پوچھنے لگے: ”کیا تم نے اس کے اندر خلل دماغ پایا ہے۔“ غلام نے کہا: ”نہیں“ اس پر آپ نے فرمایا: ”اسے اندر بھیجو“ جب وہ داخل ہوا تو اس نے تمام حال بتایا۔ آپ نے نکل کر مسلمانوں میں اعلان کرایا۔ پھر منبر پر چڑھ کر آپ نے فرمایا:

استسقاء میں تاخیر:

میں تمہیں اس خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں ”کیا تم نے میرے اندر کوئی ناپسندیدہ بات دیکھی“ لوگوں نے کہا: ”ہرگز نہیں“ پھر انہوں نے پوچھا ”آپ یہ کیوں دریافت کر رہے ہیں“۔ اس پر آپ نے انہیں تمام واقعہ بتایا جسے وہ لوگ سمجھ گئے مگر آپ

نہیں سمجھ سکے وہ بولے آنحضرت ﷺ نے نماز استسقاء کی طرف اشارہ کیا ہے آپ ہمیں نماز استسقاء پڑھائیے، لہذا آپ نے دو مختصر رکعتیں پڑھیں اور یہ دعا مانگی:

دعا:

اللهم عجزت عنا انصارتنا و عجز عنا حولنا و قوتنا و عجزت غسا انفسا و لا حول و لا قوة
الابلک اللهم فاسقنا و احی العباد و البلاد.

”اے اللہ! ہمارے مددگار! ہم عاجز ہو گئے ہیں اور ہماری قوت و طاقت ناکام ہو گئی ہے اور خود ہم عاجز ہو گئے طاقت و قوت تیرے ہی اختیار میں ہے اے اللہ! تو ہمیں سیراب کر اور بندوں اور شہروں کو زندگی سے فیض یاب کر۔“

غلہ کی امداد:

رجاء کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی شہروں کے حکام کو لکھا کہ وہ اہل مدینہ اور اس کے اردگرد کے علاقوں کی امداد کریں چنانچہ سب سے پہلے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ چار ہزار انتوں پر غلہ لا کر لائے۔ آپ نے انہی کو اس کام پر مقرر فرمایا کہ وہ اسے اہل مدینہ اور اس کے اردگرد کے لوگوں میں تقسیم کریں۔ جب وہ اس کام سے فارغ ہو گئے اور واپس جانے لگے تو آپ نے انہیں چار ہزار درہم دینے کا حکم دیا انہوں نے فرمایا: ”مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اے امیر المؤمنین! میں نے اللہ کی رضامندی طلب کی تھی۔ آپ مجھے (مال) دنیا میں بتلانا نہ کریں۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تم اسے قبول کر لو چونکہ تم نے اسے طلب نہیں کیا تھا اس لیے لینے میں کوئی حرج نہیں۔“ انہوں نے انکار کیا تو آپ نے فرمایا: ”تم اسے قبول کر لو کیونکہ ایسا کام رسول اللہ ﷺ نے بھی میرے لیے مقرر فرمایا تھا اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے بھی یہی ارشاد فرمایا تھا جو میں نے کہا ہے اور اس موقع پر میں نے بھی آپ کی خدمت میں وہی عرض کیا تھا جو تم کہتے ہو اس کے باوجود آپ نے وہ رقم عطا فرمائی۔“ اس پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے وہ رقم قبول کر لی اور اپنی عمل داری کی طرف چلے گئے۔

بعد ازاں مسلمانوں نے لگا تار (امداد) بھیجی اور اس سے اہل حجاز خوش حال ہو گئے اور پہلی بارش کے بعد ان کا علاقہ سرسبز و

شاداب ہو گیا۔

بحری راستہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط کے جواب میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر کیا ”رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے زمانے میں شامی سمندر (بحیرہ قلزم) کو کھود کر بحر مغرب کے ساتھ ملا دیا گیا تھا مگر رومیوں اور خبیثوں نے اس راستے کو بند کر دیا اگر آپ چاہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں غلہ کا بھاؤ مصر میں غلہ کے بھاؤ کے مطابق رہے تو میں نہر کھود کر اس پر پل بنوانے کی اجازت چاہتا ہوں۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں تحریر فرمایا: ”تم یہ کام جلد انجام دو۔“

اہل مصر نے ان سے کہا ”تمہارا اخراج کافی ہے اور اس کی وجہ سے تمہارا امیر تم سے خوش ہے اگر یہ کام مکمل ہو جائے تو خراج

کم ہو جائے گا۔

اس پر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ تحریر کیا کہ اس کام سے مصر کا خراج کم ہو جائے گا۔ اور اس کی ویرانی ہوگی۔ اس کے

جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا: ”تم یہ کام بہت جلد انجام دو۔ اگر مدینہ کی آبادی اور اس کی ترقی میں مصر کا نقصان ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔“

غلہ کی ارزانی:

چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بحیرہ قلزم کا یہ کام مکمل کیا اور اس کے نتیجے میں نہ صرف مدینہ منورہ کے بھاؤ مصر کے بھاؤ کی طرح ہو گئے بلکہ اس کے ذریعے مصر کی خوش حالی میں اور ترقی ہوتی گئی۔ اہل مدینہ نے رمادہ کی قحط سالی کے بعد پھر قحط نہیں دیکھا۔ البتہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو یہ بحری راستہ مسدود ہو گیا۔

دیگر فتوحات:

ابو جعفر طبری کہتے ہیں کہ ”واقدی کا قول ہے کہ رقبہ اور ربا اور حران حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسی سال ۱۸ھ میں مفتوح ہوئے اور اسی سال حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں عین الوردہ فتح ہوا۔ (میں نے گذشتہ صفحات میں اس کی مخالفت روایت بیان کر دی ہے)

متفرق واقعات:

میں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقام (حرم) کو اسی سال (۱۸ھ) میں ماہ ذوالحجہ میں موجودہ مقام پر منتقل کیا تھا اس سے پہلے یہ خانہ کعبہ کے متصل تھا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عمواس کے طاعون میں پچیس ہزار افراد فوت ہوئے۔

ابو جعفر طبری مزید فرماتے ہیں کہ بقول بعض اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شریح بن حارث الکنذی کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا اور بصرہ کا قاضی کعب بن اسور ازدی کو مقرر فرمایا اور اس سال بھی آپ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا آپ کے حکام اس سال وہی تھے جو ۱۷ھ میں مقرر تھے۔



۱۹ھ کے واقعات

ابومعشر کی روایت ہے کہ جلولا کی فتح حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ۱۹ھ میں ہوئی و اقدی کا قول بھی یہی ہے محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ جزیرہ رباکوحران راس العین اور نصیبین کی فتوحات ۱۹ھ میں ہوئیں۔
 ابو جعفر طبری کہتے ہیں: ”ہم نے اس کے مخالف قول کا اس سے پہلے تذکرہ کر دیا تھا۔ ابو معشر کی روایت ہے کہ فتح قیساریہ ۱۹ھ میں ہوئی اس کے امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ تھے و اقدی بھی اس قول میں ابو معشر کے ہمنوا ہیں۔ البتہ محمد بن اسحاق نے کہا کہ فلسطین سے فتح قیساریہ ہرقل کا فرار اور فتح مصر کے واقعات ۲۰ھ میں رونما ہوئے۔
 سیف کی روایت ہے کہ یہ واقعات ۱۶ھ میں ہوئے۔ فتح قیساریہ کا واقعہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے البتہ فتح مصر کے واقعات مخالف اور موافق راویوں کے قول کے مطابق ۲۰ھ میں بیان کیے جائیں گے۔

واقعی کے بیانات:

ابو جعفر طبری کہتے ہیں ”اس سال یعنی ۱۹ھ میں مدینہ کے بیرونی علاقے میں آگ بھڑک اٹھی جیسا کہ واقعی نے بیان کیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں مردوں کو لے جانے کا ارادہ کیا پھر لوگوں کو حکم دیا کہ وہ صدقہ ادا کریں اس کی وجہ سے آگ بجھ گئی۔

واقعی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ مدائن اور جلولا کے شہر اس سال فتح ہوئے جن لوگوں نے اس سے اختلاف کیا ہے ان کی روایت ہم گذشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں۔

اس سال بھی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا ان کے حکام اور قاضی اسلامی شہروں میں وہی تھے جو

۱۸ھ میں مقرر تھے۔



۲۰ھ کے واقعات

محمد بن اسحاق اور ابو معشر کی روایت کے مطابق فتح مصر ۲۰ھ میں ہوئی اس کے سپہ سالار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ (اسکندریہ کی فتح کے سن میں اختلاف ہے) ابو معشر کا قول ہے کہ اسکندریہ ۲۵ھ میں مفتوح ہوئے واقدی نے بروایت ابن سعد بیان کیا ہے کہ مصر و اسکندریہ ۲۰ھ میں مفتوح ہوئے۔ سیف کی روایت ہے کہ مصر اور اسکندریہ ۱۶ھ میں مفتوح ہوئے۔

فتح مصر و اسکندریہ

ہم نے مصر و اسکندریہ کی فتح کے سال میں اہل سیر و تاریخ کا اختلاف ابھی بیان کیا ہے اب ہم ان کی فتح کے واقعات بیان کرتے ہیں اس کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔

محمد بن اسحاق کی روایت یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کی تمام فتوحات سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا کہ وہ اپنی فوجیں لے کر مصر کی طرف روانہ ہو جائیں چنانچہ انہوں نے فوج کشی کی اور ۲۰ھ میں (پہلے) باب الیون فتح کیا۔

فتح اسکندریہ میں اختلاف:

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں ”فتح اسکندریہ میں اختلاف ہے بعض (مؤرخین) بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلافت کے دوسرے سال ۲۵ھ میں فتح ہوا اور اس کے سپہ سالار بھی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔

زیاد بن جزء زبیدی بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے جب مصر اور اسکندریہ دونوں مفتوح ہوئے۔ وہ کہتے ہیں ”ہم نے اسکندریہ کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۲۱ھ یا ۲۲ھ میں فتح کیا۔

جب ہم نے باب الیون کو فتح کیا تو ہمارے اور اسکندریہ کے درمیان کے دیہات ایک ایک گاؤں کر کے مطیع ہوتے گئے یہاں تک کہ ہم ایک ساحلی دیہات کے ایک گاؤں بلہیب تک پہنچ گئے جسے قریۃ الریش بھی کہا جاتا ہے اس وقت ہمارے جنگی قیدی مکہ، مدینہ اور یمن تک پہنچ گئے تھے۔

صلح کا پیغام:

جب ہم بلہیب پہنچے تو اس وقت اسکندریہ کے حاکم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام بھیجا:

”اے اقوام عرب! میں تم سے زیادہ قابل نفرت قوموں یعنی اہل فارس و روم کو جزیرہ ادا کرتا تھا۔ اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو جزیرہ ادا کرنے کے لیے تیار ہوں بشرطیکہ آپ میرے علاقے کے جنگی قیدیوں کو لوٹا دیں۔“

پیغام کا جواب:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ جواب بھیجا:

”میرے علاوہ بھی ایک بڑا حاکم ہے جس کی مرضی کے بغیر میں کوئی کام نہیں کر سکتا ہوں تم نے جو پیش کش کی ہے میں اس کے بارے میں اُنہیں تحریر کر رہا ہوں اگر انہوں نے منظور کر لیا تو میں بھی منظور کروں گا اور اگر اس کے علاوہ انہوں نے حکم دیا تو میں اس حکم کی تعمیل کروں گا اس وقت تک تم بھی توقف کرو اور میں بھی انتظار کروں گا۔“

اس حاکم نے یہ بات مان لی اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہم لوگوں سے کوئی تحریر جو وہ لکھتے تھے پوشیدہ نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے انہوں نے حاکم اسکندریہ کے خط کا تذکرہ بھی کیا۔ اس وقت ہمارے پاس بقایا جنگی قیدی بھی تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب خط کے انتظار میں ہم موضع بلہیب میں ٹھہرے رہے تا آنکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب آ گیا جسے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ہمیں پڑھ کر سنایا وہ یہ تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب:

”مجھے تمہارا خط موصول ہوا جس میں تم نے یہ تحریر کیا ہے کہ حاکم اسکندریہ نے جزیہ ادا کرنا قبول کر لیا ہے۔ بشرطیکہ تم اس کے علاقے کے جنگی قیدیوں کو لوٹا دو حقیقت یہ ہے کہ جزیہ وہ مستقل آمدنی ہے جو ہمارے لیے اور ہمارے بعد کے آنے والے مسلمانوں کے کام میں آسکتی ہے یہ چیز مجھے اس مال غنیمت سے زیادہ پسند ہے جو تقسیم کر دیا جاتا ہے پھر وہ مال ختم ہو جاتا ہے۔

تم حاکم اسکندریہ کے سامنے یہ تجویز رکھو کہ وہ جزیہ ادا کرے مگر جو جنگی قیدی تمہارے قبضے میں ہیں انہیں اختیار دیا جائے گا۔ کہ وہ اسلام قبول کریں یا اپنی قوم کے مذہب کو برقرار رکھیں جو مسلمان ہو جائے گا وہ مسلمانوں میں شامل ہوگا اس کے حقوق و فرائض انہی جیسے ہوں گے مگر جو اپنی قوم کے مذہب پر برقرار رہے گا اس پر وہی جزیہ مقرر کیا جائے گا جو اس کے ہم مذہبوں پر برقرار ہوگا۔

البتہ وہ جنگی قیدی جو سرزمین عرب میں پہنچ گئے ہیں اور مکہ مدینہ اور یمن کے علاقوں میں جا کر الگ الگ ہو گئے ہیں ان کو واپس کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے اس لیے ہم ایسے معاملے پر مصالحت نہیں کر سکیں گے جس کو ہم پورا نہ کر سکیں۔

مذہبی آزادی:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حاکم اسکندریہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط کے مضمون سے مطلع کیا اس نے یہ تجاویز تسلیم کر لیں لہذا جو جنگی قیدی ہمارے قبضے میں تھے ہم نے انہیں اکٹھا کر لیا اور وہیں تمام عیسائی افراد جمع ہو گئے ہم ان میں سے ایک ایک آدمی کو لاتے تھے اور اسے اسلام اور عیسائیت میں سے کسی ایک مذہب کو اختیار کرنے کی اجازت دیتے تھے جب کوئی اسلام قبول کرتا تھا تو اس وقت ہم ایسا نعرہ کبیر بلند کرتے تھے جو اس نعرہ سے زیادہ زور دار ہوتا تھا جب کہ ہم کوئی گاؤں فتح کرتے تھے (اسلام قبول کرنے کے بعد) ہم اسے اپنے حلقے میں شامل کر لیتے تھے۔ جب کوئی عیسائیت کو ترجیح دیتا تھا۔ تو عیسائی بہت فخر کرتے تھے اور انہیں اپنے حلقے میں شامل کر لیتے تھے۔ اور ہم اسی وقت اس پر جزیہ عائد کر دیتے تھے تاہم اس موقع پر ہمیں بہت رنج ہوتا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ہمارا کوئی آدمی نکل کر ان کی طرف چلا گیا ہو۔

ابومریم کا اسلام:

بہر حال یہ طریقہ جاری رہا تا آنکہ ہم ان سے فارغ ہو گئے اس سلسلے میں جو افراد (مسلمان ہو کر) ہماری طرف آ گئے تھے ان میں ابومریم عبداللہ بن عبدالرحمن بھی شامل تھے جب ہم نے کھڑا کر کے اس پر اسلام پیش کیا اور عیسائی رہنے کا اختیار بھی دیا گیا تو انہوں نے اسلام کو ترجیح دی لہذا ہم نے انہیں اپنی جماعت میں شامل کر لیا اس پر اس کے والدین اور بھائی اسے ہم سے گھسیٹنے کے لیے دوڑے یہاں تک کہ انہوں نے اس کے کپڑے پھاڑ دیے (مگر وہ اسلام پر قائم رہا) آج کل وہ ہمارا چوہدری ہے یعنی وہ قبیلہ بنو زبید کا نگران ہے۔

فتح اسکندریہ:

پھر اسکندریہ کا شہر ہمارے لیے کھول دیا گیا اور ہم وہاں داخل ہو گئے یہ مقام جو آج نظر آ رہا ہے جس کے چاروں طرف پتھر ہیں وہ (فتح اسکندریہ کے موقع پر) اسی طرح تھا اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی۔

غلط بات کی تردید:

جو لوگ کہتے ہیں کہ اسکندریہ اور اس کے ماحول کے دیہات پر جزیہ نہیں مقرر کیا گیا تھا اور وہاں کے لوگوں کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں ہے وہ جھوٹ بولتے ہیں اس واقعہ کے راوی قاسم بیان کرتے ہیں کہ یہ (تردید) گفتگو اس لیے کی گئی ہے کہ بنو امیہ کے سلاطین مصر کے حکام کو یہ لکھا کرتے تھے کہ مصر بزرگ شمشیر فتح ہوا ہے اور اہل مصر ہمارے غلام ہیں ہم ان پر جس قدر چاہیں (ٹیکس کا) اضافہ کر سکتے ہیں اور جو چاہیں کر سکتے ہیں۔

سیف کی روایت:

سیف کی روایت یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایلیاء پہنچے اور وہاں کے لوگوں سے صلح کرنے کے بعد چند دنوں قیام کیا تو انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مصر روانہ کیا۔ اور اگر اللہ مصر کی فتح عطا فرمائے تو اس صورت میں وہاں کا حاکم بھی مقرر کر دیا تھا ان کے پیچھے آپ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو امدادی فوج دے کر بھیجا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو رماوہ بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ اللہ اگر انہیں فتح عطا کرے تو وہ اپنی عمل داری کی طرف لوٹ جائیں۔

معذرت کا موقع:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ واپس چلے گئے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مصر کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ باب الیون تک پہنچ گئے ان کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے اور وہ دونوں وہاں اکٹھے ہو گئے وہاں انہیں ابومریم اور مصر کا بشپ ملے انہیں مقوقس (حاکم مصر) نے اپنے ملک کی حفاظت کے لیے بھیجا تھا جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو انہوں نے ان سے جنگ شروع کر دی انہوں نے اہل مصر کو پیغام بھیجا: ”تم ہمارے ساتھ (جنگ کرنے میں) جلدی نہ کرو۔ تاکہ ہم تمہیں معذرت کا موقع دیں اور تم (ہماری بات پر) کوئی فیصلہ نہ کر سکو“۔

اہل مصر نے اپنے ساتھیوں کو لڑائی سے باز رکھا۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیجا کہ میں (بات چیت کے لیے) نکل رہا ہوں اس لیے ابومریم اور ابومریام آ جائیں چنانچہ وہ لوگ وہاں پہنچ گئے اور ہر ایک نے دوسرے کو پنادی دی۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان دونوں سے یوں مخاطب ہوئے۔

دعوتِ اسلام:

تم دونوں اس شہر کے راہب ہو تو سنو کہ اللہ بزرگ و برتر نے محمد ﷺ کو حق و صداقت کا پیغام بھیجا ہے اللہ نے انہیں حکم دیا اور ہمیں محمد ﷺ نے احکام دیے اور اللہ کے احکام ہم تک پہنچائے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے اور جو فرض تھا اس کی تکمیل فرما گئے اور ہمیں اس سرزمین پر چھوڑ گئے۔ انہوں نے ہمیں یہ بھی حکم دیا تھا کہ ہم لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچائیں۔ ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں جو ہماری دعوت قبول کرے گا وہ ہماری طرح ہی ہو جائے گا اور جو ہماری دعوت قبول نہیں کرے گا ہم اس پر جزیہ پیش کریں گے اور اس صورت میں ہم اس کی حفاظت کریں گے انہوں نے (آنحضرت ﷺ نے) ہمیں پیشین گوئی کی ہے کہ ہم تمہیں فتح کر لیں گے تاہم انہوں نے ازراہ ہمدردی تمہاری حفاظت کی ہدایت کی ہے لہذا اگر تم نے ہماری بات مان لی تو ہم پر تمہاری حفاظت کی ذمہ داری ہے۔

حسن سلوک کی ہدایت:

ہمارے امیر المومنین نے ہمیں یہ ہدایت کی ہے کہ ہم قبیلوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی ہدایت کی ہے کیونکہ ان کے ساتھ آپ کی رشتہ داری کے تعلقات ہیں۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا خاندان:

اہل مصر کہنے لگے ”ہاں بہت دور کی رشتہ داری ہے جس کا انبیاء کرام ہی خیال رکھتے تھے وہ (ہاجرہ علیہا السلام) بہت مشہور معروف اور شریف خاتون تھیں وہ ہماری شہزادی تھیں اور حنف کی رہنے والی تھیں ان کے خاندان میں بادشاہت رہی تا آنکہ انقلاب آیا اور اہل عین شمس نے ان کے خاندان کو قتل کر دیا اور ان کی سلطنت چھین لی اور وہ جلاوطن ہو گئے اور اس وجہ سے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلی گئیں، ہم ان کا خیر مقدم کرتے ہیں۔“

مزید مہلت:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میرے جیسا شخص فریب میں نہیں آ سکتا ہے تاہم میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں تاکہ تم خود غور کر سکو اور اپنی قوم سے بھی مشورہ کر سکو ورنہ ہم تم سے جنگ کریں گے۔“ وہ دونوں بولے ”آپ ہمیں مزید مہلت دیں“ اس پر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ایک دن کا اضافہ کیا اس کے بعد بھی انہوں نے مزید مہلت کا مطالبہ کیا تو انہوں نے ایک دن اور بڑھا دیا (یہاں سے اٹھ کر) وہ مقوقش (شاہ مصر) کے پاس گئے تو اطربون نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا بلکہ جنگ کرنے کا حکم دیا اس کے بعد وہ دونوں اشخاص اہل مصر کے پاس پہنچے اور کہنے لگے:

”ہم کوشش کریں گے کہ تمہاری حفاظت کریں اور ان کی طرف نہ لوٹیں اب چار دن باقی رہ گئے ہیں اس عرصے میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ ہمیں توقع ہے کہ امن و امان ہوگا۔“

فرقہ کا حملہ:

(تاہم مدت گزرنے سے پہلے) فرقہ کی طرف سے رات کے وقت حملہ شروع ہو گیا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس حملہ

کے لیے تیار تھے اس لیے انہوں نے اس کا مقابلہ کیا جس میں فرقہ اور اس کے ساتھی مارے گئے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عین شمس کا قصبہ کہا وہاں ان کی جماعت موجود تھی آپ نے فرما کی طرف ابرہ بن الصباح کو بھیجا اور وہ وہاں پہنچ گئے نیز عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کو اسکندریہ کی طرف بھیجا اور وہ بھی اپنے مقام پر پہنچ گئے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے شہر والوں سے کہا ”اگر تم صلح کر لو گے تو تمہیں امن و امان دیا جائے گا“۔ وہ بولے ”بہت بہتر ہے“۔ وہ ان سے خط و کتابت کرتے رہے عین شمس کے باشندے ان کا انتظار کرتے رہے اس اثناء میں مسلمانوں نے کئی اشخاص کو گرفتار کر کے جنگی قیدی بنا لیا۔

اسکندریہ اور فرما کے شہر:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے اہل اسکندریہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا ”اے اہل اسکندریہ! تمہارا شہر کس قدر خوبصورت ہے وہ بولے اسکندر نے کہا تھا:

”میں ایسا شہر تعمیر کر رہا ہوں جو اللہ کا محتاج ہوگا۔ مگر لوگوں سے بے نیاز رہے گا۔ اس وجہ سے اس کی رونق اور خوبصورتی باقی رہی۔“

ابراہ نے اہل فرما سے کہا ”اے اہل فرما تمہارا شہر کس قدر پرانا اور بوسیدہ ہے وہ بولے ”فرما (شخص) نے کہا تھا“ میں ایسا شہر تعمیر کر رہا ہوں جو اللہ سے بے نیاز ہوگا اور لوگوں کا محتاج ہوگا“ (اس قول کی وجہ سے) اس شہر کی رونق اور خوبصورتی جاتی رہی۔“ اسکندر اور فرما آپس میں بھائی بھائی تھے۔

کلبی بیان کرتے ہیں ”اسکندر اور فرما دو بھائی تھے انہوں نے یہ دو شہر تعمیر کرائے جو انہی کے نام سے منسوب ہو گئے۔ فرما کے شہر میں روزانہ کوئی نہ کوئی چیز منہدم ہو رہی ہے اور اس کے مناظر پرانے ہو گئے ہیں مگر اسکندریہ کی تروتازگی ابھی تک باقی ہے۔
جنگ اور صلح:

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ عین شمس کے مقام پر پہنچے۔ تو وہاں کا بادشاہ قبطیوں اور ان کے درمیان تھا۔ اس وقت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ تھے اہل مصر نے اپنے بادشاہ سے کہا:

”آپ اس قوم سے جنگ کرنے کا قصد کر رہے ہیں جنہوں نے قیصر و کسریٰ کو شکست دی اور وہ ان کے ملک پر قابض ہو گئی ہے۔ لہذا آپ ان لوگوں سے مصالحت کریں اور ان سے معاہدہ کر لیں نہ تو آپ ان سے مقابلہ کریں اور نہ ہمیں ان کے مقابلہ کے لیے بھیجیں۔“

یہ بات انہوں نے چوتھے دن کہی۔ مگر بادشاہ نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا اور مقابلہ کے لیے تیار ہوا اس لیے مسلمانوں نے ان سے جنگ کی۔ (حضرت) زبیر (جنگ کرتے ہوئے) شہر کی فصیل پر چڑھ گئے تھے۔ جب انہوں نے (جنگ کی شدت) محسوس کی تو انہوں نے دروازہ کھول دیا اور مصالحت کرنے کے لیے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے انہوں نے ان کی مصالحت قبول کر لی۔ مگر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس عرصے میں (کچھ حصہ پر) قابض ہو گئے تھے اور وہ قبضہ کرنے کے بعد اس دروازے سے اہل شہر کے ساتھ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ لہذا جب وہ تباہی کے قریب پہنچ گئے تو انہوں نے معاہدہ

صلح کر لیا اور جس علاقے پر زبردستی قبضہ کیا گیا تھا وہ بھی معاہدہ صلح میں شامل ہو گیا اس طرح یہ لوگ مسلمانوں کی ذمہ داری (حفاظت) میں آگئے ان کا صلح نامہ مندرجہ ذیل تھا۔

صلح نامہ:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اہل مصر کو جان و مال اور مذہب کی پناہ دی ہے ان کے گرجے، صلیبیں اور خشکی و تری کے تمام مقامات محفوظ رہیں گے۔ بشرطیکہ وہ جزیہ ادا کریں اور مجمع ہو کر یہ صلح نامہ قبول کر لیں ان سے انتہائی آمدنی پانچ کروڑ کے قریب وصول کی جائے گی۔ اگر ان میں سے کوئی جزیہ ادا کرنے سے انکار کرے گا تو ان سے جزیہ وصول نہیں ہوگا۔ مگر اس کی حفاظت کی ذمہ داری سے ہم بری ہوں گے۔ اگر ان کی آمدنی مقرر رقم سے کم ہوئی تو اس قدر اندازے سے وصولی کی رقم کم کر دی جائے گی۔ روم و حبشہ کے باشندوں میں سے جو کوئی اس صلح نامہ میں شامل ہونا چاہے تو ان کے حقوق و فرائض بھی اہل مصر کے حقوق و فرائض کے برابر ہوں گے۔ جو اس سے انکار کرے اور دوسری جگہ جانا چاہے تو اسے مکمل پناہ دی جائے گی تا آنکہ وہ امن کے مقام پر پہنچ جائے یا ہماری سلطنت سے نکل جائے۔

جو کچھ اس معاہدہ میں لکھا گیا ہے اس کے ذمہ دار اللہ اور اس کے رسول ﷺ، خلیفہ امیر المؤمنین اور تمام مسلمان ہیں اہل حبشہ میں سے جو اس معاہدہ کو قبول کریں ان کے لیے یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ اسی قدر شخصی امداد کریں اور گھوڑوں سے بھی امداد کریں نیز وہ جنگ نہ کریں اور نہ در آمد اور برآمد کی تجارت کو روکیں۔

اس معاہدہ کے گواہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے دونوں فرزند حضرت عبداللہ بن عمرو اور محمد بن عمرو تھے۔ اس کے کاتب وردان تھے۔ اس معاہدہ میں تمام اہل مصر شامل ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے اس صلح نامہ کو قبول کر لیا تھا۔

فسطاط کی تعمیر:

مصر میں چونکہ بہت گھوڑے اور سوار جمع ہو گئے تھے اس لیے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فسطاط کا شہر تعمیر کر لیا اور وہاں مسلمان رہنے لگے۔

جنگی قیدیوں کا معاملہ:

ابو مریم اور ابو مریم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان دونوں نے ان جنگی قیدیوں کے بارے میں گفتگو کی جو جنگ کے بعد گرفتار ہوئے تھے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کیا ان کے بارے میں بھی کوئی عہد و پیمان ہے؟ اس وقت ہم پر تمہاری طرف سے حملے ہو رہے تھے“ یہ کہہ کر آپ نے ان دونوں کو رخصت کر دیا وہ دونوں پھر لوٹ آئے اور کہنے لگے:

”جب ہم تم سے گفت و شنید کر رہے تھے اس وقت سے جو کچھ تم لوگوں نے حاصل کیا وہ تمہاری ذمہ داری میں آئے گا“۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا:

”کیا تم ہم پر حملے کرو اس وقت بھی ہماری ذمہ داری رہے گی؟“۔

وہ دونوں بولے:

”ہاں!“

بہر حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ جنگی قیدی مسلمانوں میں تقسیم کر دیے اس کے بعد وہ عرب کے شہروں میں بھی پہنچ گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوالات:

قاصد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس فتح کی بشارت لے کر پہنچا اور نرس کا مال (پانچواں حصہ) بھی لایا اس کے بعد وفود بھی پہنچے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے سوالات کرتے رہے اور وہ جوابات دیتے رہے تا آنکہ انہوں نے ان دونوں راہبوں کی گفتگو سے بھی آگاہ

کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

”میرے خیال میں وہ دونوں صحیح کہتے ہیں اور تم ناواقف ہو اور صحیح بات نہیں سمجھتے ہو جو تم سے جنگ کرے اس کے

لیے کوئی پناہ نہیں ہے اور جو جنگ نہ کرے تو اس صورت میں اگر اہل دیہات کی کوئی چیز تمہارے قبضے میں آ جائے تو

وہ مہلت کے ان پانچ دنوں میں محفوظ ہوگی بجز ان لوگوں کے جو بعد میں جنگ کریں لہذا تم ان کے جنگی قیدی لوٹا

دو“۔

شان و شوکت کا اظہار:

قبلی باشندے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچے اس سے پہلے انہیں یہ اطلاع ملی تھی کہ یہ لوگ کہہ رہے

تھے۔ ”عرب کتنے خستہ حال اور حقیر لوگ ہیں جن کے مطیع اور فرماں بردار ہمارے جیسے اشخاص ہو گئے ہیں“ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کے دل میں اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ بات انہیں مخالفت پر آمادہ نہ کر دے۔ اس لیے انہوں نے حکم دیا کہ اونٹ ذبح کیے جائیں اور انہیں

نمک اور پانی سے پکایا جائے نیز سپہ سالاروں کو حکم دیا کہ وہ سب حاضر ہوں اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس کی اطلاع دے دیں وہ خود

وہاں بیٹھے اور اہل مصر کو بھی آنے کی اجازت دی۔ پھر گوشت اور شور بالا یا گیا انہیں مسلمانوں کے کھانے کا معائنہ کرایا گیا مسلمانوں

نے عربی طریقے سے کھانا کھایا یہ لوگ عبا میں ملبوس تھے اور ہتھیار بند نہیں تھے اہل مصر جب وہاں سے رخصت ہوئے تو ان کی جرأت

اور بے باکی میں اور اضافہ ہوا۔

اہل مصر کے لباس میں:

دوسرے پہر مسلمان سپہ سالاروں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر آئیں مگر اہل مصر کے لباس اور ان کے جوتوں

میں آئیں اور ان کے ساتھی بھی یہ لباس پہنیں چنانچہ انہوں نے تعمیل حکم کی اہل مصر کو دوبارہ وہاں آنے کی اجازت دی گئی انہوں نے

اس وقت گذشتہ دن سے بالکل مختلف حالت دیکھی انہوں نے دیکھا کہ ان عربوں کو مصری کھانے کھلائے جا رہے ہیں اور یہ لوگ

مصری معاشرت اختیار کیے ہوئے ہیں۔

مسلح فوج کا معائنہ:

تیسرے دن مسلمان فوجیوں کو حکم دیا گیا کہ وہ معائنہ کرانے کے لیے مسلح ہو کر آئیں اہل مصر کو بھی آنے کی اجازت دی گئی

اور ان کے سامنے مسلح فوج کو گزارا بعد ازاں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقریر:

”مجھے تمہارے خیالات کا علم ہو گیا تھا جب تم نے عربوں کی سادگی اور کفایت شعاری دیکھی تو اس وقت مجھے اندیشہ ہوا کہ تم (غلط فہمی میں) ہلاک نہ ہو جاؤ اس لیے میں نے یہ چاہا کہ تمہیں دکھاؤں کہ عربوں کی اپنے وطن میں کیا حالت تھی پھر تمہاری سرزمین میں آ کر کیا تبدیلی ہوئی پھر میں نے تمہیں یہ بھی دکھایا کہ جنگ کی صورت میں ان کی کیا حالت ہوتی ہے انہوں نے اپنی پہلی سادہ زندگی میں رہ کر تم پر فتح حاصل کی اور تمہارے ملک پر دوسرے دن کے طرز معاشرت اختیار کرنے سے پہلے قبضہ کر لیا تھا لہذا میں نے یہ مناسب سمجھا کہ تمہیں اس بات سے مطلع کیا جائے کہ تیسرے دن تم نے جن لوگوں کو (مسلح حالت میں) دیکھا تھا وہ دوسرے دن کی طرز معاشرت کو نہیں چھوڑیں گے اور پہلے دن کے طرز معاشرت کی طرف نہیں لوٹیں گے۔“

یہ سن کر وہ منتشر ہو گئے مگر آپس میں یہ کہہ رہے تھے: ”تمہیں عربوں نے اپنے پاؤں سے روند ڈالا ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے اپنے مصاحبوں سے فرمایا:

”خدا کی قسم! اس کی جنگ نرم ہوتی ہے اس کے اندر دوسروں جیسا دبدبہ اور تیزی نہیں ہوتی ہے مگر اس کی کاٹ بہت سخت ہوتی ہے۔“

پھر آپ نے انہی کو حاکم برقرار رکھا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیش قدمی:

عمرو بن شعیب کی روایت ہے کہ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور مقوقس (شاہ مصر) کا عین ٹکس میں مقابلہ ہوا تو ان دونوں کے سواروں کا مقابلہ ہوا اور مسلمان دور بھاگنے لگے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ان کو ملامت کی تو یمن کے ایک شخص نے کہا: ”ہم پتھر اور لوہے کے بنے ہوئے نہیں ہیں، وہ بولے: ”تم خاموش ہو جاؤ تم کتے ہو، وہ بولا ”آپ کتوں کے سردار ہیں“ ایسی صورت میں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ پکار کر کہنے لگے: رسول اللہ ﷺ کے صحابی کہاں ہیں؟ اس پر جو صحابی وہاں تھے وہ آگئے۔ اس وقت انہوں نے کہا: آپ لوگ آگے بڑھیں آپ کی برکت سے اللہ مسلمانوں کو فتح عطا کرے گا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آگے بڑھے ان میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بزرہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے دوسرے مسلمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پیچھے جنگ میں مشغول ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی اور انہیں بہترین کامیابی حاصل ہوئی اور مصر ۱۶ھ میں ماہ ربیع الاول میں فتح ہو گیا اس طرح اسلامی ممالک صرف ایک شخص (خلیفہ) کے زیر نگیں آ گئے اور مختلف اقوام و سلاطین اس سے فیضیاب ہونے لگے (اس سے پہلے) اہل مصر کا الگ بادشاہ ہوتا تھا اور اہل کمران کا بادشاہ راسل اور داہر ہوتا تھا اور اہل بختان کا شاہ ہوتا تھا اور اہل خراسان حراباب کا (بادشاہ) خاقان کہلاتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو ازراہ ہمدردی (آگے بڑھنے سے) روک دیا تھا اور اگر انہیں چھوڑ دیا جاتا تو وہ ہر (ملک)

کے (چشمے پر پہنچ جاتے۔

نوبہ پر حملہ:

یزید بن حبیب کی روایت ہے کہ مسلمانوں نے جب مصر کو فتح کر لیا تو انہوں نے مصر کے علاقے نوبہ کے علاقے پر بھی حملہ کیا۔ مگر مسلمان زخمی ہو کر واپس آئے ان کی آنکھیں بھی جاتی رہی تھیں کیونکہ وہاں کے لوگ تیر اندازی میں بہت ماہر تھے اور وہ آنکھوں پر تیر انداز کے نام سے موسوم تھے۔

نوبہ کا صلح نامہ:

جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مصر کا حاکم مقرر کیا کہ انہوں نے اہل نوبہ کے ساتھ اس شرط پر صلح کی کہ وہ سالانہ مقررہ تعداد میں تحائف بھیجیں گے اور مسلمان سالانہ انہیں غلہ اور کپڑا بھیجا کریں گے ابن طعیصہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد کے خلفاء اور امراء نے اس صلح نامہ کو برقرار رکھا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بھی مسلمانوں کے مصالح اور مفاد کے پیش نظر اس صلح نامہ کو قائم رکھا۔

فوجی مراکز کا قیام:

سیف کی روایت ہے کہ ماہ ذوالقعدہ ۱۶ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر کی چھاؤنیاں اور فوجی مراکز تمام ساحلی مقامات پر قائم کیے اس کی وجہ یہ تھی کہ ہر قل، شام اور مصر پر بحری حملے کرتا تھا اور اہل حصص کی امداد کے لیے بذات خود روانہ ہوا تھا اور یہ واقعہ اس وقت ہوا تھا۔ جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ساڑھے تین سال گزرے تھے۔

متفرق واقعات:

۲۰ھ میں ابو بکر یہ عبداللہ بن قیس کنندی نے روم پر فوج کشی کی اور وہی سب سے پہلے اس علاقے میں داخل ہوئے تھے بعض یہ روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے رومی علاقے میں میسرہ بن مسروق عبسی داخل ہوئے تھے انہوں نے بہت مال غنیمت حاصل کیا۔

واقدی کی روایت ہے اس سال (۲۰ھ) آپ نے قدامتہ بن مظعون کو بحرین کی حکومت سے معزول کیا اور شراب خوری کے الزام میں حد شرعی جاری کی۔

اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بحرین اور یمامہ کا حاکم مقرر کیا اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ بنت الولید ام عبدالرحمن بن حارث بن ہشام سے نکاح کیا۔

اسی سال حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ (مؤذن رسول) نے وفات پائی اور دمشق کے مقبرہ میں مدفون ہوئے اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اہل کوفہ کی شکایت پر معزول کیا انہوں نے یہ شکایت کی تھی کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے۔

اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر کے علاقے کو مسلمانوں میں تقسیم کیا اور یہودیوں کو وہاں سے جلا وطن کر دیا تھا اور ابو حبیبہ کو مدفون کیا اور انہوں نے وہاں عطیات دیے پھر وادی القریٰ گئے اور اس کو بھی تقسیم کر دیا واقدی کی روایت ہے کہ ۲۰ھ میں حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے دفاتر قائم کیے اور رجسٹر تیار کرائے۔

حبشہ کی مہم:

اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ملحقہ بن مجز المدینہ کو بحری راستے سے حبشہ بھیجا۔ وہاں مسلمانوں نے نقصانات برداشت کیے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (آئندہ کے لیے) یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ بحری راستے سے کسی کو ہرگز نہیں بھیجیں گے۔ ابو معشر کی روایت یہ ہے کہ اسادہ کی جنگ بحری حملے کی صورت میں ۱۲ھ میں ہوئی۔

دیگر واقعات:

واقعی کی روایت ہے کہ اس سال ماہ شعبان میں اسید بن خضیر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے اور اسی سال حضرت زینب بنت جحش (ام المومنین) رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سال بھی حج کیا اس سال اسلامی شہروں میں ان کے حکام وہی تھے جو اس سے پہلے سال میں تھے سوائے ان لوگوں کے جو معزول کیے گئے تھے اور ان کے بجائے دوسرے حکام مقرر کیے گئے تھے۔ اسی طرح اسلامی ممالک کے قاضی بھی وہی تھے جو اس سے پیشتر سال میں تھے۔



باب ۷

۲۱ھ کے واقعات جنگ نہاوند

محمد بن اسحاق کی روایت کے مطابق جنگ نہاوند ۲۱ھ میں ہوئی ابو معشر اور واندی بھی کہتے ہیں البتہ سیف بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت یہ ہے کہ جنگ نہاوند ۱۸ھ میں ہوئی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا چھٹا سال تھا۔

محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کسکر کے حاکم تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ تحریر کیا کہ (حضرت) سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے انہیں خراج وصول کرنے پر مقرر کیا ہے مگر وہ جہاد میں شریک ہونا زیادہ پسند کرتے ہیں اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو لکھا:

”نعمان رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ تحریر کیا ہے کہ تم نے اسے خراج وصول کرنے پر مقرر کیا ہے وہ اس کام کو ناپسند کرتے ہیں اور جہاد کرنا پسند کرتے ہیں اس لیے تم انہیں نہاوند کی اہم جنگ کی طرف روانہ کر دو“۔

نہاوند کے مقام پر اہل عجم کا لشکر جمع ہو گیا تھا ان کا سردار ذوالحاجب تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کو بھی یہ

خط لکھا۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ، کو خط:

”تم پر سلامتی ہو میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے بعد حمد و ثنا کے واضح ہو کر مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ اہل عجم کا ایک بڑا لشکر تمہارے مقابلے کے لیے نہاوند کے شہر میں جمع ہو گیا ہے جب تمہیں میرا یہ خط موصول ہو تو تم اللہ کے حکم کے مطابق اور ان کی تائید و معاونت کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر کو لے کر روانہ ہو جاؤ انہیں دشوار گزار راستے پر مت لے جاؤ جس سے انہیں تکلیف ہو ان کی حق تلفی نہ کرو اور نہ انہیں دلدلی زمین میں سے لے جاؤ کیونکہ مسلمانوں کا ایک فرد مجھے ایک لاکھ دینار سے بہتر نظر آتا ہے۔ والسلام علیکم“۔

ممتاز صحابہ رضی اللہ عنہم کی شرکت:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ، جلیل القدر صحابیوں کے ساتھ روانہ ہوئے ان میں حضرت حذیفہ بن الیمان، حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب، حضرت جریر بن عبداللہ بکلی، مغیرہ بن شعبہ، عمرو بن معدی کرب، زبیر بن طلحہ بن خویلد اسدی اور قیس بن مکشوح مرادی رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل تھے۔

جنگی تدابیر:

جب حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کو لے کر نہاوند پہنچے تو دشمنوں نے لوہے کے کانٹے ڈال دیئے جب انہوں نے مخبروں کو بھیجا تو انہیں لوہے کے کانٹوں کا علم نہ تھا اس لیے چلتے وقت جب انہوں نے گھوڑے کو ہنکایا تو ان کے پاؤں میں کانٹے چھ گئے اور وہ ٹھہر گئے وہ آدمی اتر کر دیکھنے لگا تو اس کے پاؤں میں لوہے کے کانٹے اٹکے ہوئے تھے لہذا وہ مخبر حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے

پاس آیا اور انہیں حال بتایا اسی وقت حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا:
 ”تمہاری کیا رائے ہے؟“

وہ بولے:

”آپ اس مقام سے دوسری جگہ منتقل ہو جائیں تاکہ وہ یہ خیال کریں کہ آپ ان سے بھاگ کر چلے گئے ہیں اس طرح
 وہ آپ کے تعاقب میں باہر نکلیں گے۔“

چنانچہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اس مقام سے دوسری جگہ منتقل ہو گئے۔ جب اہل عجم کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے لوہے کی باڑ
 اور کاتنوں کو صاف کر کے ہٹا دیا پھر وہ ان کے تعاقب میں نکل آئے اس پر حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف توجہ دی اور صف
 آرائی کر کے مسلمانوں کو یوں مخاطب ہوئے:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی ہدایات:

”اگر میں شہید ہو جاؤں تو تم حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو (سپہ سالار) بناؤ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو تم جریر بن
 عبداللہ رضی اللہ عنہ کو (قائد) مقرر کرو اور اگر جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو جائیں تو قیس بن مکشوح رضی اللہ عنہ کو (اپنا سردار)
 مقرر کرو۔“

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو کچھ صدمہ ہوا کیونکہ انہیں جانشین نہیں بنایا گیا تھا وہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور
 پوچھنے لگے:

”آپ (اس جنگ میں) کیا کرنا چاہتے ہیں۔“

وہ بولے:

”جب ہم ظہر کی نماز پڑھ لیں گے تو اس کے بعد ہم جنگ کریں گے کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ
 اسی طریقہ کو پسند فرماتے تھے۔“

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

”اگر میں تمہاری جگہ پر ہوتا تو میں سویرے مسلمانوں کو جنگ کرنے کا حکم دیتا۔“

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”تم نے سویرے جنگ کی ہوگی مگر تمہیں سرخ روٹی حاصل نہیں ہوئی ہوگی۔“

اس دن جمعہ تھا اس لیے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اگر اللہ نے چاہا تو ہم نماز (جمعہ) پڑھیں گے پھر نماز کے بعد ہم اپنے دشمن کا مقابلہ کریں گے۔“

جب صف بندی ہو گئی تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے کہا:

تین تکبیریں:

”میں دفعہ نعرہ تکبیر بلند کروں گا جب میں پہلی تکبیر کہوں تو ہر شخص اپنے تسے باندھ لے اور اپنی حالت درست کر لے

جب میں دوسری تکبیر کہوں تو ہر آدمی کمر بستہ ہو جائے اور ہر آدمی حملہ کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ جب میں تیسری تکبیر کہوں تو تم دشمنوں پر حملہ کرو کیونکہ اس وقت میں بھی حملہ کروں گا۔“

اہل عجم کے لشکر نے اپنے آپ کو زنجیروں سے جکڑ رکھا تھا تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں اور اس حالت میں وہ مقابلے کے لیے نکلے۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی شہادت:

جب مسلمانوں نے حملہ کیا تو انہوں نے بھی جنگ کی اور ان کا ایک تیر حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے آکر لگا اور وہ شہید ہو گئے ان کے بھائی سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے کپڑے میں لپیٹ لیا اور ان کی شہادت کی خبر کو چھپائے رکھا تاکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی اس کے بعد انہوں نے اسلامی علم حضرت حدیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ اللہ نے (ان کے سپہ سالار) ذوالحاجب کو قتل کرایا اور جنگ نہادند میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اس کے بعد اہل عجم کا کوئی بڑا لشکر نہیں جمع ہو سکا۔

مال غنیمت کی تقسیم:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سائب بن اقرع مولیٰ ثقیف رضی اللہ عنہ کو بھیجا جو حساب دان کا تب تھے۔ آپ نے فرمایا تم اس لشکر میں شامل رہو۔ اگر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو فتح عنایت فرمائے تو تم مال غنیمت کو مسلمانوں میں تقسیم کرو اور اس میں سے پانچواں حصہ (خمس) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے نکالو۔ اور اگر اس لشکر کو (خدا نخواستہ) شکست ہو تو تم مضافات میں چلے جاؤ کیونکہ اس وقت زمین کا اندرونی حصہ اس کے بیرونی حصے سے بہتر ہوگا۔

سائب فرماتے ہیں: جب اللہ نے مسلمانوں کو نہادند میں فتح عطا فرمائی تو انہیں بہت مال غنیمت حاصل ہوا جب میں مسلمانوں میں مال غنیمت تقسیم کر رہا تھا اس وقت اہل عجم میں سے ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا:

جو اہرات کا خزانہ:

”کیا تم مجھے جان و مال اور اہل و عیال کی پناہ دو گے اگر میں تمہیں جان کے خزانوں کا پتہ بتاؤں جو دراصل شاہ ایران کے خزانے ہیں یہ تمہارے اور تمہارے ساتھی کے لیے مخصوص رہیں گے اور اس میں تمہارا کوئی شریک نہیں ہو گا۔“

میں نے کہا ہاں (بتاؤ) وہ بولا:

”تم میرے ساتھ کسی کو بھیجو تاکہ میں اسے خزانہ کا پتہ بتاؤں۔“

میں نے اس کے ساتھ (ایک آدمی) بھیجا وہ دو بہت بڑے صندوق لایا جن میں صرف دو موتی زبرجد اور یا قوت تھے جب میں مال غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہوا تو میں ان دونوں صندوقوں کو اپنے ساتھ لے گیا اور انہیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے فرمایا:

”تم کیا خبر لائے؟“

میں نے کہا:

”اے امیر المؤمنین! خیریت ہے اللہ نے آپ کو سب سے بڑی فتح عطا فرمائی مگر حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔“

شہادت کی فضیلت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”انا لله وانا اليه راجعون (بے شک ہم اللہ کے ہیں اور حقیقت میں ہم اسی کی طرف لوٹ جائیں گے)۔
پھر آپ رونے لگے یہاں تک کہ سسکیاں لینے لگے۔ میں نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو میں نے کہا اے امیر المؤمنین! ان
کے بعد کوئی مشہور اور ممتاز شخص شہید نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا:
”وہ کمزور مسلمان ہیں مگر جنہیں اللہ تعالیٰ نے مشرف کیا ہے وہی آبرو والے اور اعلیٰ نسب والے ہیں۔“
پھر جب آپ اندر جانے کے لیے کھڑے ہوئے تو میں نے کہا:

جواہرات کا تحفہ:

”میرے پاس بہت مال ہے جو میں لایا ہوں۔“

پھر میں نے صندوقوں کا حال بتایا آپ نے فرمایا:

”تم انہیں بیت المال میں داخل کر دو ہم بعد میں ان کے بارے غور کریں گے بعد ازاں تم اپنے لشکر میں چلے جاؤ۔“

چنانچہ میں نے ان دونوں صندوقوں کو بیت المال میں داخل کر دیا اور پھر تیزی کے ساتھ میں کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

قاصد کو بھیجنا:

جس رات میں روانہ ہوا تھا وہ رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گزار دی جب صبح ہوئی تو آپ نے میرے پیچھے قاصد روانہ کیا مگر
بجدا وہ مجھے نہیں پکڑ سکا تا آنکہ میں کوفہ آ پہنچا جب میں نے اپنا اونٹ بٹھایا تو وہ قاصد بھی پیچھے سے آ کر اونٹ سے اتر اور کہنے لگا تم
امیر المؤمنین کے پاس پہنچو کیونکہ انہوں نے مجھے تمہیں بلانے کے لیے بھیجا تھا مگر میں تمہیں اب پکڑ سکا ہوں۔ میں نے کہا انہوں نے
کیوں اور کس لیے (بلایا ہے)۔ وہ بولا بخدا میں تو نہیں جانتا ہوں۔ اس پر میں اس کے ساتھ سوار ہو کر گیا۔ یہاں تک کہ میں آپ کی
خدمت میں پہنچ گیا جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمانے لگے:
”میرا سائب سے کیا تعلق ہے؟“

میں نے عرض کیا:

”اے امیر المؤمنین! کیا بات ہے؟“

آپ نے فرمایا:

جواہرات کو لوٹانا:

گذشتہ رات جب تم نکل کر گئے تو میں سو گیا مگر رات بھر میرے پروردگار کے فرشتے مجھے ان صندوقوں کی طرف گھسیٹتے رہے
جو آگ سے بھڑک رہے تھے وہ فرشتے کہہ رہے تھے:
”ہم تمہیں انہیں گرم کر کے داغ لگائیں گے۔“

میں ان سے یہی کہتا رہا ”میں عنقریب ان دونوں صندوقوں کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دوں گا۔ تم میرے پاس سے انہیں لے

جاؤ اور انہیں فروخت کر کے انہیں مسلمانوں کے وظائف اور عطیات میں شامل کر دو۔
بیس لاکھ میں فروخت:

سائب کہتے ہیں: ”میں ان دونوں صندوقوں کو لے کر وہاں سے روانہ ہو گیا یہاں تک کہ میں نے ان دونوں صندوقوں کو مسجد کوفہ میں لاکر رکھ دیا میرے پاس بہت سے سوداگر آنے لگے۔ آخر کار عمرو بن حشب مخزومی نے مجھ سے انہیں بیس لاکھ میں خرید لیا وہ انہیں لے کر نجفی علاقے میں گیا۔ اور وہاں اس نے انہیں چالیس لاکھ میں فروخت کر دیا۔ اس طرح وہ تمام اہل کوفہ سے زیادہ مالدار ہو گیا۔

ایران کا سر:

زیاد بن جبیر اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ہرمزان کو پناہ دی تو آپ نے فرمایا: ”تم مجھے کوئی مشورہ دو۔“ وہ بولا: ”آج کل فارس کا ایک سر اور دو بازو ہیں۔“ آپ نے فرمایا ”سر کہاں ہیں؟“ وہ بولا: ”وہ نہاوند میں بغداد کے پاس ہے اس کے ساتھ کسریٰ کی اسارہ کی فوج اور اہل اصفہان ہیں۔“ آپ نے فرمایا: ”دو بازو کہاں ہیں؟“ اس پر اس نے کسی ایک مقام کا ذکر کیا جو میں بھول گیا ہوں۔ ہرمزان نے کہا ”آپ دونوں بازوؤں کو کاٹ دیں سر ختم ہو جائے گا۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اے اللہ کے دشمن! تم جھوٹ بول رہے ہو میں اس کا سر کاٹنے کی کوشش کروں گا جب اللہ سر کو کاٹ دے گا تو دونوں بازو خود بخود ختم ہو جائیں گے۔“

مختلف فوجوں کی روانگی:

اس کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بذات خود وہاں روانہ ہونے کا ارادہ کیا اس پر مسلمانوں نے کہا ہم آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر درخواست کرتے ہیں کہ آپ بذات خود عجم کے میدان جنگ کی طرف روانہ نہ ہوں کیونکہ اگر (خدا نخواستہ) آپ کو کوئی نقصان پہنچا تو مسلمانوں کا کوئی نظام باقی نہیں رہے گا آپ مختلف فوجوں کو بھیجیں لہذا آپ نے اہل مدینہ کو بھیجا جن میں عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے اور ان میں مہاجرین و انصار بھی شامل تھے۔

مشترکہ سپہ سالار:

آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو لکھ کر بھیجا کہ وہ اہل بصرہ (کی فوج) کو لے کر روانہ ہو جائیں اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما کو یہ لکھا کہ وہ اہل کوفہ (کی فوج) لے کر روانہ ہوں اور سب نہاوند کے قریب جمع ہو جائیں آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا:

”جب تم جمع ہو جاؤ تو تم سب کے سپہ سالار (حضرت) نعمان بن مقرن مزینی ہوں گے۔“

مسلمانوں کا قاصد:

جب سب مسلمان نہاوند کے مقام پر جمع ہو گئے تو (اہل عجم کے سپہ سالار) بندار نے یہ پیغام بھیجا ”ہماری طرف کوئی آدمی بھیجو جس سے ہم گفتگو کر سکیں مسلمانوں نے اس کے پاس (حضرت) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو بھیجا ان کے بال لمبے تھے اور وہ یک چشم (کانے) تھے جب وہ واپس آئے تو ہم لوگوں نے (اہل عجم کے بارے میں) ان سے دریافت کیا۔ انہوں نے کہا:

حضرت مغیرہ کا بیان:

”میں نے یہ دیکھا کہ اس سپہ سالار نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا ”ہم کس طریقہ سے اس عرب شخص کو اندر آنے کی اجازت دیں آیا ہم اس کے سامنے اپنی ملکی شان و شوکت کا اظہار کریں یا سادگی اختیار کریں تاکہ اسے ہم سے بے رغبتی پیدا ہو۔“

وہ سب کہنے لگے:

”آپ بہترین ساز و سامان سے آراستہ ہوں اور نہایت شان و شوکت کے ساتھ اس سے ملاقات کریں۔“

شان و شوکت کا اظہار:

جب ہم ان کے پاس گئے تو ان کے نیزے اور بھالے اس قدر چمک رہے تھے کہ آنکھیں ان سے چکا چوند ہو رہی تھیں۔ اور یہ (اہل عجم) اس کے سر پر شیطانوں کی طرح (کھڑے ہوئے) تھے۔ اور ان کا سردار سونے کے تخت پر بیٹھا تھا اور اس کے سر پر تاج تھا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میں حسب معمول چلتا رہا۔ مگر مجھے جا بجا روکا گیا اس پر میں نے کہا: قاصدوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا جاتا ہے۔“ وہ بولے: ”تم کہتے ہو“ میں نے کہا: ”معاذ اللہ! میں اپنی قوم میں اس شخص سے زیادہ شریف ہوں۔“ اس پر انہوں نے مجھے دھمکایا۔ اور کہا ”تم بیٹھ جاؤ“ پھر انہوں نے مجھے بٹھایا اس کے بعد اس (سپہ سالار) کی اس گفتگو کا ترجمہ کیا گیا۔

ایرانی سردار کی تقریر:

”اے اقوام عرب! تم سب لوگوں سے زیادہ بھلائی سے دور تھے اور سب لوگوں سے زیادہ بھوکے رہتے تھے اور سب سے زیادہ بدنصیب اور گندے افراد تھے تم گھروں سے بھی دور رہتے تھے۔ میں نے اپنے اردگرد کی اسادہ قوم کو تمہارے برخلاف تیر اندازی کرنے سے محض اس وجہ سے روک رکھا ہے کہ تم ناپاک اور مردار ہو اور تم گندگی اور غلاظت کا نمونہ ہو اگر تم چلے جاؤ گے تو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے اور اگر تم انکار کرو گے تو ہم تمہیں ٹھکانے لگا دیں گے۔“

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میں نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد کہا:

”بخدا آپ نے ہمارا حال بیان کرنے میں کوئی غلطی نہیں کی ہے۔ ہم لوگ خانماں برباد تھے۔ سب سے زیادہ بھوکے اور بدنصیب تھے ہم خیر و برکت سے بھی محروم تھے۔ تا آنکہ اللہ بزرگ و برتر نے ہماری طرف اپنا رسول بھیجا انہوں نے ہمارے ساتھ دنیا میں فتح نصرت اور آخرت میں جنت کا وعدہ کیا خدا کی قسم! جب سے اللہ کے رسول آئے ہیں ہمیں اپنے پروردگار کی طرف سے فتح و نصرت عطاء ہوتی رہی یہاں تک کہ ہم تمہارے پاس آئے ہیں۔ بخدا ہمیں وہ بدبختی پھر ہرگز حاصل نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ ہم تمہارے مقبوضہ علاقوں پر غالب آجائیں گے یا تمہاری سرزمین میں شہید ہوں گے۔“

اس پر وہ بولا:

”بخدا یہ یک چشم اپنے خیالات کو سچے طریقے سے بیان کرتا ہے۔“

اس کے بعد میں کھڑا ہو گیا میں نے اہل عجم کو اپنے امکان کے مطابق مرعوب کر دیا تھا۔“
جنگ کا فیصلہ:

راوی کہتا ہے: ”اس کے بعد اہل عجم نے ہماری طرف یہ پیغام بھیجا:
 ”یا تم عبور کر کے ہماری طرف نہادند میں آ جاؤ۔ یا ہم عبور کر کے تمہاری طرف آتے ہیں۔“
 حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
 ”تم عبور کر کے ہماری طرف آؤ۔“

جب وہ عبور کر کے آنے لگے تو اس دن عجیب نظارہ تھا وہ آتے ہوئے ایسے معلوم ہو رہے تھے۔ جیسا کہ لوہے کے پہاڑ حرکت کر رہے ہیں انہوں نے ایک دوسرے کو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا تاکہ وہ اہل عرب سے (ڈر کر) نہ بھاگ جائیں۔ ہر ایک زنجیر میں ان کے سات افراد جکڑے تھے انہوں نے اپنے پیچھے لوہے کے باڑیں بچھا رکھی تھیں وہ کہتے تھے جو ہمارے پاس سے بھاگے گا اسے لوہے کی باڑیں زخمی کر دیں گی۔“
حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا اعتراض:

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے جب ان کا لشکر جرارد دیکھا تو وہ کہنے لگے:
 ”مجھے آج کے دن نا کامی نظر آ رہی ہے کیونکہ ہمارے دشمنوں کو پورے طور پر تیار ہونے کی مہلت دی جا رہی ہے۔ اور (ان پر حملہ کرنے میں) جلدی نہیں کی جا رہی ہے بخدا اگر قیادت میرے ہاتھ میں ہوتی تو میں جلد حملہ کرتا۔“
حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ دل انسان تھے انہوں نے فرمایا:
 ”اللہ تعالیٰ تمہیں ایسے مواقع دکھلائے گا تمہیں رنجیدہ نہیں ہونا چاہیے اور اس حالت میں تمہارے لیے کوئی تنگ و عاریکی بات نہیں ہے مجھے ان کے ساتھ مقابلہ کرنے سے یہ بات روکتی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ وہ جنگ کیا کرتے تھے تو دن کے شروع حصہ میں جنگ نہیں کرتے تھے آپ جلد بازی سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ آپ اس وقت جنگ کرتے تھے جب نماز (ظہر) کا وقت ہو جاتا تھا ہوا کیں چلنے لگتی تھیں اور جنگ کرنے کا اچھا وقت ہو جاتا تھا مجھے صرف اسی بات نے روکا ہے۔“

شہادت کی تمنا:

”اے اللہ میں تجھ سے یہ دعا مانگتا ہوں کہ تو آج میری آنکھوں کو ایسی فتح کے ذریعے ٹھنڈک عطا کر جس سے اسلام کا بول بالا ہو اور کافروں کو ذلت نصیب ہو پھر مجھے شہادت عطا کر کے اپنے پاس بلا لے تم سب آمین کہو اللہ تم پر رحم کرے۔“

فوج کو ہدایات:

ہم نے آمین کہی اور سب رونے لگے پھر انہوں نے فرمایا:

”میں اپنے علم کو حرکت دوں گا تو اس وقت تم تیار ہو جاؤ۔ جب دوبارہ علم کو حرکت دوں تو تم اپنے دشمن سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ اور جب میں تیسری مرتبہ جہنڈا ہلاؤں تو ہر قوم اپنے قریب کے دشمن کی فوج پر اللہ کی برکت کے ساتھ حملہ کر دے۔“

تکبیر اور جہنڈا الہرا نا:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ، تھوڑے عرصے ٹھہرے رہے یہاں تک کہ جب وہ نماز (ظہر) سے فارغ ہو گئے اور ہوا نہیں چلنے لگیں تو انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور ان کے ساتھ ہم نے بھی تکبیر کہی پھر آپ نے فرمایا:

”مجھے توقع ہے کہ اللہ میری دعا قبول کرے گا اور مجھے فتح عطا فرمائے گا پھر آپ نے جہنڈا الہرا یا اس پر ہم جنگ کے لیے تیار ہو گئے جب آپ نے اسے جنبش دی تو ہم دشمن کے مقابلے پر آ گئے۔ پھر آپ نے (اسلامی علم) تیسری مرتبہ الہرا یا اور نعرہ تکبیر بلند کیا اور کہا ”ہمیں فتح حاصل ہوگی جس کے ذریعے اللہ اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا کرے گا۔“

جانشینوں کا تقرر:

بعد ازاں حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اگر میں شہید ہو جاؤں تو حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے سپہ سالار ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو گئے تو فلاں سردار ہوں گے۔“ اس طرح آپ نے سات افراد کو (یکے بعد دیگرے) جانشین مقرر کیا۔ ان میں آخری جانشین مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تھے پھر تیسری مرتبہ جہنڈا الہرا نا کے بعد ہر مسلمان نے اپنے قریب کے دشمن پر حملہ کیا۔

گھمسان کی لڑائی:

راوی کا بیان ہے کہ اس دن کوئی مسلمان ایسا نہ تھا جو فتح و نصرت یا شہادت کے بغیر اپنے گھر واپس جانا چاہتا ہو۔ مسلمانوں نے مل کر ایک دم حملہ کیا۔ مگر دشمن ہمارے مقابلے پر ثابت قدم رہے ہم لوہے پر لوہے کے وار کی آواز ہی سنتے رہے یہاں تک کہ مسلمان بہت سے مصائب میں مبتلا ہو گئے۔

دشمن کا فرار:

جب دشمن نے مسلمانوں کا صبر و استقلال دیکھا اور یہ بھی ملاحظہ کیا کہ وہ میدان جنگ میں ڈٹے ہوئے ہیں اور ثابت قدم ہیں تو وہ شکست کھا کر بھاگنے لگے جب ایک آدمی گرتا تھا تو زنجیروں میں جکڑے ہونے کی وجہ سے سات افراد گرتے تھے اور سب کے سب مارے جاتے تھے۔ انہوں نے اپنے پیچھے لوہے کی باڑیں بچھا رکھی تھیں وہ انہیں زخمی کر رہے تھیں۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”تم جہنڈے آگے لے جاؤ“ چنانچہ مسلمان جہنڈے آگے بڑھا کر دشمن کو قتل کرتے رہے اور

انہیں شکست دیتے رہے۔

فتح اور شہادت:

جب حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا کہ اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی ہے اور فتح و نصرت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تو اس

وقت ایک تیر آ کر ان کی کوکھ میں لگا جس سے وہ شبید ہو گئے اس وقت ان کے بھائی معتقل نے آگے بڑھ کر ان پر کپڑا ڈال دیا اور ان کا علم لے کر جنگ کرنے لگے اور کہنے لگے ”تم پیش قدمی کرو تا کہ ہم انہیں قتل کریں اور شکست دیں۔“
جب لوگ اکٹھے ہوئے تو وہ پوچھنے لگے:

”ہمارا امیر کہاں ہے؟“

اس وقت حضرت معتقل رضی اللہ عنہ نے کہا:

”یہ تمہارا امیر ہے اللہ نے فتح عطا کر کے اس کی آنکھیں ٹھنڈی کی ہیں اور ان پر شہادت کی مہر لگا دی ہے۔“

اس کے بعد مسلمانوں نے (حضرت) حذیفہ رضی اللہ عنہ (کی اطاعت کی) بیعت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں ان کی فتح و نصرت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔

شہادت کی خبر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک آدمی کے ہاتھ فتح کا حال لکھ کر بھیجا گیا جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے کہا:

”اے امیر المؤمنین! آپ کو فتح کی بشارت دی جاتی ہے جس کے ذریعے اللہ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت اور کفر اور اہل کفر کو ذلیل کیا۔“

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثنا کہی پھر فرمایا: ”کیا نعمان رضی اللہ عنہ نے تمہیں بھیجا ہے۔“ وہ بولا: ”اے امیر المؤمنین (حضرت) نعمان رضی اللہ عنہ نے (شہادت کا) ثواب حاصل کر لیا ہے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور آپ نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا پھر فرمایا:

گناہ شہداء:

”اور کون شہید ہوئے۔“ اس پر اس نے بہت سے لوگوں کے نام بتائے اور آخر میں یہ کہا اور دوسرے بھی ہیں جنہیں آپ نہیں جانتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے فرمایا ”اگر عمر رضی اللہ عنہ نہیں جانتا ہے تو اس میں ان کا کوئی نقصان نہیں ہے اللہ ان سے خوب واقف ہے۔“

جنگ کی وجوہات:

سیف کی روایت ہے کہ جنگ نہاوند اس وجہ سے ہوئی کہ اہل بصرہ نے ہرمزان کو شکست دی تھی اور علماء الحضرمی کے لشکر کو بہت جلدی محاصرہ سے بچا لیا تھا اور اہل فارس کو روند ڈالا تھا اس وجہ سے انہوں نے اپنے بادشاہ سے جو مرد کے مقام پر تھا خط و کتابت کی اور اسے جھنجھوڑا۔ لہذا بادشاہ نے اہل خیال کو جو باب سندھ خراسان اور حلوان کے درمیان رہتے تھے اس بارے میں لکھا۔ اس سے ان میں جوش پیدا ہوا اور وہ ایک دوسرے سے خط و کتابت کرنے لگے۔ اور (مشورہ اور باہمی امداد کے لیے) ایک دوسرے کی طرف سوار ہو کر گئے آخر کار ان سب کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ وہ سب نہاوند پہنچ جائیں اور وہاں اپنا فیصلہ پختہ کریں۔ چنانچہ ان کا پہلا حصہ نہاوند پہنچ گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو قباہ صاحب حلوان کے بارے میں خبر مل گئی تھی اس لیے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع

دے دی تھی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی مخالفت:

اس اثناء میں ایک جماعت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف ہو گئی اور ان کے برخلاف سازشیں کرنے لگی حالانکہ اس زمانے میں دشمن باہمی خط و کتابت کر رہے تھے اور نہادوں میں جمع ہو رہے تھے۔ مگر ان (سازشی مسلمانوں) کو اس مصیبت کا کوئی خیال نہیں تھا جو ان پر نازل ہونے والی تھی اس مخالفانہ سرگرمی میں جراح بن سنان اور ان کے ساتھی پیش پیش تھے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت لے کر گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب:

”تمہاری شرارت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ تم اس وقت اس معاملے کو لے کر کھڑے ہو جب کہ دشمن تمہارے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار ہے، تاہم بخدا یہ مصیبت مجھے تمہارے معاملے پر غور کرنے سے نہیں روک سکتی۔“

آپ نے محمد بن مسلمہ کو اس وقت بھیجا جب کہ مسلمان اہل عجم سے جنگ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے اور اہل عجم جنگ کرنے کے لیے جمع ہو رہے تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف تحقیقات:

محمد بن مسلمہ حضرت کے دور خلافت میں حکام کے برخلاف شکایات کی تحقیقات کرنے پر مقرر تھے وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تاکہ انہیں لے کر تمام اہل کوفہ کی مساجد کا گشت کریں وہ پوشیدہ طور پر ان کے برخلاف کوئی بات دریافت نہیں کرتے تھے کیونکہ پوشیدہ طور پر سوالات کرنے کا اس زمانے میں کوئی دستور نہ تھا وہ جس مسجد میں جاتے تھے اور وہاں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کرتے تو سب لوگ یہی کہتے:

”ہم لوگ سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں اچھی رائے رکھتے ہیں اور انہیں تبدیل کرانا نہیں چاہتے ہیں اور نہ ان کے برخلاف ہمیں کوئی شکایت ہے۔“

جراح بن سنان اور ان کے ساتھی خاموش رہے نہ تو انہوں نے برائی کی اور نہ تعریف کی۔ جب یہ لوگ قبیلہ عیس کے محلے میں پہنچے تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کوئی حق بات ہو اسے بیان کرے۔“

مخالف کا بیان:

اسامہ بن قنادہ نے کہا: ”چونکہ تم نے خدا کا واسطہ دیا ہے اس لیے میں کہتا ہوں وہ (حضرت سعد رضی اللہ عنہ) مساویانہ تقسیم نہیں کرتے ہیں اور نہ رعایا کے درمیان عدل و انصاف کرتے ہیں اور نہ کسی جنگ میں خود لڑتے ہیں۔“ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے (یہ سن کر بد دعا کے طور پر) یہ کہا:

”اے اللہ! اگر اس نے یہ بات جھوٹ کہی اور ریا کاری اور بدنام کرنا اس کا مقصد ہو تو اسے اندھا کر.... اس کی عیال داری میں اضافہ کر.... اور اسے فتنہ و فساد کی تباہ کاریوں میں مبتلا کر۔“

بددعا کا اثر:

چنانچہ وہ اندھا ہو گیا۔ اس کی دس بیٹیاں ہوئیں وہ کہا کرتا تھا کہ اسے حضرت سعد رضی اللہ عنہ جیسے مبارک شخص کی بددعا لگی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دوسرے لوگوں کے لیے بھی بددعا کی آپ نے فرمایا:

”اے اللہ! اگر وہ غرور تکبر جھوٹ اور بدنامی کرانے کے لیے نکلے ہوں تو انہیں مصیبت میں مبتلا کر۔“

چنانچہ وہ مصیبتوں میں مبتلا ہوئے۔ جراح تلواروں کے حملوں سے مقتول ہوا جب کہ اس نے ساباط کے مقام پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما پر حملہ کیا تا کہ وہ انہیں اچانک قتل کر دے۔

قبیصہ بھی سنگسار ہوا اور ارد بھی تلواروں کے وار سے مارا گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی فضیلت:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

”میں پہلا شخص ہوں جس نے مشرکوں کا خون بہایا تھا نیز رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے اپنے والدین کو جمع کیا تھا۔ کسی دوسرے کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہوئی میں اسلام لانے میں پانچویں درجے پر ہوں مگر بنو سعد یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں اچھی نماز نہیں پڑھتا ہوں اور سیر و شکار میں مشغول رہتا ہوں۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحقیقات:

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور ان کے مخالفوں کو لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہاں آ کر انہوں نے (خلیفہ فاروق اعظم کو) صوتحال سے مطلع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا:

”اے سعد رضی اللہ عنہ تم کیسے نماز پڑھتے ہو؟“

وہ بولے:

”میں پہلی دو رکعتوں کو طویل پڑھتا ہوں اور آخری دو رکعتوں کو مختصر کرتا ہوں۔“

آپ نے فرمایا:

”تمہارے بارے میں ایسا ہی گمان تھا۔“ پھر آپ نے فرمایا: ”اگر احتیاط نہ ہوتی تو ان کا راستہ واضح تھا۔“ پھر آپ

نے فرمایا: ”کوفہ میں تمہارا جانشین کون ہے؟“

وہ بولے:

”عبداللہ بن عبد اللہ بن عثمان ہے۔“

آپ نے انہیں برقرار رکھا بلکہ حاکم مقرر کیا۔

جنگ نہاوند کی تیاری:

جنگ نہاوند کے اسباب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے عہد میں پیدا ہو گئے تھے اور اس کے بارے میں مشورے اور فوجوں کی روانگی

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شروع ہو گئی تھی مگر جنگ کا اصل واقعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا۔

اصل اسباب:

اس جنگ کا اصل سبب یہ ہے کہ اہل عجم شاہ یزدگرد کے خط سے بہت متاثر ہوئے اور وہ نہادند کے مقام پر پہنچ گئے۔ وہاں خراسان سے لے کر حلوان تک کے اور باب سے لے کر حلوان تک کے نیز بھستان سے لے کر حلوان تک کے علاقے کے لوگ جمع ہو گئے۔ اس طرح اہل جبال کی باب سے حلوان تک کے علاقوں میں سے تیس ہزار جنگ جو سپاہی جمع ہو گئے اور خراسان سے حلوان تک کے علاقے میں سے ساٹھ ہزار جنگ جو سپاہی آ گئے اور بھستان سے لے کر فارس و حلوان تک کے علاقے سے بھی ساٹھ ہزار جنگی سپاہی اکٹھے ہو گئے یہ سب فیروزان کی قیادت میں جمع ہو گئے۔

اہل عجم کے خیالات:

ابوطعمہ ثقفی بیان کرتے ہیں کہ اہل عجم یہ کہتے تھے:

محمد (ﷺ) عرب میں اپنا دین لے کر آئے انہوں نے ہمارے ملک کا قصد نہیں کیا۔ پھر (حضرت) ابو بکر ان کے جانشین ہو گئے وہ بھی اہل فارس کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ البتہ ان کے ساتھ چند چھڑیں ہوئیں ورنہ وہ بالعموم اپنے ہی ملک اور اس کے مضافات ہی میں رہے۔

ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کا عہد خلافت طویل رہا اور اہواز کے علاقے کم کر لیے اور ان پر قبضہ کر لیا پھر انہوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ اہل فارس کے گھر میں گھس آئے اگر تم ان کا مقابلہ کرنے نہیں آؤ گے تو وہ تمہارے علاقے میں بھی گھس آئیں گے انہوں نے تمہارے پائے تخت کو بھی ویران کر دیا ہے اور وہ تمہارے بادشاہ کے شہروں میں گھس آئے ہیں اور وہ اس وقت تک رکنے والے نہیں جب تک کہ تم ان کے لشکر کو اپنے شہروں سے نہ نکال دو اور ان دونوں شہروں کو (کوفہ و بصرہ کو) نہ کاٹ دو پھر تم ان کے ملک کے اندر ان کا مقابلہ کر سکو گے۔

پیش قدمی کی اجازت:

اہل فارس نے باہمی عہد و پیمان کیا اور باہمی تحریری معاہدہ بھی کیا یہ خبر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اس وقت پہنچی جب وہ عبداللہ بن عبداللہ بن عثمان کو اپنا جانشین بنا کر روانہ ہو رہے تھے۔ اس لیے جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے زبانی یہ خبر سنائی اس سے پہلے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے بارے میں (ابتدائی معلومات کی) اطلاع دے چکے تھے انہوں نے یہ بھی کہا کہ:

”اہل کوفہ آپ سے پیش قدمی کی اجازت چاہتے ہیں تاکہ وہ پہلے سے حملہ کر دیں۔“

اس سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہاڑوں کے اندر پیش قدمی کرنے سے منع کر رکھا تھا۔

جلد حملہ کرنے کا مشورہ:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے یہ لکھا تھا کہ:

”اہل عجم کے ڈیرے لاکھ جنگجو سپاہی جمع ہو گئے ہیں اگر وہ ہمارے حملہ کرنے سے پیشتر ہمارے قریب آ گئے تو ان کی قوت

اور بہادری بڑھ جائے گی اور اگر ہم نے جلد حملہ کر دیا تو ہمارے لیے مفید ہوگا۔“

نیک شگون:

یہ پیغام لانے والے قاصد قریب بن ظفر عبدی تھے پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی آئے اور وہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے میں شریک ہوئے جب قاصد یہ خط لے کر آئے تو آپ نے ان کو دیکھا تو آپ نے پوچھا ”تمہارا نام کیا ہے؟“ وہ بولے ”قریب“ آپ نے فرمایا ”تم کس کے فرزند ہو“ وہ بولے ”ظفر کے“۔ اس پر آپ نے نیک شگون لیا اور فرمایا ”ظفر قریب ہے انشاء اللہ اور قوت و غلبہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے“ پھر مسلمانوں میں یہ اعلان کیا گیا کہ نماز ہونے والی ہے چنانچہ لوگ جمع ہو گئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی آگئے آپ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے نیک شگون کا ذکر کیا اور منبر پر کھڑے ہو کر تقریر فرمانے لگے لوگوں کو اصل حالات سے آگاہ کیا اور ان سے مشورہ لیا۔

مسلمانوں سے مشورہ:

آپ نے فرمایا: ”یہ وہ دن ہے جس کے بعد کئی دن آئیں گے میں نے ایک کام کا ارادہ کیا ہے اور اسے تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں تم اسے سن کر مجھے مشورہ دو اور مختصر بات کرو اور جھگڑا نہ کرو ورنہ تم ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری ساکھ جاتی رہے گی۔ زیادہ اور لمبی باتیں نہ بناؤ ورنہ تمہارے کام خراب ہو جائیں گے اور صحیح رائے ملتوی ہو جائے گی کیا یہ مناسب رائے ہے کہ میں ان لوگوں کو لے کر جو میرے ساتھ ہیں اور ان لوگوں کو لے کر جو مجھے مل سکیں روانہ ہو جاؤں“۔ اور ایسے مقام پر قیام کروں جو ان دونوں شہروں کے درمیان ہو وہاں جا کر میں مسلمانوں کو جنگ کے لیے آمادہ کروں اور ان کی مدد کروں تا آنکہ اللہ تعالیٰ انہیں فتح نصیب کرے اور جو چاہے اسکا فیصلہ کرے جب اللہ فتح عطا کرے گا تو میں ان لوگوں کو ان کے شہروں میں بھیج دوں گا“۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا جواب:

اس پر حضرات عثمان بن عفان، طلحہ بن عبد اللہ، زبیر بن عوام، عبدالرحمن بن عوف اہل رائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنی تقریروں میں یہ کہا:

”ہم اس رائے کی حمایت نہیں کرتے البتہ آپ کی رائے اور مشورہ کے مطابق انہیں کام کرنا چاہیے ان کے مقابلے کے لیے عرب سردار، شہسوار اور مشہور حضرات ہیں انہی لوگوں نے دشمن کی جمعیت کو منتشر کر دیا ہے اور ان کے بادشاہوں کو قتل کیا ہے اور اس سے بڑی بڑی جنگوں کو سر کیا ہے انہوں نے آپ سے لڑنے کی اجازت طلب کی ہے آپ انہیں اجازت دیں اور انہیں جہاد کی طرف بلائیں اور ان کے لیے دعا کرتے رہیں“۔

رائے پیش ہونے کے بعد اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی تنقید کی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقریر:

ابوطمہ کی روایت ہے کہ (اس موقع پر) حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی کھڑے ہوئے انہوں نے فرمایا:

”اے امیر المومنین! ان لوگوں نے صحیح رائے دی ہے اور جو کچھ آپ کے پاس تحریر آئی ہے۔ اسے انہوں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے اس جنگ میں کامیابی اور ناکامی کا دار و مدار تعداد کی قلت و کثرت پر نہیں ہے بلکہ یہ دین الہی ہے جس کو خدا نے غالب کیا اور یہ اسی کا لشکر ہے جسے عزت دی گئی ہے اور فرشتوں کے ذریعے اس کی معاونت کی گئی ہے یہاں تک

کہ یہ اسلامی لشکر اس حالت پر پہنچ گیا ہے اللہ نے ہم سے وعدہ کیا ہے اور وہی اپنے وعدے کو پورا کرے گا اور اپنے لشکر کی مدد فرمائے گا۔

مسلمانوں میں آپ کے مقام کو وہی حیثیت حاصل ہے جو ہار کی لڑی میں مرکزی دانے کو حاصل ہوتی ہے جو اس کے نظام کو قائم رکھتا ہے اور تمام دانوں کو قائم رکھتا ہے اگر وہ منتشر ہو گیا تو ہر چیز منتشر ہو جائے گی اور سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا پھر کبھی اس کی شیرازہ بندی نہیں ہو سکے گی۔

گو اہل عرب آج کل قلیل تعداد میں ہیں مگر اسلام کا شرف حاصل کرنے کے بعد ان کی (یہ تعداد بہت ہے اس لیے آپ یہیں قیام فرمائیں اور اہل کوفہ کو (جنگ کرنے کے لیے) تحریر کریں۔ کیونکہ وہ عرب کے سردار اور ممتاز افراد ہیں ان سے زیادہ سرگرم عمل اور پر جوش کوئی نہیں ہے ان (اہل کوفہ) کا ایک تہائی حصہ وہاں قیام کرے اور دو تہائی حصے (جنگ کے لیے) روانہ ہو جائیں۔

آپ اہل بصرہ کو بھی تحریر فرمائیں کہ وہ اپنا ایک حصہ امدادی فوج کے طور پر روانہ کریں۔“

مزید مشورہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی عمدہ رائے اور مشورہ سے بہت خوش ہوئے اور ان کی تدبیروں کو آپ نے بہت پسند کیا اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے:

”اے امیر المؤمنین! آپ مطمئن رہیں یہ (اہل عجم) محض انتقام لینے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔“

ابوبکر الہذلی روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو تمام حالات بتائے اور ان سے مشورہ طلب کیا اور

فرمایا:

”تم مختصر بات کرو اور لمبی گفتگو نہ کرو۔ ورنہ تمہارے کام خراب ہو جائیں گے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ آج کے بعد بھی

کئی ایام آئیں گے۔“ (اس کے مطابق گفتگو کرو)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

اس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبید اللہ کھڑے ہوئے جو رسول اللہ ﷺ کے خطیب صحابی تھے انہوں نے کلمہ شہادت پڑھنے اور حمد و ثنا

کرنے کے بعد یوں خطاب کیا:

”اے امیر المؤمنین! ان معاملات نے آپ کو مستحکم کر دیا ہے اور مصائب کی آزمائش میں آپ ثابت قدم رہے بلکہ ان

تجربوں نے آپ کو آزمودہ کار بنا دیا ہے آپ اپنی رائے پر عمل کریں کیونکہ آپ کی رائے صائب ہوتی ہے آپ کو اس

معاملے کا پورا اختیار حاصل ہے آپ حکم دیجیے ہم آپ کی اطاعت کریں گے آپ ہمیں بلائیں گے تو ہم لبیک کہیں گے۔

آپ ہمیں سوار کرائیں گے تو ہم سوار ہو جائیں گے۔ کہیں وفد کے طور پر بھیجیں گے تو ہم وہاں چلے جائیں گے اگر آپ

قیادت فرمائیں گے تو ہم آپ کی قیادت کو قبول کریں گے کیونکہ آپ با اختیار حاکم ہیں میں نے بارہا آزمایا ہے اور تجربہ

کر کے دیکھا ہے کہ اللہ نے انجام کار آپ کو کامیابی عطا کی ہے۔“ یہ کہہ کر وہ بیٹھ گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے:

بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر ان الفاظ کا اعادہ کیا: ”آج کے بعد کئی دن اور بھی آئیں گے۔ اس لیے پوری طرح گفتگو کرو۔ اس پر حضرت عثمان بن عفان کھڑے ہو کر یوں فرمانے لگے۔ ”اے امیر المؤمنین! امیری یہ رائے ہے کہ آپ اہل شام کو لکھیں تاکہ وہ شام سے روانہ ہوں اور اہل یمن کو بھی تحریر فرمائیں تاکہ وہ بھی فوج لے کر کوچ کریں۔ اور آپ ان حرین کے لوگوں کو لے کر کوفہ اور بصرہ کی طرف روانہ ہو جائیں اور وہاں مسلمانوں کی فوج جمع کر کے مشرکوں کی فوج سے مقابلہ کیجیے کیونکہ جب آپ اپنے ساتھیوں اور دوسرے لوگوں کو لے کر خود روانہ ہوں گے تو دشمنوں کی کثیر تعداد بھی آپ کو کم معلوم ہوگی بلکہ اے امیر المؤمنین! آپ ہی غالب آئیں گے اور ان پر بھاری رہیں گے آپ کے بعد عرب میں آپ جیسا کوئی شخص نہیں ہے چونکہ یہ دن (ایسا اہم) ہے کہ اس کے بعد (مزید اہم) ایام آئیں گے اس لیے آپ اس میں اپنی رائے اور اپنے مددگاروں کے ذریعے شریک ہوں اور اس جنگ سے غیر حاضر نہ رہیں۔ یہ کہہ کر وہ بیٹھ گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر وہی الفاظ دہرائے تو حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر یوں مخاطب ہوئے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جوانی تقریر:

اے امیر المؤمنین! اگر آپ شام سے اہل شام کو روانہ کریں تو اہل روم ان کے اہل و عیال پر ٹوٹ پڑیں گے اور اگر اہل یمن کو یمن سے روانہ ہونے کا حکم دیں گے تو اہل حبشہ ان کے بال بچوں پر حملہ کر دیں گے اور اگر آپ (بخس نفیس) اس سرزمین سے روانہ ہوں گے تو چاروں طرف سے اہل عرب اس علاقے پر ٹوٹ پڑیں گے اس صورت میں آپ کے لیے بیرونی حملوں کے بجائے اندرون ملک کی سرحدوں اور اہل و عیال کو سنبھالنا اہم ہوگا۔ لہذا آپ ان لوگوں کو ان کے شہروں میں برقرار رکھیے اور اہل بصرہ کو تحریر کیجیے کہ وہ تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں ان کا ایک گروہ اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرے اور دوسرا گروہ (غیر مسلم) ذمیوں کی نگرانی کرے تاکہ وہ ان پر حملہ نہ کر سکیں اور تیسرا گروہ اپنے بھائیوں یعنی اہل کوفہ کی مدد کے لیے روانہ ہو جائے۔“

خود جانے کے نقصانات:

اہل عجم آئندہ جب وہ آپ کو دیکھیں تو وہ یہ کہیں گے کہ یہ عربوں کا حاکم ان کی اصل بنیاد ہے۔ اس طرح آپ کا وجود آپ کی مخالفت پر انہیں زیادہ آمادہ کر لے گا۔

”آپ نے یہ بیان کیا ہے کہ دشمن کی فوجیں روانہ ہوگی ہیں تو یہ ان کا وہ عمل ہے جسے اللہ آپ سے زیادہ ناپسند کرتا ہے اور جس بات کو اللہ ناپسند کرے تو وہ اسے دور کرنے پر سب سے زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ جہاں تک ان کی تعداد کی کثرت کا تعلق ہے تو ہم گذشتہ زمانے میں کثرت کے بل بوتے پر جہاد نہیں کرتے تھے بلکہ نصرت خداوندی کے بھروسے پر مجاہدانہ جنگ کرتے تھے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”بے شک اگر میں اس شہر سے روانہ ہو جاؤں تو اس کے اطراف و اکناف سے لوگ اس پر ٹوٹ پڑیں گے اور اگر اہل

عجم نے مجھے دیکھ لیا تو وہ میدان جنگ کو نہیں چھوڑیں گے اور انہیں وہ لوگ بھی امداد بھجوا سکتے ہیں جو امداد دینا نہیں چاہتے تھے کیونکہ وہ یہی کہیں گے۔“

یہ عرب کی اصل بنیاد ہے اگر تم اس کو کاٹ دو گے تو سمجھو تم نے عرب کی جڑ کو کاٹ دیا۔
سپہ سالار کا انتخاب:

اب تم مجھے مشورہ دو کہ میں آئندہ اس جنگ کا سپہ سالار کسے بناؤں؟ مسلمانوں نے کہا:

”آپ بہترین رائے اور صلاحیت کے مالک ہیں۔“

آپ نے فرمایا: ”مجھے کوئی عراقی شخص بتاؤ۔“

وہ بولے: ”اے امیر المؤمنین! آپ اہل عراق اور اپنے لشکر کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں وہ آپ کے پاس وفد بنا کر آتے ہیں آپ انہیں دیکھتے ہیں اور ان سے گفتگو بھی کرتے ہیں۔“

آپ نے فرمایا: ”خدا کی قسم میں ایسے شخص کو سپہ سالار مقرر کروں گا جو کل جنگ شروع ہوتے ہی سب سے پہلے نیزہ سنبھالے گا۔“
لوگوں نے پوچھا: ”وہ کون ہے؟“

آپ نے فرمایا: ”وہ نعمان بن مقرن مزینی ہیں۔“

لوگ کہنے لگے: ”بے شک وہ اس جنگ کے لیے موزوں ترین شخص ہیں۔“

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا تقرر:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اس زمانے میں بصرہ میں تھے ان کے ساتھ کوفہ کے جرنیل بھی تھے جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہرمزان کی عہد شکنی کے موقع پر امداد کے لیے بھیجا تھا اور انہوں نے رامہر مزا اور ایذج کے مقامات کو فتح کر لیا تھا۔ اور تستر جندی سا بور اور سوس کی جنگوں میں مسلمانوں کی مدد کی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں زر بن کلیب اور مقرب اسود بن ربیع کے ذریعے جنگ کی اطلاع بھیجی اور یہ بھی تحریر کیا:

”میں نے تمہیں اہل عجم کی جنگ کا سپہ سالار بنایا ہے اس لیے تم اپنے مقام سے روانہ ہو جاؤ اور ماہ کے مقام پر پہنچ جاؤ کیونکہ میں نے اہل کوفہ کو لکھ دیا ہے کہ وہ تم سے وہاں ملیں جب تمہاری فوجیں اکٹھی ہو جائیں تو تم فیروزان اور اہل عجم کی ان فوجوں کے مقابلے کے لیے روانہ ہو جاؤ جو ان کے پاس جمع ہو گئی ہیں۔

تم اللہ سے مدد طلب کرو اور لا حول و لا قوۃ الا باللہ. (اللہ ہی کو اختیار حاصل ہے) زیادہ پڑھا کرو۔“

جہاد کا شوق:

ابو اہل کی روایت ہے کہ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ سکر کے حاکم تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا:

”میری اور سکر کی مثال ایسی ہے جیسے ایک نوجوان مرد کے پہلو میں بدکار عورت ہو جو اپنے رنگ و بو سے اسے لہجھاری ہو میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے سکر سے معزول کر کے مسلمانوں کے کسی لشکر میں (جہاد کے لیے) بھیج دیں۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر کیا۔

مشترکہ جنگ کا خاتمہ:

”تم اپنے لشکر کو لے کر نہاوند پہنچو اور وہاں تمہیں سپہ سالار ہو گے۔“

چنانچہ جب مسلمانوں کا دشمن سے مقابلہ ہوا تو سب سے پہلے وہی شہید ہوئے اس وقت ان کے بھائی سوید بن مقرن نے علم سنبھالا پھر اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی اس کے بعد اہل فارس چاروں طرف سے جمع ہو کر کہیں مقابلہ نہ کر سکے۔ بلکہ اس کے بعد وہاں کے شہر والے ہی اپنے شہروں میں دشمن (مسلمانوں) کا مقابلہ کرتے تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا تقرر:

سیف کی مزید روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ربیع بن عامر کے ذریعے عبد اللہ بن عبد اللہ (نئے حاکم کوفہ) کو یہ تحریر کیا کہ ”تم نعمان کے پاس ان لوگوں کو روانہ کرو کیونکہ میں نے انہیں لکھ دیا ہے کہ وہ ابواز سے ماہ پہنچ جائیں تمام فوج اسی مقام پر ان کے ساتھ شامل ہو جائے اور پھر وہاں سے سب نہاوند پہنچ جائیں۔“

میں نے ان پر (اہل کوفہ کی فوج پر) حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار مقرر کیا ہے تاکہ وہ نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ جائیں۔ میں نے نعمان رضی اللہ عنہ کو لکھا ہے کہ اگر تم پر کوئی حادثہ رونما ہو جائے تو مسلمانوں کے سپہ سالار حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ ہوں گے اور اگر حذیفہ رضی اللہ عنہ بھی حارثہ کا شکار ہو جائیں تو اس وقت نعیم بن مقرن سپہ سالار ہوں گے۔“

فوج کا امین:

آپ نے قریب بن ظفر (قاصد) کے ساتھ سائب بن اقرع رضی اللہ عنہ کو امین کی حیثیت سے واپس بھیجا اور فرمایا:

”اگر اللہ تمہیں فتح عطا کرے تو تم مسلمانوں میں مال غنیمت کو تقسیم کرو اس میں مجھے دھوکا نہ دینا اور نہ کوئی بدی اختیار کرنا اگر مسلمانوں کو شکست ہو جائے تو نہ تم مجھے اپنی شکل دکھاؤ اور نہ میں تمہیں دیکھوں گا۔“

رضا کار فوج کی شرکت:

وہ دونوں ترغیب جہاد پر مشتمل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نامہ مبارک لے کر آئے اس جہاد میں اہل کوفہ کی رضا کار فوج نے سب سے جلد شرکت اختیار کی تاکہ وہ اپنی دینداری کا ثبوت دیں اور (مال غنیمت میں) حصہ حاصل کریں۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ لوگوں کو لے کر نکلے ان کے ساتھ نعیم بن مقرن بھی تھے وہ طرز کے مقام پر حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سے ملے انہوں نے مرج القلعة میں سواروں کا ایک دستہ مقرر کیا جس پر نصیر حاکم تھے۔

دیگر سرداروں کو خط:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سلمیٰ بن القین، حرمہ بن مریطہ، زرب بن کلیب، مقرب بن اسود بن ربیعہ اور ان مسلمان جرنیلوں کو یہ خطوط لکھے جو فارس اور ابواز کے درمیان متعین تھے۔

”تم اہل عجم کو اپنے بھائی مسلمانوں کی طرف آنے سے روکے رکھو اور اس طرح اپنی قوم اور اپنی زمین کی حفاظت کرو نیز

تم فارس اور ابواز کی درمیانی سرحدوں پر اس وقت تک ڈلے رہو جب تک کہ تمہارے پاس میرا (دوسرا) حکم نہ آئے۔“

درمیانی مورچے:

مجاشع بن مسعود سلمیٰ کو اہواز بھیجا گیا اور انہیں ہدایت کی گئی کہ وہ وہاں سے ماہ کے مقام پر جائیں چنانچہ وہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب وہ غشی کے درخت کے قریب پہنچے تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اسی جگہ ٹھہرے ہیں۔ وہ غشی درخت اور مرج القلعہ کے درمیان ٹھہرے رہے۔

سلمیٰ، حرمہ زرا اور مقترب چپکے سے اصفہان اور فارس کی سرحدوں پر پہنچ گئے اس طرح انہوں نے اہل نہاوند کے لیے فارس سے امداد روک دی۔

نامور بہادروں کی شرکت:

جب اہل کوفہ طرز کے مقام پر حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سے ملے تو ان کو قریب کے ذریعے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ نامہ مبارک موصول ہوا۔ ”تمہارے ساتھ عرب کے نامی گرامی سردار ہیں جو عہد جاہلیت میں بہادرانہ کارنامے انجام دے چکے ہیں اس لیے جنگی امور میں ان سے کمتر ماہرین کے بجائے انہیں اپنے ساتھ رکھو اور ان کی خدمات حاصل کرو اور ان کی رائے اور مشورہ پر عمل کرو۔ تم طلیمہ، عمرو اور عمر سے خدمت لو اور انہیں کسی خاص کام کا حاکم مقرر نہ کرو۔“

خبر رسانی کی مہم:

چنانچہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے طرز کے مقام سے (حضرات، طلیمہ، عمرو اور عمر کو خبر رسانی کے لیے بھیجا تا کہ وہ دشمن کی (نقل و حرکت) کی خبریں لے کر آئیں اور اس میں مبالغہ آمیزی نہ کریں۔ چنانچہ طلیمہ، عمرو بن ابی سلمیٰ القرظی اور عمر بن معدی کرب زبیدی روانہ ہوئے وہ دن میں رات تک پھرتے رہے اس کے بعد عمرو بن ابی سلمہ واپس آ گئے لوگوں نے پوچھا: ”تم کیوں جلد واپس آ گئے؟“ وہ بولے ”میں اہل عجم کے علاقے میں گیا تھا یہ زمین ناواقف شخص کو تباہ کر دیتی ہے اور جو (اس کے راستوں سے) واقف ہوتا ہے وہ اس زمین کو تباہ کر دیتا ہے۔“

طلیمہ اور عمرو بن معدی کرب چلتے رہے جب رات کا آخری حصہ ختم ہوا تو عمرو بن معدی کرب بھی واپس آ گئے لوگوں نے پوچھا: ”تم کیسے واپس آئے؟“ وہ بولے ”ہم ایک دن اور ایک رات چلتے رہے اور ہم نے کچھ نہیں دیکھا آخر کار ہمیں اندیشہ ہوا کہ ہم راستے سے نہ بھٹک جائیں۔“

حضرت طلیمہ رضی اللہ عنہ کی کامیابی:

حضرت طلیمہ رضی اللہ عنہ چلتے رہے یہاں تک کہ وہ نہاوند تک پہنچ گئے طرز اور نہاوند کے درمیان تقریباً پچیس فرسخ کا فاصلہ تھا انہیں دشمن کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں اور بہت سی باتیں معلوم ہوئیں انہوں نے اپنے دونوں ساتھیوں کی پروا نہیں کی تھی (بلکہ آگے نکل گئے تھے) اس وجہ سے مسلمان یہ سمجھنے لگے تھے کہ وہ (طلیمہ) دوبارہ مرتد ہو گئے ہیں۔

جب وہ واپس آئے اور مسلمانوں کے لشکر میں پہنچے تو مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا انہوں نے پوچھا ”کیا بات ہے؟“ لوگوں نے ان کے بارے میں بدگمانی اور اندیشہ کا ذکر کیا اس پر وہ بولے اگر دین و مذہب محض عرب قومیت میں ہوتا تو اس صورت میں بھی میں اہل عجم کے پاس جا کر پناہ نہ لیتا بعد ازاں وہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں حالات سے مطلع کیا اور انہیں بتایا

کہ ان کے اور نہاد کے درمیان کوئی خطرہ نہیں ہے اور نہ کوئی (راہ میں حائل) ہے۔

صف آرائی:

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے اب کوچ کرنے کا اعلان کیا اور صف بندی کرنے کا حکم دیا انہوں نے مجاشع بن مسعود کو یہ پیغام دیا کہ وہ مسلمانوں کی رہنمائی کرے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ صفیں درست کرتے رہے ان کے ہراول دستے پر نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ ان کے دونوں پہلوؤں پر حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ اور سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ تھے ایک حصہ پر قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور پچھلے حصہ پر مجاشع رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ منورہ کی امدادی فوج بھی پہنچ گئی تھی ان میں حضرت مغیرہ بن شعبہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے آخر کار وہ امید ہان کے مقام پر پہنچ گئے۔

دشمن کی تیاری:

دشمن نے بھی صف بندی کر لی تھی ان کا سپہ سالار قیزران تھا اور اس کے دائیں بائیں زردق اور بعلمن جاذویہ تھے جو ذوالحاجب کی جگہ مقرر ہوا تھا۔ نہاد کی جنگ میں وہ لوگ بھی شریک تھے جو قادیسیہ اور دوسری جنگوں میں شریک نہیں تھے وہ سرحدی مقامات پر رہتے تھے ان میں ان کے امراء اور ممتاز افراد شامل ہوئے ان کے سواری دستے کا سردار انوشق تھا۔

نعرہ تکبیر کا اثر:

جب حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا تو انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا ان کے ساتھ مسلمانوں نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا اس سے ایرانیوں کی صفوں میں ہلچل پیدا ہو گئی پھر حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے کھڑے کھڑے سامان اتارنے اور خیمے نصب کرنے کا حکم دیا کوفہ کے اشراف نے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے لیے خیمہ نصب کیا پھر چودہ ممتاز سرداروں کے خیمے نصب کیے گئے جن کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

ممتاز سردار:

۱۔ حذیفہ بن الیمان ۲۔ عقبہ بن عمرو ۳۔ مغیرہ بن شعبہ ۴۔ بشر بن الحاصیہ ۵۔ حطلۃ الکاتب بن ربیع ۶۔ ابن الہویر ۷۔ العی بن عامر ۸۔ عامر بن مطر ۹۔ جریر بن عبداللہ حمیر ۱۰۔ اقرع عبداللہ حمیری ۱۱۔ جریر بن عبداللہ بکلی ۱۲۔ اشعث بن قیس کندی ۱۳۔ سعید بن قیس ہدانی ۱۴۔ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ۔ ان لوگوں جیسے (عمدہ) خیمے عراق میں نہیں دیکھے گئے۔

گھسان کی جنگ:

سامان اتارنے کے بعد حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے جنگ چھیڑ دی یہ جنگ چہار شنبہ اور پنج شنبہ دونوں تک ہوتی رہی۔ یہ جنگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ساتویں سال ۱۹ھ میں ہوئی یہ گھسان کی لڑائی تھی جس میں فریقین ہم پلہ رہے جمعہ کے دن وہ اپنی خندقوں میں گھس گئے اور مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا اور جب تک اللہ نے چاہا وہ ان کا محاصرہ کرتے رہے ایرانیوں کو یہ آزادی حاصل تھی کہ جب وہ چاہتے نکل آتے مسلمانوں کو یہ بات شاق گذری اور انہیں اندیشہ ہوا کہ اس طرح محاصرہ طوالت اختیار کرے گا لہذا جمعہ کے دن مسلمانوں کا اجتماع ہوا اور اہل رائے مسلمان مشورہ کرنے لگے۔ اور کہنے لگے:

باہمی مشورہ:

”ہم ان (دشمنوں) کو خود مختار دیکھ رہے ہیں۔“

آخر کار وہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور جب انہوں نے یہ بات بتائی تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو بھی اپنا ہم خیال پایا کیونکہ جس بات پر وہ غور و خوض کر رہے تھے وہی مسئلہ ان کے زیر غور بھی تھا وہ بولے ”تم ٹھہر جاؤ اپنی جگہ پر ڈٹے رہو“۔ اس کے بعد انہوں نے باقی ماندہ جنگی امور کے ماہروں کو بلا بھیجا جب وہ پہنچے تو حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”تم مشرکوں کو دیکھ رہے ہو کہ وہ خندق اور شہروں میں پناہ گزین ہو گئے ہیں اور جب وہ چاہتے ہیں نکل آتے ہیں مسلمان ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے ہیں اور نہ روک سکتے ہیں اس بات سے مسلمان بہت پریشان ہیں۔ جب کہ دشمن کو باہر نکلنے کی آزادی حاصل ہے لہذا انہیں باہر نکال کر جنگ کرانے کی کون سی تدبیر کارگر ہو سکتی ہے جس سے یہ محاصرہ طویل نہ ہو سکے۔“

جنگی ماہروں کی رائے:

اس زمانے میں جو سب سے زیادہ سن رسیدہ ہوتا تھا وہی سب سے پہلے بولتا تھا لہذا عمرو بن ہشام جو سب سے زیادہ سن رسیدہ تھے کہنے لگے:

”دشمن کے لیے قلعہ نشین ہونا آپ کے ساتھ جنگ کرنے سے زیادہ مضر ہے لہذا انہیں آپ اپنی حالت پر چھوڑیے اور انہیں نہ چھیڑیں بلکہ جو آپ کے پاس آئے اس سے جنگ کیجیے۔“

سب مسلمانوں نے ان کی رائے کی مخالفت کی اور کہا:

”ہمیں یقین ہے کہ ہمارا پروردگار ہمارے ساتھ اپنے وعدے کو پورا کرے گا۔“

حضرت عمر بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بولے:

”آپ ان کا مقابلہ کریں اور ان سے جنگ کریں اور ان سے بالکل نہ ڈریں۔“

سب لوگوں نے ان کی رائے بھی رد کر دی اور کہا:

”صرف دیواریں ہمارے ساتھ مقابلہ کرتی ہیں اور وہی دشمن کے برخلاف ہماری مددگار ہیں۔“

حضرت طلیحہ رضی اللہ عنہ کی رائے:

حضرت طلیحہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

”ان دونوں نے گفتگو کی مگر صحیح رائے نہیں دی میری رائے یہ ہے کہ آپ گھوڑ سواروں کا ایک دستہ بھیجیں تاکہ وہ انہیں گھیر لے پھر وہ ان پر تیر اندازی کرے۔ تاکہ وہ جنگ چھیڑیں۔ جنگ شروع ہو جائے اور وہ نکل کر ان سے گتھم گتھا ہو جائیں تو وہ دستہ ہماری طرف واپس آجائے اور چونکہ ہم اپنی تمام جنگوں میں کبھی پیچھے نہیں ہٹے تھے اور اب پیچھے ہٹ رہے ہیں تو انہیں ہماری شکست کی توقع ہے۔ اور وہ اس میں شک نہ کرتے ہوئے ہماری طرف آئیں گے اور ہم سے جنگ کریں گے اور ہم ان سے جنگ اس وقت تک کرتے رہیں گے جب تک کہ اللہ اپنی مرضی کے مطابق ہمارے اور

ان کے درمیان فیصلہ نہ صادر فرمائے۔“

جنگی تدبیر:

لہذا حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عتقا بن عمرو رضی اللہ عنہ کو آگے جانے کا حکم دیا چنانچہ وہ گئے اور انہوں نے جنگ چھیڑ دی دشمن کچھ دیر توقف کرنے کے بعد باہر نکل آئے جب وہ نکل آئے تو وہ برابر پیچھے پیچھے ہلتے گئے ایرانیوں نے اس بات کو نینیت جانا اور وہ جیسا کہ طلبہ کا خیال تھا باہر نکل آئے اور ان لوگوں کے سوا جو دروازوں پر تھے باقی سب باہر نکل آئے اور سب سوار یوں پر تھے اس وقت حضرت عتقا رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گئے اور دشمن کی فوجیں ایک حد تک اپنے قلعوں سے کٹ گئیں۔ دشمن کی تیر اندازی:

اس وقت حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں کی فوجیں صف آرا تھیں اور جمعہ کے دن کا آغاز تھا حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ اپنے مقامات پر ڈنرے رہیں اور اس وقت تک جنگ نہ کریں جب تک کہ وہ انہیں اجازت نہ دیں چنانچہ مسلمانوں نے تعمیل حکم کی انہوں نے تیر اندازی سے بچنے کی کوشش کی۔ مگر مشرکین مسلمانوں پر تیر اندازی کرتے رہے یہاں تک کہ مسلمان بہت زخمی ہو گئے اور وہ ایک دوسرے سے اس کی شکایت کرنے لگے پھر وہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہنے لگے:

”کیا آپ ہماری حالت نہیں دیکھ رہے ہیں اور کیا مسلمانوں پر جو مصیبت نازل ہو رہی ہے اس کا آپ کو کوئی علم نہیں

ہے؟ آپ کس بات کا انتظار کر رہے ہیں؟ آپ مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت دیں۔“

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا توقف:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تم تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ“ مسلمان بار بار ان کے پاس گئے اور وہ ہر موقع پر یہی جواب دیتے رہے۔ ”تم تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ اور توقف کرو۔“

اس پر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اگر یہ کام (سپہ سالاری) میرے سپرد ہوتا تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ میں کیا کرتا ہوں۔“

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”تم ٹھہر جاؤ تمہیں بھی کام کرنے کا موقع ملے گا جب تم حاکم تھے تو تم بھی اچھا کام کرتے تھے اللہ تمہیں اور ہمیں رسوا

نہیں کرے گا ہمیں توقف کرنے میں بھی اسی قسم کی توقع ہے جس قسم کی توقع ترغیب جہاد (کے جلدی کرنے) میں ہو سکتی

ہے۔“

سنت نبوی کا اتباع:

دراصل حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ جنگ کرنے میں اس مبارک گھڑی کا انتظار کر رہے تھے جو رسول اللہ ﷺ کو جہاد کا آغاز کرنے میں زیادہ پسند تھی یہ وقت زوال کے بعد کا تھا جب کہ سایہ ڈھل چکا ہو اور انہیں چل رہی ہوں جب یہ وقت قریب آیا تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سوار ہو کر گشت کرنے لگے۔ اور ہر علمبردار کے قریب جا کر اللہ کی حمد و ثنا کرتے اور فرماتے:

ترغیب جہاد:

”تمہیں معلوم ہے کہ اللہ نے تمہیں اس دین و مذہب کی بدولت عزت بخشی ہے اور تم سے غالب آنے کا وعدہ کیا ہے اللہ نے اپنے وعدے کا ابتدائی حصہ مکمل کر دیا ہے اور اب اس کا آخری حصہ باقی رہ گیا ہے اللہ ضرور اپنا وعدہ پورا کرے گا اور آخری دور کو بھی پہلے دور کی طرح کامیاب کرے گا تم اپنے گذشتہ زمانے کو یاد کرو جب کہ تم ذلیل و حقیر تھے اور جب تم نے اس دین و مذہب کو قبول کیا تو تم معزز و محترم ہو گئے۔ تم آج اللہ کے سچے بندے ہو اور اس کے دوست ہو۔

اعلیٰ مقصد کے لیے جنگ:

”تمہیں معلوم ہے کہ تم اپنے کوئی بھائیوں سے الگ ہو گئے ہو اس لیے تمہاری فتح و نصرت میں ان کا فائدہ ہے اور تمہاری شکست اور ذلت میں ان کا نقصان ہے تمہیں معلوم ہے کہ اپنے دشمن کے مقابلے میں تم کون ہو؟ اور ان کے پیش نظر کیا ہے اور تمہارے پیش نظر کیا ہے؟ وہ اپنے ملک و وطن اور اپنی دنیا کی حفاظت کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔ مگر تم اپنے دین و مذہب اور اپنے مرکز کی حفاظت کے لیے جہاد کر رہے ہو تم اور وہ اپنے مقاصد میں برابر نہیں ہو ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی دنیا کی حفاظت و حمایت میں زیادہ سرگرم ثابت ہوں بہ نسبت اس کے کہ تم اپنے دین و مذہب کی حفاظت و حمایت میں جوش و خروش کا مظاہرہ کرو۔

وہ بندہ سب سے زیادہ پرہیزگار اور متقی ہے جو اللہ کے کاموں میں خلوص و صداقت کا اظہار کرے اور اس مقصد کے لیے بہترین کارنامہ انجام دے۔

شہادت یا فتح:

تم دو قسم کی بھلائیوں کے درمیان ہو اور دونیکوں میں سے کسی ایک نیکی کی تمہیں توقع ہے یا تو تم شہید ہو کر زندہ جاوید ہو جاؤ گے اور اللہ کے پاس سے تمہیں رزق دیا جائے گا یا تم جلد فتح اور کامیابی حاصل کرو گے تم میں سے ہر ایک اپنے قریب (کے دشمن) کے لیے کافی ہے بلکہ تم میں سے ہر ایک اپنے قریب کے لوگوں پر غالب آئے گا۔

جنگی ہدایات:

جب میں حکم دوں تو تم تیار ہو جاؤ میں تین تکبیریں کہوں گا جب میں پہلی تکبیر کہوں تو جو شخص تیار نہ ہو وہ جنگ کے لیے تیار ہو جائے جب میں دوسری تکبیر کہوں تو ہر ایک ہتھیار بند ہو جائے اور حملہ کرنے کے لیے تیار ہو جائے اور جب تیسری مرتبہ نعرہ تکبیر بلند کروں تو اس وقت میں خود حملہ کروں گا تم بھی مل کر حملہ کرو۔

فتح و شہادت کے لیے دعا:

اے اللہ تو اپنے دین و مذہب کو غالب کر اور اپنے بندوں کو فتح و نصرت عطا کر اور اپنے دین کی عزت اور اپنے بندوں کی فتح و نصرت کے ساتھ تو نعمان کو آج کا شہید اول بنا۔“

شدید جنگ:

جب حضرت نعمان رضی اللہ عنہ فوج کے مختلف دستوں کے پاس جا کر انہیں ہدایات دے چکے اور انہیں اپنے احکام بتا چکے تو اپنے

مرکز پر واپس آ گئے اس کے بعد انہوں نے (حسب ہدایت) تین دفعہ نعرہ تکبیر بلند کیا مسلمان سنتے رہے اور تعمیل کرتے رہے اور مقابلے کے لیے اچھی طرح تیار ہو گئے اس کے بعد حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے جنگ شروع کی اور ان کے ساتھ تمام مسلمانوں نے مل کر حملہ کر دیا حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا علم ان پر عقاب کی طرح چھپ رہا تھا اس وقت حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سفید قبا اور سفید ٹوپی میں امتیازی شان رکھتے تھے اس وقت شمشیر زنی کے ساتھ ایسی گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی کہ اس سے پہلے سننے والوں نے ایسی شدید جنگ کے واقعات نہیں سنے تھے۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی شہادت:

زوال کے بعد سے لے کر شام تک اہل فارس کے اس قدر سپاہی مارے گئے کہ تمام میدان جنگ ان کی بلاشوں سے پناہ ہوا تھا کہ لوگ اور (سواری کے) جانور (اس خون کی ندی میں) پھسل رہے تھے اور مسلمانوں کے بہت سے شہسواروں نے اس لہو لہبان مقام میں نقصان اٹھایا چنانچہ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کا گھوڑا بھی پھسل گیا اور جب ان کا گھوڑا پھسلا تو وہ گر کر شہید ہو گئے ان کے گرنے سے پہلے حضرت نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ نے ان کا جھنڈا سنبھال لیا اور حضرت نعمان رضی اللہ عنہ (کی لاش) کو ایک کپڑے سے ڈھانک دیا اس کے بعد جھنڈا لے کر حذیفہ کے پاس آئے اور (سپہ سالار کا) جھنڈا ان کے حوالے کر دیا وہ ان کے مقام پر پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ منتقل کر دیا اور حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا مورچہ سنبھال کر ان کا علم بلند کر دیا۔ اس وقت حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

”تم اپنے امیر کی شہادت کی خبر کو اس وقت تک پوشیدہ رکھو جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اللہ ان کے اور ہمارے درمیان کیا فیصلہ کرتا ہے اس اثناء میں مسلمانوں کے اندر کمزوری نہیں آنی چاہیے۔“

مشرکوں کو شکست:

جب رات کی تاریکی چھا گئی تو مشرکوں کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ گئے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا مگر (اندھیرے کی وجہ سے) وہ راستہ بھٹک گئے اس لیے انہوں نے ان کا تعاقب کرنا چھوڑ دیا ایرانی فوج بھاگ کر اسبیز ہان کے قریب اترے تو وہ آگ میں گر گئے جب ان میں سے کوئی آگ میں گرتا تھا تو وہ کہتا تھا۔ (وائے خرد) اس وجہ سے آج تک اس مقام کا نام ’وایہ خرد‘ ہے اس طرح اس جگہ ایک لاکھ یا اس سے زیادہ افراد (آگ میں جل کر) مر گئے یہ ان لوگوں کے علاوہ ہیں جو میدان جنگ میں مقتول ہوئے اور صرف وہی بچ سکے جو (صحیح سالم) بھاگ سکے تھے۔

فیرزان کا قتل:

(ایرانی سردار) فیرزان بھی جنگ سے بچ نکلا تھا۔ وہ بھگوڑی فوج کے ساتھ ہمدان کی طرف بھاگ گیا حضرت نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ نے اس کا تعاقب کیا اور حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ہمدان کی گھاٹی میں جا پکڑا اس وقت وہ گھاٹی ان نخچروں اور گدھوں کی (آمد و رفت) وجہ سے مسدود ہو گئی تھی جن پر شہد لدا ہوا تھا۔ ان کی وجہ سے وہ اس گھاٹی میں رک گیا تو حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ کر اسی گھاٹی پر اسے مار ڈالا اس وقت مسلمان کہنے لگے: ”اللہ نے شہد کی شکل میں (اپنا نبی) لشکر بھیجا تھا۔“ اس کے بعد وہ شہد اور اس کے ساتھ کے تمام ساز و سامان کو اپنے ساتھ لے گیا اس واقعہ کی بدولت یہ گھاٹی شہیدۃ العسل کہلانے لگی۔

فیرزان کے قریب جب حضرت قتعا بنی النضیر پہنچ گئے تھے۔ تو وہ (گھوڑے سے) اتر گیا تھا اور پہاڑ پر چڑھ گیا تھا حضرت قتعا بنی النضیر بھی اس کے پیچھے پہاڑ پر چڑھ گئے اور اسے پکڑ لیا۔
دشمن کا تعاقب:

شکست خوردہ لشکر چل کر شہر ہمدان پہنچ گیا گھوڑ سوار دستے ان کے تعاقب میں تھے جب وہ ہمدان کے شہر میں داخل ہوئے تو مسلمان بھی شہر کے قریب پہنچ گئے اور آس پاس کی چیزوں پر قبضہ کر لیا جب خسرو شنوم نے یہ حالت دیکھی تو اس نے صلح و امن کی درخواست کی اور اس نے یہ تسلیم کر لیا کہ وہ ہمدان اور دستھی کے مقامات کا (جزیہ وصول کرنے میں) ذمہ دار ہے چنانچہ مسلمانوں نے اس کی پیشکش کو قبول کر لیا اور انہیں پناہ دی گئی اور جو لوگ بھاگ گئے تھے وہ بھی واپس آ گئے۔
شہر میں داخلہ:

جنگ نہاوند میں مشرکین کی شکست کے بعد مسلمان نہاوند کے شہر میں داخل ہو گئے اور جو کچھ اس کے اندر تھا اور جو اس کے ارد گرد تھا سب پر قبضہ کر لیا انہوں نے ساز و سامان میر سامان سائب ابن اقرع رضی اللہ عنہ کے پاس جمع کرا دیا۔
جواہرات کا خزانہ:

اس کے بعد سب اہل لشکر انتظار کرنے لگے کہ ان کے بھائی جو تعاقب کے لیے ہمدان گئے تھے کیا خبر لے کر آتے ہیں اتنے میں آتش کدہ کا منتظم پناہ کے ارادے سے آیا اسے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچایا گیا تو وہ بولا ”کیا آپ مجھے اس شرط پر پناہ دیں گے کہ میں آپ کو اہم معلومات سے مطلع کروں؟ وہ بولے (ضرور ہم پناہ دیں گے) اس نے بتایا:
 ”خیر جان نے میرے پاس کسری (شاہ ایران) کا خزانہ رکھوایا تھا میں اسے نکال کر آپ کو دوں گا۔ بشرطیکہ آپ مجھے پناہ دیں اور ان لوگوں کو بھی پناہ دوں جنہیں میں چاہوں۔“

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انہیں پناہ دی۔ اس پر اس نے کسری کا خزانہ نکال کر دیا جو ان جواہرات پر مشتمل تھا جو حوادث زمانہ کے موقع کے لیے جمع کیے گئے تھے جب مسلمانوں نے اسے دیکھا تو سب کا اس امر پر اتفاق ہوا کہ اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیں اسے ان کے حصہ میں شامل کر لیا گیا چنانچہ جب مسلمان (مال غنیمت کی تقسیم سے) فارغ ہوئے تو پانچویں حصہ کے ساتھ یہ (جواہرات) بھی بھیجے گئے۔

مال غنیمت کی تقسیم:

حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں مال غنیمت کو تقسیم کرایا۔ چنانچہ جنگ نہاوند میں ایک سوار کا حصہ چھ ہزار تھا اور پیادے کا حصہ دو ہزار تھا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پانچویں حصے میں سے جنگ نہاوند میں بہادری کے کارنامے انجام دینے والوں کو مزید انعام اپنی مرضی کے مطابق دیے اس کے بعد جو پانچواں حصہ باقی رہ گیا تھا وہ سائب بن اقرع کے حوالے کیا گیا۔ حضرت سائب رضی اللہ عنہ وہ پانچواں حصہ (خمس) اور کسری کا ذخیرہ (جواہرات) لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنگ نہاوند کی فتح کا خط بھجوایا تو جواب کے انتظار میں انہوں نے نہاوند میں ہی قیام کیا اور مزید حکم کے منتظر رہے۔ فتح کی خبر کا قاصد طریف بن سہم تھا جس کا قبیلہ ربیعہ بن مالک سے تعلق تھا۔

اہل ماہین کی درخواست:

جب اہل ماہین کو یہ اطلاع ملی کہ ہمدان پر قبضہ ہو گیا ہے اور نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ اور قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ دونوں وہاں رہنے لگے ہیں تو انہوں نے بھی خسرو و شنوم کے طرز عمل کی پیروی کی انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے خط و کتابت کی۔ انہوں نے ان کی درخواست قبول کر لی۔ سب نے متفقہ طور پر (صلح کی تجویز کو) مان لیا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کا ارادہ کیا مگر دینار نے انہیں دھوکا دیا۔ وہ ایرانیوں کا کم درجے کا بادشاہ تھا۔ دوسرے بادشاہ اس سے اعلیٰ درجے کے تھے۔ اور ان میں سب سے زیادہ شریف قارن تھا۔

دینار کی مصالحت:

دینار نے اپنے لوگوں سے یہ کہا۔ ”تم ان سے حسن و جمال (کے لباس) میں نہ ملاقات کرو بلکہ معمولی لباس میں جاؤ۔“ لوگوں نے اس پر عمل کیا مگر وہ ان کے برخلاف ریشمی کپڑوں اور زیورات سے آراستہ ہو کر گیا اس سے جو مطالبہ کیا گیا پورا کیا اور مسلمانوں کی تمام باتیں تسلیم کر لیں اس لیے مسلمانوں نے اس سے معاہدہ کر لیا اور دوسرے لوگوں کے لیے بھی اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا۔ کہ وہ اس کی اطاعت کریں اور اس کا حکم مانیں اس لیے اس مقام کا نام ماہ دینار ہو گیا اور اس تعلق کی وجہ سے اس کا نام بہر اذان ہی ہو گیا تھا۔

قلعہ نسیر:

نسیر بن ثور ایک قلعہ پر مقرر تھے وہاں ایک جماعت پناہ گزیں تھی۔ انہوں نے ان سے جہاد کر کے اس قلعہ کو فتح کر لیا تھا اس لیے وہ قلعہ نسیر کی طرف منسوب ہو گیا تھا۔

امدادی فوج کی شرکت:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں میں بھی مال غنیمت تقسیم کیا جو مرج القلعة میں رہ گئے تھے اور جو لوگ غرضی درخت کے قریب مقیم تھے نیز جو فوجی مراکز میں متعین تھے ان سب کو جنگ نہاوند کے مال غنیمت میں اسی طرح شریک کیا گیا جس طرح اصل جنگ جو فوج کو شریک کیا گیا تھا کیونکہ یہ مسلمانوں کی امداد کے طور پر متعین تھے تاکہ دشمن کسی اور راستے سے حملہ نہ کر دے۔

فتح کا قاصد:

جو دن دشمن کے حملہ کے لیے مقرر تھا۔ اس رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت بے چین رہے اس لیے خبر معلوم کرنے کے لیے وہ باہر نکلتے رہے اسی دن ایک مسلمان شخص مدینہ سے باہر گیا تھا وہ کسی کام کی وجہ سے نکلا تھا جب رات کے وقت وہ مدینہ واپس آ رہا تھا تو اسے جنگ نہاوند کی تیسری رات کو ایک سوار ملا جو مدینہ جا رہا تھا اس نے اس سے دریافت کیا: ”کہاں سے تم آئے ہو؟“ اس نے کہا ”نہاوند سے“۔ پوچھا کیا خبر ہے؟ ذہ بولا اچھی خبر ہے اللہ نے نعمان کو فتح دی اور شہادت بھی دی۔ اس کے بعد نہاوند کے مال غنیمت کو مسلمانوں نے تقسیم کر لیا ہے اور ہر سوار کو چھ ہزار کا حصہ ملا ہے“ یہ کہہ کر وہ سوار مدینہ میں غائب ہو گیا۔

جنات کا ہر کارہ:

اس شخص نے جسے یہ خبر ملی تھی رات گزارنے کے بعد صبح یہ خبر سنائی تو یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک بھی پہنچی وہ خبر معلوم کرنے کے

لیے بہت بے چین تھے اس لیے انہوں نے اس کو بلا کر دریافت کیا تو اس شخص نے یہ خبر سنائی آپ نے فرمایا یہ سچ کہتا ہے یہ عیشیم ہے جو جنات کا ہر کارہ ہے اس نے انسانوں کے قاصد کو دیکھ لیا تھا۔

فتح و شہادت کی خبر:

پھر طریف فتح کی خبر لے کر آگئے تو پوچھا ”کیا خبر ہے؟“ وہ بولے ”میرے پاس فتح سے بھی زیادہ خبریں ہیں پھر آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکلے اور دور تک چلے گئے تو انہیں ایک سوار دکھائی دیا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”یہ سائب ہے“ جب وہ قریب آئے تو پوچھا: ”کیا خبر ہے“ وہ بولے بشارت ہے اور فتح ہے“ آپ نے فرمایا: ”حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے کیا کیا“ وہ بولے دشمن کے خون میں گھوڑا پھسل گیا۔ اس وجہ سے وہ گر پڑے اور شہید ہو گئے“ آپ واپس چلنے لگے تو سائب ان کے ساتھ چل رہے تھے آپ نے ان سے مسلمان شہیدوں کی تعداد دریافت کی انہوں نے تھوڑی تعداد بتائی اور یہ بھی بتایا کہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اس ”فتح الفتوح“ میں سب سے پہلے شہید ہوئے جیسا کہ اہل کوفہ اور دیگر مسلمان بیان کرتے ہیں جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو سامان اتار کر مسجد میں رکھا گیا اور آپ نے اپنے چند ساتھیوں کو جن میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے یہ حکم دیا کہ وہاں وہاں راستہ بھر (حفاظت کرتے) رہیں۔

جواہرات کی واپسی:

جب آپ اپنے گھر داخل ہونے لگے تو سائب نے ان دونوں صندوقوں کو (جن میں کسریٰ کے جواہرات تھے) پیش کیا اور ان کا حال سنایا اور لوگوں کے فیصلے سے مطلع کیا۔ آپ نے فرمایا:

”اے ابن ملیکہ بخدا نہ وہ لوگ اس بات کو جانتے ہیں اور نہ تم جانتے ہو تم بہت جلد اٹھے پاؤں واپس جاؤ اور فوراً حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچو کہ وہ دیگر مال غنیمت کی طرح انہیں بھی تقسیم کر دیں۔“

چنانچہ وہ فوراً واپس گئے اور ماہ کے مقام پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے انہوں نے دونوں صندوقے لے لیے اور انہیں فروخت کیا تو اس کی قیمت چالیس لاکھ ملی۔

طلیحہ کی کرامات:

محمد بن قیس ازدی راوی ہیں کہ ایک شخص نے جس کا نام جعفر بن راشد بتایا جاتا ہے طلیحہ سے اس وقت کہا جب کہ وہ لوگ نہاوند میں مقیم تھے:

”ہمیں بھوک لاحق ہے۔ کیا تمہارے عجیب کارناموں میں سے کوئی ایسی چیز باقی ہے جس سے ہمیں فائدہ پہنچے۔“

وہ بولے:

”جیسا تم چاہو۔“

انہوں نے ایک چادر کو لے کر نقاب کی طرح اوڑھ لیا پھر فرمایا:

”اس کا بیان یہ ہے کہ زمینداروں کی بکریاں باغ میں ہیں۔“

چنانچہ جب وہ باغ میں داخل ہوئے تو انہوں نے وہاں موٹی تازی بکریاں پائیں۔

دینار کی مصالحت:

قبیلہ عیس کا ایک شخص راوی ہے: ”جب ہم اہل نہاوند کا محاصرہ کر رہے تھے تو وہ نکل کر ہم سے جنگ کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد اللہ نے ان کو شکست دے دی اس وقت سماک بن عبید عسی نے ان میں سے ایک آدمی کا تعاقب کیا جن کے ساتھ آٹھ آدمی گھوڑوں پر سوار تھے۔ انہوں نے انہیں مبارزہ (انفرادی جنگ) کے لیے بلایا چنانچہ جو کوئی مقابلے کے لیے نکلا اسے قتل کر دیا یہاں تک کہ ان تمام افراد کا خاتمہ کر دیا پھر انہوں نے اس خاص آدمی پر حملہ کیا جس کے ساتھ یہ (آٹھ سو) سوار تھے۔ اور اسے قیدی بنا لیا اور اس کے ہتھیار چھین لیے اور اس کی نگران کے لیے ایک آدمی مقرر کر دیا۔ جس کا نام عبد تھا۔ اس پر وہ بولا ”تم مجھے اپنے امیر کے پاس لے چلو۔ تاکہ میں اس سرزمین کی طرف سے ان سے مصالحت کروں اور انہیں جزیہ ادا کروں۔ تم نے مجھ پر بہت احسان کیا ہے کیونکہ تم نے مجھے قتل نہیں کیا ہے میں اس وقت سے تمہارا غلام ہوں اگر تم مجھے اپنے بادشاہ کے پاس پہنچاؤ گے اور میرے تعلقات اس سے درست کرادو گے تو میں تمہارا بہت ممنون ہوں گا۔ اور تم میرے بھائی بن جاؤ گے“ اس پر انہوں نے اس شخص کو چھوڑ دیا اور اسے پناہ دی اور پوچھا: ”تم کون ہو؟ اس نے کہا میں دینار ہوں“ چنانچہ اسے حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے جایا گیا۔ وہاں دینار نے سماک کی بہادری کی بہت تعریف کی۔ کہ انہوں نے کتنے افراد کو قتل کیا اور مسلمانوں کی کس قدر حمایت کی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے خراج ادا کرنے پر صلح کر لی اور اس مناسبت سے ماہ کا علاقہ اس کی طرف منسوب کیا گیا۔ وہ سماک سے بہت دوستی رکھتا تھا۔ اور اسے تحائف بھیجتا رہتا تھا۔ اور جب کبھی اسے حاکم کوفہ سے کوئی کام ہوتا تھا تو وہ کوفہ آیا کرتا تھا۔

دینار کا خطاب:

ایک دفعہ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کوفہ آیا تو اس وقت کوفہ میں مسلمانوں سے یوں مخاطب ہوا: ”اے اہل کوفہ! تم سب سے پہلے ہمارے علاقے میں آئے تھے۔ اس وقت تم بہترین انسان تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی اسی حالت پر قائم رہے۔ اس کے بعد تم تبدیل ہو گئے اور تم میں یہ چار خصالتیں پیدا ہو گئیں: ۱۔ بخل ۲۔ فریب ۳۔ غداری ۴۔ تنگی۔ اس سے پیشتر تمہارے اندران میں سے کوئی چیز نہ تھی۔ جب میں نے غور کیا تو پتہ چلا کہ یہ چیزیں تمہارے پیدائشی علاقے سے آئیں۔ فریب دہی بطنیوں کی طرف سے آئی۔ بخل فارس سے آیا۔ غداری خراسان سے آئی اور تنگ دلی اہواز کی طرف سے آئی۔“

ابولولواۃ کا افسوس:

حضرت شععی فرماتے ہیں: ”جب نہاوند کے قیدی مدینہ میں لائے گئے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام ابولولواۃ فیروز جب کسی بچے کو دیکھا تھا تو اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا تھا اور روتا تھا“۔ وہ کہتا تھا ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرا کلیجہ کھالیا ہے“۔

مقتولوں کی تعداد:

وہ دراصل نہاوند کا رہنے والا تھا۔ اہل روم نے اہل فارس کے ساتھ جنگ میں ان کو قیدی بنا لیا تھا اس کے بعد مسلمانوں نے اسے گرفتار کر کے قیدی بنا لیا تھا اس لیے وہ اس مقام سے منسوب ہو گیا جہاں سے وہ گرفتار کر کے اسیر بنایا گیا تھا۔ حضرت شععی کی روایت ہے کہ (شکست کے بعد) آگ میں اسی ہزار (۸۰۰۰۰) گر گئے تھے اور میدان جنگ میں تیس ہزار

(۳۰،۰۰۰) مارے گئے یہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ جو لوگ تعاقب میں مارے گئے ان کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ مسلمانوں کی کل تعداد تیس ہزار (۳۰،۰۰۰) تھی۔ نہاوند کا شہر ۱۹ھ کے شروع میں فتح ہوا تھا۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے سات سال ہو گئے تھے۔ اور ۱۸ھ ختم ہو چکا تھا۔

اہل ماہین کے لیے معاہدہ:

سیف رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اہل ماہین کے لیے یہ معاہدہ تحریر کیا:

نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے اہل ماہ بہراذان کو یہ معاہدہ لکھ کر دیا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”وہ ان کی جان و مال اور اراضی کو محفوظ رکھنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ وہ کسی قوم پر حملہ نہیں کریں گے ان کے مذہب اور قوانین میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی وہ جب تک سالانہ جزیہ مسلمانوں کو ادا کرتے رہیں گے تو ان کی حفاظت کی جائے گی۔ ہر بالغ پر اس کی حیثیت کے مطابق اس کے جان و مال کا (جزیہ) ہے ان کے ذمہ یہ ہے کہ وہ مسافر کی رہنمائی کریں اور راستوں کو درست کریں اور مسلمانوں کی فوج میں سے جو کوئی ان کے پاس سے گزرے تو وہ اسے ایک رات دن کے لیے پناہ دیں وہ وفادار اور خیر خواہ رہیں۔ اگر انہوں نے دھوکہ دیا اور معاہدہ کی مخالفت کی تو ہم ان سے بری الذمہ ہیں۔“

اس پر عبداللہ بن ذی السہمین، قعقاع بن عمرو اور جریر بن عبداللہ گواہ ہیں اور یہ ماہ محرم ۱۹ھ میں لکھا گیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا معاہدہ:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے یہ معاہدہ لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ (معاہدہ) حذیفہ بن الیمان نے اہل ماہ دینار کے لیے لکھ کر دیا ہے:

”وہ انہیں جان و مال اور اراضی پر پناہ دیتے ہیں وہ ان کی قوم پر حملہ نہیں کریں گے ان کے مذہب و قوانین میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی مسلمانوں پر ان کی حفاظت اسی وقت تک (فرض) ہے جب تک کہ وہ سالانہ جزیہ مسلمان حاکم کو ادا کرتے رہیں گے۔ جو ہر بالغ پر اس کی حیثیت اور طاقت کے مطابق اس کے جان و مال پر ہے وہ مسافر کو راستہ بتائیں اور راستوں کو درست رکھیں اور مسلمان سپاہیوں میں سے جو کوئی ان کے پاس سے گزرے تو اسے ایک دن اور ایک رات ٹھہرائیں وہ (مسلمانوں کے) خیر خواہ رہیں اگر وہ تبدیل ہو گئے اور دھوکہ دینے کی کوشش کریں تو (ان کی حفاظت کی) ہماری ذمہ داری ان پر سے ساقط ہو جائے گی۔“

اس کے گواہ قعقاع بن عمرو، نعیم بن مقرن اور سوید بن مقرن ہیں اور یہ ماہ محرم میں لکھا گیا۔“

کارناموں پر انعام:

کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو جو جنگ نہاوند میں شریک ہوئے اور رضا کاروں میں سے جنہوں نے عمدہ بہادری کے کارنامے انجام دیے۔ دو دوی ہزار کے عطیات دیے اور انہیں اہل قادیسیہ کے برابر تسلیم کیا۔

پیش قدمی کی اجازت

اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کی فوجوں کو حکم دیا کہ وہ فارس کی فوجوں کا جہاں کہیں وہ ہوں تعاقب کریں آپ نے یہ حکم دیا کہ مسلمانوں کی بعض وہ فوجیں جو بصرہ اور اس کے گرد و نواح میں ہوں فارس کرمان اور اصفہان کی طرف روانہ ہوں اسی طرح کوفہ اور اس کے گرد و نواح کی بعض افواج کو اصفہان، آذربائیجان اور رے کے علاقوں کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔

شاہ ایران کو نکلنے کا فیصلہ:

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا کہ شاہ یزدگرد ہر سال (اپنی قوم کو) مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرتا ہے اور انہیں یہ بھی بتایا گیا کہ جب تک اسے اس کی سلطنت سے نکالا نہیں جائے گا وہ یہی طرز عمل اختیار کرتا رہے گا تو انہوں نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ سرزمین عجم میں گھس جائیں تاکہ وہ شاہ یزدگرد پر غالب آجائیں اور اس کے مقبوضات کو فتح کر لیں۔ اس مقصد کے لیے آپ نے کوفہ اور بصرہ کے سرداروں کو جنگ نہاوند کی فتح کے بعد روانہ کیا۔

حکام کوفہ:

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حکومت کے درمیانی عرصہ میں دو حکام (کوفہ) مقرر ہوئے تھے پہلے حاکم عبداللہ بن عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ تھے ان کے زمانے میں جنگ نہاوند ہوئی۔ دوسرے حاکم زیاد بن حنظلہ رضی اللہ عنہ تھے جو قبیلہ بنو عبد بن قصی کے حلیف تھے اور ان کے زمانے میں پیش قدمی کا حکم دیا گیا تھا۔

(پہلے حاکم) عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے انہیں دوسری جگہ بھیجا گیا اور ان کی جگہ پر زیاد بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا جو مہاجرین میں سے تھے انہوں نے بہت کم کام کیا بلکہ وہ سبکدوش ہو جانے پر اصرار کرتے رہے اس لیے انہیں سبکدوش کر کے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو زیاد کے بعد حاکم (کوفہ) مقرر کیا گیا۔

آپ نے اہل بصرہ کی امداد کے لیے عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور اہل کوفہ کی امداد کے لیے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور ان کی جگہ عمر بن سراقہ رضی اللہ عنہ کو متعین کیا۔

جنگوں کے سپہ سالار:

زیاد بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت ہی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے جھنڈے اہل کوفہ کے (سرداروں کے لیے) آگئے تھے چنانچہ ایک علم نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ کو پیش کیا گیا چونکہ اہل ہمدان نے صلح کرنے کے بعد عہد شکنی کی تھی اس لیے انہیں اہل ہمدان (کی سرکوبی) کے لیے بھیجا گیا آپ نے یہ فرمایا تھا: کہ

”اگر (ہمدان) تمہارے ہاتھوں فتح ہو جائے تو تم اس سے آگے اپنے راستے پر خراسان تک چلے جاؤ۔“

آپ نے عتبہ بن فرقد اور بکیر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو آذربائیجان کی مہم پر روانہ فرمایا مگر ان کے (راستوں میں) تبدیلی کر دی تھی۔ آپ

نے ان دونوں میں سے ایک کو یہ حکم دیا کہ وہ حلوآن سے دائیں سمت اختیار کرے اور دوسرے کو یہ حکم دیا کہ وہ موصل سے بائیں سمت کا راستہ اختیار کرے۔ چنانچہ پہلا اپنے ساتھی کے دائیں سمت چلا اور دوسرا اپنے ساتھی کے بائیں سمت سے روانہ ہو۔
اصفہان کے سپہ سالار:

آپ نے عبد اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو بھی ایک علم دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اصفہان جائیں وہ اشراف صحابہ میں سے بہت بہادر اور دلیر انسان تھے۔ وہ انصار کے معزز فرد تھے اور بنو اسد کے حلیف تھے ان کی مدد کے لیے بصرہ سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا اور عمر بن سراقہ رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا۔

حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ (کے تقرر) کا معاملہ یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتح نہادند کی اطلاع ملی تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ پیش قدمی کرنے کی اجازت دیں لہذا آپ نے انہیں لکھا:

”تم کوفہ سے روانہ ہو کر مدائن میں قیام کرو اور لوگوں کو (جہاد کے لیے) بلاؤ اور ان کا انتخاب نہ کرو۔ بلکہ اس بارے میں مجھے لکھو۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں اصفہان بھیجنا چاہتے تھے۔ لہذا دوسرے لوگوں کے ساتھ ساتھ عبد اللہ بن ورقاء ریاحی اور عبد اللہ بن الحارث بن ورقاء اسدی رضی اللہ عنہ بھی (جانے کے لیے) تیار ہوئے۔

غلط فہمی کا ازالہ:

جن (مؤرخین) کو (صحیح) علم نہیں ہے ان دونوں میں سے ایک عبد اللہ ابن بدیل بن ورقاء خزاعی رضی اللہ عنہ تھے۔ کیونکہ (اس روایت میں) ورقاء کا ذکر ہے۔ ان کا یہ خیال ہے کہ انہیں اپنے جد امجد کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ حالانکہ عبد اللہ بن بدیل بن ورقاء رضی اللہ عنہ جب جنگ صفین میں مقتول ہوئے۔ تو اس وقت ان کی عمر چوبیس سال کی تھی۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بچے تھے۔
حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا تقرر:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ روانہ ہو گئے ہیں اور (اسلامی) فوجیں پیش قدمی کر رہی ہیں تو انہوں نے زیاد بن حظلہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کے بعد حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا آپ نے اس وقت یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿و نرید ان نممن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلہم ائمة و نجعلہم الوارثین﴾

”ہم چاہتے ہیں کہ ہم ان لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں کمزور ہیں اور انہیں رہنما بنائیں اور (زمین کا) وارث بنائیں۔“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت کے وسط میں جب سلمان اور عبد الرحمن فرزند ان ربیعہ نے (قاضی کے عہدے سے) استعفا دے دیا تھا۔ تو زیاد کو اس وقت تک کا قاضی بنایا گیا تھا جب تک کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ محض سے نہ آجائیں۔

عراق کے حکام:

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اور سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں دریائے فرات و دجلہ کے سیراب کردہ علاقوں میں کام کیا تھا مگر ان دونوں نے استعفا پیش کیا اور کہا:

”ہمیں اس کام سے معافی دی جائے جو ایک بدکار عورت کی طرح اپنی زیب و زینت دکھا کر تباہ کر رہا ہے آپ نے ان دونوں کو سبکدوش کر دیا اور ان کے بجائے حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ اور جعفر بن عمرو المحزنی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا پھر ان دونوں نے بھی استعفا دیا تو ان کا استعفا قبول کر کے ان دونوں کے بجائے حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ دریائے دجلہ کے سیراب کردہ علاقے پر مقرر تھے۔ اور عثمان بن حنیف دریائے فرات کے سیراب کردہ علاقے پر مقرر تھے۔“

تقرر کا حکم:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو یہ تحریر فرمایا:

”میں نے تمہاری طرف عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو امیر (حاکم) بنا کر بھیجا ہے اور میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے میں نے حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو دریائے دجلہ کے سیراب کردہ علاقے اور ان کے پیچھے کے علاقے پر مقرر کیا ہے اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو دریائے فرات اور اس کے سیراب شدہ علاقے پر مقرر کیا ہے۔“

فتح اصفہان:

جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ امیر کوفہ مقرر ہو کر آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ نامہ مبارک حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو موصول ہوا:

”تم اصفہان کی طرف روانہ ہو جاؤ زیاد کوفہ میں ہوں گے اور تمہارے ہر اول دستے پر عبداللہ بن ورقاء اسدی اور عصمتہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہوں گے۔“

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فوج کو لے کر روانہ ہوئے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنے کام کی طرف لوٹ گئے اور عبداللہ نہاوند سے اپنے ساتھیوں اور حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی فوج کو لے کر نکلے اور اس لشکر کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے جو اہل صفہان پر مشتمل استدار کی زیر قیادت تھا اس کے ہر اول لشکر پر ایک بوڑھا شخص قیادت کر رہا تھا جس کا نام شہر براز جاذویہ تھا اس کے ساتھ بہت بڑی جمعیت تھی۔

اہل اصفہان کی شکست:

مسلمان اس آگے کے لشکر سے اصفہان کے ایک مقام پر نبرد آزما ہوئے اور گھسان کی لڑائی ہوئی بوڑھے سردار نے مسلمانوں کو مبارزہ (انفرادی جنگ) کی دعوت دی تو اس کے مقابلے کے لیے عبداللہ بن ورقاء رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے اور اسے مار ڈالا اس کے بعد اہل اصفہان شکست کھا کر بھاگ گئے چنانچہ مسلمانوں نے اس علاقے کا نام استاق الشیخ رکھا۔ جو آج تک اسی نام سے موسوم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان کے حاکم کو دعوت دی تو استدار نے صلح کی درخواست کی۔ چنانچہ ان سے صلح کر لی گئی یہ اصفہان کا پہلا صلح تھا جو مفتوح ہوا۔ پھر حضرت عبداللہ استاق الشیخ سے جی کے مقام کی طرف روانہ ہوئے۔

شاہ اصفہان سے مقابلہ:

اس زمانے میں اصفہان کا بادشاہ فاذوسفان تھا آخر کار وہ لوگوں کو لے کر جی کے مقام پر آ گئے اور دشمن کا محاصرہ کر لیا۔ کچھ

عرصہ کے بعد وہ جنگ کرنے کے لیے نکلے جب ڈبھیڑ ہوئی تو فاہ وسفان نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ”تم میرے ساتھیوں کو قتل نہ کرو اور نہ میں تمہارے ساتھیوں کو قتل کروں گا بلکہ تم خود میرے مقابلے کے لیے نکلو اگر میں نے تمہیں قتل کر دیا تو تمہارے ساتھی واپس چلے جائیں گے اور اگر تم نے مجھے مار ڈالا تو میرے ساتھی تم سے صلح کر لیں گے خواہ میرے ساتھیوں کو کوئی تیر نہ لگا ہو۔“

چنانچہ اس کے مقابلے کے لیے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نکلے اور فرمایا: ”یا تم مجھ پر حملہ کرو یا میں تم پر حملہ کرتا ہوں۔“ وہ بولا: ”میں تم پر حملہ کرتا ہوں“ چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کے سامنے کھڑے ہوئے فاہ وسفان نے حملہ (کا آغاز) کرتے ہوئے ان پر ایک نیزہ مارا جو ان کی زین کے اگلے حصہ پر لگا اس سے زین کا ساز و سامان وغیرہ ٹوٹ گیا مگر حضرت عبداللہ بدستور گھوڑے سے گر کر پھر کھڑے ہو گئے اور گھوڑے کی ننگی پٹنہ پر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے ”اب تم ثابت قدم رہو اور مقابلہ کرو“۔ وہ کہنے لگا: مصالحت کی درخواست:

”میں تم سے جنگ کرنا نہیں چاہتا ہوں کیونکہ میں نے تمہیں ”مرد کامل“ دیکھا اس لیے میں تمہارے ساتھ تمہارے لشکر میں چلتا ہوں اور تم سے صلح کر کے شہر کو تمہارے سپرد کر دوں گا اس شرط پر کہ جو چاہے یہاں رہے اور جزیہ ادا کرے اور اس کا مال محفوظ رہے اور یہ بھی شرط ہے کہ تم نے جس کی زمین پر زبردستی قبضہ کر لیا ہو وہ بھی اس معاہدہ میں شامل ہوگی اور (ان کے مالکان) واپس آ جائیں گے اور جو ہمارے معاہدہ میں شامل نہ ہونا چاہے وہ جہاں چاہے چلا جائے اس وقت تم اس کی زمین پر قبضہ نہ کر سکو گے۔“

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تمہاری یہ شرطیں پوری ہوں گی۔“

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی آمد:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہواز کے راستے سے ان کے پاس اس وقت پہنچے جبکہ فاہ وسفان حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر چکا تھا اس لیے مسلمان وہاں سے روانہ ہو گئے اور یہ ایرانی مسلمانوں کے زیر حفاظت آ گئے مگر تیس افراد نے اپنی قوم کی مخالفت کی اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کرمان پہنچ گئے جہاں ایک جماعت پہلے سے تیار تھی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جی کے شہر میں داخل ہو گئے جو اصفہان کا ایک شہر تھا انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع بھیجی۔ وہاں جو رہا وہ خوش رہا اور وہاں سے جو چلا گیا وہ (آگے چل کر) پشیمان ہوا۔

کوچ کا حکم:

(تھوڑے عرصے کے بعد) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ نامہ مبارک آیا:

”تم یہاں سے روانہ ہو جاؤ اور سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچو اور ان سے مل کر کرمان والوں سے جنگ کرو۔ جی کے شہر کے باقی ماندہ لوگوں کو چھوڑ دو اور اصفہان پر سائب بن اقرع کو جانشین بناؤ۔“

اسید بن شمس بیان کرتے ہیں:

”میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ فتح اصفہان میں شریک تھا وہ وہاں امداد کے لیے پہنچے تھے۔“

معابدہ اصفہان:

سیف کی روایت ہے کہ معابدہ صلح اصفہان کا مضمون یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”یہ عبداللہ کی تحریر فاؤسفان اہل اصفہان اور اس کے گرد و نواح کے لوگوں کے نام ہے جب تک تم جزیہ ادا کرتے رہو گے تم امن و امان میں رہو گے تم پر جزیہ تمہاری حیثیت اور طاقت کے مطابق ہوگا جو ہر سال تم بالغ انسان کی طرف سے اپنے حاکم کو ادا کرتے رہو گے تم مسلمانوں کو راستہ بتاؤ گے اور راستے درست رکھو گے اور ایک رات اور ایک دن کی مہمان نوازی کرو گے تم مسلمانوں کی خیر خواہی کرو گے اس وقت تک تمہاری حفاظت کی جائے گی جب تک اپنے فرائض ادا کرتے رہو گے جب تک (معابدہ کے مطابق) کام کرتے رہو گے اور اگر تم نے اس میں کوئی تبدیلی کی یا کسی اور نے تمہاری طرف سے اسے تبدیل کیا تو ہم پر تمہاری ذمہ داری نہیں رہے گی جو کوئی کسی مسلمان کو گالی دے گا اس کو سزا ملے گی اور جو کوئی کسی مسلمان کو زد و کوب کرے گا تو ہم اسے قتل کر دیں گے۔ اسے لکھا گیا اور اس کے گواہ عبداللہ بن قیس، عبداللہ بن ورقاء اور عصمتہ بن عبداللہ ہیں۔“

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ خط موصول ہوا جس میں انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ کرمان میں سہیل بن عدی کے لشکر میں شامل ہو جائیں تو وہ سواروں کے ایک دستے کے ساتھ نکلے اور انہوں نے سائب کو خلیفہ بنایا اور اس سے پہلے کہ سہیل کرمان پہنچیں وہ سہیل کے لشکر میں شامل ہو گئے۔

ہرمزان سے مشورہ:

مقتل بن یسار رضی اللہ عنہ کی روایت یہ ہے کہ جب مسلمانوں نے اصفہان پر حملہ کیا تھا تو ان کے سپہ سالار نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ تھے وہ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے ہرمزان سے مشورہ کے طور پر دریافت کیا:

”تمہاری کیا رائے ہے؟ میں جنگ کا آغاز فارس سے کروں یا آذربائیجان یا اصفہان سے اس کا آغاز کروں؟“

وہ بولا:

اصفہان کی اہمیت:

”فارس اور آذربائیجان بازو ہیں اور اصفہان (اس ملک کا) سر ہے اگر آپ ایک بازو کاٹیں گے تو دوسرا بازو کھڑا ہو جائے گا لیکن اگر آپ سر کاٹ دیں گے تو دونوں بازو گر جائیں گے اس لیے آپ سر سے (جنگ کا) آغاز کریں۔“

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے جہاں نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے وہ ان کے پہلو میں بیٹھ گئے جب انہوں نے اپنی نماز پڑھ لی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میں چاہتا ہوں کہ تمہیں حاکم مقرر کروں۔“

وہ بولے:

”میں محصول وصول کرنے والا نہیں بنوں گا مجاہد بنوں گا۔“

آپ نے فرمایا:

”تم غازی بنو گے۔“

چنانچہ آپ نے ان کو اصفہان بھیجا اور اہل کوفہ کو لکھا کہ ”وہ امدادی فوج بھیجیں۔“
شاہ اصفہان کی شان و شوکت:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اصفہان پہنچے تو فریقین کے درمیان دریا حائل ہوا تو انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور وہ ان کے پاس گئے تو ان کے بادشاہ کو جسے ذوالحاجین کہا جاتا تھا مطلع کیا گیا کہ عرب کا قاصد دروازہ پر ہے اس نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور پوچھا ”کیا میں اس کے سامنے بادشاہ کی شان و شوکت کے ساتھ بیٹھوں؟“ وہ بولے ”ہاں“۔ چنانچہ وہ اپنے سر پر تاج رکھ کر بیٹھ گیا شہزادے اس کے چاروں طرف سونے کے نگن، زیورات اور ریشمی لباس میں ملبوس تھے۔
حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا داخلہ:

پھر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو داخل ہونے کی اجازت دی گئی جب وہ داخل ہوئے تو وہ اپنے ساتھ اپنا نیزہ اور ڈھال لیے ہوئے تھے۔ اور وہ اپنے نیزے سے ان کے فرش اور قالین کو چیر رہے تھے تاکہ وہ اسے بدشگونی سمجھیں دو آدمی انہیں پکڑے ہوئے تھے پھر وہ جا کر بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو گئے ان کے بادشاہ نے ان سے اس طرح گفتگو کی:
”اے اقوام عرب! تمہیں بہت سخت بھوک لاحق ہے اگر تم چاہو تو ہم تمہیں غلہ دے دیتے ہیں تاکہ تم اپنے ملک کو واپس چلے جاؤ۔“

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس پر یوں تقریر کی کہ پہلے انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا کہی پھر فرمایا:
حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

”ہم اقوام عرب گندے اور مردار جانوروں کا گوشت کھاتے تھے لوگ ہمیں روندتے تھے اور ہم کسی کو نہیں روند سکتے تھے تا آنکہ اللہ بزرگ و برتر نے ہم میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ہم میں سے اعلیٰ نسب کے تھے اور سب سے زیادہ حق و صداقت کی باتیں کہتے تھے۔“

اس کے بعد انہوں نے آنحضرت ﷺ کا مناسب طور پر ذکر کیا پھر مزید فرمایا:

”انہوں نے ہم سے چند باتوں کا وعدہ کیا جو ہم نے آپ کے ارشاد کے مطابق پائیں آپ نے ہم سے یہ پیشینگوئی کی تھی کہ ہم تم پر غالب آئیں گے اور یہاں کے علاقوں پر قابض ہو جائیں گے میں تمہارا ایسا لباس وضع و بیت دیکھ رہا ہوں جو پیچھے کے لوگوں میں نہیں دیکھی تھیں۔“

تخت پر بیٹھنا:

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں اچھل کر اس ایرانی بادشاہ کے ساتھ اس کے تخت پر بیٹھ جاؤں شاید اس بات کو وہ بدشگونی سمجھے چنانچہ میں چھلانگ مار کر اس کے تخت پر بیٹھ گیا اس پر وہ دھکے دینے اور ہٹانے لگے تو میں نے کہا:

”کیا تم سفیروں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہو۔ ہم ایسا نہیں کرتے ہیں اور نہ تمہارے سفیروں کے ساتھ ایسا سلوک کریں گے۔“

بادشاہ نے کہا:

”اگر تم چاہو تو عبور کر کے ہماری طرف آ جاؤ اور اگر تمہاری مرضی ہو تو ہم (دریا کو) عبور کر کے تمہاری طرف پہنچیں گے۔“

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بولے:

”ہم تمہاری طرف عبور کر کے پہنچیں گے۔“

چنانچہ ہم دریا پار کر کے ان سے جنگ کرنے کے لیے پہنچے۔

دشمن کی تیر اندازی:

دشمن نے اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا ایک ایک زنجیر میں دس پانچ یا تین افراد (جکڑے ہوئے تھے) ہم ان کے سامنے صف آرا ہو گئے وہ ہماری طرف تیر اندازی کرنے لگے اور ہم پر جلد جلد تیر کا نشانہ لگانے لگے اس پر اس وقت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اللہ آپ پر رحم کرے دشمن جلد جلد تیر اندازی کر رہا تھا آپ بھی حملہ کیجیے۔“

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی ہدایات:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”تم بہت خوبیوں والے ہو۔ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا تھا جب آپ دن کے شروع میں جنگ نہیں کرتے تھے۔ آپ جنگ کرنے میں تاخیر فرماتے تھے تا آنکہ سورج ڈھل جائے اور ہوائیں چلے لگیں۔ اس وقت (اللہ کی) فتح و نصرت نازل ہوتی ہے۔“

میں اپنا جھنڈا تین مرتبہ لہراؤں گا جب میں پہلی مرتبہ لہراؤں تو ہر شخص اپنی ضروریات پوری کر لے اور وضو کر لے دوسری مرتبہ ہر شخص ہتھیار بند ہو جائے اور بالکل تیار ہو جائے تیسری مرتبہ جب جھنڈا لہرایا جائے تو تم یکدم حملہ کرو اور کوئی کسی کی طرف پیچھے مڑ کر نہ دیکھیں اگر نعمان رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو جائے تو کوئی اس کی طرف رخ نہ کرے میں اللہ سے یہ دعا مانگتا ہوں اور تم میں سے ہر ایک اس پر آمین کہے وہ دعا (یہ ہے): ”اے اللہ تو مسلمانوں کو فتح و نصرت کے ساتھ نعمان کو شہادت عطا فرما۔“

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا حملہ:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ جھنڈا لہرایا اس کے بعد انہوں نے زرہ بکتر پہن کر حملہ کیا اور سب سے پہلے (گھوڑے پر

سے) گرے۔

مقلع راوی ہیں۔ میں ان کے پاس گیا تو مجھے ان کا عزم (شہادت) یاد آیا۔ تو میں نے ان پر ایک جھنڈا گاڑ دیا۔ پھر میں چلا گیا اس وقت جب ہم کسی شخص کو قتل کرتے تھے تو اس کے ساتھی ہم سے الگ ہو جاتے تھے اتنے میں ذوالحجین اپنے خچر پر سے گر پڑا۔ جس سے اس کا پیٹ پھٹ گیا اور کے بعد اللہ نے دشمن کو شکست دے دی۔

نعمان رضی اللہ عنہ کی شہادت:

پھر میں پانی کا مشکیزہ لے کر حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور میں نے ان کے چہرہ سے مٹی دھوئی۔ اس پر وہ کہنے لگے ”تم کون ہو؟“ میں نے کہا ”مقتعل بن یسار رضی اللہ عنہ“ آپ نے پوچھا: ”مسلمانوں نے کیا کیا؟“ میں نے کہا اللہ نے انہیں فتح عطا کی انہوں نے حضرت مقتعل رضی اللہ عنہ سے کہا ”الحمد للہ اتم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتح کی اطلاع لکھ کر بھیجوا“۔ اس کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔

جانشین کا تقرر:

مسلمان اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے ان میں حضرات عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، عمرو بن معدی کرب اور حذیفہ رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے انہوں نے ان کو ام ولد (لوٹڈی) کے پاس یہ پیغام بھیجا ”وہ تمہارے ساتھ کیا معاہدہ چھوڑ گئے ہیں؟“ وہ بولی: ”یہاں ایک نوکری ہے جس میں ایک تحریر ہے انہوں نے اس تحریر کو حاصل کیا تو اس میں یہ تحریر تھا:

”اگر نعمان شہید ہو جائے تو فلاں (حاکم ہے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائے تو فلاں حاکم مقرر) ہو۔“

متفرق واقعات:

واقعی کی روایت ہے کہ: ”اس سال یعنی ۲۱ھ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بمقام حمص وفات پائی اور اسی سال عبداللہ اور عبدالرحمن فرزند ان عمر و نے اور ابوسروع نے جہاد کیا۔ پھر وہ مصر آئے اور عبدالرحمن نے شراب پی۔ اس کا نتیجہ وہ ہوا جس کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

اسی سال حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ انطلس جسے برقہ بھی کہتے ہیں گئے اور اسے فتح کر لیا۔ اہل برقہ نے تیرہ ہزار دینار ادا کرنے پر صلح کر لی۔ اس میں یہ بھی مذکور تھا کہ وہ اپنے جزیہ میں جس قدر وہ چاہیں اپنے فرزندوں کو فروخت کریں گے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت:

۲۱ھ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بیت المال کا نگران اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو اراضی کی پیمائش کا افسر مقرر کیا اہل کوفہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت کی تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو استعفا پیش کر دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ خالی ملے اور انہوں نے ان کو کوفہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ اور فرمایا تم اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا تقرر:

اتنے میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت عمر، جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں ملے تھے۔ اس لیے وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور اس سے کہا ”تم جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی بیوی کے پاس جاؤ اور انہیں سفر کے کھانے کی پیش کش کرو“ چنانچہ وہ ان کے پاس آئیں اور سفر کے کھانے کا تحفہ پیش کیا۔ پہلے وہ اس بات کو نہ سمجھ سکیں پھر کہنے لگیں ہاں وہ کھانا لے آؤ۔ جب حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا یقین ہو گیا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ”آپ نے جس حاکم کو مقرر کیا ہے وہ آپ کو مبارک ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میں نے کس کو مقرر کیا ہے؟ اس پر انہوں نے بتایا کہ انہوں نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا ہے۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ”میں نہیں جانتا ہوں کہ اب میں کیا کروں؟ پھر انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا حاکم بنایا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات تک وہاں کے حاکم رہے۔
دیگر واقعات:

۲۱ھ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عقبہ بن نافع فہری کو روانہ کیا انہوں نے زدیلہ کے علاقے کو صلح کر کے فتح کر لیا چنانچہ زدیلہ اور برقہ کے درمیانی علاقوں میں مسلمانوں کا صلح کا معاہدہ تھا۔

محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ ۲۱ھ میں امیر معاویہ بن ابی سفیان اور عمر بن سعید انصاری نے دمشق، شیبہ، حوران، حمص، قنسرين اور جزیرہ پر حملہ کیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بلقاء اردن، فلسطین، سواحل انطاکیہ، معرہ مصرین اور قلقیہ پر مقرر تھے۔ اس موقع پر ابو ہاشم ابن عقبہ نے قلقیہ انطاکیہ اور مصرہ مصرین کے علاقوں پر صلح کر لی۔
۲۱ھ میں حسن بصری اور عامر شعمی پیدا ہوئے۔

واقعی کہتے ہیں اس سال بھی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور مدینہ میں اپنا جانشین حضرت زید بن ثابت کو بنایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکام:

ان کے حکام مکہ طائف، یمن، یمامہ، بحرین، شام، مصر اور بصرہ پر وہی تھے جو ۲۰ھ میں تھے۔ البتہ کوفہ کے حاکم عمار بن یاسر تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ذمہ بیت المال کی نگرانی تھی اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ خراج کے نگران اور حضرت شریکی رضی اللہ عنہ قاضی تھے۔



۲۲ھ کے واقعات

فتح آذربائیجان:

اس سال آذربائیجان فتح ہوا۔ چنانچہ ابو معشر اور واقدی کی یہی روایت ہے کہ آذربائیجان ۲۲ھ میں فتح ہوا اور اس کے سپہ سالار حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تھے مگر سیف کی روایت ہے کہ آذربائیجان ۱۸ھ میں ہمدان رے جرجان اور اصہبہ کی طبرستان کی صلح کے بعد مفتوح ہوا یہ تمام واقعات ۱۸ھ میں ہوئے۔

سیف کی روایت کے مطابق ہمدان اس طرح فتح ہوا کہ جب اہل عجم نہاد میں جمع ہوئے تھے تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو ماہین کی طرف بھیج دیا گیا اور اہل کوفہ کو بھی انہی کی طرف روانہ کیا گیا اور وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت نعمان کے پاس پہنچ گئے۔ فوجی مراکز کا قیام:

جب اہل کوفہ حلوان سے رخصت ہوئے اور ماہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے چراگاہ کے ایک قلعہ پر حملہ کیا جہاں ہتھیار اور فوجی ساز و سامان تھا۔ مسلمانوں نے انہیں وہاں سے نکال دیا یہ (اس سلسلے کی) پہلی فتح تھی۔ مسلمانوں نے ان کے مقامات پر گھوڑے باندھ دیے اور وہ قلعہ میں محفوظ رکھے گئے اس فوجی مرکز کا نام مرج القلعہ رکھا گیا۔ پھر مسلمان مرج القلعہ سے نہاد کی طرف روانہ ہوئے جب وہ ایک قلعہ کے پاس پہنچے جہاں کچھ لوگ تھے تو انہوں نے قبیلہ عجل اور حنیفہ کے ساتھ نسیر بن ثور کو چھوڑ دیا چنانچہ یہ قلعہ نسیر کے نام سے موسوم ہوا۔ انہوں نے نہاد کی فتح کے بعد اس قلعہ کو فتح کیا اس وجہ سے جنگ نہاد میں نہ کوئی قبیلہ عجل کا فرد شریک ہوا۔ اور نہ قبیلہ حنیفہ کا شخص شریک ہوا۔ وہ سب نسیر کے ساتھ قلعہ کے قریب رہے تاہم جب جنگ نہاد کا مال غنیمت تقسیم ہوا تو تمام قلعہ والوں کو اس میں شریک کیا گیا کیونکہ ہر ایک مورچہ دوسرے کی تقویت کا باعث تھا۔ فوجی مقاموں کے نام:

مرج القلعہ سے نہاد تک جو مقامات آئے وہ بعض صفات کی وجہ سے ان صفاتی ناموں سے مشہور ہو گئے۔ مثلاً ماہ کے قریب ایک گھاٹی میں سواریوں کا اثر دہام ہو گیا تو وہ گھاٹی ثنیۃ الرکاب کے نام سے مشہور ہو گئی وہ دوسری گھاٹی کے پاس آئے جس کا راستہ ایک چٹان پر سے جاتا تھا اس کا نام انہوں نے ملو یہ رکھا۔ اس طرح ان مقامات کے پرانے نام مٹ گئے اور یہ اپنے صفاتی نام سے مشہور ہو گئے۔ مسلمان ایک لہجے اور اونچے پہاڑ کے پاس سے گذرے جو سب پہاڑوں میں سے ابھرا ہوا تھا (اس کو دیکھ کر) کسی نے کہا گویا کہ یہ سمیرہ کا دانت (سن سمیرہ) ہے سمیرہ قبیلہ بنی نضی کی ایک شاخ بنو معاویہ کی مہاجرہ خاتون تھیں ان کا ایک دانت باقی دانتوں سے لمبا تھا۔ اس لیے یہ پہاڑ بھی سن سمیرہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔

مصالحات و عہد شکنی:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جنگ نہاد کے شکست خوردہ سپاہیوں کے تعاقب کے لیے نعیم بن مقرن اور قعقاع ابن عمرو رضی اللہ عنہما کو روانہ کیا تھا جب وہ دونوں ہمدان پہنچے تو خسر و شنوم نے ان سے مصالحت کر لی اس لیے وہ دونوں سردار وہاں سے لوٹ آئے بعد

میں اس نے عہد شکنی کی۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے معاہدوں میں سے اس کا معاہدہ بھی آیا تو وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے رخصت ہو گئے اور حذیفہ بھی ان سے جدا ہو گئے ان کی منزل مقصود ہمدان تھی۔ اور ان کی منزل کوفہ کی طرف واپسی تھی ماہین پر حضرت عمرو بن بلال بن حارث کو جانشین بنایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ کو یہ خط تحریر فرمایا:

فوجی افسروں کے تقرر:

”تم روانہ ہو کر ہمدان پہنچو، تم اپنے ہراول دستے پر سوید بن مقرن کو بھیجو اور اپنے دونوں بازوؤں پر ربیع بن عامر اور مہاہل بن زید کو مقرر کرو۔ یہ طائی ہے اور وہ تمہی ہے۔“

ثنیۃ العسل:

حضرت نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ صف آرا ہو کر روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ ثنیۃ العسل پہنچے۔ اس گھاٹی کا نام ثنیۃ العسل (شہد کی گھاٹی) اس لیے کہا جاتا ہے کہ جنگ نہاوند کے بعد جب مسلمانوں نے شکست خوردہ فوج کا تعاقب کیا تو (ان کا سردار) فیروزان اس گھاٹی پر پہنچا تو گھاٹی شہد لے جانے والے جانوروں سے بھری ہوئی تھی ان پر دوسری چیزیں بھی تھیں اس لیے فیروزان کو ان کی وجہ سے رکنا پڑا پھر وہ اتر کر پہاڑ پر چڑھ گیا جہاں ان کا گھوڑا لوٹ آیا اس طرح وہ گرفتار ہو کر کیفر کردار کو پہنچا (اس لیے اس گھاٹی کو ثنیۃ العسل کہا جاتا ہے)

جب مسلمان کنکور کے مقام پر پہنچے تو مسلمانوں کے جانور چرایے گئے اس لیے اس مقام کا نام قصر الاصوص رکھا گیا۔

ہمدان کا محاصرہ:

پھر حضرت نعیم رضی اللہ عنہ اس گھاٹی سے اتر کر شہر ہمدان کے قریب پہنچے اس وقت وہ شہر کے اندر قلعہ بند ہو کر محصور ہو گئے تھے اس لیے انہوں نے ان کا محاصرہ کر لیا اور اس عرصہ میں انہوں نے ہمدان اور جریدان کے درمیان کا علاقہ فتح کر لیا اور ہمدان کے تمام علاقے پر قبضہ کر لیا۔

پیغام صلح:

جب شہر والوں نے یہ حالت دیکھی تو انہوں نے صلح کی درخواست پیش کی۔ اس شرط کے ساتھ کہ انہیں اور جوان شرائط کو تسلیم کر لیں۔ ایک ہی قسم کی مراعات دی جائیں۔ حضرت نعیم نے ان کی مصالحت منظور کر لی۔ اور دستھی کو اہل کوفہ کے چند افسروں میں تقسیم کر دیا۔ جو مندرجہ ذیل تھے۔

فوجی مراکز کے نگران:

۱۔ عصمتہ بن عبداللہ الضمی ۲۔ مہاہل بن زید طائی ۳۔ سماک بن عبید عیسیٰ ۴۔ سماک بن محرمۃ الاسدی ۵۔ سماک بن خرشہ انصاری۔ یہ وہ لوگ تھے جو سب سے پہلے دستھی کے فوجی مراکز کے نگران مقرر ہوئے اور انہوں نے وہیلم قوم سے جنگ کی۔

روایات میں اختلاف:

واقدی کی روایت یہ ہے کہ فتح ہمدان ورے ۲۳ھ میں ہوا۔ واقدی کا بیان ہے: ”کہا جاتا ہے کہ رے کو حضرت قرظہ بن

کعب نے فتح کیا ربيعة ابن عثمان کی روایت ہے کہ ہمدان کی فتح ماہ جمادی الاول میں ہوئی جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت میں چھ مہینے باقی تھے اس کے سپہ سالار مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تھے ایک روایت یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کی فوجیں وہاں لڑ رہی تھیں۔

سیف کی روایت:

سیف کی روایت کا یہ آخری سلسلہ ہے کہ جب حضرت نعیم رضی اللہ عنہ ہمدان میں بارہ ہزار فوجوں کے ساتھ مقیم تھے تو اہل و عیال و یتیم درے و آذربائیجان نے باہمی خط و کتابت کی پھر ان کا سردار موتا و یتیم کی فوج کو لے کر نکلا تا کہ وہ داج روز کے مقام پر صف آرا ہو جائے ابو القرقان زینبی بھی اہل رے کو لے کر نکلا تا کہ وہ اس لشکر میں شامل ہو جائے ادھر سے رستم کا بھائی اسفندیار بھی اہل آذربائیجان کو لے کر وہاں پہنچا۔

شدید جنگ:

دستی کے فوجی مرکزوں کے (مسلمان) سردار قلعہ بند ہو گئے اور انہوں نے حضرت نعیم رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی۔ تو انہوں نے یزید بن قیس کو اپنا جانشین بنایا اور فوج لے کر روانہ ہو گئے اور داج روز کے مقام پر پہنچ گئے۔ وہاں فریقین میں گھسان کی جنگ ہوئی۔ جو نہادند کے ہم پلہ تھی۔ اور اس سے کسی صورت میں کم نہ تھی۔ اور بہت آدمی مارے گئے۔ جن کا کوئی شمار نہ تھا۔ یہ بہت بڑے معرکوں میں سے ایک معرکہ تھا۔

فتح کی بشارت:

مسلمانوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دشمنوں کے اجتماع کی خبر دے دی تھی اور وہ اس سے بہت پریشان تھے۔ اس لیے انہیں جنگ کی بہت فکر لاحق تھی اور اس کے نتیجے کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک قاصدان کے پاس فتح و نصرت کی بشارت لے کر آیا آپ نے اس سے پوچھا: ”کیا تم بشیر (خوشخبری لانے والے) ہو؟ وہ بولا: ”نہیں میں عمرو ہوں“ جب آپ نے دوبارہ یہ یہ فرمایا کہ تم بشیر ہو؟ تو وہ بات کو سمجھ گیا اور کہنے لگا: ”ہاں میں بشیر ہوں“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”کیا نعیم کے قاصد ہو؟“ وہ بولا ”ہاں نعیم کا قاصد ہوں“ آپ نے فرمایا ”کیا خبر ہے؟“ وہ بولا ”فتح و نصرت کی بشارت ہے“ پھر اس نے تمام واقعہ سنایا اس پر آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور خط کے پڑھنے کا حکم دیا جب مسلمانوں کے سامنے خط پڑھا گیا تو سب نے اللہ کی حمد و ثنا کی۔

پھر سماک بن محرمہ، سماک بن عبید اور سماک بن خرشہ (تینوں کے نام سماک ہیں) اہل کوفہ کے ایک وفد کے ساتھ مال غنیمت کا پانچواں حصہ لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ان سب نے اپنا نام سماک بتایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اللہ تمہیں مبارک کرے اے اللہ تو ان کے ذریعہ اسلام کو مستحکم کر اور ان کے ذریعہ اسلام کی مدد فرما۔“

ہمدان سے واپسی:

دستی اور اس کے فوجی مراکز ہمدان سے متعلق ہو گئے تا آنکہ حضرت نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ کا اہلیچی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ جواب

لے کر واپس آیا:

”تم ہمدان پر اپنا جانشین مقرر کرو۔ اور بکیر بن عبد اللہ سے سماک بن خرشہ کے ذریعہ امداد فراہم کرو۔ پھر وہاں سے کوچ

کر کے رے آؤ۔ وہاں دشمن کی فوج سے مقابلہ کرو۔ پھر وہیں قیام کرو۔ کیونکہ یہ شہر ملک کے تمام شہروں کے درمیان ہے اور ان سب پر حاوی ہے اور عین تمہارے مقصد کے مطابق ہے۔“

(اس حکم کے مطابق) حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے یزید بن قیس ہمدانی کو ہمدان میں (جانشین) مقرر کیا اور فوجوں کو لے کر حراج روز سے رے کی طرف روانہ ہوئے۔

ساک بن مخزمہ مسجد ساک والے تھے۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے ہمدان کے صلح نامہ کا اعادہ کیا اور یزید بن قیس ہمدانی کو اپنا جانشین بنایا۔ پھر لوگوں کو لے کر روانہ ہوئے یہاں تک کہ رے پہنچ گئے۔
فخ رے:

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ بن مقرن حراج روز سے فوجوں کو لے کر روانہ ہوئے اس اثناء میں انہوں نے دستہ تک (وہاں کا علاقہ) ویران کر دیا تھا وہاں سے وہ رے کی طرف روانہ ہوئے دشمن کی فوجیں ان کے مقابلے کے لیے اکٹھی ہو گئی تھیں ابو الفرخان زینبی نکلا اور اس نے حضرت نعیم رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مقام پر ملاقات کی وہ مصالحت کا خواہاں تھا اور رے کے بادشاہ کا مخالف تھا وہ مسلمانوں کے کارناموں کا مشاہدہ کر چکا تھا نیز وہ سیا و خش اور اس کے اہل خاندان سے بھی حسد رکھتا تھا۔ اس لیے وہ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل گیا۔

دشمن کا مقابلہ:

اس وقت رے کا بادشاہ سیاہ و خش بن مہران بن بہرام چوہین تھا۔ اس نے اہل دنیا و نذ طبرستان، قومس و جرجان سے امداد طلب کی تھی اور کہا تھا:

”تمہیں معلوم ہے کہ یہ لوگ رے میں آ گئے ہیں اب تمہارے لیے کوئی مقام نہیں ہے اس لیے تم متحد ہو جاؤ۔“

بہر حال سیاہ و خش نے (مسلمانوں کا) مقابلہ کیا اور رے کے شہر میں پہلو میں پہاڑ کے دامن میں (فریقین میں) جنگ کا آغاز ہوا اور لڑائی ہوتی رہی۔

پوشیدہ راستہ:

زینبی نے نعیم سے کہا: ”ان لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ہماری تعداد کم ہے تم میرے ساتھ سواروں کا ایک دستہ بھیجو تاکہ میں انہیں شہر میں ایک ایسے (پوشیدہ) راستے سے داخل کراؤں جس کا انہیں کوئی علم نہیں ہے آپ ان سے مقابلہ کرتے رہیں کیونکہ جب وہ ان پر حملہ کریں گے تو وہ آپ کے مقابلے میں جم نہیں سکیں گے۔“

دشمن کو شکست:

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے رات کے وقت ایک سواروں کا دستہ پانے بھتیجے منذر بن عمرو کی سرکردگی میں روانہ کر دیا۔ زینبی نے انہیں شہر میں داخل کر دیا جس کا دشمن کو علم نہیں ہو سکا۔ پھر حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے شجون مارا۔ جس کی ذبح سے وہ اپنے شہر کا انتظام نہیں کر سکے اور جنگ کرتے رہے اور جنگ میں ڈٹے رہے مگر جب انہوں نے اپنے پیچھے سے نعرہ تکبیر کو سنا تو شکست کھا کر بھاگ گئے اور بری طرح سے مارے گئے۔

آل زبیبی کی حکومت:

اللہ نے مسلمانوں کو رے میں مدائن کے مال غنیمت کے برابر مال عطا کیا زبیبی نے اہل رے کی طرف سے صلح کی اسی لیے حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے انہیں وہاں کا نگران حاکم بنا دیا اور پھر زبیبی خاندان میں حکومت رہی اور اسی خاندان سے متعلق شہرام و فرخام تھے بہرام کے خاندان کو زوال آ گیا۔

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے ان کے شہر کو جو ”پرانا شہر“ کہلاتا ہے تباہ و برباد کر دیا۔ پھر زبیبی کے حکم سے نیا شہر آباد ہوا۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے فتح کی خوش خبری مصارب العجلی کے ہاتھ روانہ کی اور مال خمس تمیہ بن انہاس اور ابو مغزرا کے ہاتھ کوفہ کے معزز سرداروں کے وفد کے ساتھ روانہ کیا۔ جب انہوں نے رے فتح کر لیا تو انہوں نے بکیر بن عبداللہ کی امداد کے لیے سماک بن عبداللہ خزشی انصاری کو روانہ کیا۔ چنانچہ سماک بکیر کے لیے امدادی فوج لے کر آذر بائیجان روانہ ہوا۔

رے کا صلح نامہ:

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے اہل رے کو یہ صلح نامہ لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ نے زبیبی بن قولہ کو یہ صلح نامہ لکھ کر دیا:

”میں اہل رے کو اور جوان کے ساتھ ہیں پناہ دیتا ہوں بشرطیکہ وہ جزیہ ادا کریں جو ہر بالغ اپنی حیثیت کے مطابق ہر سال ادا کرے گا انہیں چاہیے کہ وہ وفادار اور خیر خواہ ثابت ہوں راستہ بتائیں چوری نہ کریں اور مسلمانوں کو ایک رات اور ایک دن کا کھانا کھلائیں اور ان کی عزت کریں اور جو کوئی کسی مسلمان کو گالی دے گا یا اس کی بے عزتی کرے گا وہ سزا کا مستحق ہوگا اور جو کوئی کسی مسلمانوں کو زد و کوب کرے گا تو وہ قتل کیا جائے گا اور جو کوئی بدل جائے گا اور اس کی مخالفت کرے گا تو (سمجھو کہ) اس نے تمہاری جماعت کو تبدیل کیا (وہ مسلمانوں کی حفاظت میں نہیں رہے گا) انہوں (نعیم) نے خود اسے لکھا اور اس کی شہادت دی۔“

دوسرا صلح نامہ:

عصمان نے بھی ان سے خط و کتابت کی تاکہ وہ کچھ فدیہ دے کر ان سے صلح کر لے۔ اس نے معاونت اور حفاظت کی درخواست نہیں کی تھی۔ اس کی درخواست بھی قبول کر لی گئی۔ اس کے لیے بھی ایک تحریری معاہدہ کیا گیا۔ جس میں معاونت کا ذکر نہیں تھا وہ معاہدہ یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعیم بن مقرن مردان شاہ مضمنان دینا وند اور اہل نہا وند، انوار اور لارا اور شرانک یہ معاہدہ لکھتا تھا:

”میں تمہیں اور جو تمہارے ساتھ اس معاہدہ میں شریک ہوں پناہ دیتا ہوں۔ بشرطیکہ تم اپنے لوگوں کو (لڑائی سے) باز رکھو اور جو سرحد کے حاکم ہوں انہیں دو لاکھ درہم سالانہ ادا کرو تم پر حملہ نہیں کیا جائے گا اور جب تک تم اس معاہدہ پر قائم رہو گے تو تمہارے علاقہ میں کوئی داخل نہیں ہوگا اور اگر کسی نے (اس معاہدہ کی) خلاف ورزی کی تو یہ معاہدہ برقرار نہیں

رہے گا یہ تحریر کیا گیا اور گواہی دی گئی۔“

فتح قومس:

جب حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے مضارب عجمی کے ہاتھ رے کی فتح کی خبر بھجوائی اور وفد کے ہاتھ مالِ شمس بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں تحریر فرمایا:

”تم سوید بن مقرن کو قومس بھیجوان کے ہراول دستے پر سماک بن محرّمہ کو بھیجو اور ان کے دونوں بازوؤں پر عتبہ بن النہاس اور ہند بن عمرو الجعفی کو مقرر کرو۔“

لہذا حضرت سوید بن مقرن صف آرا ہو کر رے سے قومس کی طرف روانہ ہوئے ان کے مقابلے کے لیے کوئی نہیں آیا اور انہوں نے مصالحت کے ذریعہ اس شہر پر قبضہ کر لیا اور وہاں پڑاؤ ڈال دیا۔

جب مسلمانوں کی فوج نے ان کے دریا کا پانی پیاجس کا نام ملاذ تھا اور ان میں بیماری پھیلی اس پر حضرت سوید رضی اللہ عنہ نے کہا: ”تم اپنا پانی تبدیل کرو ورنہ تم بھی یہاں کے باشندوں کی طرح ہو جاؤ گے۔“ چنانچہ انہوں نے پانی تبدیل کیا جو انہیں خوش گوار معلوم ہوا۔

جو لوگ یہاں کے باشندوں میں سے طبرستان بھاگ گئے تھے۔ اور وہ لوگ جو جنگوں میں چلے گئے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں سے خط و کتابت کی تو حضرت سوید رضی اللہ عنہ نے انہیں صلح اور جزیہ ادا کرنے کی دعوت دی اور ان کے لیے یہ معاہدہ تحریر کیا: **قومس کا معاہدہ:**

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”سوید بن مقرن نے اہل قومس اور ان کے ساتھیوں کو ان کے جان و مال اور مذہب کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ بشرطیکہ وہ جزیہ ادا کریں جسے ہر بالغ اپنی حیثیت اور طاقت کے مطابق ادا کرے گا ان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ خیر خواہ رہیں اور فریب نہ دیں اور (مسلمانوں کو) راستہ بتائیں۔ اور مسلمانوں کو ایک دن اور ایک رات اوسط درجے کا کھانا کھلائیں اگر انہوں نے اس کی خلاف ورزی کی یا معاہدہ کی پابندی نہیں کی تو (ہم) ان کی حفاظت سے بری الذمہ ہیں یہ لکھا گیا اور اس پر گواہی دی گئی۔“

فتح جرجان:

پھر حضرت سوید رضی اللہ عنہ نے بسطام میں پڑاؤ ڈالا اور جرجان کے بادشاہ رزبان صول سے خط و کتابت کی پھر ادھر روانہ ہو گئے رزبان صول (بادشاہ) نے خط و کتابت کے ذریعہ سے جلدی صلح کر لی اور جزیہ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ اس طرح جرجان کو جنگ سے بچالیا۔ حضرت سوید رضی اللہ عنہ نے اس کی صلح قبول کر لی اس لیے رزبان صول (بادشاہ) حضرت سوید رضی اللہ عنہ کے جرجان داخل ہونے سے پہلے ان سے ملا اور دونوں ساتھ ساتھ شہر میں داخل ہوئے حضرت سوید رضی اللہ عنہ نے وہاں لشکر کو ٹھہرایا تا کہ خراج وصول کیا جائے انہوں نے وہاں کی سرحدوں کو مستحکم کیا اور دہستان کو چھوڑ دیا جو لوگ سرحد کی حفاظت کرتے تھے ان کا جزیہ معاف کر دیا گیا اور انہیں یہ معاہدہ لکھ دیا گیا۔

جر جان کا معاہدہ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”سوید بن مقرن نے رزبان صول بن رزبان اہل دبستان اور تمام اہل جر جان کے لیے یہ (معاہدہ) لکھا۔ تم ہمارے زیر حفاظت ہو اور ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔ بشرطیکہ تم جزیہ ادا کرو۔ جو ہر بالغ سالانہ اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق ادا کرے گا۔ اگر ہم تم میں سے کسی سے کوئی خدمت لیں گے تو اس کے جزیہ کے بدلے اسے معاوضہ دیا جائے گا ان کی جان و مال مذہب اور قوانین محفوظ رہیں گے اور اس معاہدہ میں اس وقت تک تبدیلی نہیں کی جائے گی جب تک کہ وہ جزیہ ادا کرتے رہیں گے۔ مسافروں کو راستہ بتائیں گے اور خیر خواہ رہیں گے نیز وہ مسلمانوں کی ضیافت بھی کریں اور کسی قسم کی چوری اور دغا بازی نہ کریں جو کوئی یہاں آ کر رہے گا اسے بھی یہ حقوق حاصل ہوں گے اور جو یہاں سے نکلنا چاہے تو اسے پناہ دی جائے گی تا آنکہ وہ پناہ کی جگہ پر پہنچ جائے۔

جو کوئی کسی مسلمان کو گالی دے گا تو اس کو سزا دی جائے گی۔ اور جو اسے زد و کوب کرے گا تو اس کی جان خطرہ میں ہو گی۔“

معاہدہ کے گواہ:

مندرجہ ذیل اس معاہدہ کے گواہ ہیں: ”۱۔ سواد بن قطیبہ ۲۔ ہند بن عمرو ۳۔ سماک بن مخرمہ ۴۔ عتبہ بن النہاس یہ ۱۸ھ

میں لکھا گیا۔“

مدائنی کی روایت یہ ہے کہ جر جان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۳۰ھ میں مفتوح ہوا۔

فتح طبرستان:

اصبہ (حاکم طبرستان) نے بھی حضرت سوید سے صلح کے بارے میں خط و کتابت کی کہ فریقین صلح کر لیں اور باہمی امداد کے اقرار کے بغیر وہ کچھ (فدیہ) بھیجے گا۔ حضرت سوید رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات منظور کر لی اور اس کی منظوری دے دی۔ اور اسے ایک تحریری معاہدہ بھی لکھ کر دیا (وہ یہ ہے)۔

معاہدہ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ تحریر سوید بن مقرن نے فرخان اصبہ خراسان کو طبرستان اور اہل جیلان کے لیے لکھی ہے:

”تم اللہ بزرگ و برتر کی امان میں ہو اس شرط پر کہ تم ہمارے برخلاف بغاوت نہیں کرو گے اور جو تمہارے سرحدی علاقہ پر (ہمارا) حاکم ہوگا اسے اپنے ملک کے سکے کے حساب سے پانچ لاکھ درہم دو گے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو ہم میں سے کوئی تم پر حملہ نہیں کرے گا اور نہ تمہارے علاقے میں کوئی تمہاری اجازت کے بغیر داخل ہوگا۔ ہمارا طریقہ تمہارے ساتھ امن کے ساتھ با اجازت ہوگا اور اسی طرح تمہارا رویہ ہوگا تم ہمارے باغیوں کو پناہ نہیں دو گے اور نہ ہمارے دشمن کی حمایت کرو گے اور نہ خیانت و غداری کرو گے اگر تم ایسا کرو گے تو ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں رہے

گا (اس معاہدہ کے) گواہ یہ ہیں: ۱۔ سواد بن قطبہ تمیمی ۲۔ ہند بن عمرو المرادی ۳۔ سماک بن مخرمہ اسدی ۴۔ سماک بن عبید عسی ۵۔ عتبہ بن النہاس بکری۔ یہ معاہدہ ۱۸ھ میں لکھا گیا۔

فتح آذربائیجان:

جب حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے ہمدان کو دوبارہ فتح کر لیا اور وچ روز سے رے کی طرف گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ وہ آذربائیجان میں حضرت بکیر بن عبداللہ کی امداد کے لیے سماک بن خرشہ انصاری کو بھیجیں انہوں نے اس معاملے کو اس وقت تک ملتوی رکھا جب تک کہ انہوں نے رے کو فتح نہیں کیا۔ رے کی فتح کے بعد انہوں نے سماک کو وہاں سے روانہ کیا چنانچہ سماک، بکیر کی طرف آذربائیجان روانہ ہو گئے۔

سماک بن خرشہ اور عتبہ بن فرقہ عرب کے دولت مند افراد تھے۔ اور اسی خوشحالی کے ساتھ دونوں کوفہ آئے۔

اسفندیار کی گرفتاری:

حضرت بکیر کو جب بھیجا گیا تو وہ روانہ ہوئے جب وہ جرمیزان کے سامنے پہنچے تو وہاں اسفندیار بن فرخ زاد بھی وچ روز سے شکست کھا کر پہنچ گیا تھا۔ چنانچہ آذربائیجان میں مسلمانوں کی سب سے پہلی جنگ اسی سے ہوئی جنگ میں اللہ نے اس کے لشکر کو شکست دی اور حضرت بکیر نے اسفندیار کو گرفتار کر کے قیدی بنا لیا اسفندیار نے ان سے پوچھا کیا آپ کو صلح زیادہ پسند ہے یا جنگ؟ وہ بولے صلح زیادہ پسند ہے اس پر وہ بولا ”آپ مجھے اپنے پاس رکھے کیونکہ اہل آذربائیجان آپ کے پاس نہیں آئیں گے جب تک کہ میں ان کی طرف سے صلح نہ کروں یا ان کے پاس نہ جاؤں“۔

علاقہ پر قبضہ:

اہل آذربائیجان اس کے اردگرد کے پہاڑوں میں چلے گئے جو قج اور رومیوں کے تھے (اور ان میں قلعہ بند ہو گئے) اور جو کوئی قلعہ بند ہو جائے تو وہ کچھ دنوں تک قلعہ نشین رہتا ہے بہر حال حضرت بکیر نے اسفندیار کو اپنے پاس مقید رکھا۔ اس کے بعد قلعہ کے علاوہ سارے علاقے پر ان کا قبضہ ہو گیا۔

سماک بن خرشہ امدادی فوج لے کر اس وقت پہنچے جب اسفندیار ان کی قید میں تھا اور انہوں نے مضافات کا علاقہ فتح کر لیا تھا۔ عتبہ بن فرقہ نے بھی اپنے قریب کا علاقہ فتح کر لیا تھا۔

جب سماک وہاں پہنچے تو حضرت بکیر نے ازراہ ظرافت یہ فرمایا:

”میں اب تمہارا اور عتبہ کا کیا کروں۔ تم دونوں دولت مند ہو اگر میں اپنی مرضی کے مطابق کام کروں تو میں آگے بڑھوں گا اور تم دونوں کو چھوڑ دوں گا۔ اگر تم چاہو تو میرے ساتھ رہو اور اگر چاہو تو عتبہ کے پاس جاؤ میں نے تمہیں اجازت دے دی ہے میری رائے یہ نہیں ہے کہ میں تم دونوں کو چھوڑ کر ایسا طریقہ اختیار کروں جو اس سے بھی زیادہ ناپسندیدہ ہے۔“

انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سبکدوش ہونے کی درخواست کی۔ انہوں نے اس بات کو منظور کر لیا۔ بشرطیکہ وہ باب کے علاقہ کی طرف پیش قدمی کریں۔ نیز یہ بھی حکم دیا کہ وہ اپنے کام پر کسی کو جانشین بنا لیں۔

عتبہ کی جانشینی:

لہذا انہوں نے عتبہ کو اپنے مفتوحہ علاقے کا جانشین بنایا اور آگے روانہ ہو گئے انہوں نے اسفندیار کو عتبہ کے حوالے کیا۔ چنانچہ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے پاس رکھا اور انہوں نے سماک بن خرشہ کے سپرد وہ حصہ کیا جو حضرت بکیر نے فتح کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام آذربائیجان کو حضرت عتبہ بن فرقد کے زیر انتظام دے دیا تھا۔

بہرام کی شکست:

بہرام بن فرخ زاد نے آ کر حضرت عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ کا راستہ روک لیا تھا اور مقابلہ کے لیے لشکر لے آیا تھا اس لیے حضرت عتبہ بھی مقابلے پر آ گئے اور فریقین میں جنگ ہونے لگی۔ آخر کار حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے اس کو شکست دے دی اور بہرام بھاگ گیا۔ جب اسفندیار کو بہرام کی شکست اور فرار کی خبر ملی تو وہ اس وقت حضرت بکیر کی قید میں تھا۔ اس نے کہا:

صلح کی تکمیل:

اب صلح مکمل ہو گئی ہے اور آتش جنگ بجھ گئی ہے: ”اس لیے اس نے صلح کی سلسلہ جنابانی کی اور ان سب لوگوں نے اسے تسلیم کر لیا۔ اور آذربائیجان میں امن و امان ہو گیا حضرت بکیر اور عتبہ رضی اللہ عنہ نے اس کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچائی۔ نیز مال غنیمت میں سے مال خمس ایک وفد کے ساتھ بھجوایا.....“

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت بکیر رضی اللہ عنہ اپنے علاقوں کو فتح کر چکے تھے۔ مگر صلح اس وقت مکمل ہوئی جب حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے بہرام کو شکست دی انہوں نے اس وقت اہل آذربائیجان کے ساتھ تحریری معاہدہ کیا جب کہ حضرت بکیر رضی اللہ عنہ کا علاقہ ان کے زیر انتظام آ گیا تھا وہ (معاہدہ) یہ تھا:

”یہ معاہدہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حاکم عتبہ بن فرقد نے اہل آذربائیجان کے ساتھ ان کے تمام میدانوں، پہاڑوں، مضافات اور تمام اقوام کے لیے کیا ہے ان کے جان و مال، مذہب و ملت اور رسوم و قوانین کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے بشرطیکہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق جزیہ ادا کریں یہ جزیہ بچے، عورت اور ایسے مفلس و اپانچ پر عائد نہیں ہے جس کے پاس دنیاوی مال و متاع کی کوئی چیز نہ ہو اور نہ ایسے عابد و راہب پر ہے جس کے پاس دنیاوی مال و متاع نہ ہو اور جو ان کے ساتھ رہتے ہیں ان کے بارے میں بھی یہی حکم ہے مگر عوام کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اسلامی لشکر کے کسی شخص کی دن اور ایک رات مہمان داری کریں اور اسے راستہ بتائیں جو قحط سالی کا شکار ہوگا تو اس سے اس سال کا جزیہ نہیں لیا جائے گا۔“

جو کوئی یہاں آ کر رہے گا تو اس کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس سے پہلے کے باشندوں کو حاصل ہیں اور جو یہاں سے نکلنا چاہے تو اسے پناہ دی جائے گی، تا آنکہ وہ محفوظ مقام پر پہنچ جائے۔

اسے جندب نے ۱۸ھ میں تحریر کیا اور بکیر بن عبداللہ لیشی اور سماک بن خرشہ انصاری اس کے گواہ ہیں۔“

اس سال حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ حلوہ لے کر آئے اور اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحفہ کے طور پر پیش کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ہدایت کر رکھی تھی کہ ان کے حکام ہر سال حج کے موقع پر حاضر ہوں تاکہ انہیں مظالم سے روکا جائے اور ان کی تحقیق و تفتیش کی جائے۔

فتح باب:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ واپس کر دیا اور سراقہ بن عمرو و جوذ والنور کے لقب سے مشہور ہیں باب کی طرف بھیجا ان کے ہراول دستے پر حضرت عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا وہ بھی ذوالنور کے لقب سے مشہور تھے۔ اس لشکر کے ایک بازو کا سردار حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور دوسرے بازو کا سردار حضرت بکیر بن عبداللہ الیشی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا جو باب کے مقابلے پر تھے۔ اس سے پہلے کہ وہاں حضرت سراقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ جائیں آپ نے انہیں لکھا تھا کہ وہ ان کے لشکر میں شامل ہو جائیں۔ تقسیم مال پر آپ نے حضرت سلیمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

صف آرائی:

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو آگے بھیجا اور خود ان کے پیچھے روانہ ہوئے جب وہ آذربائیجان سے باب کی طرف روانہ ہوئے تو وہ باب کے قریب حضرت بکیر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے اور باب کے علاقہ میں اس صف آرائی کے ساتھ داخل ہوئے جس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہدایات بھیجی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی امداد کے لیے حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بھی جزیرہ سے تبدیل کر کے بھیجا اور ان کی جگہ حضرت زیاد بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

شہر براز کی ملاقات:

جب عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ باب کے بادشاہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے اس سے رجوع کیا اس زمانے میں باب کا بادشاہ شہر براز تھا جو اہل فارس سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اس سرحد پر مقرر تھا۔ وہ قدیم بادشاہ شہر براز کی نسل سے تھا جس نے بنو اسرائیل کو تباہ کیا اور شام کو ان سے خالی کر دیا تھا۔

شہر براز نے ان سے خط و کتابت کی اور آنے کے لیے پناہ طلب کی۔ انہوں نے پناہ دی تو وہ ان کے پاس آیا اور کہنے لگا:

شاہ باب کی گفتگو:

”میں ایک بہت ذلیل دشمن کے مقابلے پر ہوں میرے علاقے میں مختلف قومیں آباد ہیں۔ جن کا کوئی حسب و نسب نہیں ہے اس لیے ایک شریف النسل عقل مند انسان کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ان جیسے لوگوں کی مدد کرے اور نہ ان سے شریف النسل لوگوں کے برخلاف مدد طلب کرے کیونکہ شریف خاندان کا انسان دوسرے شریف خاندان کے انسان کا قریبی رشتہ دار ہے خواہ وہ کہیں ہو۔“

میرا نہ قبیح قوم سے تعلق ہے اور نہ میں ارمن قوم سے ہوں تم میرے ملک و قوم پر غالب آ گئے ہو۔ اس لیے آج سے میرا تعلق بھی تم سے ہے اور میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میری دوستی آپ کے ساتھ ہے۔ اللہ ہمیں اور آپ کو برکت دے۔ ہمارا جزیہ یہ ہے کہ ہم آپ کی جنگی مدد کریں۔ فتح و نصرت آپ کے قدم چوم رہی ہے اور جو آپ چاہیں گے وہ پورا ہوگا مگر جزیہ عائد کر کے ہمیں

۱۔ یہ بحیرہ خزر (طبرستان) کے قریب بہت بڑا شہر تھا۔ اور سرحدی مقام تھا ملاحظہ ہو حاشیہ ص ۶۶ ماضرات الامم الاسلامیہ حصہ اول از علامہ خضریٰ مطبوعہ مصر۔

ذلیل نہ کریں اس طرح آپ اپنے دشمن کے سامنے ہماری توہین کریں گے۔“
جنگی خدمات کی منظوری:

حضرت عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میرے اوپر ایک اور شخص ہے تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے منظوری حاصل کرو“ چنانچہ وہ حضرت سراقہ کے پاس گیا اور ان کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا۔ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
”میں نے یہ بات تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے لیے منظور کر لی۔ بشرطیکہ وہ اس پر قائم رہیں (ہماری جنگی مدد کرتے رہیں) مگر جو (جنگی خدمت کے لیے) روانہ نہیں ہوگا۔ اور (اپنے وطن میں) رہے گا اسے جزیہ ادا کرنا ہوگا۔“

اس نے یہ بات تسلیم کر لی چنانچہ اس کے بعد یہ رواج قائم ہو گیا کہ مشرکوں میں سے جو لوگ (مسلمانوں کے) دشمنوں سے جنگ کرتے تھے تو ان کا اس سال کا جزیہ معاف ہوتا تھا اور ان کا جزیہ بھی سمجھا جاتا تھا کہ وہ مسلمانوں کی مدد کریں! حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں تحریر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملے کی منظوری دے دی اور اس تجویز کو مستحسن سمجھا۔

فوجی چھاؤنی:

اس علاقہ کے پہاڑوں میں آبادی نہیں تھی۔ یہاں کے ارضی باشندے گرد و نواح کے مقامات میں رہتے تھے۔ مسلسل غارت گری کی وجہ سے اس کی آبادی ویران ہو گئی تھی اور یہاں کے لوگ دوسرے مقامات کی طرف چلے گئے تھے۔ اس لیے یہاں صرف فوج رہتی تھی یا وہ لوگ مقیم تھے جو ان کے مددگار تھے اور ان کے ساتھ کاروبار کرتے تھے۔ ان لوگوں نے حضرت سراقہ سے ایک تحریری معاہدہ لکھوایا جو مندرجہ ذیل تھا:

اہل آرمینیا کا معاہدہ:

”امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حاکم سراقہ بن عمرو شہر براز اور باشندگان آرمینیا کو پناہ دیتے ہیں ان کے جان و مال اور مذہب و ملت کی حفاظت کی جاتی ہے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ یہ معاہدہ کیا گیا ہے کہ یہ لوگ جنگ میں شریک ہوں گے اور ہراہم اور غیر اہم مہم کے موقع پر (مبلمان) حاکم کی جیسا کہ وہ مناسب سمجھیں، جنگی مدد دیں گے اور جو لوگ جنگ میں شریک ہوں گے ان پر سے جزیہ معاف کر دیا جائے گا یہ جنگی خدمات ان کے جزیہ کا معاوضہ ہیں اور جو یہ خدمات انجام نہیں دے گا اور (گھر پر) بیٹھا رہے گا وہ اہل آذربایجان کی طرح جزیہ ادا کرے گا اور مسلمانوں کو راستہ بتائے گا اور پورے دن کی مہمان نوازی کرے گا
اگر یہ لوگ جنگ میں شریک ہوئے تو ان پر جزیہ نہیں لگایا جائے گا اور اگر نہ شریک ہوئے تو جزیہ عائد ہوگا۔“

اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جزیہ فوجی خدمت سے معافی کا ٹیکس ہے اور اگر غیر مسلم بھی فوجی خدمت کریں تو ان پر سے جزیہ ساقط ہو جاتا

اس معاہدہ کے گواہ یہ ہیں: ۱۔ عبدالرحمن ۲۔ سلمان بن ربیعہ ۳۔ بکیر بن عبداللہ مرضی بن مقرن نے اس معاہدہ کو لکھا اور وہ بھی اس کا گواہ ہے۔
کو ہستانی مہمیں:

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد بکیر بن عبداللہ حبیب بن مسلمہ حذیفہ بن اسد اور سلیمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہم کو ان پہاڑوں کے باشندوں کی طرف بھیجا جو آرمینیا کا احاطہ کیے ہوئے ہیں چنانچہ بکیر کو موقان کی طرف بھیجا گیا اور حبیب کو تفلیس کی طرف روانہ کیا گیا۔ اور حذیفہ بن اسد کو ان لوگوں کے برخلاف بھیجا گیا۔ جو کہ لان میں رہتے تھے سلمان بن ربیعہ کو دوسری طرف بھیجا گیا۔

مشکل مہم:

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے فتح کا حال اور ان مہموں کی خبر جہاں ان لوگوں کو انہوں نے بھیجا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچائی اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایسا معاملہ درپیش ہوا جس کے متعلق ان کی یہ رائے تھی کہ وہ نکالیف ومصائب کے بغیر انجام پذیر نہیں ہوگا کیونکہ یہ بہت بڑی سرحد تھی۔ جہاں بہت بڑا لشکر متعین تھا ابن فارس ان کے کارناموں (کے نتائج) کے منتظر تھے تاکہ ان کے مطابق جنگ کو بند کریں یا جاری رکھیں۔

جب مسلمانوں کا انتظام پختہ ہو گیا اور اسلامی عدل و انصاف جاری ہو گیا تو حضرت سراقہ نے وفات پائی عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ان کے جانشین ہوئے۔

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے جن سپہ سالاروں کو (آگے کی مہم کے لیے) بھیجا تھا ان میں سے کسی نے کوئی علاقہ فتح نہیں کیا البتہ حضرت بکیر رضی اللہ عنہ نے موقان کو فتح کر لیا تھا اور وہاں کے لوگ جزیہ ادا کرنے پر رضامند ہو گئے تھے ان کے لیے یہ معاہدہ لکھا گیا۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم

”یہ معاہدہ بکیر بن عبداللہ نے کوہ فنج کے اہل موقان کو (لکھ کر) دیا۔ ان کے جان و مال مذہب و ملت اور رسوم و قوانین کی حفاظت کی جاتی ہے۔ بشرطیکہ ہر بالغ ایک دینار یا اس کے برابر کی قیمت جزیہ کے طور پر ادا کرے اور خیر خواہی کرے۔ نیز مسلمانوں کو راستہ بتائے اور ایک دن اور ایک رات کا کھانا کھلائیں۔ انہیں پناہ دی جائے گی جب تک کہ وہ اس (معاہدہ) کے پابند رہیں گے۔ اور اللہ سے مدد حاصل کریں گے۔ اگر ان لوگوں نے (معاہدہ کی) خلاف ورزی کی اور ان کی طرف سے فریب ظاہر ہوا تو انہیں کوئی پناہ نہیں دی جائے گی۔ بجز اس صورت کے کہ وہ غداروں کو (ہمارے) حوالے کر دیں ورنہ وہ بھی غدار سمجھے جائیں گے۔

شام بن ضرار، اسارس بن جنادب اور حملہ بن جو یہ اس کے گواہ ہیں اور یہ ۲۱ھ میں لکھا گیا۔“

زکوں سے جنگ:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی اطلاع ملی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عبدالرحمن ان کے جانشین ہوئے ہیں تو انہوں نے حضرت عبدالرحمن کو باب کی سرحد کی حکومت پر بحال رکھا اور انہیں حکم دیا کہ وہ ترکوں سے جنگ کریں۔

عبدالرحمن کی پیش قدمی:

حضرت عبدالرحمن مسلمانوں کو لے کر روانہ ہوئے جب انہوں نے باب کو عبور کرنا چاہا تو شہر براز نے ان سے پوچھا ”تم کیا کرنا چاہتے ہو“ وہ بولے ”میں بلخیر جانا چاہتا ہوں“ شہر براز نے کہا: ”ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہمیں باب کے قریب ہی دعوت (جنگ) دیں۔ حضرت عبدالرحمن نے فرمایا: ”ہم یہ نہیں چاہتے ہیں بلکہ ہم ان کے گھر پہنچیں گے خدا کی قسم ہمارے ساتھ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہمارے امیر آگے بڑھنے کی اجازت دیں تو میں انہیں لے کر روم پہنچ جاؤں“ وہ بولا: ”وہ کون لوگ ہیں“ وہ بولے:

صحابہ رضی اللہ عنہم کی برکات:

”یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے اور وہ خلوص نیت کے ساتھ مسلمان ہوئے ہیں۔ وہ عہد جاہلیت میں بھی حیا دار اور شریف تھے (مسلمان ہونے کے بعد) ان کی حیا اور شرافت میں اضافہ ہو گیا۔ اس لیے یہ (فتح) ہمیشہ ان کے ساتھ رہے گی۔ یہاں تک کہ مفتوح اقوام انہیں تبدیل نہ کر دیں۔ اور انہیں اپنے رنگ میں نہ رنگ لیں۔“

مجاہدانہ حملے:

انہوں نے غازی کی حیثیت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بلخیر پر حملہ کیا اس میں نہ کوئی عورت بیوہ ہوئی اور نہ کوئی بچہ یتیم ہوا۔ ان کے گھوڑے اس مبارک جہاد میں بلخیر سے دو سو فرخ کے فاصلے پر پہنچ گئے تھے۔ اور جہاد کرنے کے بعد صحیح سالم واپس آ گئے۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی کئی مجاہدانہ حملے کیے انہیں اس وقت نقصان پہنچا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اہل کوفہ بدل گئے تھے۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو حاکم بنایا۔ جو سابق مرتد تھا۔ وہ ان کی اصلاح کے لیے آیا تھا۔ مگر وہ ان کی اصلاح نہیں کر سکا بلکہ وہ بگڑتے گئے تا آنکہ ان پر وہ لوگ حکومت کرنے لگے جو دنیا کے طلب گار تھے انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی بہت تنگ کیا۔

ترکوں پر رعب:

سلمان بن ربیعہ روایت کرتے ہیں کہ جب عبدالرحمن بن ربیعہ ترکوں کے پاس جاتے تو اللہ انہیں ان کا مقابلہ کرنے سے روک دیتا تھا ترک یہ کہا کرتے تھے:

”اس شخص نے ہمارا مقابلہ کرنے کی اس وجہ سے جرأت کی ہے کہ اس کے ساتھ فرشتے ہیں جو انہیں موت سے بچاتے ہیں۔“

وہ قلعہ بند ہو گئے اور پھر بھاگ گئے چنانچہ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ مال غنیمت لے کر فتح و نصرت کے ساتھ واپس آ گئے یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی کئی مجاہدانہ حملے کیے اور حسب معمول فتح و نصرت حاصل کرتے رہے۔

اسلامی رعب کا خاتمہ:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک سابق مرتد شخص کو حاکم بنایا تو اہل کوفہ کے اخلاق بگڑ گئے۔ اس کے بعد جب انہوں نے جہاد کیا۔ تو ترک قوم متحد ہو گئی ان میں سے کچھ لوگوں نے یہ کہا۔ ”یہ لوگ غیر فانی ہیں“۔ دوسرے شخص نے کہا، ”اس کی آزمائش کرنی چاہیے۔“ اس مقصد کے لیے وہ جھاڑیوں میں پوشیدہ ہو گئے اور ایک شخص نے ایک مسلمان کو اچانک تیر مار کر قتل کر دیا اس کے بعد اس کے ساتھی بھاگ گئے۔ (یہ دیکھ کر) وہ لوگ مقابلے کے لیے نکلے اور جنگ کا آغاز کر دیا اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی شہادت:

اس وقت فضا سے ایک (غیبی) آواز بلند ہوئی ”اے عبدالرحمن صبر کرو تمہارے وعدے کی جگہ جنت ہے“ لہذا حضرت عبدالرحمن (بہادری کے ساتھ) جنگ کرتے رہے تا آنکہ وہ شہید ہو گئے اس کے بعد حضرت سلمان بن ربیعہ نے علم اپنے ہاتھ میں لیا اور جنگ کرتے رہے اس موقع پر بھی فضا سے ایک غیبی آواز بلند ہوئی ”اے سلمان بن ربیعہ اصر کرو“ اس پر حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ نے کہا ”کیا تم پریشان ہو“۔ پھر وہ لوگوں کو لے کر نکلے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دوسری جیلان گئے وہاں سے وہ جرجان چلے گئے بہر حال اس کے بعد ترک (مقابلے کے لیے) بہت دلیر ہو گئے تھے اس کے باوجود وہ عبدالرحمن بن ربیعہ کے بہت معتقد ہو گئے تھے اور ان کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگتے تھے اور ابھی تک ان کا یہ عمل جاری تھا۔

سدا اسکندری کی مہم:

مطربن نجیمی بیان کرتے ہیں۔ ”میں (حضرت) عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے پاس باب میں (قیام کے موقع پر) آیا ان کے پاس شہر براز بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور وہ شہر براز کے پاس بیٹھ گیا اس وقت میں (مطرب) یمنی چادروں کی قبائیں ملبوس تھا جس کی زمین سرخ تھی اور اس کے نقش و نگار سیاہ تھے یا اس کے نقش و نگار سرخ تھے اور اس کی زمین سیاہ تھی۔ وہ دونوں باتیں کر رہے تھے۔ پھر شہر براز نے کہا:

”اے امیر کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ آدمی کہاں سے آیا؟ اس شخص کو کئی سال پہلے میں نے بند دیواروں اور فصیلوں (سدا سکندری؟) کی طرف بھیجا تھا تا آنکہ وہ معلوم کرے کہ اس کا کیا حال ہے اور اس کے قریب کون ہے؟ میں نے اسے بہت مال دے کر بھیجا تھا اور اپنے قریبی علاقے کے حاکم کے نام بھی ایک خط اسی کے کے بارے میں تحریر کیا تھا اور اس کے ساتھ تحائف بھی بھیجے تھے۔ میں نے قریبی حاکم کو یہ لکھا تھا کہ وہ اس کے بارے میں دوسرے حاکم کو خط لکھے اور ہر بادشاہ کے لیے تحائف اس کے ساتھ کر دیے تھے چنانچہ وہ ہر بادشاہ سے اس طرح ملتا۔ ہاں جو اس کی راہ میں آئے یہاں تک کہ وہ اس بادشاہ کے پاس پہنچ گیا جس کی سر زمین میں وہ فصیل (سدا) یا بند دیوار تھی اس نے اس شہر کے حاکم کو خط لکھ دیا وہ اس کے پاس آیا اس نے اس کے ساتھ بازاریار (باز کے شکاری) کو بھیجا جس کے ساتھ ایک عقاب تھا۔ اس نے اس کو ریشمی کپڑا دیا جس پر بازاریار نے میرا شکریہ ادا کیا راوی کہتا ہے:

یا قوت کا تحفہ:

جب ہم وہاں پہنچے تو وہاں دو پہاڑوں کے درمیان ایک بڑی دیوار کھینچی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ وہ دونوں پہاڑوں پر چھا گئی تھی۔ اس فصیل کے قریب بہت بڑی خندق تھی جو تاریک رات سے بھی زیادہ سیاہ تھی۔ میں نے سب چیزیں دیکھیں اور ان پر غور کیا

پھر جب میں جانے لگا تو بازیا نے کہا: ”تم ٹھہر جاؤ“ جو بادشاہ یہاں حکمران ہوتا ہے وہ دنیا کی بہترین چیز اللہ کی راہ میں قربان کرتا ہے اور وہ اسے اس آگ میں پھینک دیتا ہے“ یہ کہہ کر اس نے گوشت کے کچھ ٹکڑے کاٹے اور انہیں ہوا میں اچھالا اس کا عقاب اس پر چمپٹا اس وقت اس نے کہا۔ اگر ان کے گرنے سے پہلے اس عقاب نے ان چیزوں کو جھپٹ لیا تو اس کے ساتھ کچھ نہیں ہوگا لیکن اگر گرنے کے بعد انہیں پکڑا تو کچھ نہ کچھ ساتھ لائے گا۔

چنانچہ جب عقاب اپنے پنجوں میں گوشت کے ٹکڑے لے کر آیا تو اس کے ساتھ ایک یا قوت تھا جو اس بازیا نے مجھے عطیہ کے طور پر دے دیا اور وہ یہ ہے۔

حضرت عبدالرحمن کی تعریف:

شہر برازے نے اسے سرخ دیکھا حضرت عبدالرحمن نے بھی ملاحظہ فرما کر اسے واپس کر دیا شہر برازے نے کہا یہ چیز اس پورے شہر باب سے زیادہ قیمتی ہے خدا کی قسم تم مجھے ملکہ ایران سے زیادہ محبوب ہو۔ اگر میں ان کی سلطنت میں ہوتا اور انہیں اس یا قوت کے بارے میں اطلاع پہنچتی تو وہ اسے مجھ سے چھین لیتے۔“

خدا کی قسم! جب تک تم ایفائے عہد کرتے رہو گے اور تمہارا حاکم اعلیٰ بھی وفا شعار رہے گا اس وقت تک تمہارے مقابلے میں کوئی چیز نہیں ٹھہر سکے گی۔

فصیل کارنگ:

حضرت عبدالرحمن اس قاصد کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھنے لگے:

”اس فصیل کا کیا حال ہے اور وہ کس کے مشابہ ہے؟“

وہ بولا:

”یہ اس کپڑے کے مشابہ ہے جو یہ شخص پہنے ہوئے ہے۔“

راوی کا بیان ہے کہ:

”انہوں نے میرے کپڑے کی طرف دیکھا۔ میں نے (مطرب بن تلج راوی) نے (حضرت) عبدالرحمن سے کہا:

”یہ شخص سچ کہتا ہے وہ وہاں تک پہنچ گیا تھا اور اس نے اس کا مشاہدہ کر لیا تھا۔“

وہ بھی کہنے لگے: ”ہاں اس نے لوہے اور تانبے کا رنگ بتایا ہے (قرآن کریم میں) مذکور ہے کہ ذوالقرنین نے اس قوم سے جو یا جوج ماجوج سے نکل آئے ہوئے تھے یہ کہا تھا۔ تم میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لاؤ۔“ پھر حضرت عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے شہر برازے

سے یہ پوچھا:

یا قوت کی قیمت:

”تمہارے تحفے پر یا قوت کی قیمت کتنی ہے؟“

وہ بولا:

”اس کی قیمت میرے ملک میں ایک لاکھ ہے اور تمہیں لاکھ یا اس سے زیادہ دوسرے ملکوں میں ہے۔“

متفرق واقعات:

واقعی کی روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سال روم میں جنگ کی تھی۔

اور وہ دس ہزار مسلمانوں کو لے کر روم کے علاقے میں داخل ہو گئے تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سال حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔

اسی سال یزید بن معاویہ اور عبدالملک بن مروان پیدا ہوئے۔

اس سال بھی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ساتھ حج کیا۔ مکہ معظمہ میں ان کے حاکم تھیاب بن اسید تھے۔

یمن کے حاکم یعلیٰ بن امیہ تھے۔ باقی شہروں کے حکام وہی تھے جو اس سے پہلے کے سال میں تھے جس کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے

ہیں۔



باب ۱۰

مفتوحہ علاقوں کی تقسیم

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک سال سے زیادہ کوفہ کے حاکم رہے اسی زمانے میں بصرہ کے حاکم حضرت عمر بن سراقہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک خط تحریر کیا جس میں یہ تحریر تھا کہ اہل بصرہ کی تعداد زیادہ ہو گئی ہے۔ اور ان کے علاقہ کا خراج ان کے لیے ناکافی ہے انہوں نے درخواست کی تھی کہ ماہین کا ایک علاقہ یا ماسذان کا علاقہ ان سے متعلق کر دیا جائے۔

اس بات کی اطلاع اہل کوفہ کو ہو گئی تھی انہوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کہا:

”آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر کریں کہ رامہرمز اور ایذج ہمارے ہیں اہل بصرہ کے نہیں ہیں انہوں نے اس معاملے میں نہ ہماری مدد کی اور نہ وہ ہمارے ساتھ شامل ہوئے تھے۔ بلکہ ہم نے تن تنہا ان دونوں علاقوں کو فتح کر لیا تھا۔“

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی مخالفت:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے“ اس پر ایک شخص نے جس کا نام عطار ہے یہ کہا ”اے ذلیل غلام ہم کس لیے اپنا مال غنیمت چھوڑیں“ وہ بولے ”تم نے مجھے گالی ہے“ بہر حال انہوں نے اس بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ اس وجہ سے اہل کوفہ ان سے نفرت کرنے لگے تھے۔

اہل کوفہ و بصرہ کے تنازعات:

جب اہل کوفہ نے ان دونوں علاقوں کے معاملے میں زیادہ جھگڑنا شروع کیا تو کچھ لوگوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کے سامنے یہ شہادت دی کہ رامہرمز اور ایذج کے باشندوں نے صلح کر لی تھی۔ اور جب انہیں امان مل چکی تھی۔ اس وقت حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اور اہل کوفہ نے ان سے خط و کتابت کی تھی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی منظوری دے دی اور اورگواہوں کی شہادت سے اہل بصرہ کے حق میں فیصلہ کیا۔

اصفہان کے دیہات:

اہل بصرہ نے اصفہان کے چند دیہات کے بارے میں بھی دعویٰ کیا جو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس وقت فتح کیے تھے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کو حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عثمان کی امداد کے لیے بھیجا تھا۔ یہ مفتوحہ دیہات جی مقام کے قریب تھے اہل کوفہ نے اس بارے میں کہا: ”تم ہماری امداد کے لیے اس وقت آئے تھے جب ہم نے تمام علاقہ فتح کر لیا تھا اس وقت ہم نے مال غنیمت دے کر تمہاری حوصلہ افزائی کی تھی مگر ذمہ داری ہماری تھی اور یہ سر زمین ہماری تھی“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”یہ سچ کہتے ہیں۔“

مزید علاقوں کا عطیہ:

پھر اہل بصرہ میں سے جو قادیسیہ اور دوسری جنگوں میں شریک ہوئے تھے ایک دوسرا معاملہ پیش کیا وہ کہنے لگے ”ہمیں ان علاقوں میں سے حصہ ملنا چاہیے جن کی فتح میں ہم شریک تھے“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کیا تم ماہ کا علاقہ لینے پر رضامند ہو؟“۔
نیز اہل کوفہ سے آپ نے فرمایا:

”کیا تم رضامند ہو کہ ہم انہیں ماہین کے دو علاقوں میں سے ایک علاقہ دے دیں۔“

اہل کوفہ نے کہا آپ جو مناسب سمجھیں اس پر عمل کریں:

’لہذا آپ نے بصرہ کے ان لوگوں کو جو جنگ قادیسیہ اور دیگر جنگوں میں شریک ہوئے تھے ان کے حصہ کے طور پر ماہ دینار سے لے کر مہر جاتقدق اور بصرہ کے مضافات کا علاقہ دے دیا۔“

اہل عراق کی منتقلی:

جب امیر معاویہ بن سفیان خلیفہ ہوئے تو انہوں نے عراق سے آنے والی فوج کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں قنسرین میں آباد کر دیا حالانکہ قنسرین حمص کے علاقے کا شہر تھا۔ مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے ان فوجیوں سے آباد کر دیا جو بصرہ اور کوفہ کو اس زمانے میں چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ اس لیے ان کے حصہ میں عراق کی فتوحات میں سے آذربایجان، موصل اور باب کے علاقے شامل کر لیے تھے۔ اس زمانے میں اہل جزیر اور اہل موصل بھی منتقل ہوتے رہتے تھے وہ بھی ان دونوں شہروں کے لوگوں کے ساتھ منتقل ہوتے رہتے تھے۔

باب آذربایجان، جزیرہ اور موصل اہل کوفہ کی مفتوحات میں شامل تھے۔ اس لیے یہ علاقے بھی ان کی طرف منتقل ہو گئے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شام منتقل ہو گئے تھے۔

اہل تغلیس کا معاہدہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اہل آرمینیا نے عہد شکنی کی۔ اس وقت انہوں نے حبیب بن مسلمہ کو باب کا حاکم مقرر کر رکھا تھا۔ اس وقت حبیب جرجان میں تھے۔ اس لیے انہوں نے اہل تغلیس اور اس سے متعلقہ پہاڑی علاقوں کے لوگوں سے خط و کتابت کی پھر انہوں نے ان سے مقابلہ کیا تا آنکہ انہوں نے صلح قبول کر لی اور حضرت حبیب رضی اللہ عنہ سے معاہدہ کر لیا، جو خط و کتابت کے بعد منظور ہوا۔ حضرت حبیب نے پہلے انہیں یہ خط لکھا:

حضرت حبیب کا خط:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”یہ خط حبیب بن مسلمہ کی جانب سے اہل تغلیس کے نام ہے جو ارض راہم مز، جرجان سے متعلق ہیں“ سب سے پہلے میں تمہارے اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے (پھر یہ تحریر کیا جاتا ہے کہ) تمہارا قاصد تغلی ہمارے پاس آیا تھا اس نے تمہارا خط پہنچایا۔ اور جو پیغام تم نے دیا تھا وہ بھی ادا کر دیا۔ تغلی نے تمہارے بارے میں بیان کر دیا ہے ہم ویسی قوم نہیں ہیں جیسا کہ تم خیال کرتے ہو۔ البتہ ہم پہلے ایسے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ

کے ذریعہ ہمیں ہدایت دی اور ذلت و رسوائی اور جہالت کے بعد ہمیں اسلام کے ذریعہ عزت عطا فرمائی۔
تغلی قاصد بیان کرتا ہے کہ تم ہمارے ساتھ مصالحت کرنے کے لیے تیار ہو، میں اور میرے ساتھی بھی اس کو پسند کرتے
ہیں اس مقصد کے لیے میں نے تمہاری طرف عبدالرحمن بن جزاء المسلمی کو روانہ کیا ہے۔ اگر تم (صلح کے لیے) رضامند ہو
تو وہ یہ (معادہ) تمہارے حوالے کریں گے اور اگر تم اسے منظور نہیں کرتے ہو تو میں مقابلہ کی جنگ کا اعلان کرتا ہوں
کیونکہ اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے“ (خط کے بعد تحریری معاہدہ اس طرح مذکور ہے)
معاہدہ تغلیس:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ تحریر حبیب بن مسلمہ کی طرف سے جرزان ارض الہرمز کے اہل تغلیس کے نام ہے:

”تمہارے جان و مال، گرجوں، عبادت خانوں اور مذہبی رسومات کی حفاظت کا ذمہ لیا جاتا ہے بشرطیکہ تم جزیہ ادا کرنے
کا اقرار کرو۔ جو ہر گھرانے پر ایک مکمل دینار ہے۔ نیز یہ کہ تم ہماری خیر خواہی کرو اور، ہمارے اور اللہ کے دشمنوں کے
خلاف ہماری مدد کرو اور اہل کتاب کے حلال کھانے پینے کی چیزوں سے مسلمان مسافر کی ایک رات مہمان نوازی کرو
اور اسے راستہ بتاؤ جس سے تمہارے کسی شخص کو نقصان نہیں پہنچے گا۔

اگر تم اسلام قبول کرو تو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو تم ہمارے دینی بھائی اور ہمارے دوست بن جاؤ گے اور جو اللہ اس کے
رسول، اس کی کتابوں اور اس کے گروہ سے کنارہ کشی کرے گا تو ہم اس کے ساتھ برابر کی جنگ کرنے کا اعلان کرتے
ہیں۔ کیونکہ اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے اس کے گواہ عبدالرحمن بن خالد حجاج اور عیاض ہیں اسے رباح نے
تحریر کیا۔ میں اللہ اس کے فرشتوں اور ایمان والوں کو شہادت کے لیے پیش کرتا ہوں۔ تاہم اللہ گواہی کے لیے کافی ہے۔“

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی معزولی:

اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی حکومت سے معزول کیا اور ان کے بجائے حضرت ابو موسیٰ
اشعری رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا۔ یہ قول ایک روایت کے مطابق ہے۔ اس سے پہلے ہم نے واقدی کا قول نقل کیا تھا۔
ہم نے ابھی ان کی معزولی کی بعض وجوہات کا تذکرہ کیا تھا۔ اس کی باقی وجوہات سیف کی روایت کے مطابق یہ ہیں۔

اہل کوفہ کی مخالفت:

اہل کوفہ میں سے عطار اور اس کے ساتھیوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت لکھی انہوں نے بیان کیا کہ وہ (صحیح
معنوں میں) امیر نہیں ہیں اور نہ ان کے اندر ایک حاکم کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ اہل کوفہ ان کے خلاف ہو گئے تھے اس لیے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا: ”تم میرے پاس آؤ“ لہذا اہل کوفہ کا ایک وفد لے کر روانہ ہوئے اور کچھ ایسے لوگوں کو وفد کے طور پر
بھی بھیجا جن کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ وہ ان کے ہامی ہیں مگر وہ ان سے زیادہ مخالف نکلے جو وہ پیچھے چھوڑ آئے تھے اس لیے
وہ بہت پریشان ہوئے ان سے پوچھا گیا: ”اے ابولیقطان! یہ گھبراہٹ کیوں ہے“ وہ بولے: ”خدا کی قسم! میں اس پر اپنی ذات کی
تعریف نہیں کرتا ہوں بہر حال اس میں مبتلا ہوں۔“

معزولی:

مختار ثقفی کا چچا سعد بن مسعود ثقفی اور جریر بن عبد اللہ ان کے ساتھ تھے۔ ان دونوں نے ان کی شکایت کی اور ان کے بارے میں ایسی باتیں بتائیں جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناپسند کرتے تھے۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر دیا اور پھر انہیں حاکم نہیں بنایا۔ ابوالطفیل کی روایت ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا:

”کیا یہ معزولی تمہیں بری نہیں معلوم ہوئی؟“

وہ بولے:

”خدا کی قسم! جب مجھے حاکم بنایا گیا تھا اس وقت مجھے خوشی حاصل نہیں ہوئی تھی مگر جب مجھے معزول کیا گیا تو مجھے اس کا رنج ہوا۔“

کوفہ اور مدائن کا مقابلہ:

حضرت شعیب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ سے دریافت کیا:

”تمہیں کوفہ اور مدائن میں سے کون سا مقام زیادہ پسند ہے؟ اگرچہ میں ایک دوسرے کی فضیلت کو جانتا ہوں تاہم میں تم سے تمہاری رائے معلوم کرنے کے لیے یہ سوال کر رہا ہوں۔“

جریر نے کہا:

”ہمارا یہ قریبی مقام (کوفہ) سواد عراق کا ایسا مقام ہے جو خشک علاقہ سے زیادہ قریب ہے مگر دوسرا مقام (مدائن) سمندر کے قریب ہے مرطوب مقام ہے اور چھجروں سے بھرا ہوا ہے۔“

اس پر حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا:

”تم اس سے زیادہ جھوٹے ہو۔“ پھر آپ نے پوچھا:

نااہلی کی شکایت:

”تم اپنے امیر عمار کے بارے میں کیا جانتے ہو؟“

خدا کی قسم وہ نااہل ہیں اور انہیں سیاست اور انتظامی امور کا کوئی علم نہیں ہے۔

جریر نے کہا: ہشام بن عبد الرحمن ثقفی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سعد بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

”خدا کی قسم! تم یہ نہیں جانتے ہو کہ تم کس علاقہ پر حاکم بنائے گئے ہو۔“

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

زیر انتظام علاقے:

”اے عمار! میں نے تمہیں کس علاقے پر حاکم مقرر کیا ہے۔“

وہ بولے: ”حیرہ اور اس کے علاقے پر۔“

آپ نے کہا: ”ہم نے سنا ہے کہ حیرہ میں سو داگر رہتے ہیں جو وہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔“

پھر پوچھا: ”پھر کس علاقے پر؟“ وہ کہنے لگے ”بابل اور اس کے علاقہ پر“ آپ نے فرمایا: ”میں نے قرآن کریم میں پڑھا ہے“ پھر فرمایا ”اور کس چیز پر؟“ وہ بولے: ”مدائن اور اس کے مضافات پر“ آپ نے پوچھا ”کیا مدائن کسری پر؟“ وہ بولے: ”ہاں“ پھر پوچھا ”اور کس علاقہ پر؟“ وہ بولے مہر جان قذق اور اس کی سرزمین پر“ لوگ کہتے ہیں ”ہم نے آپ کو بتایا ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ آپ نے ان کو کن کن علاقوں کا حاکم بنا کر بھیجا ہے؟“ اس پر آپ نے ان کو معزول کر دیا۔

معزولی کا رنج:

پھر انہیں بلا کر پوچھا: ”کیا تمہیں رنج ہوا جب میں نے تمہیں معزول کیا؟“ وہ بولے: ”خدا کی قسم جب آپ نے مجھے حاکم بنا کر بھیجا تھا تو اس وقت مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی البتہ جب آپ نے مجھے معزول کیا تو مجھے اس کا سخت رنج ہوا“ آپ نے فرمایا: ”مجھے معلوم تھا کہ تم کام کے آدمی نہیں ہوتا ہم میں نے (قرآن کریم کی اس آیت پر) عمل کیا: کمزوروں کی حکومت:

﴿ وَ نُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتَضَعُّوا فِي الْأَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَ نَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ﴾
 ”اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم ان لوگوں پر احسان کریں۔ جو زمین میں کمزور سمجھے جاتے ہیں اور ہم انہیں (زمین کا) وارث بنائیں۔“

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا تقرر:

دفعۃ النمری کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ سے مخاطب ہو کر پوچھا ”اے اہل کوفہ! تم کس کو (حاکم بنانا) چاہتے ہو؟“ وہ بولے ”(حضرت) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو“ اس کے بعد آپ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے بعد انہیں حاکم بنا دیا اور وہ ایک سال تک ان کے حاکم رہے۔

ان کے خلاف شکایت:

ایک دفعہ ان کے غلام نے چارہ فروخت کر دیا اور ولید بن عبد شمس نے اسے کچھ باتیں کرتے ہوئے سنا تو وہ اور ان کے ساتھی (شکایت کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس) پہنچے اور کہنے لگے ”ہمیں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی ضرورت نہیں ہے“ آپ نے فرمایا ”کیوں“ وہ بولے ”ان کا غلام ہماری چیزوں کی تجارت کرتا ہے اس پر آپ نے انہیں معزول کر دیا اور انہیں بصرہ کا حاکم مقرر کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن سراقہ کا جزیرہ کی طرف تبادلہ کر دیا۔

طاقتور یا کمزور حاکم:

آپ نے ان لوگوں سے جو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو معزول کرانے کے لیے کوفہ سے آئے تھے۔ یہ فرمایا: ”کیا تمہیں طاقتور اور سخت مزاج انسان زیادہ پسند ہے یا کمزور مومن؟“ مگر وہ کوئی جواب نہیں دے سکے وہاں سے اٹھ کر مسجد کے ایک گوشے میں چلے گئے اور وہاں سو گئے۔

اہل کوفہ سے پریشانی:

اتنے میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انتظار کرنے لگے جب آپ بیدار ہوئے تو انہوں

نے پوچھا: ”کیا آپ کو اہم معاملہ درپیش ہے؟ یا کوئی عظیم واقعہ رونما ہوا ہے؟“ آپ نے فرمایا: ”اس سے بڑھ کر عظیم واقعہ کیا ہو سکتا ہے کہ ایک لاکھ افراد کسی حاکم سے خوش نہیں رہتے ہیں اور نہ وہ حاکم ان سے خوش ہوتا ہے“ آپ اس معاملے میں جس قدر اللہ نے چاہا بولتے رہے۔

جب کوفہ آباد ہوا تھا تو اس وقت بھی ایک لاکھ جنگجو سپاہی وہاں رہتے تھے اس عرصے میں دیگر صحابی بھی آ گئے۔ اور پوچھنے لگے: ”اے امیر المؤمنین! کیا معاملہ ہے؟“ آپ نے فرمایا ”میں اہل کوفہ کی الجھن میں پھنسا ہوا ہوں۔ انہوں نے مجھے بہت تنگ کر رکھا ہے“ اس کے بعد آپ نے مذکورہ بالا سوال مشورہ کے طور پر دہرایا۔ اس پر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا جواب:

کمزور مسلمان کی کمزوری سے آپ کا اور مسلمانوں کا نقصان ہے اور اس کی خوبیوں سے صرف اس کا ذاتی فائدہ ہے مگر طاقت و راور سخت حاکم کی طاقت سے آپ کو اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچے گا اور اس کی سخت مزاجی سے اس کی ذات کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور فائدہ بھی ہو سکتا ہے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حاکم مقرر کیا۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا تقرر:

سعید بن عمرو کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کرنے سے پہلے (لوگوں سے) یہ پوچھا:

”تمہاری کیا رائے ہے آیا کمزور مسلمان کو حاکم مقرر کیا جائے یا طاقت و سخت انسان کو؟“

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس پر یہ کہا:

”کمزور مسلمان کا اسلام اس کے ذاتی فائدہ کے لیے ہے مگر اس کی کمزوری سے آپ کا نقصان ہے۔ مگر طاقت و سخت

انسان کی سختی کا تعلق اس کی ذات سے ہے اور اس کی قوت مسلمانوں کے فائدہ کے لیے ہوگی۔“

اس پر آپ نے فرمایا: ”اے مغیرہ! ہم تمہیں حاکم مقرر کرتے ہیں۔“

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت:

چنانچہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے حاکم رہے تا آنکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ ان کی مدت حکومت دو سال سے کچھ زیادہ ہے جب حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کوفہ جانے کے لیے آپ سے رخصت ہونے کے لیے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: ”اے مغیرہ رضی اللہ عنہ! شریف انسان کو تم سے مطمئن رہنا چاہیے اور بدکاروں کو تم سے ڈرنا چاہیے“ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے بجائے سعد کو مقرر کریں مگر اس سے پہلے آپ شہید ہو گئے تاہم آپ نے ان کے بارے میں وصیت فرمادی تھی۔

حکام سے باز پرس:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ پسندیدہ طریقہ رہا تھا کہ آپ نے اپنے حکام پر یہ پابندی عائد کر رکھی تھی کہ وہ ہر سال حج کے موقع پر حاضر ہوا کریں تاکہ ان کے کام کا جائزہ لے سکیں اور وہ (کچھ عرصہ) اپنی رعایا سے الگ رہیں اور انہیں ان کے برخلاف شکایت پہنچانے کا کافی وقت اور موقع مل سکے۔

فتح خراسان

اس سال ایک روایت کے مطابق حضرت احنف بن قیس نے خراسان پر حملہ کیا اور شاہ یزدگرد سے جنگ کی۔ سیف کی روایت کے مطابق حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے ۱۸ھ میں خراسان پر حملہ کیا تھا۔ جب اہل جلولاء کو شکست ہوئی تو ایران کا بادشاہ یزدگرد بن شہریار رے کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے لیے ایک محل بنایا گیا جو اس کے اونٹ کی تمام پشت پر چھایا ہوا تھا اور وہ اپنے اسی محل میں سوتا تھا اس کا سفر لگا تا جاری رہا اور درمیان میں قیام نہیں ہوا۔ جب بادشاہ اپنے محل میں سویا ہوا تھا ایک منزل پر اسے جگایا گیا۔ کیونکہ اسے ایک دریا کی مقام پر عبور کرنا تھا اس وجہ سے اس کے ملازموں نے اس خیال سے جگایا کہ وہ اونٹ کے دریا پار کرنے پر گھبرانہ جائے۔

یزدگرد کا خواب:

جب وہ بیدار ہوا تو اس نے ان کو دھمکایا اور کہا:

”تم نے میرے ساتھ بہت برا کیا خدا کی قسم! اگر تم مجھے نیند کی حالت میں چھوڑے رکھتے تو اس قوم (عرب) کے مدت معلوم ہو جاتی۔ میں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ میں اور محمد (ﷺ) اللہ کے پاس سرگوشیاں کر رہے ہیں اللہ نے ان سے (محمد ﷺ) فرمایا: ”تم ایک سو سال تک حکومت کرو“۔ انہوں نے فرمایا: ”(اے اللہ) اس میں اضافہ کر“ اللہ نے فرمایا: ”اچھا ایک سو بیس سال تک (حکومت کرو)“ انہوں نے مزید اضافہ کا مطالبہ کیا تو اللہ نے کہا ”ایک سو تیس سال تک“ پھر اضافہ کا مطالبہ کیا گیا تو جواب ملا جو تمہاری مرضی ہے“ اس کے بعد تم نے مجھے جگا دیا اگر تم مجھے اسی حالت میں رہنے دیتے تو مجھے اس قوم کی تو مجھے اس قوم کی آخری مدت معلوم ہو جاتی“۔

حاکم رے کی بغاوت:

جب بادشاہ رے پہنچا تو وہاں کا حاکم آبان جاذو یہ تھا۔ اس نے اس پر حملہ کر کے اسے گرفتار کر لیا بادشاہ نے کہا: ”اے آبان جاذو یہ! کیا تم میرے ساتھ غداری کرنا چاہتے ہو“ اس نے کہا ”تاہم چونکہ تم نے اپنا ملک چھوڑ دیا ہے اور وہ دوسرے لوگوں کے قبضہ میں چلا گیا ہے اس لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ میں (تم سے) وہ چیزیں لکھوا لوں جو پہلے میرے قبضہ میں تھیں اور وہ مزید چیزیں بھی حاصل کروں جو حاصل کرنا چاہتا ہوں“۔

یہ کہہ کر اس نے یزدگرد کی مہر پر قبضہ کر لیا اور اپنی پسند کے مطابق دستاویز لکھوائیں اور ان پر مہر لگوا کر بادشاہ کی مہر کی انگٹھی اسے واپس کر دی۔

پھر وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے وہ تمام چیزیں واپس لے لیں جو تخریری طور پر لکھی ہوئی تھیں۔

خراسان میں قیام:

جب آبان جاذویہ شاہ یزدگرد سے اپنی تمام کارروائی مکمل کراچکا تو شاہ یزدگرد سے اس صفہان کی طرف روانہ ہوا۔ آبان جاذویہ نے وہاں اس کا قیام ناپسند کیا اس لیے اسے وہاں پناہ نہیں مل سکی۔ اس لیے بادشاہ کرمان کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ کرمان پہنچا تو (مقدس) آگ اس کے ساتھ تھی۔ اس نے اسے وہاں منتقل کرنے کا ارادہ کیا پھر اس نے خراسان کا قصد کیا اور مرو میں آکر مقیم ہو گیا اس نے (مقدس) آگ کو بھی وہاں منتقل کر لیا اور اس کے لیے آتش کدہ تعمیر کرایا اور باغ لگایا اور وہ باغ مرو سے دو فرسخ کے فاصلے پر تھا۔

یہاں آکر وہ امن و امان کے ساتھ رہنے لگا اور غیر مفتوحہ علاقوں کے اہل عجم سے خط و کتابت کرنے لگا تا آنکہ وہ سب اس کے مطیع ہو گئے اس نے (مفتوحہ علاقوں کے) اہل فارس اور ہرمزان کو اور غلایا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے عہد شکنی کی نیز اہل جبال اور فیروزان نے بھی بغاوت کی اور معاہدے توڑ دیے۔

جنگی مہمیں:

ان وجوہات کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ وہ ایران کے علاقوں میں پیش قدمی کر کے گھس جائیں۔ چنانچہ اہل بصرہ اور اہل کوفہ روانہ ہو گئے اور انہوں نے ان کی سر زمین میں زبردست حملے شروع کر دیے۔

خراسان کی مہم:

حضرت احف بن قیس رضی اللہ عنہ خراسان کی طرف روانہ ہوئے انہوں نے مہر جان قذوق پر قبضہ کر لیا پھر وہ صفہان کی طرف روانہ ہوئے اس وقت اہل کوفہ جی کے شہر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ اس لیے وہ طہین کی راہ سے خراسان میں داخل ہوئے اور ہرات پر بزر و شمشیر قبضہ کر لیا۔ اور وہاں صحار العبدی کو اپنا جانشین بنایا۔ پھر وہ مرو شاہ جہان کی طرف روانہ ہوئے۔ درمیان میں کوئی جنگ نہیں ہوئی اس لیے نیشاپور کی طرف مطرف بن عبد اللہ بن اشخیر کو بھیجا اور سرخس کی طرف وارث بن حسان کو روانہ کیا جب حضرت احف بن قیس رضی اللہ عنہ مرو شاہ جہان کے قریب پہنچے تو شاہ یزدگرد مرو روز چلا گیا اور وہاں رہنے لگا حضرت احف رضی اللہ عنہ مرو شاہ جہان میں فروکش ہو گئے۔

امداد کی درخواست:

جب شاہ یزدگرد مرو روز پہنچا تو اس نے خاقان سے امداد کی درخواست کی نیز شاہ صفد کو بھی تحریر کیا کہ وہ بھی فوج کے ذریعے ان کی مدد کرے چنانچہ اس کے دونوں قاصد خاقان اور شاہ صفد کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس نے شہنشاہ چین سے بھی امداد کی درخواست کی۔

مسلمان سپہ سالار:

حضرت احف رضی اللہ عنہ نے مرو شاہ جہان پر حارث بن نعمان باہلی رضی اللہ عنہ کو جانشین بنایا اس عرصہ میں مندرجہ ذیل چار سرداروں کی قیادت میں اہل کوفہ کی فوجیں ان کے پاس پہنچ گئیں تھیں۔ ۱۔ علقمہ بن نصر نضری ۲۔ ربیع بن عامر شیبی ۳۔ عبد اللہ بن ابی عقیل ثقفی ۴۔ ابن ام غزال ہمدانی۔

فوجی لشکر سے مقابلہ:

جب وہ تمام فوجیں آگئیں تو حضرت احنف رضی اللہ عنہ مروشاہ جہاں سے روانہ ہو گئے اور مرو روز کی طرف فوج کشی کی۔ جب شاہ یزدگرد کو یہ خبر ملی تو وہ بلخ کی طرف روانہ ہو گیا۔ حضرت احنف رضی اللہ عنہ مرو روز میں مقیم ہو گئے جب کوفہ کی فوجیں آئیں تو وہ (براہ راست بلخ روانہ ہوئیں) حضرت احنف رضی اللہ عنہ بھی ان کے پیچھے روانہ ہو گئے۔

یزدگرد کو شکست:

بلخ میں اہل کوفہ اور شاہ یزدگرد کی فوجوں کا مقابلہ ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے یزدگرد کو شکست دے دی اور وہ ایرانیوں کو لے کر دریا کی طرف روانہ ہوا اور دریا پار کر کے بھاگ گیا۔

بلخ کی فتح:

اتنے میں حضرت احنف رضی اللہ عنہ بھی کوفہ کی فوجوں کے ساتھ آ کر شامل ہو گئے اس وقت اللہ نے بلخ کو ان کے ہاتھوں فتح کرا دیا اس لیے بلخ اہل کوفہ کی فتوحات میں شامل تھا۔

اہل خراسان کی مصالحت:

اس کے بعد اہل خراسان میں سے جو بھاگ گئے تھے یا قلعہ بند ہو گئے تھے۔ صلح کے لیے آنے لگے ان میں شاہ ایران کی مملکت میں سے نیشاپور سے لے کر طخارستان کے علاقے تک جتنے باشندے تھے۔ سب شامل تھے۔

حضرت احنف رضی اللہ عنہ مرو روز واپس چلے گئے اور وہاں رہنے لگے۔ انہوں نے طخارستان کے علاقہ پر ربیع بن عامر کو اپنا جانشین بنایا جو عرب کے شرفاء میں سے تھے۔

فتح کی خبر:

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتح خراسان کی خبر لکھ کر بھیجوائی اس وقت آپ نے فرمایا: ”میں چاہتا تھا کہ ان کے خلاف کوئی لشکر نہ بھیجتا اور میری تمنا تھی کہ ہمارے اور ان کے درمیان آگ کا سمندر حائل ہوتا۔“

عہد شکنی کا اندیشہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا:

”اے امیر المؤمنین! یہ بات آپ کیوں فرماتے ہیں؟“

آپ نے فرمایا:

”اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کے باشندے تین مرتبہ عہد شکنی کریں گے اور تیسری مرتبہ انہیں (مغلوب کرنے) کی ضرورت ہوگی۔ اگر مشرکین یہ کام کریں تو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ مسلمان اس عہد شکنی کے مرتکب ہوں۔“

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس فتح خراسان کی خبر پہنچی تو وہ فرمانے لگے:

”میں چاہتا ہوں کہ ہمارے اور ان کے درمیان آگ کا سمندر حائل ہوتا۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”فتح خراسان سے آپ کو کیا تکلیف ہے یہ تو خوشی کا مقام ہے۔“

آپ نے فرمایا:

”ہاں (یہ خوشی کی بات ہے) مگر وہ تین مرتبہ عہد شکنی کریں گے۔“

حضرت احنف رضی اللہ عنہ کو ہدایت:

وازع بن زید کی روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ مرو کے دونوں شہروں پر قابض ہو گئے اور بلخ بھی فتح کر لیا ہے تو آپ نے فرمایا: ”احنف اہل مشرق کے سردار ہیں۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت احنف رضی اللہ عنہ کو یہ تحریر کیا:

”تم دریا کو عبور نہ کرنا۔ بلکہ اس سے پہلے کے علاقے میں مقیم رہو۔ تمہیں معلوم ہے کہ تم کن خصوصیات کے ساتھ خراسان میں داخل ہوئے تھے۔ اس لیے آئندہ بھی تم ان عادات پر قائم رہو اس طرح تمہیں ہمیشہ فتح و نصرت حاصل ہو گی تم دریا کو عبور کرنے سے پرہیز کرو۔ ورنہ تم نقصان اٹھاؤ گے۔“

ترکوں کی امداد:

جب شاہ یزدگرد کے دونوں قاصد خاقان اور غوزک کے پاس پہنچے تو وہ دونوں اس وقت تک اس کی فوجی امداد نہیں کر سکے تا آنکہ وہ شکست کھا کر دریا عبور کر کے خود ان دونوں کے پاس پہنچ گیا اس وقت اس کی فوجی امداد کی تکمیل ہوئی۔ ترک اور اہل فرخانہ و صغد اس کی مدد کے لیے جمع ہو گئے کیونکہ وہ سلاطین کی امداد کو ضروری سمجھتے تھے۔

امدادی لشکر:

شاہ یزدگرد یہ امدادی لشکر لے کر خراسان کی طرف روانہ ہوا خاقان بھی اپنی ترک فوج کے ساتھ خراسان روانہ ہوا اور وہ دونوں لشکروں نے دریا عبور کیا اور وہ بلخ پہنچ گئے اس وقت اہل کوفہ احنف رضی اللہ عنہ کے پاس مرو و بلخ پہنچ گئے تھے۔ اس لیے مشرکین کا لشکر بھی بلخ سے کوچ کر کے احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کے لشکر کے پاس مرو و بلخ پہنچ گیا۔

سپاہی کا مشورہ:

جب حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ خاقان اور صغد نے بلخ کے دریا کو عبور کر لیا ہے اور وہ لوگ ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آ رہے ہیں تو انہوں نے اپنے لشکر کا گشت کیا تا کہ وہ کوئی ایسا کارآمد مشورہ سن سکیں جس سے ان کو (جنگی) فائدہ پہنچ سکے۔ وہ دو شخصوں کے پاس سے گزرے جو چارہ صاف کر رہے تھے۔ وہ چارہ یا تو بھوسا تھا یا جو تھے۔ ان دونوں میں سے ایک آدمی دوسرے شخص سے یہ کہہ رہا تھا:

”اگر ہمارا امیر ہمیں اس پہاڑ کے پاس لے آئے تو یہ دریا ہمارے اور ہمارے دشمنوں کے درمیان خندق کا کام دے گا

اس وقت یہ پہاڑ ہماری پشت پر ہوگا اس وجہ سے ہمارے پیچھے کی طرف سے کوئی حملہ آور نہیں ہوگا اور ہماری جنگ صرف

ایک طرف ہوگی پھر یہ توقع کی جاسکے گی کہ اللہ ہمیں فتح و نصرت عطا کرے۔“

پہاڑ کے دامن میں:

(یہ بات سن کر) حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ لوٹ آئے چونکہ رات تاریک تھی۔ اس لیے یہی مشورہ ان کے لیے کافی ثابت ہوا۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا:

”تمہاری تعداد کم ہے اور تمہارے دشمن کی تعداد زیادہ ہے مگر تمہیں اس بات سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللہ کے حکم سے ایک چھوٹی جماعت اکثر بڑی تعداد کی جماعت پر غالب آ جاتی ہے۔ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے تم اس مقام سے کوچ کرو اور اس پہاڑ کا سہارا حاصل کرو۔ یہ پہاڑ تمہاری پشت کی طرف ہونا چاہیے اور یہ دریا تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان رہے اور تم صرف ایک سمت سے جنگ کرو۔“

مسلمانوں کی تعداد:

انہوں نے ان ہدایات پر عمل کیا اور مناسب طریقے سے اپنے آپ کو تیار کیا بصرہ کی فوج دس ہزار تھی اور کوفہ کی فوج بھی تقریباً اتنی تھی۔ ترک سپاہی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسلمانوں سے مقابلہ کرنے لگے۔ یہ صبح شام جنگ کرتے تھے۔ اور رات کے وقت جنگ بند کر دیتے تھے۔

خبر رسائی:

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ ان دشمنوں کے رات کے ٹھکانوں کا علم ہو جائے اس لیے ایک رات معلومات حاصل کرنے کے بعد وہ خبر رسائی کے لیے نکلے جب وہ خاقان کے لشکر کے قریب پہنچے تو وہ ٹھہر گئے جب صبح کا وقت قریب آیا تو ایک ترک سوار اپنا طوق لے کر نکلا۔

ترک سواروں کا قتل:

وہ اپنا طبلہ بجانے لگا پھر وہ اپنے لشکر کے ایک مقرر مقام پر جا کر ٹھہر گیا۔ حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا دونوں نے دو دفعہ نیزے کے وار کیے آخر کار حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے نیزہ مار کر مار ڈالا۔ پھر اس ترکی سوار کے مقام پر کھڑے ہو گئے اور اس کے طوق (بگل) پر قبضہ کر لیا پھر دوسرا ترک سوار نکلا اس کے ساتھ بھی انہوں نے وہی سلوک کیا اور نیزہ کے دو دفعہ کے واروں کے بعد حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے اسے بھی قتل کر دیا اور پھر وہ دوسرے سوار کے مقام پر جا کر کھڑے ہو گئے اور اس کا طوق بھی لے لیا اور اس کے بعد تیسرا ترک سوار نکلا اور اس نے بھی وہی کام کیا جو پہلے دونوں اشخاص نے کیا تھا۔ اور وہ بھی دوسرے سوار کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے اس پر بھی حملہ کیا اور نیزے کے دو دفعہ کے حملوں کے بتادلے کے بعد حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے اسے بھی نیزہ مار کر ہلاک کر دیا۔

قتل کی بدشگونی:

ترکوں کی یہ عادت تھی کہ وہ اس وقت تک جنگ کے لیے نہیں نکلتے تھے جب تک کہ مذکورہ بالا سواروں کی طرح تین سوار بگل نہیں بجاتے تھے۔ وہ تیسرے سوار کے بعد نکلا کرتے تھے۔ چنانچہ اس رات بھی ترک فوج تیسرے سوار کے بعد نکلی تو انہوں نے

اپنے سواروں کو دیکھا کہ وہ مرے پڑے ہیں خاقان نے اس واقعہ کو بدشگونئی خیال کیا اور اس بات کو منحوس سمجھا وہ کہنے لگا۔
خاقان کی واپسی:

ہمارا یہاں طویل قیام ہو گیا ہے اور یہ سوار ایسے مقام پر مارے گئے ہیں۔ جہاں کبھی انہیں نقصان نہیں پہنچا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا اس لیے ہمیں لوٹ جانا چاہیے چنانچہ وہ واپس چلے گئے۔
جب دن چڑھ گیا تو مسلمانوں نے ان کا کوئی آدمی نہیں دیکھا اور انہیں یہ اطلاع ملی کہ خاقان بخ کی طرف لوٹ گیا ہے۔
خزانہ نکالنا:

شاہ یزدگرد نے خاقان کو مروروز میں چھوڑا تھا اور خود مرو شاہ جہان کی طرف روانہ ہوا تھا۔ وہاں حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی قلعہ بند ہو گئے تھے اس نے ان کا محاصرہ کیا اور اپنا خزانہ مقررہ مقام سے نکال لیا خاقان واپس آ کر بلخ میں مقیم ہو گیا تھا۔

تعاقب کی ممانعت:

اس وقت مسلمانوں نے احف سے کہا۔ آپ کا ان کا تعاقب کرنے میں کیا خیال ہے وہ بولے ”تم اپنے مقام پر رہو اور ان کا (تعاقب) نہ کرو“۔
اہل فارس کی مزاحمت:

جب یزدگرد نے وہ خزانہ جمع کر لیا جو اس نے مرو میں رکھا تھا اس نے چاہا کہ اسے جلد لے جائے وہ اسے مستقل طور پر اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا۔ کیونکہ یہ ایران کا بہت بڑا خزانہ تھا وہ اسے لے کر خاقان کے پاس جانا چاہتا تھا تو اہل فارس نے اس سے دریافت کیا:
یزدگرد کا ارادہ:

”اب آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟“ وہ بولا میں چاہتا ہوں کہ میں خاقان کے پاس چلا جاؤں گا اور اس کے ساتھ رہوں یا چین چلا جاؤں۔ ایرانیوں نے اس سے کہا:
ایرانیوں کی تجویز:

”آپ ٹھہر جائیے یہ بری تجویز ہے اس طرح آپ دوسری قوم کے ملک جائیں گے اور اپنی قوم اور اپنے وطن کو چھوڑ دیں گے آپ اس کے بجائے ہمیں اس قوم (مسلمانوں) کے پاس لے جائیں یہ باوفا اور دیندار قوم ہے اور یہ ہمارے ملک کے قریب رہتے ہیں ایسا دشمن جو ہمارے ملک کے قریب رہتا ہو ہمیں اس دشمن سے زیادہ محبوب ہے جو دور کے ملک میں رہتا ہو۔ اور جس کا کوئی دین اور ایمان نہ ہو اور ہمیں یہ نہ معلوم ہو کہ وہ لوگ کہاں تک باوفا ہیں جب اس نے ان کی بات نہیں مانی تو وہ کہنے لگے: ”آپ ہمارے خزانے چھوڑ جائیں تاکہ وہ ہمارے ملک میں رہیں آپ اسے نکال کر دوسرے ملک میں نہیں لے جاسکتے۔“

مخالفت اور جنگ:

جب بادشاہ نے ان کی بات ماننے سے انکار کیا تو وہ اس سے الگ ہو گئے صرف اس کے ملازمین اور نوکر چاکر اس کے پاس

باقی رہ گئے تھے۔ اس کی رعایا نے اس سے جنگ کر کے اسے شکست دے دی اور اس کے خزانوں پر قبضہ کر لیا انہوں نے اس کی اطلاع حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کو بھی دے دی تھی۔ چنانچہ مرو کے مقام پر مسلمانوں اور مشرکوں دونوں نے اس سے جنگ کی۔

یزدگرد کا فرار:

نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سب سلمان اور خزانے وغیرہ سے محروم ہو کر فرار ہو گیا اور دریا کو عبور کر کے فرغانہ چلا گیا اور وہاں ترکوں کے پاس رہنے لگا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری زمانہ تک وہیں رہا۔ تاہم وہ ان (اہل خراسان) سے خط و کتابت کرتا رہا اور وہ بھی اس کے ساتھ خط و کتابت کرتے رہے تا آنکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں اہل خراسان نے عہد شکنی کی۔

صلح کا معاہدہ:

(یزدگرد کے چلے جانے کے بعد) ایرانی، حضرت احنف رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ان کے پاس صلح کا معاہدہ کیا اور تمام خزانے اور دولت حضرت احنف رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی اور خود اپنے وطن میں اپنے شہروں کی طرف واپس چلے گئے۔ وہ سلاطین ایران کے عہد سے زیادہ خوشحال ہو گئے کیونکہ مسلمانوں نے ان کے ساتھ عدل و انصاف کا سلوک کیا جس کی وجہ سے وہ مطمئن ہو گئے اور خوش و خرم ہو کر زندگی بسر کرنے لگے۔

یزدگرد کی جنگ میں ہر سوار کو اسی قدر حصہ ملا تھا جس قدر جنگ قادسیہ میں ایک سوار کو حصہ ملا تھا۔

اہل خراسان کی عہد شکنی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اہل خراسان نے عہد شکنی کی اور ان کی دعوت پر شاہ یزدگرد وہاں پہنچا اور مرو میں مقیم ہو گیا پھر یزدگرد اور اس کے ساتھیوں کا اہل خراسان سے اختلاف ہو گیا۔ اس وقت شاہ یزدگرد (بھاگ کر) ایک چکلی کے پیچھے روپوش ہو گیا لوگوں نے اس کو وہاں سے پکڑ کر مار ڈالا۔ پھر اسے دریا میں پھینک دیا۔

یزدگرد کا انجام:

شاہ یزدگرد جب مرو میں گرفتار ہوا تھا اس وقت وہ ایک چکلی میں پوشیدہ تھا وہ کرمان میں پناہ لینا چاہتا تھا اس کے مال غنیمت پر مسلمانوں اور مشرکوں نے قبضہ کر لیا تھا۔

بلخ کی طرف روانگی:

اس سے پہلے جب حضرت احنف رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو وہ فوراً مسلمانوں کی فوج کو بلخ کی طرف روانہ ہو گئے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ خاقان اور یزدگرد کے ساتھیوں کا مقابلہ کریں کیونکہ خاقان اور ترک بلخ میں تھے۔

خاقان کا فرار:

خاقان کو جب یزدگرد کا حال معلوم ہوا تو یہ بھی پتہ چلا کہ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمان فوجیں اس کی طرف روانہ ہوگی ہیں تو اس نے بلخ کو چھوڑ دیا اور دریا کو عبور کر کے چلا گیا۔

بلخ کی خبر:

جب احنف بن قیس رضی اللہ عنہ قیس وہاں پہنچے تو وہ بلخ میں مقیم ہو گئے اور کوفہ کی فوجیں اس کے چاروں طرف اضلاع میں مقیم ہو

گئیں پھر حضرت احفہ رضی اللہ عنہ مروروا پس آگئے اور خاقان اور یزدگرد پر فتح حاصل کرنے کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کی نیز مال خمس بھی ایک وفد کے ساتھ بھیجا۔

سفیر چین سے ملاقات:

جب خاقان نے دریا کو عبور کیا اور اس کے ساتھ شاہ ایران کے ملازمین اور ساتھی بھی جو بلخ میں موجود تھے چلے گئے انہوں نے (راستے میں) شاہ یزدگرد کے اس سفیر سے ملاقات کی جو شہنشاہ چین کے پاس بھیجا گیا تھا اور وہ شہنشاہ کے لیے تحائف و ہدایا لے کر گیا تھا، وہ شہنشاہ چین کا جوابی خط لے کر واپس آ رہا تھا انہوں نے اس سفیر سے دریافت کیا ”کیا خبر ہے؟“ وہ بولا:

شاہ چین سے گفتگو:

جب میں خط اور تحائف لے کر اس کے پاس پہنچا تو اس نے اچھا بدلہ دیا، اور تحائف دیے پھر اس نے شاہ یزدگرد کے خط کا جواب دیا اس سے پہلے اس نے مجھ سے یہ گفتگو کی تھی: ”مجھے یہ معلوم ہے کہ بادشاہوں پر دشمن کے مقابلے میں دوسرے بادشاہوں کی مدد کرنا ضروری ہے تاہم تم مجھے اس قوم کے حالات بتاؤ جس نے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دیا ہے کیونکہ تم یہ بیان کرتے ہو کہ ان کی تعداد قلیل اور تمہاری تعداد کثیر ہے۔ لہذا یہ قلیل تعداد تم پر اور تمہاری کثرت تعداد کے باوجود اس لیے غالب آئی ہوگی کہ ان میں خوبیاں موجود ہیں اور تم میں برائیاں موجود ہوگی۔“ میں نے کہا ”جو آپ مناسب سمجھیں دریافت کریں۔“

عربوں کا حال:

شہنشاہ چین نے دریافت کیا ”کیا یہ لوگ عہد و پیمان کی پابندی کرتے ہیں؟“ میں نے کہا ”ہاں“ پھر پوچھا ”وہ تم سے جنگ کرنے سے پہلے کیا کہتے ہیں؟“ میں نے کہا ”وہ ہمیں تین چیزوں میں سے ایک چیز کی دعوت دیتے ہیں: ۱۔ یا تو ہم ان کا دین و مذہب قبول کر لیں اگر ہم ان کا دین قبول کر لیں گے تو وہ ہمیں اپنے جیسے سمجھیں گے۔ ۲۔ یا جزیہ ادا کریں تو وہ ہماری حفاظت کریں گے۔ ۳۔ یا وہ ہم سے جنگ کریں گے۔“

دیگر حالات:

اس نے پھر دریافت کیا ”یہ لوگ اپنے حکام کی کیسی اطاعت کرتے ہیں؟“ میں نے کہا ”وہ ان کی اس قوم سے زیادہ اطاعت کرتے ہیں جو قوم کسی مرشد کی اطاعت کرتی ہے“ اس نے پھر پوچھا ”وہ کن چیزوں کو حلال سمجھتے ہیں اور کن چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں“ اسے میں نے ان کی تفصیلات بتائیں پھر پوچھا ”کیا وہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال میں تبدیل کرتے ہیں؟“ میں نے کہا نہیں، اس پر وہ بولا ”یہ قوم کبھی تباہ نہیں ہوگی۔ جب تک کہ وہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہ قرار دیں۔ پھر پوچھا ”مجھے ان کا لباس بتاؤ اس پر میں نے ان کا لباس بتایا۔“

گھوڑے اور اونٹ:

اس نے ان کی سواریوں کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا ”وہ عربی گھوڑے ہیں“ پھر میں نے ان کا حال بیان کیا اس پر اس نے کہا ”وہ نہایت عمدہ قلعے ہیں“ پھر میں نے اونٹوں ان کے بیٹھنے اور ان کے چلنے کا حال بیان کیا۔ اس پر اس نے کہا یہ لمبی گردن والے مویشیوں کی خصوصیات ہیں۔“ اس کے بعد اس نے (شاہ) یزدگرد کو یہ خط لکھا۔

یزدگرد کو نصیحت:

مجھے آپ کی طرف ایک ایسے عظیم الشان لشکر کو بھیجنے سے جس کا ایک حصہ مرو میں ہو اور دوسرا حصہ چین تک ہو۔ صرف اس بات نے روک رکھا تھا کہ میں اس قوم کے حالات سے ناواقف تھا مگر جیسا کہ آپ کے سفیر نے بیان کیا ہے یہ قوم ایسی ہے کہ اگر وہ پہاڑوں کا مقابلہ کرے تو وہ ان کو بھی پاش پاش کر دے اور اگر ان کے لشکر کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ مجھے بھی ہٹا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان میں یہ یہ خصوصیات باقی رہ گئی ہوں۔

آپ ان سے مصالحت کر لیں اور مصالحت کرنے کو عزت سمجھیں اور جب تک وہ برسر پیکار نہ ہوں آپ ان سے ہرگز جنگ نہ کریں۔

فرغانہ میں قیام:

شاہ یزدگرد اور شاہی خاندان پھر خاقان کے ساتھ فرغانہ چلا گیا۔ اور وہیں رہنے لگا۔

مسلمانوں کا اجتماع:

جب مسلمانوں کا قاصد اور وفد خبر فتح اور اس مال غنیمت کو لے کر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا جو حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھیجا گیا تھا تو آپ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور انہیں مخاطب کیا پھر نامہ فتح کے پڑھنے کا حکم دیا گیا اور وہ پڑھا گیا آپ نے اپنے خطبے میں یہ فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطاب:

”اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا ہے کہ اس نے انہیں ہدایت دے کر بھیجا ہے اور حق و صداقت کا دین بھی عطا فرمایا ہے تاکہ اسے تمام ادیان اور مذاہب پر غالب کرے۔ خواہ مشرکوں کو یہ بات کتنی ہی ناگوار گذرے اس نے پیروان اسلام کو دنیاوی معاوضہ (مال و دولت) اور آخرت کی بھلائی اور کامیابی دونوں چیزوں کو عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے اور خود فرمایا ہے۔ یہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ وہ اسے تمام مذاہب پر غالب کرے خواہ مشرکین اس بات کو کتنا ہی ناپسند کریں۔“

خدا ہی تمام تعریفوں اور حمد و ثنا کا سزاوار ہے جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے لشکر کو فتح و نصرت عطا فرمائی آگے چل کر آپ

نے یہ ارشاد فرمایا:

مجموعیت کا خاتمہ:

”آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ نے مجموعیت کی بادشاہت کا خاتمہ کر دیا ہے اور ان کا شیرازہ منتشر کر دیا ہے اب وہ اپنے ملک کی ایسی بالشت بھرز میں پر بھی قابض نہیں ہو سکیں گے جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچے۔ دیکھو اللہ نے تمہیں ان کی سرزمین ان کے ملک ان کے مال و دولت اور ان کے فرزندوں کا مالک بنا دیا ہے تاکہ وہ معلوم کر سکیں کہ تم کیا کارنامے انجام دو گے؟“

مسلمانوں کو تنبیہ:

آگاہ ہو جاؤ کہ تمہاری طرح بہت سی شہری فوجی طاقت کے مالک تھے اور گذشتہ زمانے کی بہت سی مہذب قومیں دور دراز کے ممالک پر قابض ہو گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا حکم نافذ کر کے رہے گا اور اپنا وعدہ پورا کرے گا اور ایک قوم کے بعد دوسری قوم کو نمودار کرے گا۔

حق کی اطاعت:

تم اس کے احکام کو نافذ کرانے کے لیے ایسے شخص کی پیروی کرو جو اس کے معاہدہ کی پابندی کرے اور تمہارے لیے خدائی وعدہ کو پورا کر دکھائے دیکھو! تم اپنی حالت میں تغیر و تبدل نہ کرنا۔ ورنہ اللہ دوسرے قوم کو تم پر مسلط کر دے گا مجھے اس امت مسلمہ کی بتا ہی و بربادی کا صرف تمہی سے اندیشہ ہے“

عہد شکنی:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں خراسان کے دور و نزدیک باشندوں نے جب کہ ان کے عہد خلافت کے دو سال گذرے تھے۔ عہد شکنی کی ان کی اس عہد شکنی کے بقایا حالات ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر شاہ یزدگرد کے قتل کے واقعات کے ضمن میں بیان کیے جائیں گے۔

اس سال کے حکام:

اس سال حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حج کیا ان کے حکام اس سال بھی وہی تھے جو ۲۱ھ میں مقرر تھے۔ البتہ کوفہ کے حاکم حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے اور بصرہ کے حاکم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔



باب ۱۱

۲۳ھ کے واقعات

ابومعشر کے قول کے مطابق اس سال اصطر فتح ہوا اور اس کے ساتھ ہمدان بھی فتح ہوا۔ واقدی نے بھی یہی کہا ہے مگر سیف کی روایت یہ ہے کہ اصطر توج کے بعد فتح ہوا۔

فتح توج:

سیف کی روایت یہ ہے کہ بصرہ کے سردار فارس کے مختلف علاقوں میں جنگی مہموں پر روانہ کیے گئے تھے ان میں ساریہ ابن زینم بھی شامل تھے۔ وہ لوگ اپنی فوجیں لے کر مختلف علاقوں کے لیے روانہ ہوئے۔ اہل فارس توج کے مقام پر اکٹھے ہو گئے تھے مگر مسلمانوں کی فوجوں نے ان کا قصد نہیں کیا بلکہ ہر مسلمان سپہ سالار اپنے اپنے علاقہ کی طرف روانہ ہوا جس پر وہ مقرر تھا۔ جب ایرانیوں کو اس بات کا علم ہوا تو وہ اپنے اپنے علاقوں کی مدافعت کرنے کے لیے منتشر ہو گئے۔ اس طرح انھیں جنگ کے بغیر شکست ہو گئی اور ان کا شیرازہ بکھر گیا اور ان کی اجتماعی طاقت منتشر ہو گئی۔ مشرکوں نے اس بات کو بدشگونی پر محمول کیا اور انھیں اپنا انجام نظر آ گیا۔

اہل توج کو شکست:

حضرت مجاشع بن مسعود نے ساہور اور اردشیر خرہ کے مقامات کا قصد کیا۔ ان کے ساتھ مسلمانوں کی فوج تھی۔ مسلمانوں کا توج کے مقام پر اہل فارس سے مقابلہ ہوا۔ وہ جب تک اللہ نے چاہا جنگ کرتے رہے پھر خدائے بزرگ و برتر نے مسلمانوں کے مقابلے میں اہل توج کو شکست دی اور مسلمانوں کو ان پر مسلط کر دیا۔ چنانچہ انھوں نے کافروں کا صفایا کر دیا اور انھیں بے دریغ قتل کیا اور ان کے لشکر کا تمام مال و اسباب اپنے قبضہ میں کر لیا۔

توج کی آخری جنگ:

یہ توج کی آخری جنگ ہے اس کے بعد یہ لوگ سر نہیں اٹھا سکے۔ پہلی جنگ وہ تھی جس میں حضرت علاء کے لشکر نے طاؤس کی جنگ لڑی تھی۔ اس طرح پہلی اور دوسری جنگیں یکساں نوعیت کی تھیں۔

اہل توج کا معاہدہ:

پھر اہل توج کو جزیہ ادا کرنے اور ذمی رعایا بننے کی دعوت دی گئی تو وہ اپنے علاقے میں لوٹ آئے اور وہاں معاہدہ کر کے رہنے لگے۔

قاصد اور وفد کو انعام:

حضرت مجاشع نے مال غنیمت کا ٹمس (پانچواں حصہ) مدینہ بھیجا اور ایک وفد بھی بھیجا۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے یہ طریقہ رائج تھا کہ فتح کی خوشخبری لانے والوں اور متعلقہ وفد کو انعام دیا جاتا تھا اور ان کی ضروریات پوری کی جاتی تھیں۔
خیانت کی ممانعت:

ابو عاصم کلبی بیان کرتے ہیں: ”ہم مجاشع بن مسعود کے ساتھ توج کے جہاد پر روانہ ہوئے ہم نے اس مقام کا محاصرہ کر لیا اور جب تک اللہ نے چاہا ہم نے ان سے جنگ کی۔ پھر ہم نے فتح حاصل کی اور وہاں بہت مال غنیمت حاصل کیا اور دل کھول کر انھیں قتل کیا۔ اس وقت میں جو کرتہ پہنے ہوئے تھا وہ پھٹ گیا تھا۔ میں نے سوئی تاگا لے کر اسے سینا شروع کیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ مقتولوں میں سے ایک کے بدن پر قمیض تھی۔ میں نے قمیض اس کے بدن سے اتار لی اور پانی کے قریب اسے دھونے لگا اور دو پتھروں کے درمیان اسے ٹنچ کر صاف کیا۔ یہاں تک کہ اس کی میل کچیل دور ہو گئی۔ اس وقت میں نے وہ قمیض پہن لی۔ جب مال غنیمت جمع ہوا تو حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ تقریر کے لیے کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد انھوں نے فرمایا:

”اے لوگو! تم مال غنیمت کی چوری نہ کرو کیونکہ جو چوری کرے گا قیامت کے دن اپنا چراہیا ہوا مال لے کر آئے گا (ایسی کوئی چیز ہو تو) تم اسے لوٹا دو خواہ وہ سوئی تاگا کیوں نہ ہو۔“

جب میں نے یہ تقریر سنی تو میں نے قمیض کو اتار کر اسے مال غنیمت میں ڈال دیا۔

فتح اصطر:

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے اصطر کے مقام کا قصد کیا۔ ان کا اہل اصطر کے ساتھ مقابلہ جوہر کے مقام پر ہوا۔ انھوں نے جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا جنگ کی پھر خدائے بزرگ و برتر نے انھیں جنگ جوہر میں فتح عطا کی اور مسلمانوں نے اصطر بھی فتح کر لیا اور جس قدر اللہ نے چاہا ایرانیوں کو تہ تیغ کیا اور بہت سے لوگوں کو حسب منشا زخمی کیا۔ اور جو لوگ بھاگ سکتے تھے وہ بھاگ گئے۔

جزیہ کا معاہدہ:

پھر حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے کافروں کو جزیہ ادا کرنے اور ذمی رعایا بننے کی دعوت دی چنانچہ انھوں نے ان سے خط و کتابت کی اور حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بھی ان سے نامہ و پیام کرتے رہے۔ آخر کار (ان کے حاکم) ہر بزن نے یہ دعوت قبول کر لی۔ جو لوگ بھاگ گئے تھے یا الگ ہو گئے تھے وہ سب واپس آ گئے اور انھوں نے جزیہ ادا کرنے کا اقرار کیا۔

دیانتداری کی ہدایت:

جب دشمن کو شکست ہو گئی تھی اس وقت حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کو جمع کرایا تھا۔ اور اس کا مال خمس نکال کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا اور باقی حصہ مسلمانوں میں تقسیم کیا اور فوجوں کو لوٹ مار سے روک دیا اور وہ امانتیں ادا

۱۔ اصطر صوبہ فارس کا مرکزی شہر تھا۔ یہ ساسانی بادشاہوں کا قدیم مرکزی اور مقدس مقام تھا۔ یہاں ان کا قدیمی آتش کدہ بھی تھا جس کی نگرانی خود شہنشاہ ایران کرتا تھا۔ یہ شہر قدیم ترین ایرانی شہر پرسوپولیس کے بعد ساسانی خاندان کا پایہ تخت بنا تھا۔ (ارشاد)

کرنے لگے۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے انھیں اکٹھا کر کے یہ تقریر ارشاد فرمایا:
عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی تقریر:

”ہمارا معاملہ ہمیشہ ترقی پذیر رہے گا اور لوگ مصائب سے محفوظ رہیں گے جب تک کہ وہ چوری اور خیانت نہ کریں جب وہ (مال غنیمت) میں خیانت کرنے لگیں گے تو وہ ناپسندیدہ باتیں دیکھیں گے اور تھوڑے لوگوں کے (برے) کام، اکثریت کو نہیں بچاسکیں گے۔“

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے فتح اصطخر کے دن یہ ارشاد فرمایا:
بددیانتی کے اثرات:

”اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو انہیں برائیوں سے بچاتا ہے اور ان میں امانت اور دیانت داری کا اضافہ کرتا ہے اس لیے تم امانتوں کی حفاظت کرو کیونکہ تم سب سے پہلے جو چیز اپنے دین و مذہب کی چھوڑو گے وہ امانت ہوگی جب تمہارے اندر سے دیانتداری جاتی رہے گی تو روزانہ تمہاری کوئی نہ کوئی نیکی جاتی رہے گی۔“
شہرک کی بغاوت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخری زمانے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے سال میں شہرک نے بغاوت کی اس نے اہل فارس کو بھڑکایا اور انھیں عہد شکنی کی دعوت دی تو حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو دوبارہ بھیجا گیا اور ان کی امداد کے لیے مندرجہ ذیل حضرات کی سرکردگی میں فوجیں روانہ کی گئیں: ۱۔ عبداللہ بن معمر ۲۔ شہل بن معبد بجلی۔ ان کا فارس کے مقام پر دشمن سے مقابلہ ہوا۔ اس وقت جب کہ معرکہ ہونے والا تھا شہرک نے اپنے فرزند سے جو معرکہ میں موجود تھا یہ پوچھا:

فرزند سے گفتگو:

اے میرے فرزند! ہم دن کا کھانا کہاں کھائیں گے۔ یہاں یا شہرک میں۔
شہرک ایک مقام تھا جو ہاں سے تین فرسخ دور تھا اور دوسرے لوگوں کے گاؤں کے درمیان بارہ فرسخ کا فاصلہ تھا۔
فرزند کا جواب:

اس کے فرزند نے یہ جواب دیا:

”ابا جان! اگر وہ ہمیں چھوڑ دیں تو دن کا کھانا ہم یہاں کھائیں گے ورنہ شہرک میں کھائیں گے بلکہ ہم گھر میں کھانا تناول کریں گے۔ مگر بخدا میرے خیال میں وہ ہمیں چھوڑنے والے نہیں ہیں۔“

شہرک کا قتل:

ان دونوں کی یہ گفتگو ابھی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ مسلمانوں نے جنگ چھیڑ دی اور گھمسان کی جنگ شروع ہوئی جس میں شہرک اور اس کا فرزند مارے گئے۔ ان کے علاوہ بہت سے لوگوں کو بھی قتل کیا گیا۔ شہرک کو تو حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے بھائی حکم بن ابی العاص بن دہمان نے قتل کیا تھا۔

روایت میں اختلاف:

ابومعشر کی روایت ہے کہ فارس کی پہلی جنگ اور اصطخری کی دوسری جنگ ۲۸ھ میں ہوئی اور فارس کی دوسری جنگ اور جور کی جنگ ۲۹ھ میں ہوئی۔

حضرت حکم رضی اللہ عنہ کی ہدایت:

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو بحرین بھیجا گیا تھا تو انہوں نے اپنے بھائی حکم بن ابی العاص کو دو ہزار کی فوج دے کر توج بھیجا۔ اس وقت بادشاہ ایران مدائن سے بھاگ گیا تھا اور فارس کے مقام جور چلا گیا تھا اس نے شہرک کو مقابلہ کے لیے بھیجا تھا۔ حضرت حکم کہتے ہیں۔ وہ (شہرک) اپنی فوج کو لے کر جو لوہے کے ہتھیاروں سے مسلح تھی، ایک گھاٹی پر سے اترتا۔ اس وقت مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں مسلمان سپاہیوں کی آنکھیں (لوہے کی ہتھیاروں کی چمک سے) خیرہ نہ ہو جائیں اس لیے میں نے یہ اعلان کر دیا: ”جس کے سر پر عمامہ ہو وہ اپنی آنکھیں عمامہ سے لپیٹ لے اور جس کے سر پر عمامہ نہ ہو وہ اپنی آنکھیں بند کر لے۔“ میں نے یہ بھی اعلان کر دیا:

”تم اپنی ساریوں پر سے اتر آؤ۔“ شہرک نے جب دیکھا تو وہ بھی اتر گیا۔

صف آرائی:

پھر میں نے یہ اعلان کرایا: ”تم سوار ہو جاؤ“ پھر ہم نے صف آرائی کی اور وہ سوار ہو گئے۔ میں نے جارود عبدی کو دائیں بازو (میںہ) پر مقرر کیا اور ابو صفرہ (مہلب کے باپ کو) بائیں بازو (میسرہ) پر سردار مقرر کیا۔

زبردست شکست:

دشمنوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ مسلمانوں نے ان کو شکست دے کر بھگا دیا یہاں تک کہ ان کی کوئی آواز بھی سنائی نہیں دی۔ جارود نے مجھ سے کہا: ”اے امیر لشکر! لشکر چلا گیا ہے۔“ میں نے کہا عنقریب تمہیں حقیقت حاصل معلوم ہو جائے گی۔ تھوڑی دیر گزرنے میں پائی تھی کہ ان کے گھوڑے واپس آ گئے جو سواروں سے خالی تھے۔ مسلمان ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل کر رہے تھے اور ان کے سر ہمارے سامنے لڑھک رہے تھے۔ اس وقت میرے ساتھ ان کا ایک بادشاہ بھی تھا جسے مکعب کہتے ہیں وہ کسریٰ کو چھوڑ کر میرے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔

شہرک کا سر:

اتنے میں میرے پاس ایک بہت بڑا سر لایا گیا۔ مکعب نے کہا یہ از دہاق یعنی شہرک کا سر ہے۔

آذر بائیجان سے مصالحت:

وہ شہر سا بور میں محصور ہو گئے۔ ان کے بادشاہ آذر بائیجان نے صلح کر لی اس لیے حضرت حکم نے آذر بائیجان سے اہل اصطخر کے برخلاف جنگ کرنے میں مدد حاصل کی۔

عداری کی خبر:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے بجائے عبید اللہ بن معمر رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر بھیجا۔ حضرت

عبید اللہ کو یہ اطلاع ملی کہ آذربایجان غدار کی کرنا چاہتا ہے اس لیے انھوں نے اسے یہ کہلا بھیجا:
ضیافت کی فرمائش:

”میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھیوں کی ضیافت کرو اور ان کے لیے ایک گائے ذبح کرو اور اس کی ہڈیاں میرے قریب کے بہت بڑے برتن میں رکھ دو کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ ہڈیوں کو چچوڑوں۔“
طاقت کا مظاہرہ:

آذربایجان نے ایسا ہی کیا۔ حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے بڑی بڑی ہڈیوں کو جو صرف کہلاڑوں ہی سے ٹوٹ سکتی تھیں، اپنے ہاتھ میں لے کر توڑنا شروع کیا اور پھر وہ اس کے گودے کھا گئے۔ وہ بہت بڑے طاقتور انسان تھے (یہ دیکھ کر) اس بادشاہ نے ان کے پاؤں پکڑ لیے اور بولا:

معاہدہ کی تجدید:

”یہ ایک پناہ گزین مقام ہے۔“

اس لیے انھوں نے اسے (پناہ دینے کا) معاہدہ لکھ دیا۔ حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ منجیق کی چوٹ کا شکار ہو گئے تھے اس لیے انھوں نے یہ وصیت کی:
دشمنوں کا قتل:

”تم ان شاء اللہ عن قریب یہ شہر فتح کر لو گے اس وقت تم میرے انتقام میں انھیں تہ تیغ کر دینا۔“ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور ان کی بہت بڑی تعداد کو مار ڈالا۔
امداد کی درخواست:

(محمد فاروقی کے گزشتہ واقعات کا آخری سلسلہ یہ ہے) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ حضرت حکم کے پاس اس وقت پہنچے جب کہ شہر کو شکست ہو گئی تھی۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خط تحریر کیا:

”میرے اور کوفہ کے درمیان ایسی رخنہ انداز سرحد ہے جس کی وجہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ دشمن وہاں سے اندر آ سکتا ہے۔ انھیں حاکم کوفہ نے بھی اسی قسم کا خط لکھا تھا۔ اتفاق سے دونوں خط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک دم ملے۔ اس لیے انھوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو سات سو سپاہیوں کی فوج دے کر بھیجا اور انھیں بصرہ میں مقیم رکھا۔“

فتح فسا اور درابگرد:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت ساریہ بن زینم رضی اللہ عنہ نے مقام فسا اور درابگرد کا قصد کیا یہاں تک کہ وہ دشمن کے لشکر کے قریب پہنچ گئے اور وہاں فروکش ہو گئے اور جب تک اللہ نے چاہا ان کا محاصرہ کرتے رہے۔
دشمن کی بڑی تعداد:

اس کے بعد دشمن نے امداد حاصل کر لی اور ان کی بڑی تعداد ہو گئی اور فارس کے کردان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے لیے مقابلہ سخت ہو گیا اور ایک بہت بڑا لشکر (جنگ کے لیے) آ گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خواب:

اس رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خواب میں ان کا معرکہ دیکھا اور ان کی تعداد بھی انھیں معلوم ہو گئی اس لیے دوسرے دن لوگوں کو مطلع کیا کہ سب لوگ نماز میں شریک ہوں یہاں تک کہ جب وہ گھڑی آئی جب کہ آپ کو وہاں کا حال دکھایا گیا تو آپ مسلمانوں کے سامنے نمودار ہوئے۔ آپ کو یہ مشاہدہ کرایا گیا تھا کہ مسلمان صحرا میں ہیں اگر وہ وہاں قیام کریں تو ان کا چاروں طرف سے محاصرہ کیا جاسکتا ہے اور اگر وہ اپنے پیچھے کی طرف کے پہاڑ کا سہارا لیں تو صرف ایک طرف سے حملہ ہو سکتا ہے۔ پھر آپ نے کھڑے کے ہو کر فرمایا۔

حضرت ساریہ رضی اللہ عنہا کو حکم:

”اے لوگو! میں نے فریقین کو دیکھا ہے۔“ اس کے بعد آپ نے دونوں لشکروں کا حال بیان کیا۔ پھر آپ نے فرمایا (اچانک خطبہ دیتے ہوئے) اے ساریہ! پہاڑ کی طرف چلے جاؤ (یا ساریہ الجبل الجبل) پھر آپ نے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: ”اللہ کے بہت سے لشکر ہیں اور شاید ان میں سے کوئی ان تک یہ پیغام پہنچا دے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت:

(یہ آپ کی کرامت ہے کہ) اس دن اسی گھڑی حضرت ساریہ رضی اللہ عنہا اور دیگر مسلمان پہاڑ کا سہارا لینے پر متفق ہو گئے چنانچہ انھوں نے (اس متفقہ رائے پر) عمل کیا اور ایک سمت سے دشمن سے جنگ کر کے خدا کی مدد سے انھیں شکست دی۔ اس کے بعد انھوں نے شہر کے فتح ہونے کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریری طور پر دی۔

پہاڑ کے دامن میں:

سیف کی دوسری روایت ہے کہ ساریہ بن زینم العاکلی رضی اللہ عنہ کو فسا اور دار بجر کے علاقے کی طرف روانہ کیا۔ انھوں نے وہاں جا کر ان کا محاصرہ کر لیا۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے کو جنگ کی دعوت دی اور کثیر تعداد میں جمع ہو کر جنگل میں آ کر انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔

خطبہ میں حکم:

آپ نے (خطبہ کے دوران فوراً) یہ الفاظ کہے (یا ساریہ ابن زینم الجبل الجبل) ”اے ساریہ ابن زینم رضی اللہ عنہ پہاڑ کے دامن میں (چلے جاؤ)“ اس وقت مسلمانوں کے لشکر کے قریب ایک پہاڑ تھا اگر وہ اس کی پناہ لیتے تو صرف ایک طرف سے حملہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے وہ پہاڑ کے دامن میں چلے گئے۔ اس کے بعد انہوں نے جنگ کی اور دشمن کو شکست دی اور بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔

جواہرات کا صندوقچہ:

اس مال غنیمت میں جواہرات کا ایک صندوقچہ بھی تھا جسے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی رضامندی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے مخصوص کیا تھا اور فتح کی خوشخبری کے ساتھ اسے ایک شخص کے ہاتھ روانہ کیا۔ اس زمانے میں قاصدوں اور فود کو انعام دیا جاتا تھا اور ان کی ضرورت پوری کی جاتی تھی۔ اس لیے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا:

قاصد کی روانگی:

”تم اپنے انعام کی توقع پر اپنے اہل و عیال کی ضروریات کے لیے رقم لے لو“۔

چنانچہ وہ شخص پہلے بصرہ گیا اور وہاں سے (اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے بعد) روانہ ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ اس وقت وہ لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے اور ان کے ساتھ ان کا عصا بھی تھا جس سے وہ اپنے اونٹ کو ہنکاتے تھے۔

کھانے کا وقت:

اس شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصد کیا تو آپ نے اس سے فرمایا (تم کھانے کے لیے) بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جانے لگے۔ وہ شخص بھی کھڑے ہو کر ان کے پیچھے پیچھے جانے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ اس کا پیٹ نہیں بھرا ہے۔ لہذا جب آپ اپنے گھر پہنچے تو اسے اپنے گھر کے اندر لے گئے۔ وہاں انہوں نے ناہنائی کو یہ حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کے تمام مطبخ کی طرف خوان لے کر جائے۔ جب وہ گھر میں بیٹھ گئے۔ تو ان کے لیے دن کا کھانا لایا گیا جو روٹی، روغن زیتون اور نمک پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد آپ نے (اپنی بیوی سے) فرمایا: ”تم باہر نکل کر کھانا کیوں نہیں کھا رہی ہو؟“ وہ بولیں ”میں ایک مرد کی آواز سن رہی ہوں“ آپ نے فرمایا ”ہاں“ اس پر وہ بولیں۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی گفتگو:

”اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں مردوں کے سامنے نمودار ہوں تو آپ میرے لیے اس سے مختلف لباس خرید کر دیتے“۔

آپ نے فرمایا:

”کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تمہیں یہ کہا جائے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہو اور عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی

ہو“۔

وہ بولیں:

”اس بات سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا“۔

اس کے بعد آپ نے اس شخص سے کہا:

کھانے کی دعوت:

”قریب آ کر کھانا کھاؤ اگر وہ خوش ہوتی تو تم اس سے زیادہ عمدہ کھانا کھاتے جو تم دیکھ رہے ہو“۔

پھر دونوں نے مل کر کھانا کھایا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو اس نے کہا:

جنگ کا حال:

”میں ساریہ بن زینم رضی اللہ عنہا کا قاصد ہوں“۔

آپ نے اس کا خیر مقدم کیا اور اسے قریب بٹھایا۔ یہاں تک کہ آپ کے گھٹنے اس کے گھٹنوں سے چھو رہے تھے۔ پھر آپ نے مسلمانوں کا حال دریافت کیا پھر آپ نے حضرت ساریہ بن زینم رضی اللہ عنہا کا حال پوچھا۔ اس نے ان کا حال بتایا پھر اس نے جو اہرات کے صندوقے کا حال بتایا آپ نے اسے ملاحظہ کیا۔ پھر آپ چلا کر فرمانے لگے:

جو اہرات کو لوٹانا:

” (میں ہرگز قبول نہیں کروں گا) اور میں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ یہاں تک کہ تم اپنے لشکر کی طرف واپس جا کر اسے وہاں کے لوگوں میں تقسیم نہ کرو۔“

یہ کہہ کر اسے نکال دیا:

قاصد کی محرومی:

وہ قاصد بولا: ”اے امیر المؤمنین! میرا اونٹ تھک کر لاغر ہو گیا ہے۔ نیز میں نے انعام کی توقع پر قرض لیا ہے۔ اس لیے آپ مجھے اتنا عطیہ دیجیے جس کے ذریعہ میں وہاں جا سکوں۔“ وہ اس بات پر اصرار کرتا رہا تا آنکہ آپ نے اس کا اونٹ لے کر صدقہ کا اونٹ دے دیا اور اس کے اونٹ کو صدقات کے اونٹوں میں شامل کر لیا۔ اس طرح یہ قاصد (انعام و عطیہ سے) محروم ہو کر اور معتب بن کر لوٹ گیا یہاں تک کہ بصرہ پہنچا۔ وہاں اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز:

اہل مدینہ نے اس قاصد سے پوچھا ”کہ جنگ کے دن اس نے کوئی آواز سنی تھی“۔ وہ بولا: ”ہاں ہم نے یہ سنا تھا۔ یا ساریہ الجہلی۔ اس وقت ہم تباہی کے قریب پہنچے ہوئے تھے لہذا (یہ سن کر) ہم پہاڑ کے دامن میں چلے گئے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہم کو فتح عطا فرمائی۔“

حضرت شعبی رضی اللہ عنہ نے بھی اسی قسم کی روایت بیان کی ہے۔

فتح کرمان:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ نے کرمان کا قصد کیا۔ ان کے ساتھ عبداللہ بن عبداللہ بن عثمان بھی شامل ہو گئے۔ حضرت سہیل رضی اللہ عنہ کے ہراول دستے پر نسیر بن عمرو عجمی تھے۔ ان کے مقابلے کے لیے اہل کرمان جمع ہو گئے۔ انھوں نے قفس سے بھی مدد لی اور وہ اپنی سرزمین کے قریبی علاقے میں جنگ کرتے رہے آخر کار اللہ تعالیٰ نے انھیں منتشر کر دیا اور مسلمانوں نے ان کا راستہ روک لیا اور حضرت نسیر نے ان کے بڑے زمیندار کو قتل کر دیا۔ اس طرح حضرت سہیل رضی اللہ عنہ نے دیہاتیوں کے دستے سے دشمن کے راستوں کو جبرفت تک روک لیا اور حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سیر کے راستے سے وہاں پہنچے۔ اس مقام پر انھیں حسب منشا اونٹ اور بھیڑ بکریاں ملیں۔ انہوں نے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کی قیمت لگائی تو ان کی قیمت میں اختلاف پیدا ہوا کیونکہ بخت (اونٹوں کی ایک قسم ہے) کے اونٹ عرب کے اونٹوں سے بڑے تھے لہذا مسلمانوں نے ان کی قیمت میں اضافہ کرنا پسند نہیں کیا۔ بلکہ اس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ انہوں نے جواب دیا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب:

”عربی اونٹ کی گوشت کے مطابق قیمت لگائی جاتی ہے اور یہ اسی کے مانند ہے۔ اگر تمہاری رائے میں وہ بڑھ کر ہے تو

اس میں اضافہ کر دو کیونکہ اس کی قیمت اس کے مطابق ہے۔“

مدائنی کی روایت ہے کہ تہستان کے قاضی ضہیل بن ابی جریدہ تہستان کے ایک زمیندار کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: ”حضرت عمر

بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت عبداللہ بن بدیل بن ورقاء خزاعی رضی اللہ عنہ نے کرمان کو فتح کیا پھر وہ کرمان کے راستے طیسین آئے پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

”میں نے طیسین کو فتح کر لیا ہے اس لیے آپ مجھے یہ دونوں علاقے جاگیر میں دے دیں۔“

جب آپ نے ان کی درخواست کو منظور کرنا چاہا تو آپ کو یہ بتایا گیا کہ دونوں علاقے بہت بڑے اضلاع ہیں۔ اور خراسان کے دروازے ہیں۔ لہذا آپ نے ان کو یہ دونوں علاقے جاگیر میں نہیں دیے۔

فتح بھجستان:

حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ نے بھجستان (سیتان) کا رخ کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھی (فوج لے کر) ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ان کا اہل بھجستان سے ان کے قریبی علاقے میں مقابلہ ہوا اور مسلمانوں نے انھیں شکست دی۔ پھر ان کا تعاقب کیا گیا یہاں تک کہ زرنج کے مقام پر ان کا محاصرہ کر لیا گیا۔ مسلمان بھجستان کے دوسرے علاقوں کو اس عرصہ میں فتح کرتے گئے جہاں تک ان سے ممکن ہوا۔ آخر کار اہل بھجستان نے زرنج اور دیگر مفتوحہ علاقوں کے بارے میں مصالحت کر لی اور ان کا معاہدہ منظور کر لیا گیا۔ انھوں نے اپنے صلح نامے میں یہ شرط منظور کرالی تھی کہ ان کے جنگل محفوظ چراگا ہوں کی طرح سمجھے جائیں گے۔ اس لیے مسلمان جب وہاں سے گزرتے تھے تو ان کے جنگلوں سے بچ کر نکلتے تھے کہ کہیں وہ انھیں نقصان پہنچا کر عہد شکنی کے مرتکب نہ ہو جائیں۔ بہر حال اہل بھجستان خراج دینے پر رضامند ہو گئے اور مسلمان ان کی حفاظت کے ذمہ دار بنے۔

بھجستان کا علاقہ:

بھجستان خراسان سے بڑا علاقہ تھا اور اس کی سرحدیں دور دراز کے علاقوں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ لوگ قد حار، ترک اور دوسری قوموں سے جنگ کرتے رہتے تھے۔ یہ علاقہ سندھ اور دریائے بلخ کے درمیان تھا۔ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سب سے بڑا اور اہم علاقہ رہا۔ اس کی سرحدیں بہت دشوار گزار تھیں اور اس کی آبادی سب سے زیادہ تھی اور لشکر سب سے بڑا تھا۔

بادشاہ کی اطاعت:

(حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں) وہاں کا بادشاہ اپنے بھائی ربیع سے بھاگ کر شہر آمل کی طرف چلا گیا اور مسلم بن زیاد کا مطیع ہو گیا جو اس زمانے میں بھجستان کے (حاکم) تھے۔ وہ اس بات سے بہت خوش ہوئے اور انھوں نے اس کے ساتھ ایک معاہدہ کر کے انھیں وہاں آباد کرایا۔ انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس بات سے مطلع کیا کہ انہوں نے اس پر فتح حاصل کر لی ہے۔ اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میرا بھتیجا (سلم بن زیاد) اپنے اس کارنامہ پر خوش ہے مگر مجھے اس کا رنج ہے اور اسے جس اس کا رنج ہونا چاہیے۔“

لوگوں نے دریافت کیا: ”اے امیر المومنین! (اس بات کا رنج) کیوں ہو؟“ آپ نے فرمایا ”اس کی وجہ یہ ہے کہ آمل ایسا شہر ہے

۱۔ بھجستان کو ایرانی سیتان کہتے ہیں۔ مشہور ایرانی پہلوان رستم اس علاقہ کا باشندہ تھا۔ یہ کرمان کے شمال میں واقع ہے۔ اس کا پائے تخت زرنج تھا۔ قدیم زمانے میں یہ بہت بڑا علاقہ تھا۔ اس کی سرحدیں کرمان اور بلوچستان سے ملی ہوئی تھیں۔

جس کے اور زرنج کے درمیان پیچیدگی اور زنجش ہے۔ اور یہ قوم بہت بے وفا اور غدار ہے اس لیے آئندہ یہ تعلقات کمزور ہو جائیں گے اور وہ لوگ نہایت آسانی سے آمل کے تمام علاقے پر غالب آجائیں گے۔ بہر حال انھوں نے مسلم بن زیاد کے معاہدہ کو برقرار رکھا۔

عہد شکنی:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد جب فتنہ و فساد پھر شروع ہوا تو شاہ عہد شکنی کر کے آمل کے تمام علاقہ پر غالب آ گیا۔ زنبیل کو بادشاہ کا خوف دامن گیر ہوا تو اس نے اس مقام پر پناہ لی جہاں وہ اس زمانے میں رہا۔

زرنج پر حملہ:

اس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جب اس نے دیکھا کہ لوگ دوسرے کاموں میں مشغول ہیں تو اس نے زرنج پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا اور اس پر حملہ کر دیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار بصرہ سے ان لوگوں کے لیے فوجی امداد بھیجی گئی۔ اس زمانے سے زنبیل اور اس کے ساتھی اس ملک کے لیے مصیبت کا سبب بنے ہوئے تھے۔ اس سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات تک یہ علاقہ بالکل مطیع و فرمانبردار رہا تھا۔

فتح مکران:

حضرت حکم بن عمرو تغلی رضی اللہ عنہ نے مکران کا قصد کیا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو حضرت شہاب ابن الحارث بن شہاب بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ حضرت سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عبداللہ عثمان رضی اللہ عنہ دونوں حضرات بھی بذات خود (فوج لے کر) ان کی امداد کے لیے پہنچے۔ وہ سب دریا کے قریب جمع ہوئے۔ اہل مکران بھی وہاں دریا کے کنارے پر جمع ہو گئے تھے اور وہاں صف آرا تھے۔ ان کے بادشاہ راسل نے شاہ سندھ سے دریا کو عبور کر کے امداد طلب کی تھی۔ اس نے مقابلے کے لیے فوج بھیجی۔ چنانچہ ہراول دستوں کے پہنچنے کے کئی دن بعد جب آخری فوج آ گئی تو مسلمانوں کی ان سے جنگ ہوئی۔ یہ معرکہ مکران کے ایک مقام پر ہوا جو دریا سے کئی دن کی مسافت پر تھا۔

شاہ مکران کو شکست:

آخر کار اللہ نے راسل (شاہ مکران) کو شکست دی اور مسلمانوں نے اس کے لشکر کو لوٹ لیا اور معرکہ میں ان کی کثیر تعداد کو قتل کیا۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور کئی دنوں تک انھیں قتل کرتے رہے یہاں تک کہ وہ دریا تک پہنچ گئے۔ پھر وہاں سے آ کر مکران میں مقیم ہو گئے۔

فتح کی خوشخبری:

حضرت حکم نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں فتح کی خوشخبری اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ صحار عبدی کے ہاتھ روانہ کیا اور ہاتھیوں کے بارے میں (جو مال غنیمت میں حاصل ہوئے تھے) ہدایت طلب کی۔

صحار عبدی کی باریابی:

صحار عبدی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس فتح کی خوشخبری اور مال غنیمت لے کر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مکران کے

بارے میں دریافت کیا آپ ہر آدمی سے اس کے علاقہ کے حالات دریافت کیا کرتے تھے۔ لہذا صحار نے (آپ کے سوال کے جواب میں) یوں گفتگو کی:

مکران کا حال:

”اے امیر المومنین! اس کے نرم میدانوں کی زمین بھی پہاڑ کی طرح ہے۔ وہاں پانی کمیاب ہے۔ اس کے پھل خراب ہیں۔ وہاں کے دشمن دلیر ہیں۔ وہاں بھلائی تھوڑی ہے اور برائی بہت زیادہ ہے۔ وہاں کثیر التعداد بھی تھوڑی معلوم ہوتی ہے اور قلیل تعداد ضائع ہو جاتی ہے۔ اس کا پچھلا حصہ اس سے بھی بدتر ہے۔“

صحیح خبر:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس کی اس مسمیج اور مقتضی گفتگو پر) یہ ارشاد فرمایا:

”کیا تم قافیہ پیمانی کر رہے ہو یا (صحیح) خبر دے رہے ہو؟“ وہ بولا:

”میں صحیح خبر پہنچا رہا ہوں۔“ اس نے آپ سے فرمایا:

(اگر یہ بات صحیح ہے تو) ”میرا لشکر بخدا وہاں کبھی حملہ نہیں کرے گا۔“

پیش قدمی کی مخالفت:

آپ نے حضرت حکم ابن عمرو اور حضرت سہیل رضی اللہ عنہما کو یہ حکم لکھ کر بھیجا:

”تم دونوں کے لشکر میں سے کوئی بھی مکران سے آگے نہیں بڑھے گا اور دریا سے درے کے علاقوں میں محدود رہو۔“

آپ نے یہ بھی حکم دیا کہ:

”ہاتھیوں کو اسلامی سرزمین میں فروخت کیا جائے اور ان کی قیمت مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دی جائے۔“

فتح بیروذ:

جس زمانے میں مسلمانوں کے سواروں کے دستے (ایران کے) مختلف علاقوں کے لیے روانہ ہوئے تو (اہواز کے ایک مقام) بیروذ میں کر دوں اور دیگر افراد کا ایک بہت بڑا لشکر جمع ہو گیا۔ اس زمانے میں جب کہ مسلمانوں کے لشکر مختلف جنگی مہموں پر جا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ہدایت کی تھی کہ وہ بصرہ کی انتہائی عملداری تک جائیں تاکہ پیچھے سے کوئی مسلمانوں پر حملہ نہ کر سکے۔ آپ کو اندیشہ تھا کہ کہیں اسلامی لشکر کا کوئی حصہ ضائع نہ ہو جائے یا ان کا کوئی حصہ اصل لشکر سے منقطع نہ ہو جائے یا پیچھے نہ رہ جائے۔ چنانچہ آپ کو جس بات کا خطرہ تھا وہ درپیش آیا یعنی بیروذ کے مقام پر دشمن کی فوجیں اکٹھی ہو گئیں۔

دشمن سے مقابلہ:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وہاں تاخیر سے پہنچے اس وقت تک ان کا بہت بڑا اجتماع ہو گیا تھا۔ آخر کار حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ماہ رمضان المبارک میں بیروذ کے مقام پر پہنچے اور نہر تیری اور مناظر کے درمیان ان کا دشمنوں سے مقابلہ ہوا۔ وہاں فارس کے بہت سے سورا سپاہی اور کرد قوم کے بہادر افراد پہنچ چکے تھے تاکہ وہ مسلمانوں کو اپنی جنگی چالوں میں گھیر لیں اور ان کی

صفوں میں انتشار پیدا کریں۔ انہیں یقین تھا کہ ان کی کوئی نہ کوئی چال کامیاب ہوگی۔
حضرت مہاجر بن زیاد رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت مہاجر بن زیاد رضی اللہ عنہ جنگ کے لیے کمر بستہ تھے۔ انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے کہا:

”میں ہر روزہ دار کو قسم دلاتا ہوں کہ وہ لوٹ جائے اور روزہ افطار کرے۔“

دیگر روزہ داروں کی طرح ان کے بھائی بھی ان کی قسم کو پورا کرنے کے لیے لوٹ گئے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ان کے بھائی کے پاس سے چلے جائیں تاکہ وہ انہیں جنگجوئی سے منع نہ کریں چنانچہ وہ پیش قدمی کر کے جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔

دشمنوں کی محصوری:

ان کے بعد اللہ نے مشرکوں کو کمزور کر دیا یہاں تک کہ ان کی تعداد کم ہوتی گئی اور اور وہ قلیل تعداد میں ہونے کے بعد ذلت

کے ساتھ قلعہ بند ہو کر محصور ہو گئے۔

ربیع کی جانشینی:

حضرت مہاجر بن زیاد رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ آگے آئے اور کہنے لگے۔ ”اے دنیا دارو! آگے بڑھو“ انہیں اپنے

بھائی کی شہادت کا بڑا رنج تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ ان کے دل پر ان کے بھائی کے صدمے کا بہت برا اثر ہے تو ان پر ترس کھا کر انہیں فوج پر اپنا جانشین (سردار) بنا دیا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی واپسی:

پھر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے وہاں سے کوچ کیا یہاں تک کہ وہ اصفہان پہنچ گئے۔ وہاں وہ کوفہ کی فوجوں سے ملے جو جی کے

مقام کا محاصرہ کر رہی تھیں۔ ان فوجوں کی فتح و ظفر کے بعد وہ بصرہ کی طرف لوٹے۔

اہل بیروز پر فتح:

اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے ربیع بن زیاد کے ہاتھوں نہر تیری کے اہل بیروز پر فتح و نصرت عطا فرمائی۔ انہوں نے ان گرفتار

شدہ قیدیوں کو حاصل کیا جو ان کے ساتھ تھے اور ان میں سے ان اشخاص کا انتخاب کیا جن کا فدیہ دیا جاسکتا ہو کیونکہ فدیہ حاصل کرنا مسلمانوں کے لیے زیادہ مفید تھا کیونکہ اس کی قیمتیں مسلمانوں کے درمیان تقسیم ہو جاتی تھیں۔

ایک شخص کی شکایت:

اس کے بعد وفود تیار کیے گئے اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ (خمس) نکالا گیا۔ اس اثنا میں قبیلہ غزہ کا ایک شخص کھڑا ہوا

اور اس نے وفد میں شامل ہونے کا مطالبہ کیا مگر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے (اسے شریک کرنے سے) انکار کر دیا۔ اس پر وہ

وہاں سے چلا گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان کی شکایت کی۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی بریت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور دونوں کو اکٹھا کیا تاہم آپ نے نوکر کے معاملے کے علاوہ ہر

بات میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو معذور پایا۔ اس لیے اس شخص کی شکایت رد کر دی اور اسے قابل ملامت قرار دے کر اسے تنبیہ کی کہ وہ آئندہ ایسی شکایت لے کر نہ آئے۔ پھر آپ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو ان کی عملداری کی طرف لوٹا دیا۔

جنگی قیدی:

سیف کی روایت ہے کہ جب (مسلمانوں کی) مختلف جنگی مہمیں ایران کے مختلف ممالقوں کی طرف روانہ ہوئیں اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اسنہان سے واپس آئے تو اس وقت حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے اہل بیرو زکوشکست دے دی تھی نیز مال غنیمت اور جنگی قیدیوں کو اکٹھا کر لیا تھا اس وقت حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے وہاں کے بڑے بڑے زمینداروں کے فرزندوں میں سے ساٹھ لڑکوں کا انتخاب کیا اور انہیں الگ کر لیا۔ انھوں نے فتح کی خبر دینے کے علاوہ ایک وفد تیار کیا۔ اتنے میں قبیلہ غزہ کا ایک شخص آیا اور اس نے کہا ”آپ میرا نام وفد میں لکھ لیں“۔ انھوں نے کہا ”ہم نے تم سے زیادہ حقدار افراد کا نام لکھا ہے“۔ یہ سن کر وہ ناراض ہو کر چلا گیا۔

عززی شخص کی آمد:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا ”قبیلہ غزہ کے ایک شخص کا نام صبیح بن مصعب ہے ایسا معاملہ ہے“۔ اس کے بعد انھوں نے اس کا واقعہ تحریر کیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس وہ خط آیا اور فتح کی خوشخبری کی اطلاع ملی نیز وفد بھی آیا تو اس کے ساتھ ساتھ وہ عززی شخص بھی آ پہنچا۔

عززی سے بے رخی:

وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو اس نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے پوچھا: ”تم کون ہو؟“ اس نے اپنا حال بتایا تو فرمایا: ”تمہارے لیے مرحبا اہلاً نہیں ہے (تمہارا خیر مقدم نہیں کیا جائے گا)“

اس پر اس نے کہا:

”مرحبا تو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور اہلاً کا سوال نہیں کیونکہ میرے اہل و عیال نہیں ہیں“۔

بہر حال وہ تین مرتبہ آپ کے پاس آیا اور ہر مرتبہ آپ اس کو یہی جواب دیتے تھے۔

مخالفتہ شکایات:

جب چوتھا دن ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا: ”تم اپنے حاکم سے کس بات پر ناراض ہو؟“ وہ بولا: ”انھوں نے صرف اپنی ذات کے لیے زمینداروں کے فرزندوں میں سے ساٹھ غلام انتخاب کیے ہیں نیز ان کے پاس ایک لونڈی ہے جس کا نام عقیلہ ہے۔ وہ صبح و شام بڑا پیالہ بھر کر کھانا کھاتی ہے حالانکہ ہم میں سے کوئی شخص اس قدر کھانا کھانے پر قدرت نہیں رکھتا ہے۔ ان کے پاس دو قفیز (ناپنے کے پیمانے) اور دو انگوٹھیاں ہیں۔

زیادہ پراعتماد:

انھوں نے اپنی حکومت کا تمام کام زیادہ بن ابی سفیان کے سپرد کر رکھا ہے اور وہی بصرہ کی حکومت کے تمام کام انجام دیتا ہے۔ نیز انھوں نے عطیہ (شاعر) کو ایک ہزار کا انعام دیا۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی طلبی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ تمام باتیں جو اس نے کہی تھیں، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھ کر بھیجیں اور انھیں بلوا بھیجا۔ جب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے کئی دنوں تک انھیں روکے رکھا اور پھر انھیں اور زبہ بن جحفہ دونوں کو بلوایا اور خط اس کے حوالے کیا اور فرمایا: ”جو تم نے لکھا تھا اسے پڑھو“۔ اس نے پڑھا: (۱) ”انہوں نے ساتھ غلام اپنے لیے حاصل کیے“۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میں نے ان کا پتہ چلایا تھا کہ ان کا زرفذیہ مقرر ہے۔ جو میں نے وصول کیا اور اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا“۔

اس پر زبہ نے کہا:

”نہ انہوں نے جھوٹ بولا اور نہ میں نے جھوٹ بولا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان کے پاس دو قفیز ہیں“۔

دو پیمانے:

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ایک قفیز (ناپنے کا پیمانہ) میرے اہل و عیال کے لیے ہے جس کے ذریعہ میں انھیں خوراک مہیا کرتا ہوں اور دوسرا قفیز کا پیمانہ مسلمانوں کے لیے ہے اور وہ ان کے قبضے میں ہے۔ اس کے ذریعے وہ اپنا رزق حاصل کرتے ہیں“۔ زبہ نے اس پر کہا:

”نہ انہوں نے دروغ گوئی کی اور نہ میں نے جھوٹ بولا“۔

عقلیہ کا ذکر:

جب اس نے عقلیہ کا ذکر کیا تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور انہوں نے کوئی معذرت نہیں کی اور یہ معلوم ہو گیا کہ زبہ سچ کہتا ہے۔

زیاد کا معاملہ:

پھر اس نے کہا: ”زیاد لوگوں پر حکومت کرتا ہے اور انہیں اس کے کاموں کا کچھ علم نہیں ہے“۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے

جواب دیا:

”میں نے اس کے اندر شرافت اور عقلمندی دیکھی۔ اس لیے میں نے اپنے کام اس کو سپرد کر دیے“۔

اس نے کہا:

”انہوں نے عطیہ (شاعر) کو ایک ہزار کا انعام دیا“۔ (اس کا جواب) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ دیا:

”میں نے اپنے مال کے ذریعہ اس کا منہ بند کیا تاکہ وہ مجھے گالی نہ دے“۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

آپ نے فرمایا: ”تم نے جو کیا سو کیا“

پھر آپ نے انھیں واپس بھیج دیا اور یہ فرمایا:

”جب تم وہاں پہنچو تو زیاد اور عقلیہ کو بھیج دو“۔

زیاد کی آمد:

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا چنانچہ عقیلہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس) زیاد سے پہلے پہنچ گئی اس لیے زیاد جب آئے تو دروازے پر کھڑے رہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو دروازے پر زیاد کھڑے ہوئے تھے۔ اور وہ سفید کنان کی پوشاک پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا ”یہ لباس کیسا ہے“ زیاد نے اس کی تفصیل بتائی تو آپ نے پوچھا ”اس کی کیا قیمت ہے؟“ انہوں نے صحیح طریقہ سے اس کی معمولی قیمت بتائی۔ پھر آپ نے پوچھا:

زیاد سے گفتگو:

”تمہارا وظیفہ کیا ہے؟“ وہ بولے ”دو ہزار“ فرمایا: ”تم نے پہلے وظیفہ کو کیسے خرچ کیا؟“ وہ بولے ”میں نے پہلے وظیفہ پر اپنی والدہ کو خرید کر آزاد کیا اور جب دوسرا وظیفہ ملا تو میں نے اپنے پرورش یافتہ لڑکے عبید کو خرید کر آزاد کیا“ آپ نے فرمایا ”تم نے صحیح فعل کیا۔“

زیاد سے متاثر:

آپ نے ان سے فرائض و سنن اور قرآن کریم کے احکام دریافت کیے تو انھیں فقیہ و عالم پایا۔ چنانچہ آپ نے انھیں بصرہ واپس بھیج دیا اور بصرہ کے حکام کو ہدایت بھیجی کہ وہ ان کی رائے پر عمل کریں۔

جھوٹ کی مذمت:

آپ نے عقیلہ (لوئڈی کو مدینہ ہی میں روک لیا۔ پھر آپ نے فرمایا:

”ضہب عنزی نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حق بات میں مخالفت کی تھی مگر ایک دنیاوی بات میں وہ ان سے الگ ہو گئے تھے۔ انہوں نے حق بات بھی کہی تھی اور جھوٹ بھی بولا تھا۔ جس نے ان کی حق بات کو بھی بگاڑ دیا تھا۔ اس لیے جھوٹ سے پرہیز کرو کیونکہ دروغ گوئی دوزخ کی طرف لے جاتی ہے۔“

بیروز میں دوبارہ آمد:

حطیہ (شاعر) ان سے ملا تھا اور انہوں نے جنگ بیروز میں اسے انعام دیا تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیروز کا محاصرہ شروع کیا تھا اور ان سے جنگ کی تھی یہاں تک کہ انہیں شکست دے دی۔ پھر وہاں سے چلے گئے اور ان لوگوں پر ربیع کو حاکم مقرر کیا۔ پھر مکمل فتح کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ واپس آئے اور مال غنیمت کو تقسیم کروایا۔

اصفہان کی جنگ:

حضرت احف بن علی رضی اللہ عنہ کے بھتیجے اسید بن شمس بیان کرتے ہیں:

”میں اصفہان کی جنگ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک تھا۔ جب حضرت عبداللہ بن ورقاء رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن ورقاء اسدی رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں وہاں کے دیہات فتح ہوئے۔“

حکام کے تبادلے:

پھر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو فہ تبدیل کر دیے گئے اور بصرہ پر عمر بن سراقہ مخزومی رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا گیا۔ دوبارہ حضرت

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ کے حاکم بنائے گئے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ میں نماز پڑھانے پر مقرر تھے بصرہ کی حکومت کا کام بنا ہوا تھا اور یکجا نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعض اوقات حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بعض جنگی مہموں میں اسلامی لشکروں کی امداد کے لیے بھیج دیتے تھے اور وہ بعض لشکروں کے لیے امدادی فوج لے کر جاتے تھے۔

کردوں سے جنگ:

سلیمان بن بریدہ کی روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین کے پاس مومنوں کا کوئی لشکر اکٹھا ہو جاتا تو آپ اہل علم و فقہ میں سے کسی شخص کو امیر مقرر کرتے تھے۔ چنانچہ جب ایک دفعہ مسلمانوں کا لشکر تیار ہو گیا تو آپ نے حضرت سلمہ بن قیس اشجعی رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا اور انھیں یہ ہدایات دیں:

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کو ہدایات:

”تم اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ ان لوگوں کے برخلاف جو اللہ کو نہیں مانتے ہیں۔ جب تم مشرک دشمنوں سے ملو تو انھیں اسلام کی دعوت دو۔ اگر وہ قبول کر لیں اور اپنے گھروں میں رہنا پسند کریں تو ان کے مال و دولت پر ذکوۃ مقرر ہو جائے گی مگر انھیں مال غنیمت میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ البتہ اگر وہ تمہارے ساتھ جہاد پر جانا چاہیں تو انھیں تمہارے جیسے حقوق حاصل ہوں گے اور ان پر تمہارے جیسے فرائض بھی عائد ہوں گے۔“

خراج کی دعوت:

اگر وہ مسلمان ہونے سے انکار کریں تو خراج دینے کی دعوت دو اگر وہ خراج دینا قبول کر لیں تو انہیں ان کے دشمن سے بچاؤ اور انھیں خراج ادا کرنے کے لیے فارغ چھوڑ دو اور انھیں ان کی حیثیت اور طاقت سے زیادہ کام کرنے پر مجبور نہ کرو۔

ذاتی ذمہ داری پر معاہدہ:

اگر وہ (خراج ادا کرنے سے بھی) انکار کریں تو ان سے جنگ کرو اگر وہ تمہارے مقابلے میں قلعہ بند ہو جائیں اور تم سے درخواست کریں کہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے مطابق ان کا فیصلہ کیا جائے تو اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنے پر رضامند نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ تم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ان کے بارے میں کیا ہے؟ اور اگر وہ تم سے یہ درخواست کریں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری میں آنے کے لیے تیار ہیں تو تم اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری کو بھی قبول نہ کرو بلکہ خود اپنی ذمہ داری کے مطابق ان کا فیصلہ کرو۔

دیگر ہدایات:

اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تم مال غنیمت میں خیانت نہ کرو اور نہ غداری کرو اور نہ کسی کے اعضاء کا ٹوا اور نہ کسی بچے کو قتل کرو۔“

فتح و نصرت:

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ہم روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہماری ملاقات اپنے مشرک دشمنوں سے ہوئی۔ ہم نے

امیر المومنین کے احکام و ہدایات کے مطابق انہیں دعوت اسلام دی۔ انہوں نے اس سے انکار کیا۔ پھر ہم نے انہیں خراج ادا کرنے کی دعوت دی تو جب انہوں نے اس سے بھی انکار کیا تو ہم نے ان کے ساتھ جنگ کی تا آنکہ اللہ نے ہمیں ان پر فتح و نصرت عطا فرمائی۔ ہم نے جنگ بوسپا ہیوں کو قتل کیا اور ان کے اہل و عیال کو جنگی قیدی بنالیا۔“

زیورات کا صندوقچہ:

ہم نے مالِ غنیمت جمع کیا تو حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے کچھ زیورات اور جواہرات دیکھے تو انہوں نے فرمایا: ”تمہیں اس میں سے کوئی حصہ نہیں پہنچے گا۔ تم خوشی سے اس بات کی اجازت دو کہ ہم اسے امیر المومنین کے پاس بھیجوا دیں۔ کیونکہ وہ بھی بہت محنت و مشقت برداشت کر رہے ہیں۔“ تمام مسلمان اس کے بھجوانے پر راضی ہو گئے تو حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے ان زیورات کو ایک صندوقچہ میں رکھا۔ پھر انہوں نے اپنے قبیلے کے ایک شخص کے ہاتھ سے روانہ کیا اور یہ ہدایات دیں:

قاصد کو ہدایت:

”اسے لے کر سوار ہو جاؤ۔ جب بصرہ پہنچو تو امیر المومنین کے انعامات کی توقع پر دو سواریاں خرید لو اور ان پر اپنا اور اپنے غلام کا توشہ راہ لادو اور پھر امیر المومنین کی طرف روانہ ہو جاؤ۔“

کھانا کھلانا:

قاصد کہتا ہے: ”میں نے حسب ہدایت کام کیا۔ جب میں حضرت عمر امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ مسلمانوں کو دن کا کھانا کھلا رہے تھے اور آپ عصاء پر اسی طرح ٹیک لگائے ہوئے تھے جس طرح ایک چرواہا ٹیک لگاتا ہے۔ آپ کھانے کے پیالوں کے درمیان گشت لگا رہے تھے اور فرما رہے تھے۔“

کھلانے کی نگرانی:

”اے یرفاء! ان لوگوں کو اور گوشت دو اور ان لوگوں کو مزید روٹی دو اور انہیں مزید شور بہ دو۔“

جب میں پہنچا تو آپ نے فرمایا: ”بیٹھ جاؤ۔“

معمولی کھانا:

میں قریب کے لوگوں میں بیٹھ گیا تو دیکھا کہ وہ لوگ موٹا اور سخت کھانا کھا رہے ہیں۔ بلکہ وہ کھانا جو میرے ساتھ (توشہ کے طور پر تھا) وہ اس سے عمدہ تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گھر:

جب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: ”اے یرفاء! برتن اٹھا لو۔“

پھر آپ واپس جانے لگے تو میں آپ کے پیچھے ہولیا۔ آپ گھر میں آئے پھر کمرے میں داخل ہو گئے تو میں نے (اندر آنے کی اجازت) طلب کی اور سلام کیا تو آپ نے مجھے اجازت دے دی۔ جب میں اندر گیا تو آپ دو گدوں کے ایک بچھونے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جو چمڑے کے تھے اور ان میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ آپ نے مجھے ایک گدا دیا جس پر میں بیٹھ گیا۔ وہاں ایک کمرے پر پردہ پڑا ہوا تھا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی غذا:

آپ نے فرمایا: ”اے ام کلثوم رضی اللہ عنہا! تم ہمارا کھانا لاؤ“ انھوں نے روغن زیتون کے ساتھ ایک روٹی بھیجی جس میں درمیان بغیر کئے نمک کی ایک ڈلی رکھی ہوئی تھی۔
حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے گفتگو:

آپ نے فرمایا: ”اے ام کلثوم رضی اللہ عنہا! تم باہر نکل کر کیوں نہیں آ رہی ہو کہ تم ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ“ وہ بولیں ”میں آپ کے پاس ایک اجنبی مرد کی آواز سن رہی ہوں“ آپ نے فرمایا ”ہاں! اور میرے خیال میں وہ اس شہر کا رہنے والا نہیں ہے۔“
قاصد کہتا ہے: ”اس وقت مجھے اندازہ ہوا کہ آپ مجھے نہیں پہچانتے ہیں۔“

ان کا جواب:

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں مردوں کے سامنے نکلوں تو آپ مجھے ویسا ہی لباس پہنائیں جیسا کہ ابن جعفر نے اپنی بیوی کو پہنایا ہے۔“ آپ نے فرمایا ”کیا تمہارے لیے یہ (اعزاز) کافی نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ ام کلثوم (حضرت) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں اور امیر المومنین (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں۔“

خليفة کا کھانا:

پھر آپ نے فرمایا: ”تم کھاؤ اگر وہ خوش ہوتیں تو تمہیں اس سے زیادہ عمدہ کھانا کھلاتا“ وہ قاصد بولا: ”میں نے تھوڑا کھانا کھایا۔ کیونکہ جو کھانا میرے پاس تھا وہ اس سے زیادہ عمدہ تھا۔ تاہم جس طرح آپ کھانا کھا رہے تھے۔ میں نے کسی کو اس سے بہتر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ کا ہاتھ اور منہ کھانے سے آلودہ نہیں ہوئے۔ پھر آپ نے فرمایا: ”پینے کی کوئی چیز لاؤ“ چنانچہ آپ کے پاس ستولایا گیا۔ آپ نے فرمایا ”اس آدمی کو بھی دو“ چنانچہ مجھے بھی دیا گیا۔ میں نے اسے تھوڑی مقدار میں پیا کیونکہ جو ستو میرے پاس تھا وہ اس سے عمدہ تھا۔ پھر آپ نے پیا اور یہ دعا پڑھی:

کھانے کے بعد دعا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي اطْعَمَنَا فَاتَّبَعْنَا وَ سَقَانَا فَارْوَانَا.

”تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پیٹ بھر کر کھانا کھلایا اور اس نے پلایا تو ہمیں سیراب کر دیا۔“
میں نے کہا: ”امیر المومنین! نے پیٹ بھر کر کھانا کھلایا اور سیراب ہو کر پیا۔ اے امیر المومنین! میرا ایک ضروری کام ہے۔“

آپ نے فرمایا:

اصل گفتگو:

”تمہارا کیا کام ہے“ میں نے کہا ”میں سلمہ ابن قیس رضی اللہ عنہ کا قاصد ہوں“ آپ نے فرمایا ”سلمہ بن قیس اور اس کے قاصد کا ہم خیر مقدم کرتے ہیں۔ تم مجھے مہاجرین کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کیسے ہیں؟“ میں نے کہا ”اے امیر المومنین! وہ جیسا کہ آپ چاہتے ہیں خیریت سے ہیں اور اپنے دشمن پر انھوں نے فتح و نصرت حاصل کر لی ہے۔“

آپ نے پوچھا:

گوشت کا بھاؤ:

”ان کے بھاؤ کیسے ہیں؟“ میں نے کہا ”وہاں کے نرخ سب سے ارزاں ہیں“ آپ نے پوچھا: ”گوشت کا بھاؤ کیا ہے کیونکہ وہ عربوں کا ایسا درخت ہے جس کے بغیر عرب رہ نہیں سکتے“ میں نے کہا ”گائے کا یہ بھاؤ ہے اور بھیڑ بکری کا یہ بھاؤ ہے۔“

جنگ کا حال:

”اے امیر المومنین! ہم روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہم اپنے مشرک دشمنوں سے ملے۔ ہم نے حسب حکم ان کو اسلام کی دعوت دی۔ انھوں نے انکار کیا تو ہم نے انھیں خراج ادا کرنے کی دعوت دی جب انھوں نے اسے بھی قبول نہیں کیا تو ہم نے ان کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ اللہ نے ہمیں فتح و نصرت عطا کی۔ تو ہم نے جنگجو سپاہیوں کو مار ڈالا اور ان کے اہل و عیال کو گرفتار کر لیا۔“

زیورات کا تحفہ:

”جب ہم نے مال غنیمت کو اکٹھا کیا تو حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت میں زیورات دیکھے۔ اس پر انھوں نے مسلمانوں سے کہا ”یہ چیز تمہیں نہیں ملے گی۔ کیا تم اس بات پر رضامند ہو کہ میں اسے امیر المومنین کے پاس بھیج دوں؟“ وہ بولے ”ہاں“ قاصد کہتا ہے ”یہ کہہ کر میں نے اپنا صندوق نکالا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان زیورات کے نگینوں کی طرف نگاہ ڈالی تو وہ سرخ زرد اور سبز رنگ کے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انھیں دیکھ کر کود پڑے۔ پھر اپنی کمر پر ہاتھ رکھ کر فرمانے لگے: ”(اگر میں یہ زیورات قبول کر لوں تو) اللہ عمر کا پیٹ نہ بھرنے دے۔“

تحفہ سے انکار:

عورتوں نے یہ خیال کیا کہ میں اچانک (خدا نا خواستہ) ان پر حملہ کر رہا ہوں تو وہ سب پردہ کے پاس آگئیں۔ آپ نے فرمایا ”تم جو لائے ہو وہ واپس لے جاؤ۔“ میں نے کہا: ”اے امیر المومنین! مجھے سواری عطا فرمائیں۔“ آپ نے فرمایا:

سواری کی اونٹنیاں:

”اے یرفاء! اسے صدقہ کی دو اونٹنیاں دے دو۔ جب تم اپنے سے زیادہ کسی اور کو ان کا ضرورت مند دیکھو تو اسے یہ دونوں اونٹنیاں دے دو۔“

میں نے کہا: ”اے امیر المومنین! میں ایسا ہی کروں گا۔“ آپ نے فرمایا:

جلد واپسی کی ہدایت:

”اگر مسلمان ان (زیورات) کے تقسیم ہونے سے پہلے اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے تو میں تمہارے اور تمہارے حاکم کے ساتھ بہت برا سلوک کروں گا۔“

زیورات کی تقسیم:

قاصد کہتا ہے: ”میں وہاں سے جلد کوچ کر کے (حضرت) سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور کہا آپ نے مجھے جس کام کے لیے مخصوص کیا تھا اللہ نے اس میں برکت نہیں عطا فرمائی۔ آپ ان زیورات کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیں اس سے پہلے کہ مجھ پر اور آپ پر کوئی مصیبت نازل ہو۔“ چنانچہ انھوں نے یہ (زیورات) ان میں تقسیم کر دیے۔ اس وقت ایک ایک نگینہ پانچ یا چھ درہم میں

فروخت ہوا حالانکہ ہر ایک نگین میں ہزار کی قیمت سے زیادہ تھا۔

روایت میں اختلاف:

سیف کی دوسری روایت میں (مذکورہ بالا واقعات کے بارے میں قدرے اختلاف) ہے۔ اس کے مطابق راوی کا بیان ہے۔ ”جب ہم نے مالِ غنیمت کو جمع کیا تو حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے جو اہرات کے دو ڈبے پائے جسے انہوں نے ایک صندوقچے میں رکھ دیا۔“

مختلف الفاظ:

(آگے کے واقعات میں) جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ لوگ یہ کہیں۔ (حضرت) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا“

عمر بن الخطاب کی بیوی ہے؟“۔

اس کا جواب انہوں نے یہ دیا:

”یہ بات میرے لیے مفید نہیں ہے۔“

(آگے چل کر) جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ستو) پینے کے لیے (قاصد کو) کہا تو وہ کہتے ہیں ”میں نے بہت تھوڑا پیا کیونکہ جو چیز میرے ساتھ تھی وہ اس سے زیادہ عمدہ تھی۔ پھر آپ نے پیالہ لیا جو ان کی پیشانی سے جا لگا۔ آپ نے فرمایا: ”تم کم خور و کم نوش ہو۔“

قاصد کو ملامت:

(آگے کے واقعہ میں) مزید یہ مذکور ہے: ”جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اگر یہ قبول کروں) تو خدا کرے عمر کا پیٹ نہ بھرے۔ اس وقت خواتین نے یہ خیال کیا کہ میں نے ان پر قاتلانہ حملہ کر دیا ہے اس لیے انہوں نے پردہ اٹھایا“ آپ نے فرمایا ”اے یرفاء! اس کی گردن دباؤ“ چنانچہ اس نے میری گردن دبائی اور میں چیخ رہا تھا۔ اس وقت آپ نے فرمایا:

دھمکی:

بہت جلد بھاگ کر واپس جاؤ۔ میرا خیال ہے کہ تم دیر کرو گے۔ میں خدا کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اگر مسلمان اپنے موسم سرما کے ٹھکانوں کی طرف منتشر ہو گئے تو (میں مصیبت نازل کروں گا)۔

دعوتِ جہاد:

شقیق بن سلمہ اسدی کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان مسلمانوں کو جو حیرہ کے مقام پر تھے حضرت سلمہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد کرنے کی دعوت دی تھی اور فرمایا تھا۔ ”تم اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ۔“

آخری حج:

اس سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ حج کیا۔ یہ آپ کا آخری حج تھا جو آپ نے مسلمانوں کے ساتھ ادا کیا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت

مسور بن مخرمہ کی روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار میں گشت کر رہے تھے کہ آپ کو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام ابولولوة ملا۔ وہ عیسائی تھا۔ وہ بولا: ”اے امیر المؤمنین! آپ (حضرت) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے میری سفارش کر دیں کیونکہ مجھ پر بہت بڑا خراج لگا ہوا ہے“ آپ نے پوچھا: ”تم پر کتنا خراج ہے؟“ وہ بولا:

ابولولوة کا جواب:

روزانہ دو درہم“ آپ نے پوچھا ”تمہارا کیا پیشہ ہے؟“ وہ بولا ”(میں) بڑھی ہوں اور نقاش اور لوہا بھی ہوں“ اس پر آپ نے فرمایا: ”چونکہ تم کئی کام کرتے ہو اس لیے تمہارا خراج زیادہ نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم کہتے ہو کہ میں ایک ایسی پن چکی بنا سکتا ہوں جو ہوا کے زور سے آٹا پیس دے“ اس نے کہا ”ہاں (میں یہ کام کر سکتا ہوں)“ آپ نے فرمایا ”تم میرے لیے ایسی پن چکی بنا دو“ وہ بولا ”اگر میں زندہ رہا تو میں آپ کے لیے ایسی پن چکی بناؤں گا جس کا مشرق و مغرب میں چر چار ہے گا۔“

غلام کی دھمکی:

یہ کہہ کر وہ چلا گیا آپ نے فرمایا: ”اس غلام نے مجھے دھمکی دی ہے، پھر آپ اپنے گھر واپس چلے گئے۔“

کعب کی پیش گوئی:

جب دوسرا دن ہوا تو کعب الاحبار آپ کے پاس آ کر کہنے لگا ”اے امیر المؤمنین میرا خیال ہے کہ آپ تین دن میں وفات پا جائیں گے“ آپ نے پوچھا ”تمہیں کیسے معلوم ہوا“ وہ بولے ”مجھے اللہ بزرگ و برتر کی کتاب تورات میں یہ بات نظر آئی ہے“ آپ نے فرمایا ”کیا تمہیں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا نام بھی تورات میں ملا ہے؟“ وہ کہنے لگے ”آپ کا نام تو نہیں ہے لیکن آپ کا حلیہ اور صفت موجود ہے۔ اس بات کا پتہ چلا ہے کہ آپ کی زندگی ختم ہو گئی ہے۔“

دنوں کا شمار:

راوی کا بیان ہے کہ اس زمانے میں آپ کو کوئی بیماری اور تکلیف لاحق نہ تھی۔ دوسرے دن بھی کعب آئے اور کہنے لگے: ”آپ کا ایک دن گزر گیا ہے اور دو دن باقی ہیں“ اگلے دن آ کر وہ کہنے لگے ”آپ کے دو دن گزر گئے اور صرف ایک دن باقی رہ گیا ہے۔ اب آپ کی زندگی صبح تک ہے۔“

ابولولوة کا وار:

جب اگلی صبح ہوئی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ صبح کے وقت نماز کے لیے نکلے۔ آپ نے صف بندی کے لیے آدمی مقرر کر رکھے تھے۔ چنانچہ جب صف بندی ہو گئی تو آپ نے تکبیر کہہ کر نماز شروع کر دی۔ عین اس وقت ابولولوة نمازیوں کی صفوں میں گھس گیا جس کے ہاتھ میں خنجر تھا۔

چھ دفعہ حملہ:

اس کے دونوں طرف تیز دھاروں کے پھل تھے۔ اس کا دستہ درمیان میں تھا۔ اس نے آپ پر چھ دفعہ حملہ کیا۔ اس کا ایک وار آپ کی ناف کے نیچے پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ اسی وقت اس نے کلیب بن ابی البکر لیشی کو بھی شہید کیا جو آپ کے پیچھے تھے۔ جب آپ نے ہتھیار کی پیش اور اس کا اثر محسوس کیا تو آپ گر پڑے اور فرمایا:

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی امامت:

”کیا نمازیوں میں (حضرت) عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں؟ لوگوں نے کہا ”ہاں یہ ہیں“ آپ نے فرمایا: ”تم آگے آ کر لوگوں کو نماز پڑھاؤ“ چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی جب کہ آپ گر گئے تھے۔

اہم مشورہ:

پھر سلمان آپ کو اٹھا کر آپ کے گھر لے گئے۔ جہاں آپ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا: ”میں تم سے ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں“ وہ بولے ”ہاں اگر آپ مشورہ کریں گے تو میں آپ کا مشورہ قبول کروں گا“ آپ نے فرمایا ”تم کیا سمجھ رہے ہو؟“ وہ بولے: ”کیا آپ اس (خلافت) کی طرف اشارہ کر رہے ہیں؟“ آپ نے فرمایا ”نہیں“ اس پر انہوں نے کہا ”بخدا میں اس میں شامل نہیں ہوں گا“ آپ نے فرمایا ”تم خاموش رہو۔ تا آنکہ میں ان لوگوں سے مشورہ نہ کر لوں جن سے تاحین حیات رسول اللہ ﷺ خوش رہے۔“

مجلس شوریٰ کا تقرر:

”تم (حضرات) علی، عثمان، زبیر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو بلواؤ“ (جب وہ آگئے) تو آپ نے فرمایا: ”تم تین دن تک اپنے بھائی طلحہ کا انتظار کرو اگر وہ آجائیں (تو بہتر ہے) ورنہ اپنے معاملے کا خود فیصلہ کر لو۔“

ارکان شوریٰ کو ہدایت:

”اے علی رضی اللہ عنہ! میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اگر تم حاکم بن جاؤ تو بنو ہاشم کو لوگوں کے سروں پر مسلط نہ کر دینا۔ اے عثمان رضی اللہ عنہ! ابراہے خدا اگر تم حاکم بن جاؤ تو تم بنو ابومعیط کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط نہ کر دینا۔ اے سعد رضی اللہ عنہ! اگر تمہیں حکومت ملے تو تم اپنے رشتہ داروں کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ کرنا۔ تم کھڑے ہو جاؤ اور باہمی مشورے سے اپنے معاملے کا تصفیہ کر لو۔ اس وقت مسلمانوں کو صہیب رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں گے۔“

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا پہرہ:

پھر آپ نے ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا: ”تم ان کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور کسی کو ان کے پاس نہ آنے

دو۔“

جانشین کو ہدایات:

پھر آپ نے فرمایا:

”میں اپنے بعد کے آنے والے خلیفہ کو یہ ہدایت کرتا ہوں کہ وہ انصار کے ساتھ حسن سلوک کریں جنہوں نے نہ صرف

گھروں میں مسلمانوں کو پناہ دی بلکہ ایمان (اور اسلام) کو بھی پناہ دی۔ ان کے نیوکوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور ان کے بروں سے درگزر کیا جائے۔

عربوں اور ذمیوں کے حقوق:

میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو عربوں کے بارے میں بھی یہ وصیت کرتا ہوں کہ چونکہ وہ اسلام کی بنیاد ہیں اس لیے ان کے صدقات میں سے ان کا حق وصول کر کے ان کے غریبوں کو دیا جائے۔ نیز میں اپنے بعد کے خلیفہ کو یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ذمیوں کے معاہدات کو پورا کریں۔ اے اللہ! میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا ہے۔ میں نے آنے والے خلیفہ کو صاف ستھرے حالات میں چھوڑا ہے۔“

خدا کا شکر:

اے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما! تم نکل کر دیکھو کہ مجھے کس نے قتل کیا ہے۔ وہ بولے:

”آپ کو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابولولو نے قتل کیا ہے۔“

اس پر آپ نے فرمایا:

”خدا کا شکر ہے کہ میری موت ایسے شخص کے ہاتھوں نہیں ہوئی جس نے اللہ کے لیے ایک بھی سجدہ کیا ہو۔“

بیٹے کو ہدایات:

”اے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما! تم عائشہ بنت جحش کے پاس جاؤ اور ان سے درخواست کرو کہ وہ مجھے اجازت دیں کہ میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں دفن ہو جاؤں۔“

اے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما! اگر یہ لوگ اختلاف کریں تو تم اکثریت کے ساتھ رہو اور اگر ایک طرف تین ہوں اور دوسری طرف بھی تین ہوں تو تم اس جماعت کے ساتھ شامل ہو جاؤ جس میں عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہوں۔“

عام اجازت:

اے عبد اللہ رضی اللہ عنہ! اب تم لوگوں کو آنے کی اجازت دو۔“

(اجازت ملتے ہی) مہاجرین اور انصار جماعتیں داخل ہوئیں اور وہ سلام کرنے لگے۔

آپ نے فرمایا: ”کیا تمہارے مشورہ سے یہ کام ہوا ہے؟“

وہ بولے: ”معاذ اللہ (خدا کی پناہ) ہم نے ایسا نہیں کیا۔“

لوگوں کے ساتھ کعب الاحبار رضی اللہ عنہم بھی آئے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھا تو آپ نے یہ شعر پڑھے:

کعب الاحبار رضی اللہ عنہم کو خطاب:

① کعب رضی اللہ عنہ نے مجھے تین دن کے اندر (موت کی) خبر دی تھی جسے میں شمار کرتا رہا۔

بلاشک و شبہ جو کچھ کعب رضی اللہ عنہ نے کہا تھا وہ پورا ہو کر رہا۔

② مجھے موت کا خوف نہیں ہے کیونکہ موت لامحالہ آئے گی۔ مجھے پے درپے گناہوں کا خوف ہے۔

طیب کی آمد:

لوگوں نے کہا: ”اے امیر المؤمنین! آپ کسی طیب کو بلا لیجیے۔ چنانچہ بنو الحارث بن کعب رضی اللہ عنہم کا ایک طیب بلا لیا گیا۔ اس نے نبید پلوائی۔ وہ اسی طرح نکل گئی۔ پھر اس نے کہا: ”انھیں دودھ پلو او“ وہ بھی سفید رنگ کی حالت میں نکل گیا۔ پھر لوگوں نے کہا ”اے امیر المؤمنین آپ وصیت کیجیے“ آپ نے فرمایا ”میں اس سے فارغ ہو گیا ہوں“۔

وفات و تدفین:

آپ نے چہار شنبہ کی شب کو ۲۷/ ذوالحجہ ۲۳ھ کو وفات پائی اور چہار شنبہ کی صبح کو آپ کا جنازہ اٹھایا گیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مزارات کے پاس آپ کو دفن کیا گیا۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی امامت:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر نماز جنازہ پڑھائی۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تھے۔ ان میں سے ایک نے سر ہانے کی طرف سے پیش قدمی کی اور دوسرے نے پائیں طرف سے پیش قدمی کی۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”لا الہ الا اللہ! تم دونوں خلافت کے لیے کتنے خواہش مند ہو! کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں ہے کہ حضرت امیر المؤمنین نے یہ کہا تھا کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں گے“۔ اس پر حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ آپ کی قبر میں پانچوں حضرات اترے۔

تاریخ وفات میں اختلاف:

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات یکم محرم ۲۴ھ میں ہوئی۔

مدت خلافت:

اسلمعیل بن محمد بن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بروز چہار شنبہ ۲۶/ ذوالحجہ ۲۳ھ میں زخمی ہوئے اور بروز یکشنبہ یکم محرم ۲۴ھ کی صبح کو مدفون ہوئے۔ اس طرح آپ کی مدت خلافت دس سال پانچ مہینے اور اکیس دن رہی۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت روز دو شنبہ ۲/ محرم ۲۴ھ کو ہوئی۔

راویوں کا اختلاف:

راوی کہتے ہیں: ”میں نے یہ بات عثمان احنسی کو بتائی تو وہ کہنے لگے: ”میرے خیال میں اس خبر میں سہو ہوا ہے۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۶/ ذوالحجہ ۲۳ھ کو وفات پائی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت ۲۹/ ذوالحجہ کو ہوئی اور آپ نے اپنی خلافت کا آغاز یکم محرم ۲۴ھ سے کیا۔

ابو معشر کی روایت:

ابو معشر کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بروز چہار شنبہ ۲۶/ ذوالحجہ ۲۳ھ کو شہید ہوئے۔ ان کی مدت خلافت دس سال چھ مہینے اور چار دن رہی۔ پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت ہوئی۔

حضرت زہری رضی اللہ عنہ کا قول:

مدائنی حضرت شہاب زہری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۲۳/ ذوالحجہ کو زخمی ہوئے اور ایک دوسری روایت کے مطابق یہ حادثہ ۲۶/ ذوالحجہ کو پیش آیا۔

سیف کی روایت:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ۳/ محرم ۲۴ھ کو خلیفہ مقرر ہوئے اور انھوں نے (خلافت کے بعد) مسلمانوں کو عصر کی نماز پڑھائی۔

مجلس شوریٰ کا اجتماع:

حضرت شعبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل شوریٰ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ۳/ محرم الحرام کو اکٹھے ہوئے اس وقت نماز عصر کا وقت ہو گیا تھا اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے موذن نے اذان دے دی تھی۔ یہ لوگ اذان اور اقامت کے درمیانی عرصہ میں اکٹھے ہوئے تھے۔ پھر آپ نے نکل کر نماز عصر پڑھائی اس وقت اسلامی شہروں کے دفد آئے ہوئے تھے۔

ہشام بن محمد کی روایت:

ہشام بن محمد کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۲۷/ ذوالحجہ ۲۳ھ کو شہید ہوئے۔ ان کی مدت خلافت دس سال چھ مہینے اور چار دن رہی۔

نام و نسب:

مؤرخین نے متفقہ طور پر آپ کا نسب نامہ اسی طرح بیان کیا ہے:

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن فرط بن زرح بن عدی بن کعب بن لوی آپ کی کنیت ابو حفص ہے اور آپ کی والدہ کا اسم مبارک اور نسب یہ ہے حنتمہ بن ہاشم بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔

فاروق رضی اللہ عنہ کا لقب:

آپ فاروق کے لقب سے بھی مشہور تھے۔ بزرگان سلف کا اس میں اختلاف ہے۔ کس نے آپ کو یہ نسب دیا۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کا یہ نام رکھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول:

ذکو ان کہتے ہیں: ”میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کا نام ”فاروق“ کس نے رکھا۔ انہوں نے فرمایا: ”نبی کریم ﷺ نے (یہ نام رکھا) بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اہل کتاب نے آپ کا یہ نام تجویز کیا۔ اس کے بارے میں یہ روایت حضرت ابن شہاب زہری کی طرف منسوب ہے کہ اہل کتاب نے سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام فاروق رکھا مسلمان ان کے اس لقب کو پسند کرنے لگے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہمیں یہ روایات نہیں ملی۔

حلیہ اور صفات:

حضرت زہری بن حمیش فرماتے ہیں: ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ عید کے دن یا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں جب نمودار ہوئے تو وہ

گندم گوں اور دراز قد تھے۔ ان کے سر پر بال نہیں تھے۔ وہ پیدل چلتے ہوئے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے وہ سواری پر سوار ہوں۔ ایک دوسری روایت میں حضرت زربن حمیش فرماتے ہیں:

دراز قد:

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ عید (کی نماز) پڑھانے پیدل اور برہنہ پا آتے تھے۔ آپ چادر اوڑھے رہتے تھے (آپ اس قدر دراز قد تھے کہ) جب آپ لوگوں کو دیکھتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کسی سواری پر ہوں۔

گورارنگ:

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ فرماتے ہیں ”میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت گورا دیکھا، جس پر سرخی غالب تھی۔ آپ دراز قد تھے اور آپ کے سر کے بال نہیں تھے۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں: ”(حضرت عمر رضی اللہ عنہ) سفید رنگ کے تھے جس پر سرخی غالب تھی۔ دراز قد تھے بڑھاپے کی وجہ سے سر پر بال نہیں تھے۔“

داڑھی میں خضاب:

خالد بن ابی بکر فرماتے ہیں ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ داڑھی میں خضاب لگاتے تھے اور سر میں لگتھی کرتے تھے۔“

پیدائش و عمر:

حضرت اسلم فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا:

”میں فجار کی سب سے بڑی اور آخری جنگ سے چار سال پہلے پیدا ہوا تھا۔“

عمر میں اختلاف:

بزرگان سلف کا آپ کی عمر کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو وہ پچپن سال کے تھے۔ حضرت ابن عمر کا دوسرے سلسلہ روایت میں بھی یہی قول ہے حضرت ابن شہاب زہری بھی یہی فرماتے ہیں کہ جب آپ نے وفات پائی تو آپ کی عمر پچپن سال کی تھی۔

عامر و قتادہ کا قول:

عامر کا قول ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ان کی عمر تریسٹھ سال کی تھی۔ حضرت قتادہ کا قول ہے کہ آپ کی عمر اکتھ سال کی تھی۔ حضرت اسلم کا قول ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو اس وقت ان کی عمر شریف ساٹھ سال کی تھی۔

معتبر روایت:

محمد ابن عمر کہتے ہیں یہ روایت ہمارے نزدیک سب سے زیادہ معتبر ہے۔ مدائنی کی روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو اس وقت ان کی عمر ستاون سال کی تھی۔

اہل و عیال:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عہد جاہلیت میں زینب بنت مظلون حمیہ سے نکاح کیا تھا۔ ان کے بطن سے حضرت عبداللہ بن

عمر حضرت عبدالرحمن اکبر اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما پیدا ہوئیں۔

ملیکہ بنت جریول:

علی بن محمد کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ملیکہ بنت جریول خزاعی سے بھی عہد جاہلیت میں نکاح کیا تھا اور ان کے بطن سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ آپ نے انھیں زمانہ صلح میں چھوڑا تھا تو آپ کے بعد ابوہنم بن حذیفہ نے ان سے نکاح کیا۔

زید اصغر کی والدہ:

محمد بن عمر کی روایت ہے کہ زید اصغر اور عبید اللہ جو جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مقتول ہوئے تھے۔ ان کی والدہ ام کلثوم بنت جریول خزاعی تھیں۔ اسلام لانے کی وجہ سے حضرت کو انھیں چھوڑنا پڑا۔

قریبہ بنت ابی امیہ:

علی بن محمد کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عہد جاہلیت میں قریبہ بنت ابی امیہ مخزومی سے بھی نکاح کر لیا تھا۔ آپ نے انھیں بھی زمانہ صلح میں چھوڑا تھا۔ آپ کے بعد حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا تھا۔

ام حکیم:

روایت ہے کہ آپ نے اسلامی عہد میں ام حکیم بنت حارث مخزومی سے نکاح کیا تھا۔ ان کے بطن سے فاطمہ پیدا ہوئیں۔ اس کے بعد آپ نے انھیں طلاق دے دی۔ مدائنی کا قول ہے کہ آپ نے انھیں طلاق نہیں دی۔

جمیلہ بنت ثابت:

آپ نے عاصم بن ثابت انصاری کی ہمیشہ جمیلہ سے بھی نکاح کیا تھا۔ یہ نکاح بھی اسلامی عہد میں ہوا تھا۔ ان کے بطن سے حضرت عاصم پیدا ہوئے۔ پھر آپ نے انھیں طلاق دے دی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا:

آپ نے حضرت ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح کیا تھا۔ ان کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے ان کے لیے چالیس ہزار کا مہر مقرر کیا۔ ان کے بطن سے زید اور رقیہ پیدا ہوئے۔

لہیہ:

آپ نے ایک یمنی خاتون لہیہ سے بھی نکاح کیا تھا۔ جن کے بطن سے عبدالرحمن پیدا ہوئے۔

ام ولد:

مدائنی کا قول ہے کہ ان کے بطن سے عبدالرحمن اصغر پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ام ولد تھیں۔ واقدی کہتے ہیں: لہیہ کے بطن سے عبدالرحمن اوسط پیدا ہوئے تھے۔ عبدالرحمن اصغر کی والدہ بھی ام ولد تھیں۔

فکیہہ:

آپ کی ایک لونڈی فکیہہ تھیں وہ بھی ام ولد تھیں۔ ان کے بطن سے زینب پیدا ہوئیں۔ واقدی کا قول ہے کہ زینب حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سب سے چھوٹی تھیں۔

عائکہ بنت زید رضی اللہ عنہا:

آپ نے حضرت عائکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل سے بھی نکاح کیا۔ آپ سے پہلے وہ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ جب آپ فوت ہو گئے تو حضرت زبیر بن القوام رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا۔

ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے پیغام:

مدائن کی روایت ہے کہ آپ نے حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھی جب کہ وہ کسنتھیں، نکاح کا پیغام بھیجا۔ یہ پیغام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا گیا تھا۔ انھوں نے ام کلثوم کو اس کا اختیار دیا تو حضرت ام کلثوم نے کہا:

”میں ان کے ساتھ نکاح نہیں کروں گی۔“ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ان کا انکار:

”کیا تم امیر المؤمنین کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کرتی ہو؟“۔

وہ بولیں:

”ہاں! وہ بہت سخت زاهدانہ زندگی بسر کرتے ہیں اور خواتین کے ساتھ سخت مزاج ہیں۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور انھیں یہ حال بتایا۔ وہ بولے: ”میں آپ کے لیے کافی ہوں۔“ چنانچہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

عمر و بن العاص رضی اللہ عنہ کی آمد:

”مجھے ایک اطلاع ملی ہے جس سے میں آپ کو بچانا چاہتا ہوں۔“ آپ نے فرمایا: ”وہ کیا ہے؟“ وہ بولے ”کیا آپ نے ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے رشتہ نکاح دیا ہے؟“ آپ نے فرمایا ”کیا تم مجھے ان سے الگ رکھنا چاہتے ہو؟ یا تم میرے بجائے ان کے خواست گار ہو؟“۔

صحیح مشورہ:

وہ بولے:

”ان میں سے کسی کا طالب نہیں ہوں مگر (یہ بتانا چاہتا ہوں) کہ وہ (ام کلثوم) بہت کم سن ہیں۔ انھوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زیر سایہ نہایت آرام اور خوشحالی میں زندگی بسر کی ہے نیز آپ کا مزاج اس قدر سخت ہے کہ ہم لوگ بھی آپ سے ڈرتے ہیں اور آپ کی کسی عادت کو تبدیل نہیں کر سکتے ہیں تو ان کا کیا حال ہوگا۔ جب وہ کسی بات میں آپ کی مخالفت کریں گی اس وقت آپ ان پر غالب رہیں گے اور آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد کے ساتھ انصاف نہیں کر سکیں گے۔“

بہتر رشتہ کی اطلاع:

آپ نے فرمایا: ”میں (حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا (ام المؤمنین) سے گفتگو کر چکا ہوں انھیں کیا جواب دوں“ وہ بولے ”میں ان

سے خود گفتگو کر لوں گا۔ میں ان سے بہتر رشتہ آپ کو بتاتا ہوں۔ وہ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کی وجہ سے آپ کا رسول اللہ ﷺ کے خاندان سے بھی تعلق قائم ہو جائے گا۔

ام ابان کا انکار:

مدائنی کی روایت ہے کہ آپ نے ام ابان بنت عتبہ بن ربیعہ کی طرف بھی پیغام نکاح بھیجا۔ مگر انہوں نے آپ کو پسند نہیں کیا وہ کہنے لگیں:

”وہ اپنے دروازے کو بند رکھتے ہیں۔ مال خرچ نہیں کرتے ہیں۔ نیز آتے جاتے ہر وقت ان کا منہ بنا رہتا ہے۔“

عبداللہ بن ثعلبہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پینتالیس مردوں اور اکیس خواتین کے بعد مسلمان ہوئے۔

سیرت و خصائل:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

”اہل عرب ایک فرمانبردار اونٹ کی مانند ہیں جو اپنے قائد کی پیروی کرتا ہے۔ اس لیے انکے قائد کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ وہ انہیں کہاں لے جا رہا ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں کعبہ کے پروردگار کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں انہیں (صحیح) راستے پر لے جاؤں گا۔“

حسن کی روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عوام کی اہمیت:

”اگر میں ایسے مقام پر پہنچ جاؤں جہاں صرف میرے لیے گنجائش ہو اور دوسرے لوگ وہاں نہ سما سکتے ہوں تو خدا کی قسم! وہ میرا صحیح مقام نہیں ہے تا آنکہ میں عام لوگوں کے برابر نہ آ جاؤں۔“

قوی اور امین:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ایک غلام بیان کرتے ہیں: ”میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے سوار تھا۔ تا آنکہ وہ صدقات کے ایک باڑے میں گئے۔ اس وقت سخت گرمی تھی اور بادِ سموم چل رہی تھی۔ وہ صدقات کے اونٹوں کا باڑہ تھا۔ وہاں ایک شخص تہمد باندھے ہوئے اور سر پر بھی ایک چادر باندھے ہوئے تھے۔ وہ اونٹوں کو نکال رہے تھے جو وہاں داخل ہوئے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تم کس کو دیکھ رہے ہو۔ جب ہم وہاں پہنچے تو وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا (قرآن کریم کے معیار کے مطابق) قوی اور امین آپ ہی ہیں۔“

قوی کاموں میں انہماک:

ابوبکر عسی بیان کرتے ہیں ”میں حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ صدقات (کے جانوروں) کے باڑے میں گیا۔ اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سایہ میں بیٹھے ہوئے لکھ رہے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دھوپ میں کھڑے ہوئے جب کہ سخت گرمی پڑ رہی تھی انہیں کچھ لکھوار ہے تھے۔ ان کے بدن پر دو سیاہ چادریں تھیں۔ ایک چادر کو تہمد کے طرح باندھے ہوئے تھے اور دوسری چادر سے سر کو لپیٹ رکھا تھا۔ آپ صدقات کے اونٹ گن رہے تھے اور ان کے رنگ اور دانت کے

بارے میں لکھوار ہے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی نے کتاب اللہ سے یہ کہا تھا: ”ابا جان! انھیں (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو اجرت پر ملازم رکھ لو۔ کیونکہ جس سے تم اجرت پر کام لو ان میں سے وہ بہتر ہے جو قوی اور امین (امانت دار) ہو۔“

پھر انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”ایسے قوی اور امین آپ ہیں۔“

اسلامی شہروں کا دورہ:

حسن روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اگر میں زندہ رہا تو ان شاء اللہ میں ایک سال تک رعایا (کے علاقوں) کا دورہ کروں گا کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگوں کے بہت سے اہم کام مجھے بتائے نہیں جاتے ہیں کیونکہ ان کے حکام وہ ضروری باتیں مجھ تک نہیں پہنچاتے ہیں اور تمام لوگ مجھ تک پہنچ نہیں سکتے ہیں۔ اس لیے میں شام جاؤں گا اور وہاں دو مہینے قیام کروں گا۔ پھر میں جزیرہ کے علاقے جاؤں گا وہاں بھی دو مہینے رہوں گا۔ پھر میں مصر جاؤں گا۔ وہاں بھی دو مہینے قیام کروں گا۔ پھر بحرین کا سفر کروں گا اور وہاں بھی دو مہینے رہوں گا۔ پھر میں کوفہ آؤں گا۔ وہاں بھی میرا قیام دو مہینے کا ہوگا۔ سب سے آخر میں بصرہ جاؤں گا اور وہاں بھی دو مہینے رہوں گا۔ خدا کی قسم یہ سال نہایت عمدہ سال ہوگا۔“

ملاقات کی عام اجازت:

کعب الاحبار کہتے ہیں: ”میں ایک شخص کا جس کا نام مالک تھا، مہمان ہوا۔ وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا پڑوسی تھا۔ میں نے اس پوچھا: ”امیر المؤمنین سے ملاقات کرنے کا طریقہ کیا ہے؟“ وہ بولا:

” (ان سے ملنے میں) نہ کسی دروازے اور نہ پردے کی رکاوٹ ہے۔ وہ نماز پڑھاتے ہیں پھر وہ بیٹھ جاتے ہیں تو جو چاہے ان سے گفتگو کر سکتا ہے۔“

قومی مال کی حفاظت:

حضرت اسلم بیان کرتے ہیں: ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے بھیجا کہ میں صدقات کے اونٹوں کو محفوظ چراگا ہوں کی طرف لے جاؤں۔ لہذا میں نے اپنا سامان ان میں سے ایک عمدہ اونٹنی پر رکھا۔ جب میں نے اسے واپس لانے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ”تم اسے میرے پاس لاؤ“ اس لیے میں اسے آپ کے پاس لے گیا۔ آپ نے دیکھا کہ میرا سامان ایک عمدہ اونٹنی پر ہے تو آپ نے فرمایا: ”تم نے کیوں ایسی عمدہ اونٹنی کا انتخاب کیا جو مسلمانوں کے کسی گھر والوں کے کام آ سکتی تھی۔ تم نے کیوں کسی نوعمر اونٹ یا بوڑھی اونٹنی کا انتخاب نہیں کیا۔“

غیر مسلم سے احتیاط:

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ شہر انبار میں وہاں کا ایک باشندہ ایسا ہے جسے دفتر کے حساب کتاب میں بہت مہارت

حاصل ہے، آپ اسے کاتب مقرر کر لیں، آپ نے فرمایا: ”اس صورت میں مجھے مسلمانوں کو چھوڑ کر (ایک غیر مسلم کو) اپنا بھیدی اور رازداں بنانا ہوگا۔“

ذمہ داری کا شدید احساس:

ایک دفعہ آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ”اس ذات کی قسم! جس نے محمد ﷺ کو برحق رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اگر دریا نے فرات پر کنارے پر کوئی اونٹ ناحق ہلاک ہوگا تو مجھے اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آل خطاب سے اس کے بارے میں باز پرس کرے گا۔“

آل خطاب سے مراد صرف آپ کی ذات ہے۔

انصاف کی ہدایت:

ابو عمران جوئی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا:

”لوگ (تمہارے پاس) اپنی ضروریات پیش کرتے رہیں گے۔ اس لیے جو کوئی تمہارے پاس حاجت روائی کے لیے آئے تو اس کی تم عزت کرو۔ ایک کمزور مسلمان کے لیے یہی عدل و انصاف کے لیے کافی ہے کہ فیصلہ کرنے اور تقسیم کرنے میں اس کے ساتھ انصاف کیا جائے۔“

عوام سے ہمدردی:

حضرت شعیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: ”میرے اونٹ کی پشت پر زخم ہے اور دیگر مقامات پر بھی زخم ہیں اس لیے آپ مجھے دوسرا اونٹ دیں،“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تمہارے اونٹ کے جسم میں کوئی زخم نہیں ہے۔“ یہ سن کر وہ اعرابی پیٹھ موڑ کر بھاگ گیا اور وہ یہ شعر پڑھتا جا رہا تھا:

”ابو حفص عمر نے قسم کھا کر کہا ہے۔ اس اونٹ کو کوئی زخم نہیں پہنچا ہے اور نہ کوئی بیماری ہے۔ اگر انھوں نے غلط بیانی کی ہو تو اللہ انہیں معاف کرے۔“

یہ سن کر آپ نے فرمایا:

”اے اللہ! تو مجھے معاف کر۔“

پھر آپ نے اعرابی کو بلا کر اسے اونٹ پر سوار کر دیا۔

صلہ رحمی:

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرد آیا جو ان کا رشتہ دار تھا۔ اس نے کوئی چیز مانگی۔ آپ نے اسے دھمکایا اور بدکلامی کی وجہ سے نکال دیا۔ لوگوں نے کہا:

”اے امیر المؤمنین! فلاں آدمی نے آپ سے سوال کیا اور آپ نے اسے نکال دیا۔“

آپ نے فرمایا:

”اس نے مجھ سے اللہ کے مال میں سے مانگا تھا۔ تو اس وقت میں کیا عذر پیش کروں گا۔ اگر وہ بددیانت ثابت ہوا۔ وہ

مجھ سے میرے مال میں سے کیوں نہیں مطالبہ کرتا ہے۔“

اس کے بعد آپ نے اسے (اپنے مال میں سے) دس ہزار (کی) رقم بھیجی۔
ظلم کرنے کی ممانعت:

حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی علاقے پر کوئی حاکم مقرر کر کے بھیجتے تھے تو آپ ان کے بارے میں یہ فرماتے تھے: ”اے اللہ! میں نے انھیں اس لیے نہیں مقرر کیا ہے کہ وہ لوگوں کا مال چھینیں یا انھیں زد و کوب کریں۔ جو حاکم کسی پر ظلم کرے تو وہ میرے نزدیک حکومت کے لائق نہیں ہے۔“
منصفانہ تقسیم کی ہدایت:

معدان بن ابی طلحہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن خطبہ دیا اور فرمایا:

”اے اللہ! میں تیرے سامنے حکام بلاد کے بارے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں نے انھیں صرف اس کام کے لیے مقرر کیا ہے کہ وہ لوگوں کو دین و مذہب کی تعلیم دیں اور سنت نبوی کی اشاعت کریں اور ان کے مال غنیمت کو ان کے درمیان منصفانہ طور پر تقسیم کریں اور اگر کوئی دقت پیش آئے تو وہ مجھے مطلع کریں۔“

دینی تعلیم کی نصیحت:

ابو حصین روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حکام کو مقرر کرتے تھے تو ان کے ساتھ نکل کر انھیں رخصت کرتے تھے اور انھیں یہ نصیحت فرماتے تھے:

”میں نے تمہیں لوگوں پر اس لیے حاکم نہیں بنایا ہے کہ تم ان کی چیزیاں ادھیڑو۔ بلکہ میں نے تمہیں ان پر اس لیے حاکم بنایا ہے کہ تم نمازیں قائم کرو اور حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو اور ان کے درمیان (مال غنیمت) عادلانہ تقسیم کرو۔ میں نے تمہیں ان کے جسموں کا مالک نہیں بنایا ہے۔ تم اہل عرب کو کوڑے نہ مارو ورنہ تم انھیں ذلیل بنا دو گے اور نہ ان کی بے جا تعریف کرو۔ تاکہ وہ فریب میں مبتلا نہ ہو جائیں اور نہ تم ان سے غافل رہو ورنہ وہ محروم رہ جائیں گے۔ تم انھیں خالص قرآن کریم کی تعلیم دو اور محمد ﷺ سے کم روایت کرو۔ میں (ہر معاملے میں) تمہارے ساتھ شریک ہوں۔“

حکام سے مواخذہ:

رسول اللہ ﷺ اپنے حکام سے قصاص لیا کرتے تھے اور جب کوئی حاکم کی ان کے پاس شکایت لے کر جاتا تھا تو آپ اس حاکم اور شکایت کرنے والے کو اکٹھا کیا کرتے تھے اور اگر کوئی ایسی بات صحیح ثابت ہو جاتی تھی جو قابل مواخذہ ہوتی تھی تو آپ اس سے مواخذہ فرماتے تھے۔

زد و کوب کی ممانعت:

ابو فراس روایت کرتے ہیں کہ (ایک دن) حضرت عمر بن الخطاب نے خطبہ دیا اور فرمایا: ”اے لوگو! خدا کی قسم میں تمہاری طرف حکام اس لیے نہیں بھیجتا ہوں کہ وہ تمہاری چیزیاں ادھیڑیں یا تمہارا مال چھینیں۔ بلکہ میں انھیں اس لیے بھیجتا ہوں کہ وہ تمہیں دین اور سنت نبوی کی تعلیم دیں اور جو کوئی ان باتوں کے علاوہ اور کوئی (برا) کام کرے تو اسے میرے پاس بھیج دو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں اس سے ضرور قصاص لوں گا۔“

اس پر (حضرت) عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جلدی سے کھڑے ہو کر کہنے لگے:

حکام سے قصاص:

”اے امیر المؤمنین! اگر کوئی مسلمانوں کا حاکم ادب سکھانے کے لیے کسی کو سزا دے تو آپ اس سے بھی قصاص لیں گے“
 آپ نے فرمایا: ”ہاں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اس وقت بھی اس سے قصاص لوں گا۔ میں کیسے اس سے قصاص نہ لوں جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ وہ خود اپنی ذات کو قصاص کے لیے پیش فرماتے تھے“۔

حکام کو ہدایت:

”دیکھو تم مسلمانوں کو زد و کوب نہ کرو ورنہ تم انھیں ذلیل بنا دو گے اور نہ تم ان کی بے جا تعریف کرو ورنہ وہ فریب میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اور نہ تم ان کی حق تلفی کرو ورنہ وہ ناشکری کریں گے۔ انھیں دلدلی زمینوں میں نہ بساؤ اس طرح تم انھیں تباہ کر دو گے“۔

رعایا کی خبر گیری:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بذات خود گشت کرتے تھے اور مسلمانوں کے گھروں پر جا کر ان کا حال معلوم کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے ان کی مدد کرتے تھے۔

داخل ہونے کے آداب:

بکر بن عبداللہ مزنی کی روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک عورت آئی اور اس نے دروازہ کھول کر کہا ”آپ اس وقت تک داخل نہ ہوں جب تک کہ میں اپنے ٹھکانے پر پہنچ کر نہ بیٹھ جاؤں“ چنانچہ آپ اندر نہیں گئے جب تک کہ وہ عورت اپنے ٹھکانے پر نہیں بیٹھی۔ پھر اس نے کہا ”آپ اندر آ جائیں“ اس وقت آپ اندر داخل ہوئے اور فرمایا ”کیا (کھانے کے لیے) کچھ ہے؟“ وہ عورت کھانا لائی جو آپ نے کھا لیا۔ اس وقت حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”نماز مختصر کرو“ اس وقت انھوں نے سلام پھیرا۔ پھر وہ آپ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے:

”اے امیر المؤمنین! آپ اس وقت کیسے تشریف لائے ہیں؟“ آپ نے فرمایا:

چوروں سے حفاظت:

”کچھ حضرات بازار میں آ کر اترے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ چور (کوئی چیز نہ چرائیں) تم چلو کہ ہم ان کی حفاظت کریں“۔ اس پر وہ دونوں روانہ ہو گئے اور وہ دونوں بازار آئے اور زمین پر بیٹھ گئے اور باتیں کرتے رہے۔ انھیں ایک چراغ جلتا ہوا نظر آیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کیا میں نے سونے کے بعد چراغ جلانے سے منع نہیں کیا تھا؟“ چنانچہ وہ دونوں آگے بڑھے تو کچھ لوگ شراب پی رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ”یہاں سے واپس چلو کیونکہ میں نے انہیں پہچان لیا ہے“۔
 ٹوہ لگانے پر اعتراض:

جب صبح ہوئی تو آپ نے اس آدمی کو بلا بھیجا اور فرمایا ”کیا تم اور تمہارے ساتھی گذشتہ رات کو شراب پی رہے تھے؟“ وہ

بولی: ”آپ کو اس کا علم کیسے ہوا؟“ آپ نے فرمایا: ”میں نے خود مشاہدہ کیا ہے“ وہ بولا: ”کیا اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع نہیں کیا تھا کہ آپ کو نہ لگا یا کریں؟“ اس بات پر آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔

چراغ جلانے کی ممانعت:

کبیر بن عبد اللہ مزی کہتے ہیں کہ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چراغ جلانے پر اس لیے ممانعت فرمائی تھی کہ چوہا چراغ کی جلی کو اٹھا لے جاتا ہے اور گھر کی چھت پر پھینک دیتا ہے جس سے چھت جل جاتی ہے۔ اس وقت گھروں کی چھت کھجور کی شاخوں کی بنی ہوئی ہوتی تھیں۔“

راتوں کا گشت:

اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ”میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سنگا رخ زمین کی طرف گیا۔ جب ہم اونچے مقامات کی طرف پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ ایک جگہ آگ جل رہی تھی۔ آپ نے فرمایا: ”اے اسلم! میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسافر سوار ہیں جو رات اور سردی کی وجہ سے یہاں ٹھہر گئے ہیں۔ آؤ ہم وہاں جائیں۔“ چنانچہ ہم تیز قدم چل کر وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت کے ساتھ کچھ بچے ہیں اور ایک بانڈی آگ پر چڑھی ہوئی ہے اور اس کے بچے ہلک رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (انہیں دیکھ کر فرمایا) مسافر عورت کی جبر گیری:

”اے روشنی والو! السلام علیکم“ آپ نے اصحاب النار کہنا پسند نہیں کیا۔ وہ بولی ”وعلیک السلام“ آپ نے فرمایا ”کیا ہم قریب آسکتے ہیں؟“ اس پر وہ بولی ”اگر شرافت کے ساتھ آنا چاہتے ہو تو آ جاؤ“ اس پر قریب آ کر آپ نے دریافت کیا ”تمہارا کیا حال ہے؟“ وہ بولی ”رات اور سردی نے ہمیں یہاں روک لیا ہے“ آپ نے پوچھا: ”یہ بچے کیوں ہلک رہے ہیں؟“ وہ بولی ”بھوک (سے پریشان ہیں)“ آپ نے فرمایا ”اس ہنڈیا میں کیا چیز ہے؟“ وہ بولی ”پانی ہے جس کے ذریعے میں انہیں خاموش کر رہی ہوں۔ تاکہ وہ سو جائیں۔ بہر حال اللہ ہی ہمارے اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان فیصلہ کرے گا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت:

آپ نے فرمایا ”اللہ تم پر رحم کرے۔ عمر کو تمہاری حالت کیسے معلوم ہو سکتی ہے؟“ وہ بولی ”وہ ہم پر حکومت کرتا ہے اور ہمارے حال سے غافل ہے۔“

شکایت کا ازالہ:

اس پر آپ میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: ”آؤ ہم چلیں“ لہذا ہم نہایت تیز رفتاری کے ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ ہم آٹے کے گودام میں آئے۔ آپ نے وہاں سے ایک بوری نکالی جس میں چربی کا ایک کپا بھی تھا۔ پھر آپ نے فرمایا ”تم اسے میری پشت پر لا دو“ میں (حضرت اسلم رضی اللہ عنہ) نے کہا: ”اسے میں اٹھاؤں گا۔“

بوجھ اٹھانا:

آپ نے فرمایا: ”نہیں تم اسے میری پیٹھ پر لا دو“ آپ نے یہ الفاظ دو تین دفعہ دہرائے اور ہر موقع پر میں یہ کہتا تھا کہ ”نہیں اسے میں اٹھاؤں گا“ آخر کار آپ نے فرمایا ”کیا قیامت کے دن تم میرے گناہوں کا بوجھ بھی برداشت کرو گے؟“

آٹے کی بوری:

لہذا میں نے (وہ بوری) آپ کی پشت پر لا دی۔ اس کو لے کر آپ روانہ ہوئے اور میں بھی آپ کے ساتھ ساتھ چلا۔ آپ نہایت تیز رفتاری کے ساتھ چل رہے تھے یہاں تک کہ ہم اس عورت کے گھر پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے (وہ بوری) اتاری اور اس میں سے کچھ آٹا نکالا۔ آپ نے اس عورت سے فرمایا ”تم (یہ کام پکانے کا) مجھ پر چھوڑ دو۔ میں تمہارے لیے یہ کام کروں گا۔“

کھانا پکانا:

پھر آپ ہنڈیا کے نیچے (آگ جلانے کے لیے) پھونک مارنے لگے۔ آپ کی داڑھی بہت بڑی اور گھنی تھی اس لیے میں نے آپ کی ریش مبارک میں سے (آگ کا) دھواں نکلتا دیکھا۔

بچوں کو کھلانا:

جب کھانا پک گیا اور شور بہ تیار ہو گیا تو آپ نے ہنڈیا کو (چولہے پر سے) اتارا اور فرمایا: ”تم کوئی برتن لاؤ“ وہ عورت بڑا پیالہ لے آئی تو آپ نے اس میں کھانا نکالا اور فرمایا ”اے خاتون! تم ان بچوں کو کھانا کھلاؤ“ آپ وہاں بیٹھے رہے یہاں تک کہ ان بچوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ جو کھانا بیچ گیا وہ آپ اس کے پاس چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ میں بھی کھڑا ہو گیا۔ اس وقت اس عورت نے کہا:

عورت کی تعریف:

”اللہ آپ کا بھلا کرے۔ آپ امیر المومنین سے زیادہ اس کام (خلافت) کے حقدار ہیں۔“ آپ نے فرمایا ”تم اچھی بات کہنا جب تم امیر المومنین کے پاس آؤ گی تو مجھے ان شاء اللہ وہاں پاؤ گی“ پھر آپ اس عورت سے الگ ہو کر ایک گوشے میں چلے گئے۔

بچوں کا سوجانا:

وہاں آپ بالکل خاموش ہو گئے۔ میں آپ سے بات کر رہا تھا۔ مگر آپ مجھے کوئی جواب نہیں دے رہے تھے۔ تا آنکہ میں نے بچوں کو دیکھا کہ وہ آپس میں کشتی لڑ رہے ہیں اور ہنس رہے ہیں۔ جب وہ سو گئے اور خاموشی اور سکون چھا گیا تو آپ کھڑے ہو گئے اور خدا کا شکر ادا کر کے فرمانے لگے:

مکمل اطمینان:

”اے سلم! بھوک نے انہیں بیدار کر رکھا تھا اور اسی وجہ سے وہ رو رہے تھے اسی لیے میں نے یہ بات پسند کی کہ میں اس وقت تک یہاں سے نہ لوٹوں جب تک کہ میں ان کی وہ حالت نہ دیکھ لوں جو میں نے ابھی مشاہدہ کی ہے۔“

نصیحت کا آغاز:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: جب مسلمانوں کو کسی چیز کے کرنے کا حکم دیا کرتے تھے یا کسی مصلحت کی وجہ سے انہیں کسی کام سے روکتے تھے تو نصیحت کا آغاز اپنے اہل و عیال سے کرتے تھے اور حکم کی خلاف ورزی پر انہیں دھمکاتے تھے۔ جیسا کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے یوں بیان کیا ہے:

رشتہ داروں کو تنبیہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب منبر پر چڑھتے تھے اور لوگوں کو کسی بات سے منع کرتے تھے تو اس وقت اپنے اہل و عیال کو جمع کر کے فرماتے تھے:

”میں نے لوگوں کو ان باتوں سے منع کیا ہے اور سب لوگ ہماری طرف نظر میں اٹھا اٹھا کر اس طرح دیکھ رہے ہیں جس طرح پرندہ گوشت کی طرف اپنی نظر میں جماتا ہے۔ میں خدا کی قسم! کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں نے تم میں سے کسی کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا تو میں اس کو دو گنی سزا دوں گا۔“

مشتبہ اشخاص پر سختی:

آپ مشتبہ اشخاص پر بہت سخت تھے اور اللہ کا حق حاصل کرنے میں بہت شدت پسند تھے تا آنکہ اللہ کا حق حاصل کر کے رہیں۔ آپ کمزوروں پر مہربان اور شفیق تھے۔

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”چند مسلمان حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے:

سختی کی شکایت:

تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے (ہمارے بارے میں) گفتگو کرو۔ کیونکہ ہم ان سے اس قدر ڈرتے ہیں کہ ہم ان کی طرف نظر میں نہیں اٹھا سکتے“ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنایا تو فرمانے لگے:

نرم و سخت:

”کیا انھوں نے ایسی بات کہی ہے۔ خدا کی قسم! میں ان کے ساتھ اس قدر نرم ہوں کہ مجھے اس بارے میں اللہ کا خوف لاحق ہوتا ہے اور ان کے ساتھ اس قدر سخت بھی ہوں کہ اس صورت میں بھی مجھے خوف خدا لاحق رہتا ہے۔ خدا کی قسم! وہ جس قدر مجھے سے ڈرتے ہیں اس سے زیادہ میں ان سے ڈرتا ہوں۔“

حاکم کی شکایت:

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر پر ایک شخص کو حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی کسی سڑک پر سے گزر رہے تھے کہ اچانک انھوں نے کسی آدمی کو یہ کہتے سنا: ”اے عمر! خدا سے (ڈرو) تم اس کو حاکم مقرر کرتے ہو۔ جو خیانت کرتا ہے اور پھر تم یہ سمجھتے ہو کہ ”مجھ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے“ حالانکہ تمہارا حاکم ایسے کام کر رہا ہے۔“

شکایت دور کرنا:

آپ نے اس کو بلوا بھیجا۔ جب وہ آپ کے پاس آیا تو آپ نے اسے عصا اذنی جبہ اور بکریاں دیں اور فرمایا ”تم بکریاں چرایا کرو کیونکہ تمہارا باپ بھی چرواہا تھا“ اس کا نام بھی عیاض بن غنچہ تھا۔ پھر آپ نے اسے بلوا کر اس کے سامنے مذکورہ بالا گفتگو کا تذکرہ کیا۔ (اس نے معذرت کی) پھر آپ نے اس کو اس کی عمل داری کی طرف لوٹا دیا اور یہ نصیحت کی کہ وہ باریک لباس نہ پہنے اور عمدہ سواری پر سواری نہ کرے۔“

حکام سے معاہدہ:

ابن خزیمہ بن ثابت انصاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی کو حاکم مقرر کرتے تھے تو اس سے ایک معاہدہ لکھواتے تھے جس کے لیے مہاجرین اور انصاری ایک جماعت گواہ ہوتی تھی۔ نیز اس سے یہ شرط لی جاتی تھی کہ وہ عمدہ سواری پر سوار نہیں ہوگا اور نہ میدہ کی روٹی کھائے گا اور نہ باریک لباس پہنے گا اور عوام کی ضروریات کو روکنے کے لیے دروازہ بند نہیں کرے گا۔

تنگدستی:

سلام بن مسکین کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب مالی ضرورت ہوتی تھی تو وہ بیت المال کے خزانچی کے پاس جا کر اس سے کچھ قرض مانگتے تھے۔ بعض اوقات آپ بہت زیادہ تنگدست ہو جاتے تھے تو بیت المال کا افسر آپ کے پاس آ کر سخت تقاضا کرتا تھا تو آپ اس کے لیے کوئی نہ کوئی تدبیر نکال لیتے تھے۔ بعض اوقات آپ کی تنخواہ آ جاتی تھی تو آپ اپنی تنخواہ میں سے ادا کرتے تھے۔

عوام سے اجازت لینا:

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے (اس بیماری کو دور کرنے کے لیے) شہد کی تعریف کی گئی تو منبر پر کھڑے ہو کر مسلمانوں سے کہنے لگے: ”بیت المال میں شہد کا پیالہ ہے۔ اگر تم مجھے اجازت دو کہ میں اس میں سے کچھ شہدوں تو میں کچھ مقدار حاصل کروں گا ورنہ یہ مجھ پر حرام ہے۔“

امیر المؤمنین کی وجہ تسمیہ:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو مسلمان آپ کو اس طرح پکارتے تھے۔ ”اے خلیفہ! رسول اللہ کے خلیفہ“۔ آپ نے فرمایا: ”اس طرح خطاب بہت طویل ہو جائے گا۔ تم مومنین ہو اور میں تمہارا امیر ہوں“ اس طرح آپ کا لقب امیر المؤمنین ہو گیا۔



اولین کارنامے

ہجری سنہ کا اجراء:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے تاریخی سنہ (ہجری) کو جاری کرایا اور ابن سعد کی روایت کے مطابق اس کو تحریری شکل میں ۱۶ھ کے ماہ ربیع الاول سے رائج کرایا۔ اس کو تحریری شکل میں جاری کرنے کے اسباب کا پہلے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

تراویح باجماعت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے خطوط میں تاریخ لکھنے کا طریقہ رائج کیا اور منی کی مہریں بنوائیں اور سب سے پہلے ماہ رمضان المبارک میں تراویح کی نماز باجماعت مقرر فرمائی اور ۱۴ھ میں اس کے بارے میں تمام شہروں میں تحریری احکام جاری فرمائے لوگوں کے لیے دو قاری (حافظ) مقرر فرمائے۔ ایک مردوں کو تراویح کی نماز پڑھاتا تھا اور دوسرا عورتوں کو (تراویح کی) نماز پڑھاتا تھا۔

درہ کا استعمال:

آپ ہی نے سب سے پہلے درہ (کوڑے) کا استعمال جاری کیا اور اس کے ذریعے لوگوں کو سزائیں دیں۔

دفا تر کا قیام:

آپ نے سب سے پہلے اسلام دور میں رجسٹر اور دفا تر قائم کیے اور لوگوں کے نام اور ان کے قبائل کے لحاظ سے (رجسٹروں میں) لکھے اور ان کے وظائف مقرر کیے۔
دفا تر کے بارے میں مشورہ:

جبیر بن حویرث بن نقید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رجسٹروں کے تیار کرنے اور دفا تر قائم کرنے کے بارے میں مسلمانوں سے مشورہ کیا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”آپ کے پاس ہر سال جو مال و دولت اکٹھا ہو اسے آپ تقسیم کر دیا کریں اور کوئی چیز باقی نہ رکھیں۔“

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میری رائے یہ ہے کہ بہت مال اکٹھا ہو جائے گا جو سب مسلمانوں کے لیے کافی ہوگا۔ اگر اس کا حساب نہیں رکھا جائے

گا تو یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ کسے مال ملا اور کسے نہیں ملا۔ اس طرح مجھے بد انتظامی کا اندیشہ ہے۔“

ولید بن ہشام کا مشاہدہ:

ولید بن ہشام بن مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:
 ”اے امیر المؤمنین! میں شام گیا ہوں۔ وہاں میں نے دیکھا کہ وہاں کے بادشاہوں نے دفتر قائم کیے ہیں اور فوجوں کا
 بھی باقاعدہ انتظام ہے۔“

نام رکھنے کی ترتیب:

آپ نے ان کے قول کو پسند کرتے ہوئے دفتر قائم کیا اور فوجی نظام بھی قائم کیا۔ اس مقصد کے لیے آپ نے حضرت عقیل
 بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ، اور جبیر بن ولجہ رضی اللہ عنہ کو بلوایا جو قریش کے ماہرین انساب تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا ”تم
 لوگوں کے نام ان کے گھروں کے مطابق لکھو۔ چنانچہ انھوں نے بنو ہاشم کے افراد کے نام لکھنے سے اس کام کا آغاز کیا۔ پھر حضرت
 ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے قبیلے کے نام لکھے۔ پھر خلیفہ ہونے کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے قبیلے کے افراد کے نام لکھے۔
 جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ملاحظہ فرمایا تو آپ نے فرمایا:

اعزۃ نبوی سے ابتداء:

”میں ایسا ہی چاہتا ہوں مگر تم رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں سے اس کا آغاز کرو۔ پہلے قریب ترین عزیزوں کے نام
 لکھو، پھر درجہ بدرجہ رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کا نام لکھتے جاؤ۔ عمر کا نام اسی مقام پر لکھو جو اللہ نے اس کا مقام پہلے
 سے مقرر کر رکھا ہے۔“

بے جار عایت سے پرہیز:

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے دو تحریریں پیش کی گئیں جن میں قبیلہ بنو تیم کو بنو ہاشم کے بعد
 رکھا گیا تھا اور بنو عدی کو تیم سے بعد رکھا گیا تھا جب آپ کو وہ نام سنائے گئے تو آپ نے فرمایا ”تم عمر کو اس کے صحیح مقام پر رکھو اور
 رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ داروں کے درجہ بدرجہ لکھتے رہو۔“
 یہ بات سن کر بنو عدی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

اقربا پروری کی مخالفت:

”آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جانشین ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ تھے اس لیے آپ اپنے آپ کو
 وہیں رکھیں جہاں پر ان لوگوں نے آپ کا نام لکھا ہے“ آپ نے فرمایا ”خاموش ہو جاؤ کیا تم میرے پس پشت فائدہ حاصل کرنا
 چاہتے ہو اور اپنے مفاد کے لیے میری تمام نیکیاں تباہ کرنا چاہتے ہو۔ خدا کی قسم! ایسا نہیں ہوگا۔ تمہارا نام اپنے درجہ کے مطابق آئے
 گا خواہ رجسٹرم ہو جائے اور تمہارا نام سب سے بعد میں آئے۔ میرے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے
 ایک راہ متعین کر دی ہے اگر میں ان دونوں کی مخالفت کروں گا تو میری بات نہیں مانی جائے گی۔“

اسلام کے ذریعہ فضیلت:

خدا کی قسم! ہمیں دنیا میں کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی اور آخرت میں اگر ہمیں اپنے نیک اعمال کا ثواب ملا تو یہ سب کچھ

حضرت محمد ﷺ کے طفیل اور ان کی بدولت ہوگا۔ انھیں کے ذریعہ ہمیں عزت و شرافت حاصل ہوئی ہے۔ ان کی قوم عرب میں افضل ہے اس کے بعد آپ کے قریبی رشتہ داروں کا مرتبہ ہے عرب کو رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ عزت و شرافت حاصل ہوئی ہے۔

اعمال کی نسبت برتری:

اگر اہل عجم نیک اعمال کریں گے اور ہم کوئی نیک عمل نہ پیش کر سکیں تو وہ ہم سے زیادہ محمد ﷺ کے قریب قیامت کے دن ہوں گے۔ کسی شخص کو اللہ کے نیک کام کرنے کے لیے قرابت اور رشتہ داری کا لحاظ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جس کے اعمال کوتاہ ہوں گے اس کا نسب اس کے کام نہیں آئے گا۔

تقسیم عطیات:

ہشام کعبی بیان کرتے ہیں۔ ”میں نے یہ دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، قبیلہ خزاعہ کے (وظائف) کا رجسٹر لیے ہوئے جا رہے تھے۔ جب وہ ان کے مقام پر پہنچے تو آپ نے ایک ایک کر کے ہر کنواری اور شادی شدہ عورت کے وظائف ان کے ہاتھوں میں دیے۔ پھر وہاں سے واپس آ کر غسان گئے۔ وہاں بھی آپ نے خود (وظائف) تقسیم کیے آپ کا یہ طریقہ آپ کی وفات تک جاری رہا۔

مالی مساوات:

سائب ابن یزید کہتے ہیں۔ ”میں نے حضرت عمر بن الخطاب کو یہ فرماتے سنا ”اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے (آپ نے قسم کے یہ الفاظ تین دفعہ ہرائے) ہر ایک کا اس بیت المال میں حق ہے اور اس معاملے میں کسی کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہیں ہے۔ بلکہ میں بھی عوام کا ایک معمولی فرد ہوں۔ البتہ ہمیں کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی تقسیم کے مطابق چلنا ہوگا۔ نیز ہر ایک کے اسلامی کارناموں، اس کی دولت مندی اور ضرورت اور قدیم اسلام لانے کے تعلقات کا لحاظ کرنا ہوگا۔ خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا تو صفاء کے ایک چرواہے کو اس کا حصہ وہیں بیٹھے بیٹھے ملے گا۔“

جہاد کے گھوڑے:

سائب بن یزید بیان کرتے ہیں۔ ”میں نے حضرت عمر بن الخطاب کے پاس گھوڑے دیکھے جن کی رانوں پر داغ لگے ہوئے تھے اور وہ جہاد کے لیے وقف تھے۔“

بادشاہ اور خلیفہ کا فرق:

حضرت سلمان کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ایک دن) ان سے کہا۔ ”میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ ہوں۔“ حضرت سلمان نے ان سے کہا۔ ”اگر آپ مسلمانوں کی سرزمین سے کم و بیش مال وصول کر کے ان کا ناجائز استعمال کرتے ہیں تو آپ بادشاہ ہیں مگر خلیفہ نہیں ہیں۔“ اس بات سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبرت حاصل کی۔

رعایا کے لیے بار برداری:

نافع مولیٰ زبیر روایت کرتے ہیں۔ ”میں نے (حضرت) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا۔ اللہ ابن حنتمہ (فاروق اعظم کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک حنتمہ تھا) پر رحم کرے۔ میں نے رمادہ کے سال (قحط سالی) میں انہیں اس حالت میں دیکھا کہ وہ اپنی کمر پر

دو بوریاں لادے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ میں روغن زیتون کا پیالہ تھا۔ وہ اور اسلم (ان کے غلام) باری باری انہیں لاد کر لے جا رہے تھے۔

غریبوں کی امداد:

جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ”اے ابو ہریرہ! کہاں سے آرہے ہو؟“ میں نے کہا: ”قریب سے (آ رہا ہوں) میں آپ کے پیچھے چلتا رہا اور ہم باری باری سامان اٹھاتے رہے یہاں تک کہ ہم ایک اونچی بستی میں پہنچ گئے جہاں فیلیہ محارب کے بیس گھر تھے (وہ آپ کے پاس آئے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ”تم کیسے آئے؟“ وہ بولے: ”بھوک (ہمیں یہاں لائی ہے)“ پھر انہوں نے ہمیں مردار کی بھنی ہوئی کھال نکال کر دکھائی جسے وہ کھا رہے تھے۔ وہ بوسیدہ ہڈیوں کو پیس کر انہیں پانی میں ڈال کر پی رہے تھے۔

قحط سالی کا انسداد:

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی چادر اتاری اور آپ نے اپنے تہد کو مضبوطی کے ساتھ باندھ لیا۔ پھر آپ نے ان کے لیے کھانا پکوا لیا اور پیٹ بھر کر کھلایا۔ پھر آپ نے (حضرت) اسلم رضی اللہ عنہ کو مدینہ کی طرف بھیجا۔ وہ بہت سے اونٹ لے کر آئے جن پر آپ نے ان (بھوکے) لوگوں کو سوار کرایا اور انہیں جبانہ میں ٹھہرایا۔ پھر انہیں سینے کے لیے کپڑے بھی دیے۔ آپ ان لوگوں اور دوسرے اس قسم کے (بھوکے) لوگوں کے پاس آمد و رفت کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے قحط سالی دور کر دی۔“

قرب عوام کی حمایت:

راشد ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مال لایا گیا۔ آپ اسے عام لوگوں میں تقسیم کرنے لگے۔ انہوں نے آپ کے چاروں طرف بھیڑ لگا دی۔ اتنے میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ہناتے ہوئے آپ کے پاس پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے درہ (کوڑا) اٹھایا اور فرمایا: ”تم آگے ہو! کیا تم اس سرزمین کے خدائی سلطان سے نہیں ڈرتے ہو؟“ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ”اللہ کا سلطان تم سے نہیں ڈرتا ہے۔“

چستی اور تیز روی:

شفا بنت عبد اللہ بیان کرتی ہیں: ”میں نے کچھ نوجوانوں کو دیکھا کہ وہ درمیانی چال چل رہے تھے اور آہستہ گفتگو کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟“ لوگوں نے کہا: ”یہ عبادت گزار ہیں“ میں نے کہا: ”خدا کی قسم! (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ جب گفتگو کرتے تھے تو ان کی آواز لوگوں کے کانوں تک پہنچ جاتی تھی اور جب چلتے تھے تو تیز چلتے تھے اور جب کسی کو مارتے تھے تو سخت مارتے تھے۔ اس کے باوجود صحیح معنوں میں عبادت گزار تھے۔“

دنیا سے بے نیازی:

عبد اللہ ابن عامر کی روایت ہے کہ حضرت نے ایک شخص کی کسی چیز کے کھانے میں مدد کی تو اس شخص نے آپ کو عادیتے ہوئے کہا: ”اے امیر المؤمنین! ب کے فرزند آپ کو فائدہ پہنچائیں“ آپ نے فرمایا: ”اللہ نے اس چیز سے مجھے بے نیاز کر دیا ہے۔“

زیریں اصول:

عمر بن مجاشع کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”قوت نعل یہ ہے کہ آج کا کام کل پر نہ چھوڑا جائے۔ امانت (دیانت داری) یہ ہے انسان کا باطن اس کی ظاہری حالت کے مخالف نہ ہو۔ تم اللہ بزرگ و برتر سے ڈرتے رہو کیونکہ تقویٰ کا وصف خوفِ خدا سے حاصل ہوتا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا رہے گا اللہ اس کو محفوظ رکھے گا۔“

فوری انصاف:

حضرت شعبی کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازاروں میں گشت کرتے تھے اور قرآن کریم پڑھتے رہتے تھے اور جہاں کوئی جھگڑا ہوتا تھا اس جگہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا کرتے تھے۔

نا انصافی کی سزا:

موسیٰ بن عقبہ کی روایت ہے کہ ایک جماعت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی:

”اہل و عیال کی کثرت اور خرچ زیادہ ہے اس لیے آپ ہمارے وظائف میں اضافہ کیجئے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”تم نے ایسا کام کیا ہے کہ تمام نکالیف کو جمع کر لیا ہے اور اب اللہ کے مال کے ذریعے کام چلانا چاہتے ہو۔ بخدا میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اور تم سمندر کی بھنور میں دو کشتیوں پر سوار ہو جائیں جو منجھار میں سے ہو کر مشرق و مغرب کی طرف جائے۔ اس وقت وہ لوگ اپنی جماعت میں سے کسی کو حاکم بنا نہیں گے اگر وہ راہ راست پر چلتا رہا تو وہ اس کی پیروی کریں گے اور اس سے نا انصافی کی تو اسے قتل کر دیں گے۔“

نا جائز مال کی مذمت:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کیا مضائقہ تھا اگر آپ یہ فرماتے: ”اگر اس نے کجروی کی تو اسے معزول کر دیں گے۔“ آپ

نے فرمایا:

”نہیں قتل کی سزا آنے والے لوگوں کے لیے زیادہ عبرت ناک ہے۔ تم قریش کے شریف انسان کے اس نوجوان فرزند سے ڈرو جو خوشی کی حالت میں سوتا ہو اور غیظ و غضب کے موقع پر بھی ہنستا ہو اور پھر بھی وہ اوپر اویںچے سے حاصل کرتا رہے۔“

جماعت بندی کی ممانعت:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے قریش کے لوگوں سے فرمایا:

”مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ تم نے (مخصوص) محفلیں قائم کر رکھی ہیں۔ یہاں تک کہ جب دو اشخاص بھی کہیں بیٹھے ہیں تو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ فلاں کے ساتھیوں میں سے ہیں اور وہ فلاں کا ہم نشین ہے یہاں تک کہ ہر طرف مجالس و محافل کی کثرت ہو گئی ہے۔ خدا کی قسم! یہ چیز تمہارے دین و مذہب میں تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے۔ نیز تمہاری عزت و

شرافت اور خود تمہاری ذات میں بھی دخل ہو رہی ہے۔ مجھے وہ زمانہ نظر آ رہا ہے کہ تمہارے بعد جو آئیں گے وہ یہ کہیں گے: ”یہ فلاں کی رائے ہے“ یہ لوگ اسلام کو کئی حصوں میں بانٹ دیں گے۔ تم اپنی مجالس کو وسیع کرو اور مل کر بیٹھا کرو۔ اس طرح تمہارا اتحاد و اتفاق ہمیشہ قائم رہے گا اور دوسرے لوگوں میں تمہارا رعب زیادہ قائم رہے گا۔“

گروہ بندی سے بیزاری:

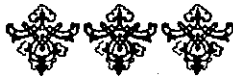
”اے اللہ! یہ لوگ مجھ سے اکتا گئے ہیں اور میں بھی ان سے بیزار ہو گیا ہوں۔ میرے احساسات جدا گانہ ہیں اور ان کے احساسات الگ ہیں۔ مجھے نہیں معلوم ہے کہ ہماری کیا حالت ہوگی۔ مجھے اسی قدر معلوم ہے کہ ان کا صرف اپنے قبیلہ میں سے تعلق ہے۔ اس لیے (اے خدا) مجھے اپنی طرف اٹھالے۔“

عوامی مفادات کو ترجیح:

عبداللہ بن ابی ربیعہ نے مدینہ منورہ میں گھوڑے پال رکھے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اس بات سے منع فرمایا۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ اسے اس بات کی اجازت دے دیں۔ آپ نے فرمایا: ”میں صرف اسی صورت میں اجازت دے سکتا ہوں کہ اس کے لیے چارہ مدینہ کے علاوہ دوسرے مقام سے لایا جائے۔“ چنانچہ انہوں نے گھوڑے اس طرح سے رکھے کہ ان کے لیے ان کی یمن کی زمین سے چارہ لایا جاتا تھا۔

سادہ لوحی کا خطرہ:

مجالد بیان کرتے ہیں ”حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی محفل میں ایک شخص کا ذکر آیا تو کہنے لگے: ”اے امیر المؤمنین! وہ شخص نہایت قابل اور فاضل انسان ہے برائی سے تو بالکل نا آشنا ہے“ آپ نے فرمایا ”(اسی لاعلمی کی وجہ سے) اس کا برائی میں پھنسنے کا زیادہ احتمال ہے۔“



فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خطبات

پہلا خطبہ:

حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں: ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد آپ نے اللہ بزرگ و برتر کا ذکر کیا۔ نیز روز آخرت کا تذکرہ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا:

”اے لوگو! میں تمہارا خلیفہ مقرر ہوا ہوں۔ اگر یہ توقع نہ ہوتی کہ میں تمہارے لیے بہترین اور سب سے زیادہ طاقتور ثابت ہوں گا اور میں تمہارے اہم کاموں کو انجام دینے کی زیادہ صلاحیت رکھتا ہوں تو میں اس ذمہ داری کو قبول نہ کرتا۔“

تائید الہی پر اعتماد:

عمر (میرے لیے) کے لیے یہ تشویش ناک مہم کافی ہے کہ وہ اس بات کا انتظار کرے کہ وہ تمہارے حقوق کی کیسی حفاظت کرتا ہے اور تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ اہم کام میں صرف اپنے پروردگار ہی سے مدد طلب کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ عمر کو اپنی قوت و تدبیر پر کوئی اعتماد نہیں ہے جب تک اللہ بزرگ و برتر کی مدد تائید اور رحمت اس کے شامل حال نہ ہو۔

خدائی مدد کی ضرورت:

اللہ بزرگ و برتر نے مجھ پر تمہارے کاموں کو انجام دینے کی ذمہ داری سونپی ہے اس لیے میں اللہ ہی سے اس مقصد کی تکمیل کے لیے امداد کا خواہاں ہوں تاکہ وہ اس کام کی تکمیل میں بھی میری ویسی ہی حفاظت کرے جیسی اس نے دوسرے کاموں میں میری حفاظت اور مدد فرمائی ہے۔ وہی اپنے احکام کے مطابق مجھے (تمہارے مال غنیمت کی) تقسیم میں عدل و انصاف کی توفیق عطا فرمائے گا۔ کیونکہ میں بہت ہی کمزور مسلمان بندہ ہوں اللہ ہی میری مدد کر سکتا ہے۔

تبدیلی نہیں ہوگی:

خلافت کا اہم منصب ان شاء اللہ میرے اخلاق و عادات میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرے گا۔ کیونکہ عظمت اور برتری صرف اللہ بزرگ و برتر کو حاصل ہے۔ اللہ کے بندوں کو اس میں سے کوئی حصہ حاصل نہیں ہے۔ اس لیے تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ خلیفہ بننے کے بعد عمر تبدیل ہو گیا ہے۔

تقویٰ اور صداقت:

میں بذاتِ خود حق و صداقت کو سمجھوں گا اور اس کے لیے پیش قدمی کروں گا اور اپنا معاملہ تمہارے سامنے پیش کروں گا۔ تاہم جس کسی کو کوئی ضرورت درپیش ہو یا اس پر ظلم ہوا ہو یا ہمارے برخلاف اسے کوئی شکایت ہو تو وہ مجھ سے بدلہ لے

سکتا ہے کیونکہ میں بھی تمہارے جیسا انسان ہوں اس لیے تم ظاہر و باطن اور اپنی عزت و آبرو کے تحفظ کے وقت ہر حالت میں اللہ سے ڈرتے رہو۔

انصاف پسندی:

تم بذات خود حق و صداقت کو قائم رکھو اور کوئی ایک دوسرے پر جھمکنہ کرے اور پھر میرے پاس تم اپنے مقدمات لاؤ۔ اس وقت میں کسی کے ساتھ (بے جا) رعایت نہیں کروں گا۔ مجھے تمہاری بھلائی عزیز ہے اور تمہاری شکایت کو دور کرنا میرا محبوب مشغلہ ہے۔

فلاح عوام:

تمہارے عوام اللہ کے شہروں میں آباد ہیں اور کچھ شہر ایسے ہیں جہاں کوئی زراعت نہیں ہوتی ہے اور نہ کوئی پیداوار ہے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ مہیا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی نعمتوں کا وعدہ کیا ہے۔

ذمہ داری کا احساس:

میں اپنی امانت (خلافت) اور اپنے فرائض کا ذمہ دار ہوں اور ان شاء اللہ اپنے فرائض اور کاموں کو بذات خود انجام دوں گا۔ اسے کسی کے سپرد نہیں کروں گا۔ اس کے علاوہ دیگر امور کو بھی مخلص اور خیر خواہ لوگوں کے سپرد کروں گا اور ان شاء اللہ ان لوگوں کے علاوہ اور کسی کے سپرد اپنی امانت نہیں کروں گا۔

دوسرا خطبہ:

آپ نے حمد و ثنا اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا:

”اے لوگو! حرص و طمع کے بعض کاموں کا انجام فقر اور مفلسی ہوتا ہے اور ناامیدی کی بعض باتیں بے نیازی اور تونگری کی طرف لے جاتی ہیں۔ تم وہ (مال) جمع کر رہے ہو جس سے تم فائدہ نہیں حاصل کرو گے۔ تم ایسی توقعات رکھتے ہو جسے تم حاصل نہیں کر سکو گے۔ تم دھوکے اور فریب کے گھر میں آباد ہو۔

ظاہری کاموں پر فیصلہ:

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں وحی الہی کے ذریعے تمہاری سب باتیں معلوم ہو جاتی تھیں چنانچہ جس کے دل میں کوئی بات پوشیدہ ہوتی۔ اس کا بھی علم ہو جاتا تھا اور جو کوئی اعلانیہ کوئی کام کرتا تھا اس کے اعلانیہ کاموں کا اعتبار کیا جاتا تھا مگر اب تم ہمارے سامنے اپنے اچھے اخلاق کا اظہار کرو کیونکہ اب صرف اللہ ہی پوشیدہ کاموں سے زیادہ واقف ہے۔ اب اگر کسی نے (بدنیتی کا) اظہار کیا اور پھر کہا کہ اس کا باطن اچھا ہے تو ہم اس کی تصدیق نہیں کریں گے اور جس نے کھلم کھلا اچھے کاموں کا اظہار کیا تو ہم اسے اچھا سمجھیں گے۔

بخل کی مذمت:

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بعض قسم کا بخل نفاق کا ایک حصہ رکھتا ہے اس لیے تم مال خرچ کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا اور جو افراد اپنے فطری بخل سے نجات حاصل کر لیں گے وہی فلاح و بہبود حاصل کریں گے۔

پاکیزہ ماحول:

اے لوگو! تم پاکیزہ ماحول میں رہو اور اپنی اصلاح کرو اور اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو۔ تم اپنی خواتین کو قبضی لباس نہ پہناؤ۔

عوام کی بہبود کا جذبہ:

میری یہ آرزو ہے کہ میں اس طرح آخرت میں نجات حاصل کروں کہ نہ تو مجھے کوئی فائدہ حاصل ہو اور نہ کوئی نقصان ہو میں توقع رکھتا ہوں کہ خواہ میری عمر تھوڑی ہو یا زیادہ میں حق و صداقت کے مطابق کام کروں اور کوئی مسلمان ایسا باقی نہ رہے جسے اللہ کے مال (غنیمت سے) اس کے حق کے مطابق نہ ملے۔ خواہ وہ گھر میں کیوں نہ ہو (اسے اس کا حق اور حصہ وہیں ملنا چاہیے) اور اسے اس کے حاصل کرنے کے لیے (میرے پاس آنا) نہ پڑے۔

رزق حلال کی ترغیب:

وہ مال جو اللہ نے تمہیں رزق کے طور پر عطا کیا ہو درست اور اچھا ہونا چاہیے۔ وہ کم مقدار جو زمری سے حاصل کی جائے اس کثیر مقدار سے بہتر ہے جو سختی سے حاصل کی جائے۔

شہادت کا مفہوم:

قتل بھی موت کی ایک قسم ہے جس میں نیک و بد دونوں مبتلا ہوتے ہیں۔ شہید وہی ہے جو ثواب کے لیے اپنی جان دے دے۔

جب تم میں سے کوئی کسی اونٹ کو خریدنے کا ارادہ کرے تو اسے دراز قد اور عظیم اونٹ انتخاب کرنا چاہیے۔ وہ اسے اپنے عصا سے مارے اگر اسے فولاد جیسے مضبوط دل کا پائے تو اسے خرید لے۔

تیسرا خطبہ:

آپ نے فرمایا: ”اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تمہارے لیے اس کا شکر ادا کرنا ضروری قرار دیا کیونکہ اس نے تمہاری خواہش اور درخواست کے بغیر تمہیں دنیا و آخرت کی فضیلت عطا کی ہے۔

اللہ کے احسانات:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہیں عدم سے محض اپنے لیے اور اپنی عبادت کرانے کے لیے تخلیق کیا۔ اسے یہ قدرت حاصل تھی کہ وہ تمہیں اپنی کمترین مخلوق کا تابع بناتا۔ مگر اس نے تمام مخلوق کو تمہارے تابع بنایا اور تمہیں اپنے علاوہ اور کسی کا تابع نہیں بنایا اس نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ہر چیز کو تمہارے تابع بنایا اور تمہیں ظاہری اور باطنی تمام نعمتیں مکمل طور پر عطا کیں۔ تمہارے لیے خشکی اور سمندر کے سفر کی سہولتیں مہیا کیں اور تمہیں پاکیزہ رزق اس لیے عطا کیا کہ تم اس کا شکر ادا کرو۔ پھر اس نے تمہیں قوت سماعت و بصارت عطا کی۔

بے شمار نعمتیں:

اللہ تبارک و تعالیٰ کی بعض نعمتیں ایسی ہیں جو تمہارے اہل مذہب کے لیے مخصوص ہیں۔ پھر یہ خاص و عام نعمتیں تمہارے

زمانے میں تمہاری مملکت میں ہر ایک کو حاصل ہیں اور یہ نعمتیں ایسی ہیں کہ اگر صرف ایک شخص کی نعمتیں تمام لوگوں میں تقسیم کر دی جائیں تو وہ اس کا صحیح طور پر شکر نہیں بجالائیں گے اور ان نعمتوں کا حق نہیں ادا کر سکیں گے۔ بجز اس کے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کے بعد اللہ کی مدد اور اس کے شامل حال ہو۔“

دو مفتوح قومیں:

اب تم اس کی سرزمین میں اس کے جانشین ہو۔ تم اہل زمین پر غالب آگے ہو۔ اللہ نے تمہارے دین و مذہب کو فتح و نصرت عطا کی ہے۔ اب دو قسم کی قوموں کے علاوہ تمہارے دین و مذہب کا کوئی مخالف نہیں ہے۔ ایک قوم کے افراد وہ ہیں جو اسلام کے مطیع ہیں وہ محنت اور خون پسینہ ایک کر کے تمہیں جزیہ ادا کرتے ہیں اور تمہیں اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔

خائف دشمن:

دوسری قوم وہ ہے جو ہر شب و روز اللہ کے انقلاب و حوادث کی منتظر ہے۔ اللہ نے ان کے دلوں پر (مسلمانوں کا) خوف و رعب طاری کر رکھا ہے۔ ان کے لیے کوئی ٹھکانہ اور پناہ کی جگہ نہیں ہے جہاں وہ بھاگ کر پناہ لے سکیں۔ اللہ بزرگ و برتر کی فوجوں نے انہیں خوف زدہ کر رکھا ہے اور وہ ان کے گھروں کے صحنوں میں اتر آئی ہیں۔

خوش حالی اور زوال:

یہ قوم بہت خوش حال ہے۔ ان کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہے اور یہ اپنی فوجی مہمیں لگا تار بھیجتی رہتی ہے اور انہیں بہت بڑی عافیت حاصل ہے۔ مگر ان تمام چیزوں کے باوجود اسلام کے نمودار ہونے پر یہ قوم اچھی حالت پر نہیں ہے۔

عظیم فتوحات کا شکر:

ہر شہر میں ان عظیم فتوحات حاصل ہونے پر اللہ کی حمد و ثنا کرنی چاہیے کیونکہ اگر شکر کرنے والے (ان نعمتوں کا) کتنا ہی شکر ادا کریں اور ذکر کرنے والے اللہ کا کتنا ہی ذکر کریں مگر وہ ان کا پورا پورا حق ادا نہیں کر سکیں گے۔ ان کے علاوہ مزید نعمتیں ایسی ہیں جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا اور نہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے بلکہ اللہ کی مدد اور اس کی رحمت و کرم کے بغیر ان کا حق بھی ادا ہونا ممکن نہیں۔

عمل کی توفیق:

اس لیے ہم اللہ سے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور جس نے ہمیں اس آزمائش میں مبتلا کیا ہے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی اطاعت کے لیے عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ہم اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے تیزی کے ساتھ آگے بڑھیں۔

نعمتوں کی تکمیل:

اے اللہ کے بندو! تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور اس کی نعمتوں کی تکمیل کرو۔ تم خواہ اپنی مخلوق میں یا تنہا ہو اس کی نعمتوں کو یاد کیا کرو کیونکہ اللہ بزرگ و برتر نے حضرت موسیٰ سے فرمایا: ”تم اپنی قوم کو اندھیرے سے روشنی کی طرف نکال کر لے آؤ اور تم انہیں اللہ کے (گزشتہ) کو یاد دلاؤ۔“

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کر کے یہ ارشاد فرمایا:

”تم یاد کرو جب کہ تم (تعداد میں) تھوڑے تھے اور اس سر زمین میں کمزور تھے“۔

خدا شناسی کی نعمت:

جب تم کمزور ہونے اور دنیا کی خیر و منفعت سے محرومی کے باوجود حق و صداقت پر تھے اور خدا شناسی اور دینداری کے ساتھ حق پر تمہارا ایمان تھا اور موت کے بعد بھلائی کے امیدوار تھے تو یہ بہت کافی تھا۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ تمہاری معاشی حالت بہت تنگ تھی اور تم اللہ سے بہت نا آشنا تھے۔ لہذا اگر تمہیں اس دینداری کے علاوہ اس دنیا کی مال و دولت کا کوئی حصہ نہ ملتا تو یہ بھی تمہارے لیے کافی تھا کہ آخرت میں تمہاری نجات ہوگی اور وہیں تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔

دنیا اور آخرت کی نعمتیں:

مگر اب اللہ نے تمہیں دنیا و آخرت دونوں مقامات کی نعمتیں عطا کی ہیں اور اگر تم چاہتے ہو کہ یہ (دونوں نعمتیں) برقرار رہیں تو تم اللہ کے حق کو پہچانو اور اس کے لیے نیک عمل کرو اور اپنے نفس کو اطاعت پر آمادہ کرو اور ان (دنیاوی) نعمتوں کی خوشی کے ساتھ ساتھ ان کے زائل ہو جانے کا خوف بھی رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اگر نعمت کی ناشکری کی جائے گی تو وہ نعمت بہت جلد چھن جائے گی۔ مگر نعمت کا شکر ادا کرنے پر نعمت میں اضافہ ہوگا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر مرثی:

حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”ایک خاتون نے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ پر اشکباری کرتے ہوئے کہا ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ (کی وفات) پر مجھے اس قدر صدمہ ہوا کہ وہ پھیل کر تمام انسانوں تک سرایت کر گیا“ دوسری خاتون نے بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو بنت ابی شممہ نے ان پر اشکباری کی اور کہا:

” (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کی موت پر افسوس ہے جنہوں نے ہر کجروی کو درست کیا اور ہر بگڑے ہوئے کام کو صحیح کیا۔ انہوں نے فتنوں کا خاتمہ کیا اور سنت نبوی کو زندہ کیا۔ وہ ہر عیب سے پاک و صاف ہو کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔“

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ مزید روایت کرتے ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے تو میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ میں یہ چاہتا تھا کہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کے ارشادات سنوں۔ آپ غسل کرنے کے بعد اس حالت میں نکلے کہ آپ اپنے سر اور داڑھی کے بالوں کو جھاڑ رہے تھے اور وہ ایسی پوشاک پہنے ہوئے تھے کہ اس کی وجہ سے کوئی شک باقی نہیں رہا تھا کہ معاملہ (خلافت) آپ کے سپرد ہوگا۔ آپ نے فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خراج تحسین:

”اللہ ابن الخطاب (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) پر رحم کرے۔ بنت ابی شممہ نے یہ الفاظ بالکل صحیح کہے ہیں: ”وہ دنیا کی بھلائی اپنے ساتھ سمیٹ کر لے گئے ہیں اور اس کی برائی سے نجات حاصل کر لی ہے“۔ خدا کی قسم! اس نے خود یہ الفاظ نہیں

کہے ہیں بلکہ (خدا کی طرف سے) اس سے کہلوائے گئے ہیں۔“

عائکہ بنت زید رضی اللہ عنہا کا مرثیہ:

عائکہ بنت زید رضی اللہ عنہا بنت عمر بن الخطاب نے یہ (مرثیہ) کہا ہے:

- ① فیروز (قاتل عمر) نے ہمیں ایسی گوری چٹی شخصیت کا صدمہ دیا ہے جو عبادت گزار اور کتاب اللہ کی تلاوت کرتے تھے۔ خدا اس (قاتل) کو بھلائی سے محروم رکھے۔
- ② آپ اپنے رشتہ داروں پر بہت مہربان تھے اور دشمنوں کے لیے سخت تھے اور آپ قابل اعتماد تھے اور حوادث زمانہ کے موقع پر (لوگوں) کے مددگار تھے۔

دوسرا مرثیہ:

انہی شاعرہ (عائکہ بنت زید رضی اللہ عنہا) نے یہ اشعار بھی کہے ہیں (ان کا ترجمہ یہ ہے)

- ① اے آنکھ! تو اشکباری اور ماتم کر بلکہ نجیب الطرفین امام (خلیفہ) پر اشکباری کرنے میں کوناجی نہ کر۔
 - ② موت نے مجھے اس علم بردار شہسوار کا صدمہ پہنچایا ہے جو میدان جنگ میں مشہور تھا۔
 - ③ حوادث زمانہ کے مقابلے میں آپ لوگوں کی پناہ گاہ تھے اور مصیبت زدہ اور غم کے ماروں کے فریادرس تھے۔
 - ④ تم غریب و امیر دونوں سے کہہ دو کہ تمہیں اب مرجانا چاہیے کیونکہ موت نے انہیں قومی تباہی کا پیالہ پلا دیا ہے۔
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کا ماتم:

ایک دوسری خاتون نے اشکباری کرتے (یہ اشعار) کہے ہیں:

- ① عنقریب قوم کی خواتین تم پر غم انگیز انداز سے اشکباری کریں گی۔
- ② اور اپنے صاف ستھرے دینار (اشرفیوں) کی طرح چہروں کو نوچیں گی۔
- ③ اور ریشمی لباس (کو اتار کر) ماتمی لباس تن زیب کریں گی۔



حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزید سیر و خصائل

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج کیا جب آپ نے جہان کے مقام پر پہنچے تو آپ نے فرمایا:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْعَلِيُّ الْمُعْطَى مَا شَاءَ مِنْ شَاءَ.

”اللہ کے سوا جو بزرگ و بلند ہے اور کوئی معبود نہیں ہے وہ جس کو چاہے عطا کرے۔“

انقلاب زمانہ:

(اس کے بعد آپ نے فرمایا) ”میں اس وادی میں (اپنے والد محترم) خطاب کے اونٹ اوٹی لباس پہنے ہوئے چرایا کرتا تھا۔ وہ (والد) بہت سخت مزاج تھے۔ جب میں کوئی کام کرتا تھا تو وہ مجھے بہت تھکا دیتے تھے اور جب میں (کام میں) کوتاہی کرتا تھا تو وہ مجھے بہت مارتے تھے۔ اب میری یہ حالت ہے کہ میرے اور اللہ کے درمیان کوئی حاکم نہیں ہے۔“ اس کے بعد آپ نے (مناسب حال) یہ اشعار پڑھے:

دنیا کی بے ثباتی:

- ① جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔ ہر چیز کی روح اور تازگی باقی نہیں رہے گی۔ صرف اللہ کی ذات باقی رہے گی۔ مال و اولاد سب فنا ہو جائیں گے۔
- ② شاہ ہرمز (شاہ ایران) کو کسی دن اس کے خزانوں نے فائدہ نہیں پہنچایا۔ قوم عادی بہشت تیار کرنے کی کوشش کی مگر وہ غیر فانی نہیں رہے۔
- ③ نہ (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) باقی رہے جن کے اختیار سے ہوائیں چلتی تھیں اور ان کے درمیان جن و انسان کی آمد و رفت تھی۔
- ④ وہ سلاطین کہاں ہیں جن کے عطیات کو ہر سمت سے قافلہ سوار اٹھا کر لایا کرتے تھے۔
- ⑤ موت کے حوض میں کسی دروغ گوئی کے بغیر ہر ایک کو اسی طرح داخل ہونا ہے جس طرح (گذشتہ زمانے کے لوگ) داخل ہوئے تھے۔

بے کسوں کی مدد:

ابوالولید کی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک لنگڑا آدمی ایک اونٹنی کو پکڑے ہوئے آیا۔ وہ بھی لنگڑی ہو گئی تھی اس نے چند اشعار کہے جس میں آپ کی تعریف کی گئی تھی۔ آپ نے اس پر لاجول ولاقوۃ الا باللہ پڑھا۔ پھر اسی شخص نے اپنی اونٹنی کے لنگڑا ہو جانے کی شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ اونٹنی اس سے لے لی اور اس کے بدلے میں ایک سرخ اونٹ پر اسے سوار کرا دیا اور اس کے ساتھ اسے زادراہ بھی فراہم کیا۔ اس کے جانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی حج کے لیے روانہ ہوئے۔ جب آپ سواری پر جا رہے تھے کہ ایک سوار آپ کو بلا جو یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

تعریف کے اشعار:

”نبی کریم (ﷺ) صاحب کتاب کے بعد اے ابن الخطاب! تمہاری طرح کسی نے ہم پر حکومت نہیں کی۔ آپ دوستوں اور غیروں دونوں کے ساتھ سب سے زیادہ نیک سلوک کرتے ہیں۔“

آپ نے اسے چھڑی مار کر ٹوکا اور فرمایا: ”ابو بکر کہاں ہیں؟“ (تم نے ان کا ذکر کیوں نہیں کیا) عہدے سے استفادہ کی ممانعت:

عبدالملک بن نوفل کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ ابن ابی شعبان رضی اللہ عنہ کو قبیلہ کنانہ پر حاکم مقرر کیا۔ وہ آپ کے پاس آئے تو ان کے ساتھ مال بھی تھا۔ آپ نے پوچھا ”اے عتبہ! یہ کیا ہے“ وہ بولے ”میں اپنے ساتھ مال لے کر گیا تھا اور (وہاں) میں نے اس کے ذریعے تجارت کی تھی“ آپ نے فرمایا:

”تم اس حالت میں مال لے کر کیوں نکلے تھے؟“ یہ کہہ کر انہوں نے ان کے ذاتی مال کو بھی بیت المال میں شامل کر دیا۔
ابوسفیان کی نصیحت:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے کہا ”اگر تم چاہو تو میں وہ مال لوٹا دوں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ سے لیا تھا؟“ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اگر آپ اپنے پیش رو کی مخالفت کریں گے تو مسلمان آپ سے بدگمان ہو جائیں گے۔ آپ مجھے وہ مال نہ لوٹائیں جو آپ سے پہلے لیا گیا تھا۔ ورنہ آپ کے بعد یہ لوگ بھی لوٹائیں گے۔“
زوجہ ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا (زوجہ ابوسفیان) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور ان سے بیت المال میں سے چار ہزار کی رقم قرض کے طور پر طلب کی اس شرط پر کہ وہ اس کے ذریعے تجارت کر کے وہ رقم واپس کر دیں گی۔ آپ نے اسی قدر رقم قرض کے طور پر دے دی۔ وہ رقم لے کر قبیلہ کلب کے علاقہ میں چلی گئیں اور وہیں خرید و فروخت کا کاروبار کرنے لگیں۔“

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس:

اس اثنا میں انھیں یہ خبر ملی کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزند عمر دونوں (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ہوئے ہیں (یہ سن کر) وہ بھی وہاں پہنچ گئیں۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے انھیں طلاق دے رکھی تھی (جب وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں تو) انہوں نے پوچھا:

بیٹے کو نصیحت:

”اماں جان! آپ کیسے تشریف لائی ہیں؟“ وہ بولیں ”اے میرے بیٹے! میں تمہیں دیکھنے کے لیے آئی ہوں (دوسری بات یہ ہے) (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کے لیے کام کرتے ہیں۔ چونکہ تمہارے والد تمہارے پاس آئے ہوئے ہیں اس لیے مجھے اندیشہ ہے کہ تم ہر چیز میں سے کچھ نہ کچھ نکال کر انھیں دو گے اور وہ اس کے مستحق بھی ہیں۔ مگر لوگوں کو یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ تم انھیں کس مد میں سے عطا کر رہے ہو اس لیے نہ صرف عام مسلمان اس پر اعتراض کریں گے بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تمہیں ملامت کریں گے اور وہ کبھی

معاف نہیں کریں گے۔“
نصیحت پر عمل:

(اس مشورہ کے مطابق) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد اور بھائی کو سودینا دیے۔ انھیں پوشاک بھی پہنائی اور ان دونوں کو سوار کر دیا (ان کے بھائی) نے اسے بڑی بات سمجھا مگر ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا ”تم اسے اہمیت نہ دو یہ وہ بخشش ہے جس کے مشورہ میں ہند شریک تھی“ اس کے بعد سب واپس چلے گئے۔
تجارت میں خسارہ:

ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ہند بھی سنا سے کہا ”کیا تمہیں (تجارت میں) فائدہ ہوا؟“ وہ بولیں: ”خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ میں مدینہ جا کر تجارت کروں گی“ جب وہ مدینہ پہنچیں تو انھوں نے مال بیچا تو اس میں انھیں خسارہ ہوا (انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اس کا اظہار کیا تو)
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گرفت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اگر میرا مال ہوتا تو میں اسے تمہارے حق میں چھوڑ دیتا۔ مگر یہ تمام مسلمانوں کا مال ہے۔ بلکہ اس مشورہ میں ابوسفیان بھی شریک تھے۔“

لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو بلا کر انھیں اس وقت تک قید میں رکھا جب تک کہ ہند نے پوری رقم ادا نہ کر دی۔
آپ نے ابوسفیان سے یہ بھی دریافت کیا: ”(حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمہیں کس قدر عطیہ دیا“ وہ بولے: ”ایک سو

دینار۔“

عطیات کی تقسیم:

حضرت احنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جب کہ وہ لوگوں کو عطیات تقسیم کر رہے تھے۔ ان کے والد جنگ حنیف میں شہید ہو گئے تھے۔ انھوں نے کہا ”اے امیر المؤمنین! میرے لیے بھی وظیفہ مقرر کیجیے“ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ جب کام سے فارغ ہوئے تو وہ متوجہ ہو کر کہنے لگے: ”تم کون ہو؟“ وہ بولے ”عبداللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ“ آپ نے فرمایا ”اے یرفاء انھیں چھ سو دو“ انھوں نے پانچ سو دیے تو انھوں نے قبول نہیں کیے۔
مستحق کی حوصلہ افزائی:

وہ کہنے لگے: ”امیر المؤمنین نے مجھ کو سو کی رقم دینے کا حکم دیا ہے“ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انھیں اس سے مطلع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے یرفاء! انھیں چھ سو دو اور ایک عمدہ پوشاک بھی دو“ لہذا انہوں نے وہ پوشاک پہن لی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہنائی تھی اور جو پوشاک وہ پہنے ہوئے تھے وہ پھینک دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
کفایت شعاری کی تلقین:

”اے فرزند! تم اپنے یہ کپڑے بھی لے جاؤ۔ یہ تم اپنے گھر کے کام کاج کے موقع پر پہنو اور یہ (ہماری) پوشاک تمہارے زیب و زینت کے کام آئے گی۔“

عین فہمی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر میں نکلا۔ ایک رات جب ہم چل رہے تھے تو میں ان کے قریب آیا تو انہوں نے اپنے پالان کے اگلے حصہ پر ایک کوڑا مار کر یہ اشعار پڑھے:

① ”تم جھوٹ بولتے ہو۔ اللہ کے گھر (خانہ کعبہ) کی قسم! (حضرت) احمد (رضی اللہ عنہ) شہید نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہم ان کی (حفاظت) کے لیے نیزہ بازی اور شمشیر زنی کے جوہر نہ دکھائیں۔

② ہم انہیں نہیں چھوڑیں گے تا آنکہ ہم ان کے قریب (جنگ کرتے ہوئے) مارے نہ جائیں اور اپنے فرزند اور اہل و عیال کو نہ بھول جائیں۔“

شاعرانہ ذوق:

پھر آپ نے فرمایا: ”استغفر اللہ“ پھر آپ چلتے رہے اور کچھ نہیں بولے۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا: ”کسی اونٹنی نے اپنی پشت پر (حضرت) محمد ﷺ سے بڑھ کر نیکی کرنے والا اور وعدہ پورا کرنے والے انسان کو نہیں اٹھایا۔“

نبوت اور خلافت کا اجتماع:

پھر آپ نے فرمایا: ”استغفر اللہ! اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! (حضرت) علی رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ کیوں روانہ نہیں ہوئے“ میں نے کہا ”مجھے معلوم نہیں ہے“ پھر آپ نے فرمایا ”اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! تمہارے والد رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں اور تم ان کے چچا زاد بھائی ہو۔ پھر تمہاری قوم کو (تمہارا انتخاب خلافت کرنے سے) کس چیز نے روکا ہے؟“ میں نے کہا ”مجھے نہیں معلوم“ میں نے کہا ”مجھے نہیں معلوم“ انہوں نے کہا ”مگر مجھے معلوم ہے وہ ناپسند کرتے تھے“ میں نے کہا ”کیوں۔ ہم تو ان کے لیے بہترین انسان تھے“ آپ نے فرمایا ”وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ نبوت اور خلافت دونوں چیزیں تمہارے اندر جمع ہو جائیں۔“

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا طریقہ:

شاید تم یہ کہو کہ (حضرت) ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس بات سے رجوع کیا۔ ہرگز نہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ دانش مندانہ طریقہ اختیار کیا اگر وہ اسے (خلافت کو) تمہارے لیے مقرر کرتے تو قریب ہونے کے باوجود اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچتا۔

زہیر کے اشعار:

تم مجھے بہترین شاعر زہیر کا یہ شعر پڑھ کر سناؤ:

① ”جب قبیلہ قیس بن عیلان بزرگی اور شرافت کا مقابلہ کرائے اور یہ معلوم کرنا چاہے کہ کون سب سے آگے بڑھے گا تو

وہ (ممدوح) سب کا سردار بن جائے گا۔“

سورۃ واقعہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے یہ شعر پڑھ کر سنا یا۔ اتنے میں صبح ہو گئی۔ پھر آپ نے فرمایا: سورۃ واقعہ پڑھ کر سناؤ۔ لہذا میں نے سورۃ واقعہ تلاوت کی پھر آپ (سواری سے) اترے اور نماز (فجر) میں بھی سورۃ واقعہ پڑھی۔

بہترین شاعر:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: ”حضرت ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی شعرو شاعری پر گفتگو کر رہے تھے۔ کسی نے کہا: ”فلاں شخص سب سے بڑا شاعر ہے“ دوسرے نے کہا: ”فلاں سب سے بڑا شاعر ہے“ جب میں آ گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تمہارے پاس اس فن کا سب سے بڑا عالم آ گیا ہے۔ کون سب سے بڑا شاعر ہے؟“ میں نے کہا ”زہیر بن ابی سلمیٰ“ آپ نے فرمایا ”تم اس کے کچھ اشعار پڑھ کر سناؤ جس سے تمہارا یہ دعویٰ ثابت ہو سکے“ میں نے عرض کیا۔

زہیر کے دیگر اشعار:

- ① زہیر نے قبیلہ عبداللہ بن غطفان کے کچھ افراد کی تعریف میں یہ اشعار کہے ہیں (ان کا ترجمہ یہ ہے) اگر کوئی جماعت اپنی اولیت یا بزرگی کی وجہ سے کرم و شرافت کے آفتاب پر بیٹھ سکتی ہے تو وہ اس پر بیٹھ جائیں گے۔
- ② یہ وہ جماعت ہے جن کے والد کا نام سنان ہے اور جب ان کے خاندان کا ذکر ہوگا تو ان کے آباؤ اجداد بھی پاکیزہ ہوں گے اور ان کی جو اولاد پیدا ہوئی ہے وہ بھی پاکیزہ نسب ہے۔
- ③ اسن و امان کی حالت میں وہ انسان ہیں اور جب جنگ کے لیے بلائے جائیں تو وہ جنات ہوتے ہیں اور جب وہ اکٹھا ہوتے ہیں تو بہادر اور ہمت والے سردار ثابت ہوتے ہیں۔
- ④ انھیں قابل رشک و حسد نعمتیں عطا ہوتی ہیں۔ مگر اللہ ان سے قابل رشک و حسد نعمتوں کو چھینتا نہیں ہے۔

اشعار کا صحیح مصداق:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اس نے بہت خوب اشعار کہے ہیں، میرے علم میں قبیلہ بنی ہاشم سے بڑھ کر ان اشعار کا کوئی مصداق نہیں ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے قرابت داری کی وجہ سے انھیں فضیلت حاصل ہے۔“

میں نے کہا: ”آپ نے صحیح بات کہی ہے اور توفیق خداوندی ہمیشہ آپ کے شامل حال رہی ہے۔“

خلافت کا معاملہ:

آپ نے فرمایا: ”اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! کیا تم جانتے ہو کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد تمہاری قوم کو تم سے کس چیز نے روکا ہے؟“ میں نے اس کا جواب دینا پسند نہیں کیا۔ اس لیے میں نے کہا ”اگر میں نہیں جانتا ہوں تو امیر المؤمنین مجھے اس سے باخبر کر دیں گے۔“

قریش کی رائے:

آپ نے فرمایا: ”وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ تمہارے اندر نبوت اور خلافت دونوں چیزیں جمع رہیں مبادا کہ تم اپنی قوم سے بد سلوکی کرو۔ اس لیے قریش نے اسے (خلافت کو) اپنے لیے پسند کیا کہ ان کی یہ رائے درست تھی اور اس میں وہ کامیاب رہے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے:

میں نے کہا ”اے امیر المؤمنین! اگر آپ مجھے گفتگو کرنے کی اجازت دیں اور مجھ پر ناراض نہ ہوں تو کچھ عرض کروں“ آپ

نے فرمایا ”اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! تمہیں بولنے کی اجازت ہے“ میں نے کہا ”آپ نے فرمایا ہے قریش نے اپنے لیے اسے انتخاب کیا اور اس معاملہ میں وہ درست تھے اور کامیاب ہوئے (اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ) اگر قریش اپنے لیے یہ انتخاب اس وقت کر لیتے جب اللہ بزرگ و برتر نے انہیں اختیار دیا تھا تو اس وقت یہ صحیح معاملہ ناقابل رد اور ناقابل حسد ہوتا۔

ناپسندیدہ جماعت:

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”وہ لوگ یہ نہیں چاہتے تھے کہ نبوت و خلافت دونوں چیزیں ہمارے اندر جمع ہو جائیں“۔ تو خدائے بزرگ و برتر نے بھی ایک جماعت کی ناپسندیدگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

”یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے اس (وحی کو) جو اللہ نے نازل فرمائی تھی پسند نہیں کیا اس لیے اس نے ان کے اعمال کا رت کر دیے“۔

مخالفتانہ خبریں:

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”ہائے افسوس! خدا کی قسم! اے ابن عباس رضی اللہ عنہما مجھے تمہارے بارے میں ایسی خبریں ملتی تھیں جن پر یقین کرنا مجھے پسند نہیں تھا کیونکہ اس سے تمہاری قدر و منزلت میرے دل سے دور ہو جانے کا اندیشہ تھا“۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا سوال:

میں نے کہا ”اے امیر المؤمنین! وہ کیا باتیں ہیں؟ اگر وہ صحیح ہیں تو آپ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ میرا مرتبہ گھٹائیں اور اگر وہ جھوٹی ہیں تو میرے جیسا انسان اسے دور کر سکتا ہے“۔

حسد اور ظلم کا الزام:

آپ نے فرمایا ”مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم یہ کہتے ہو۔ انہوں نے اسے (خلافت کو) ہم سے حسد اور ظلم کی وجہ سے الگ کر رکھا ہے“۔

الزام کا جواب:

میں نے کہا: ”آپ نے ظلم کا ذکر کیا ہے وہ تو ہر جاہل اور عقل مند پر ظاہر ہے۔ جہاں تک حسد کا ذکر ہے تو حسد تو ابلیس نے حضرت آدم پر بھی کیا تھا۔ انہیں کی اولاد ہم ہیں جن پر حسد کیا جا رہا ہے“۔

آزادی رائے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”اے بنو ہاشم! تمہارے دلوں سے حسد اور کینہ کبھی نہیں جائے گا“ میں نے کہا ”اے امیر المؤمنین ٹھہریے۔ آپ ایسے لوگوں کے دلوں پر الزام نہ لگائیے جن کی آلائش کو اللہ نے دور کر دیا ہے اور ان کے دلوں کو حسد اور فریب و مکر کی آلائش سے بالکل پاک و صاف کر دیا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا قلب مبارک بھی بنو ہاشم کے قلوب کا ایک حصہ ہے“۔

نیکیوں کی پاسداری:

آپ نے فرمایا ”اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! تم میرے پاس سے چلے جاؤ“ میں نے کہا ”بہت بہتر“ جب میں جانے کے لیے کھڑا ہوا تو آپ کو شرمندگی محسوس ہوئی۔ آپ نے فرمایا:

”اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! تم بیٹھے رہو۔ مجھے تمہارے حقوق کا خیال ہے اور مجھے تمہاری خوشی پسند ہے۔“

میں نے کہا:

”اے امیر المؤمنین! میرے آپ پر اور ہر مسلمان پر کچھ حقوق ہیں۔ جو کوئی ان حقوق کی حفاظت کرے گا تو وہ خوش نصیب ہے اور جس نے حق تلفی کی تو وہ بدنصیب ہے۔“

اس کے بعد آپ اٹھ کر چلے گئے۔

تصور کی معافی:

سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں ”حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما بازار میں سے گزر رہے تھے۔ آپ کے پاس آپ کا درہ تھا۔ جب آپ

نے اسے حرکت دی تو وہ میرے کپڑے کے کنارے پر لگا۔ آپ نے فرمایا: ”راستہ چھوڑ دو۔“

چھ سو درہم:

جب دوسرا سال آیا تو آپ مجھ سے ملے اور پوچھا ”اے سلمہ! کیا تم حج کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟“ میں نے کہا ”ہاں!“ اسی وقت میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر لے گئے اور مجھے چھ سو درہم دیے اور فرمایا ”تم اس سے حج میں کام لو اور یہ اس حرکت کا معاوضہ ہے جب کوڑا ہلا کر میں نے تمہیں تکلیف دی تھی۔“

میں نے کہا ”اے امیر المؤمنین وہ بات تو مجھے یاد بھی نہیں رہی تھی“ آپ نے فرمایا ”مگر میں اسے نہیں بھولا تھا۔“

حاکم کے فرائض:

سلمہ بن کہیل کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اے میری رعایا! ہم پر تمہارا یہ حق ہے کہ ہم غائبانہ طور پر تمہاری خیر خواہی کریں اور نیک کام میں تعاون کریں۔ حاکم کی بردباری اور نرمی سے بڑھ کر کوئی خصلت اللہ کے نزدیک محبوب نہیں ہے۔ عام لوگوں کو بھی اس کا سب سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے۔“

حاکم کی ذمہ داریاں:

”اے میری رعایا! حاکم وقت کی جہالت، اس کی بیوقوفی اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے اور اس کے نقصانات بھی سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔“

اے میری رعایا! جسے اپنے ماحول میں عافیت حاصل ہوتی ہے اسے اللہ بھی عالم بالا سے عافیت عطا کرتا ہے۔“

معرض اور ناصح:

عمران بن سواد رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: ”میں نے صبح کی نماز حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے پڑھی۔ آپ نے سورۃ سبحان اور ایک دوسری سورۃ پڑھی۔ جب آپ لوٹے لگے تو میں بھی آپ کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔“ آپ نے فرمایا ”کیا کوئی ضرورت ہے؟“ میں نے کہا ”ہاں ایک ضرورت ہے“ آپ نے فرمایا ”ساتھ چلے آؤ“ چنانچہ میں آپ کے ساتھ گیا۔ جب آپ گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ آپ ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے جس پر کچھ (بچھا ہوا) نہیں تھا۔“

ناصح کا خیر مقدم:

میں نے کہا ”میں نصیحت کرنے اور خیر خواہی کرنے کے لیے آیا ہوں“ آپ نے فرمایا ”ناصح کا صبح و شام خیر مقدم کیا جاتا ہے“ میں نے کہا ”مسلمان قوم کو آپ کی چار باتوں پر اعتراض ہے“ میں نے کہا ”آپ نے اپنے درہ کا سر اپنی ٹھوڑی پر رکھ لیا اور اس کا نچلا حصہ اپنی ران پر رکھا۔ پھر فرمایا ”ہاں! بیان کرو“۔

چار اعتراض:

میں نے کہا ”لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے حج کے مہینوں میں عمرہ ادا کرنے کی ممانعت کر دی ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا تھا اور نہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے منع کیا تھا۔ ایسا کرنا حلال ہے؟“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”یہ حلال ہے بشرطیکہ وہ حج کے مہینوں میں یہ سمجھ کر عمرہ نہ ادا کریں کہ حج کے بجائے وہ کافی ہے۔ حالانکہ حج اللہ کا اہم فریضہ ہے۔ اس معاملے میں درست طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔“

متعہ کی حرمت:

میں نے کہا ”لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کو حرام قرار دے دیا ہے حالانکہ اللہ کی طرف سے اس کی اجازت تھی۔ ہم قبضہ کر کے متعہ کیا کرتے تھے اور تین دن کے بعد (اس عورت کو) چھوڑ دیتے تھے۔“

متعہ کی منسوخی:

آپ نے فرمایا: ”رسول اللہ ﷺ نے اسے ضرورت کے زمانے میں حلال قرار دیا تھا۔ پھر لوگوں کی یہ ضرورت رفع ہو گئی کیونکہ اس کے بعد میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے اس (متعہ) پر عمل کیا ہو اور نہ دوبارہ انھوں نے اس فعل کا اعادہ کیا۔ اب اگر کوئی ضرورت مند ہے تو وہ باقاعدہ نکاح کرے اور اگر تین دن کے بعد چھوڑنا چاہے تو طلاق دے کر چھوڑے۔ اس معاملے میں بھی میری رائے درست ہے۔“

ام ولد کی آزادی:

(تیسری بات) میں نے یہ بھی ”آپ لوٹدی کو آزاد قرار دیتے ہیں جب کہ اس کے کوئی بچہ پیدا ہو۔ آپ اسے اس کے آقا کی مرضی کے بغیر آزاد قرار دیتے ہیں“ آپ نے فرمایا:

”میں نے دو قسم کی حرمت و عزت کو ملا دیا ہے۔ میرا مقصد خیر خواہی ہے۔ بہر حال میں اللہ سے معافی کا خواست گار ہوں۔“

تشدد کی شکایت:

(چوتھا اعتراض) میں نے یہ کہا: ”رعایا آپ کی سختی اور تشدد کی شکایت کرتی ہے“ اس بات پر آپ نے درہ کو اٹھایا اور اس پر ہاتھ پھیرتے رہے۔ پھر آپ نے فرمایا:

”میں (حضرت) محمد ﷺ کا زمیل (ہم رکاب) ہوں (آپ غزوۃ قرقرۃ الکندر میں رسول اللہ ﷺ کی سواری کے پیچھے بیٹھے تھے)۔“

اصلاح کے مختلف ذرائع:

”خدا کی قسم! میں پیٹ بھر کر کھاتا ہوں اور سیراب ہو کر پیتا ہوں۔ میں لوگوں کو دھمکاتا بھی ہوں اپنی عزت کی مدافعت بھی کرتا ہوں۔ کبھی لوگوں کو ہاتھ سے ہناتا ہوں۔ کبھی مارتا ہوں اور کبھی عصا بھی نکالتا ہوں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں معذور سمجھا جاتا۔“

جب (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے فرمایا:

”خدا کی قسم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی رعایا سے بخوبی واقف تھے۔“

خدا کی خوشنودی:

محمد روایت کرتے ہیں: ”مجھے یہ بتایا گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (ایک دفعہ) یہ فرمایا: ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اہل و عیال اور رشتہ داروں کو خدا کی خوشنودی کی خاطر کچھ نہیں دیتے تھے۔ میں اللہ کی رضا مندی اور خوشنودی کی خاطر اپنے اہل و عیال اور قریبی رشتہ داروں کو عطیات دیتا ہوں۔ تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظیر ملنی مشکل ہے۔“

اونٹوں کو تیل ملنا:

ابو سلیمان فرماتے ہیں: ”جب میں مدینہ آیا تو میں ایک گھر میں داخل ہوا وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک سیاہ تہہ باندھے ہوئے صدقہ اور خیرات کے اونٹوں کو روغنِ قطران مل رہے تھے۔“

دولت کی منصفانہ تقسیم:

ابو وائل روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اگر مجھے ان باتوں کا پہلے پتہ چل جاتا جو مجھے بعد میں معلوم ہوتیں تو میں دولت مندوں کے زائد مال و دولت کو حاصل کر کے انھیں غریب مہاجرین میں تقسیم کر دیتا۔“

حکام کے بارے میں تحقیقات:

اسود بن زید کی روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی وفد پہنچتا تو آپ ان سے ان کے حاکم کے بارے میں تحقیقات کرتے تھے۔ جب وہ اس کی تعریف کرتے تو آپ یہ پوچھتے تھے: ”کیا وہ تمہارے بیماروں کی عیادت کرتا ہے؟“ وہ کہتے ”ہاں“ پھر آپ پوچھتے تھے ”کیا وہ غلام کی عیادت بھی کرتا ہے؟“ جب وہ اس کا جواب بھی اثبات میں دیتے تو آپ یہ پوچھتے تھے ”کمزور کے ساتھ اس کا کیا سلوک ہے۔ کیا وہ اس کے دروازہ پر بھی بیٹھتا ہے؟“ اگر وہ کوئی برخلاف بات کہتے تھے تو آپ اس حاکم کو معزول کر دیا کرتے تھے۔

ملت اسلامیہ کی حفاظت:

عمر کی روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

① ”میں اسلام کی چار چیزوں کو تباہ نہیں ہونے دوں گا اور انہیں کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑوں گا۔ میں اللہ کے مال کے جمع کرنے اور حفاظت کرنے میں پوری طاقت استعمال کروں گا۔ ہم اسے اسی مقام پر خرچ کریں گے جہاں خرچ کرنے کا اللہ نے حکم دیا

ہے۔ ہم نے عمر کے خاندان کو بالکل الگ کر دیا ہے۔ ہمارے قبضہ میں کچھ مال و دولت نہیں ہوگی۔“۔

مہاجرین و انصار:

- ② وہ مہاجرین جو تلواریوں کے سایوں میں (جنگ کر رہے) ہیں، قید نہیں کیے جائیں گے اور انھیں کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی۔ ان کو اور ان کے اہل و عیال کو مال غنیمت فیاضی کے ساتھ تقسیم کیا جائے گا اور جب تک وہ واپس آئیں، میں ان کے اہل و عیال کی نگرانی کرتا رہوں گا۔
- ③ وہ انصار جنہوں نے اللہ کی راہ میں قربانی دی ہے اور دشمنوں سے جنگ کر رہے ہیں۔ ان کے نیک کاموں کو سراہا جائے گا اور ان کی لغزشوں کو معاف کیا جائے گا نیز اہم معاملات میں ان سے مشورہ لیا جائے گا۔

اعراب:

- ④ اعراب (خانہ بدوش بدو) عرب کی اصل آبادی اور اسلام کا سرماپہ ہیں۔ ان سے جنس کی صورت میں صدقہ اور زکوٰۃ لی جائے گی۔ درہم اور دینار کی شکل میں صدقہ وصول نہیں کیا جائے گا اور انھی کا صدقہ ان کے غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔“۔



مجلسِ شوریٰ

متوقع جانشین:

عمر بن میمون ازدی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو آپ سے کہا گیا: ”اے امیر المومنین! آپ کسی کو اپنا جانشین مقرر کریں۔ آپ نے فرمایا:

”میں کس کو خلیفہ مقرر کروں اگر (حضرت) ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو میں انہیں خلیفہ مقرر کرتا۔ اگر میرا پروردگار (قیامت کے دن) مجھ سے باز پرس کرتا تو میں جواب دیتا۔ میں نے تیرے پیغمبر ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اس امت کے امین ہیں۔“

حضرت سالم رضی اللہ عنہ:

اگر ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سالم رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو میں انہیں بھی خلیفہ مقرر کر سکتا تھا۔ اگر میرا رب ان کے بارے میں سوال کرتا تو میں یہ عرض کرتا: میں نے تیرے پیغمبر ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: سالم اللہ سے بہت محبت کرتے ہیں۔“

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مخالفت:

ایک شخص نے کہا: ”میں آپ کے سامنے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نام پیش کرتا ہوں۔“

آپ نے فرمایا:

”خدا تمہیں غارت کرے۔ خدا کی قسم! اللہ کے سامنے کبھی میں نے اس قسم کی آرزو نہیں کی۔ تم پر افسوس ہے کہ میں کیسے ایسے شخص کو خلیفہ بنا سکتا ہوں جو اپنی بیوی کو (صحیح اور شرعی) طریقہ سے طلاق دینے سے عاجز رہا ہو۔ ہمارے خاندان کا تمہارے (سیاسی) کاموں سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ میں نے خود اپنے لیے یہ منصب پسند نہیں کیا جو میں اپنے خاندان کے کسی فرد کے لیے اس کی تمنا کروں۔“

خاندان کی بے تعلقی:

اگر یہ خلافت اچھی ہے تو میں نے اس (کی خیر و برکت) کو حاصل کر لیا ہے اور اگر یہ بری ہے تو عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کے ایک فرد سے اس (کی برائی) کا محاسبہ ہو اور صرف اسی سے امت محمدی کے کاموں میں جواب طلب کیا جائے۔“

فرض شناسی:

تمہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہونی چاہیے کہ میں نے (امورِ خلافت سے انجام دینے میں) مقدور بھر کوشش کی اور اپنے گھر والوں کو (دنیا کی نعمتوں سے) محروم رکھا۔

نجات کی تمنا:

اگر میں مساوی حالت میں بھی چھوٹ جاؤں کہ نہ تو مجھ پر بار (گناہ) ہو اور نہ ثواب تو اس حالت میں بھی اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھوں گا۔

طریقہ خلافت میں بھی آزادی:

تم یہ بات ذہن نشین کر لو کہ اگر کسی کو خلیفہ نامزد کروں تو مجھ سے بہتر شخصیت (ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے بھی خلیفہ نامزد کیا تھا اور اگر میں کسی کو بھی نامزد کروں تو مجھ سے بہتر شخصیت (رسول اللہ ﷺ) نے کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا۔

خلافت سے متعلق خواب:

(ہر حالت میں) اللہ اپنے دین (اسلام) کو تباہ و برباد نہیں ہونے دے گا۔

یہ باتیں سن کر لوگ چلے گئے۔ پھر واپس آ کر کہنے لگے:

”اے امیر المؤمنین! آپ کوئی معاہدہ لکھ دیں۔“

آپ نے فرمایا:

”میں نے اس گفتگو کے بعد عزم مصمم کر لیا تھا کہ غور و فکر کے بعد تمہارا حاکم ایسے قابل ترین فرد کو مقرر کروں جو تمہیں حق و صداقت کی طرف لے جائے۔ (آپ کا اشارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھا) مگر اس اثناء میں مجھ پر غشی طاری ہو گئی اور میں نے (خواب میں) دیکھا کہ ایک شخص اس باغ میں داخل ہوا جو اس نے لگایا تھا۔ وہ ہر تر و تازہ اور پختہ پھل توڑنے لگا اور اسے اپنے نیچے جمع کرنے لگا۔ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ اللہ اپنے کاموں پر غالب رہے گا اور عمر رضی اللہ عنہ کو موت عطا کرے گا۔ لہذا میں نہیں چاہتا ہوں کہ میں مرنے کے بعد بھی اس بار (خلافت) کا متحمل رہوں۔“

مجلس شوریٰ کا تقرر:

تمہارے سامنے وہ جماعت ہے جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ ضرور بہشت میں داخل ہوں گے۔ سعید بن زید بن عمرو بن نقیل رضی اللہ عنہ بھی انھی (عشرہ مبشرہ) میں سے ہیں مگر میں انھیں اس جماعت میں شامل نہیں کروں گا۔ وہ لوگ یہ ہیں: علی اور عثمان رضی اللہ عنہما دونوں عبدالمناف کی اولاد میں سے ہیں۔ عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے ماموں ہیں۔ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خواری ہیں اور ان کے پھوپھی زاد بھائی ہیں (انھی جماعت میں) طلحہ الخیرا بن عبید اللہ ہیں۔

نئے خلیفہ کے بارے میں ہدایات:

یہ لوگ اپنے میں سے کسی شخص کا انتخاب کر لیں اور جب کسی کو خلیفہ مقرر کر لیں تو اس کی اچھی طرح حمایت کریں اور اس کے ساتھ مکمل تعاون کریں۔ اگر وہ تمہارے سپرد کوئی کام امانت کے طور پر کرے تو تمہیں اس امانت کو پوری طرح ادا کرنا چاہیے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

اس کے بعد یہ لوگ چلے گئے۔ اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے (حضرت) علی رضی اللہ عنہ سے کہا ”تم ان کے ساتھ شامل نہ ہونا“ انھوں نے کہا ”میں مخالفت کو ناپسند کرتا ہوں“ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”پھر تم وہ بات مشاہدہ کرو گے جسے تم پسند نہیں

کرتے ہوں۔

مجلس شوریٰ سے خطاب:

انگلے دن صبح کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرات علی عثمان سعد بن ابی وقاص عبدالرحمن بن عوف اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم کو بلوایا اور فرمایا:

”میں نے غور کرنے کے بعد تمہیں مسلمانوں کا سردار اور رہنما پایا۔ لہذا یہ معاملہ (خلافت) تمہارے اندر رہے گا کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو وہ تم لوگوں سے مطمئن اور خوش تھے۔ اگر تم راہ راست پر رہے تو مجھے عوام کے بارے میں تمہارے برخلاف کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہے۔ البتہ اس بات کا اندیشہ ضرور ہے کہ تم آپس میں اختلاف کرو گے اور اس کی وجہ سے عوام میں بھی اختلاف پیدا ہوگا۔“

صلاح و مشورہ کی ہدایت:

لہذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجازت لے کر ان کے حجرہ کے قریب جا کر باہم صلاح و مشورہ کرو۔ اور اپنی جماعت میں سے کسی کا انتخاب کرو۔ مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجر کے اندر نہ جانا بلکہ اس کے قریب رہنا۔ اس کے بعد آپ نے (تکلیف) پر سر رکھا تو خون جاری تھا۔

شور و غل:

بہر حال یہ سب لوگ اندر چلے گئے اور مشورہ کرنے لگے۔ پھر ان کی آواز بلند ہونے لگی۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ”سبحان اللہ! میرا مومنین ابھی فوت نہیں ہوئے ہیں۔ (مگر شور و غل ہونے لگا ہے) جب آپ نے یہ آواز سنی تو ہوش میں آ کر آپ نے یوں فرمایا:

بعد وفات کے مشورہ کی ہدایت:

”نی الحال تم (مشورہ سے) کنارہ کشی کرو۔ جب میں مر جاؤں گا تو تین دن تک صلاح مشورہ کرو۔ اس عرصہ میں صہیب نماز پڑھائیں گے۔ مگر چوتھے دن سے پہلے تم میں سے کوئی نہ کوئی امیر (خلیفہ) مقرر ہونا چاہیے۔ اس مجلس میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صرف مشیر کی حیثیت سے شریک ہوں گے اور ان کا اس (انتخاب) کے معاملے میں کوئی دخل نہیں ہو گا۔ طلحہ رضی اللہ عنہ تمہارے معاملے میں شریک ہوں گے اگر میں تین دن کے اندر آ جائیں تو انہیں اپنے معاملے میں شریک کر لینا اور اگر تین دن گزر جائیں اور وہ نہ آئیں تو تم خود ہی اس معاملے کے بارے میں فیصلہ کر لینا۔ تاہم طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مجھے کون (اطمینان دلائے گا)؟“

طلحہ رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں ان کا ذمہ لیتا ہوں۔ ان شاء اللہ وہ مخالفت نہیں کریں گے۔“

متوقع امیدوار:

آپ نے فرمایا ”مجھے بھی یہ توقع ہے کہ وہ مخالف نہیں ہوں گے۔ میرا گمان غالب ہے کہ ان دونوں اشخاص یعنی علی اور

عثمان رضی اللہ عنہ میں سے کوئی خلیفہ ہوگا۔ اگر عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو وہ نرم مزاج انسان ہیں اور اگر علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان میں ظرافت ہے اور وہ اس قابل ہیں کہ مسلمانوں کو حق و صداقت کی راہ پر قائم رکھیں۔

اگر تم سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناؤ تو وہ بھی اس کے اہل ہیں ورنہ جو خلیفہ وقت ہوگا وہ ان کا تعاون حاصل کرے گا۔ کیونکہ میں نے انھیں کسی خیانت یا نااہلی کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا۔

عبدالرحمن بن عوف کی غلط فہمی کا کیا کہنا! انھیں تائید ایزدی حاصل ہے۔ تم ان کی بات غور سے سنو۔“

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو خطاب:

آپ نے ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”اے ابو طلحہ! خدائے بزرگ و برتر نے تمہارے ذریعے طویل مدت تک اسلام کو غالب رکھا تم انصار میں سے پچاس افراد کا انتخاب کرو اور اس (مجلس شوریٰ) کو آمادہ کرو کہ وہ اپنی جماعت میں سے کسی ایک شخص کا (خلیفہ کے لیے) انتخاب کریں۔“

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو نصیحت:

آپ نے مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”جب تم مجھے قبر میں دفن کر چکو تو اس جماعت (مجلس شوریٰ) کو کسی گھر میں اکٹھا کرو تاکہ وہ اپنی جماعت میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر سکیں۔“

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو ہدایات:

آپ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تم تین دن تک مسلمانوں کو نماز پڑھاؤ اور (حضرات) علی، عثمان، زبیر، سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم کو نیز طلحہ رضی اللہ عنہ کو اگر وہ آجائیں تو کسی ایک مقام پر جمع کرو اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بھی شریک کرو مگر انہیں اس معاملہ (انتخاب) کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ تم ان کے سر پر کھڑے ہو جاؤ۔ اگر پانچ متفق ہو کر ایک شخص کا انتخاب کر لیں اور ایک شخص مخالف ہو تو اس کا سر تلوار سے پاش پاش کر دو اور اگر چار متفق ہوں اور دو مخالف ہوں تو ان دونوں کی گردنیں اڑادو۔“

انتخاب کا طریقہ:

اگر تین افراد ایک شخص (کے انتخاب) پر متفق ہوں اور تین افراد دوسرے شخص پر متفق ہوں تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ثالث بناؤ اور فریقین میں سے جس کے بارے میں وہ فیصلہ کریں اس کا انتخاب کر لیا جائے۔ اگر وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فیصلے کو تسلیم نہ کریں تو تم ان لوگوں کی حمایت کرو جن کے ساتھ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہوں اور باقی لوگوں کو قتل کر دو اگر وہ لوگوں کے متفقہ فیصلہ سے انحراف کریں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول:

اس کے بعد یہ لوگ باہر آ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بنو ہاشم کے ساتھیوں سے کہا:

”یا اگر میں تمہارے مشورہ پر عمل کروں تو تم کبھی خلیفہ نہیں بن سکو گے۔“

اتنے میں ان کی ملاقات حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ہو گئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

خلافت کے بارے میں شبہات:

وہ خلافت ہمارے پاس سے چلی گئی۔ وہ بولے ”تمہیں کیسے معلوم ہوا“۔ وہ کہنے لگے: ”(حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کو میرے ساتھ شامل کیا گیا ہے اور انہوں نے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) سے فرمایا ہے:

”تم اکثریت کا ساتھ دینا، نیز اگر دو افراد کسی ایک کی حمایت کریں اور دوسرے دو افراد کسی اور کی حمایت کریں تو تم ان کے ساتھ رہو جن میں عبدالرحمن بن عوف شامل ہوں“ لہذا (حضرت) سعد اپنے چچا زاد بھائی کی مخالفت نہیں کریں گے۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار ہیں۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔ (حضرت) عبدالرحمن بن عوف (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کریں گے یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (حضرت) عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کریں گے۔ اگر باقی دو (طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما) بھی میرے ساتھ رہے تو ان سے مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ بلکہ مجھے صرف ایک ہی سے (حمایت کرنے کی) توقع ہے۔“

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جب میں نے تم سے کوئی بات کہی (تم نے اسے قبول نہیں کیا) تم آخر میں وہی بات لے کر آتے ہو جو مجھے ناپسند ہوتی ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات پر تمہیں مشورہ دیا تھا کہ تم آنحضرت ﷺ سے دریافت کرو کہ: ”یہ معاملہ (خلافت) کس کے سپرد ہوگا؟ مگر تم نے یہ بات نہیں مانی۔“

مشورہ نہ ماننے کی شکایت:

پھر آپ کی وفات کے بعد میں نے تمہیں مشورہ دیا تھا کہ تم جلد یہ معاملہ طے کر لو مگر اس وقت بھی تم نے انکار کیا۔ اس کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمہارا نام مجلس شوریٰ میں شامل کیا تھا۔ اس وقت بھی میں نے تم سے کہا تھا کہ تم اس میں شامل نہ ہونا مگر اس سے بھی تم نے انکار کیا۔

احتیاط کا مشورہ:

اب میری ایک بات ذہن نشین کر لو۔ یہ جماعت جو بات پیش کرے تو تم اپنی خلافت کے علاوہ اور کسی بات کو تسلیم نہ کرو۔ تم اس جماعت سے محتاط رہو کیونکہ یہ لوگ ہمیشہ ہمیں اس (خلافت) کے معاملے میں دور رکھتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ کوئی دوسرا اس پر قابض ہو جائے۔ خدا کی قسم! اس وقت ایسی برائی مسلط ہوگی جس کے مقابلے میں کوئی بھلائی کا رآمد ثابت نہیں ہوگی۔

آئندہ کا طریقہ کار:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اگر (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ رہ گئے تو میں انہیں ان کی باتیں یاد دلاتا رہوں گا اور اگر وہ وفات پا گئے تو لوگ اس معاملے کو پھر اپنے درمیان گردش میں لائیں گے اور اگر (اس وقت بھی) انہوں نے (کوئی ایسا) کام کیا تو وہ مجھے اپنی مرضی کے خلاف پائیں گے۔“

(حضرت) علی رضی اللہ عنہ نے مرکز دیکھا تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو موجود پایا۔ آپ نے ان کی موجودگی کو پسند نہیں کیا۔ تاہم حضرت ابو طلحہ

رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے ابو الحسن! آپ خوفزدہ نہ ہوں۔“

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی امامت:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی اور ان کا جنازہ باہر لایا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ دونوں نے کوشش کی کہ وہ نماز جنازہ پڑھائیں۔ مگر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”تم دونوں خلیفہ بننا چاہتے ہو تمہارا اس کام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین دن تک نماز پڑھانے کے لیے (حضرت) صہیب رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے تا آنکہ لوگ کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرنے پر متفق ہو جائیں۔“ لہذا حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔
مجلس شوریٰ کا انعقاد:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدفون ہو گئے تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اہل شوریٰ کو (حضرت) مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں جمع کیا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق انھیں بیت المال میں یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اجازت کے بعد ان کے حجرہ میں جمع کیا۔ یہ لوگ تعداد میں پانچ تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ان کے ساتھ تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ موجود نہیں تھے انھوں نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان کی درباری کریں۔

اتنے میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما بھی آ کر دروازہ کے قریب بیٹھ گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نکلکر یاں مار کر انھیں اٹھو دیا اور فرمایا:

”تم چاہتے ہو کہ تم یہ کہہ سکو۔ ہم مجلس شوریٰ میں شریک تھے۔“

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی تنبیہ:

اس کے بعد لوگ اس معاملے میں بہت اختلاف کرنے لگے اور ان کی باتیں بڑھنے لگیں اس موقع پر حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا ”مجھے یہ خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ تم معاملہ (خلافت) کا فیصلہ کرنے کے بجائے باہمی رشک و رقابت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اس ذات کی قسم! جس نے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کی جان لی ہے میں ان تین دنوں پر کوئی اضافہ نہیں کروں گا جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ پھر اپنے گھر میں بیٹھ کر یہ دیکھوں گا کہ تم کیا کرتے ہو۔“

دست برداری کی تجویز:

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تم میں سے کون ہے جو خود بخود دستبردار ہو کر اس بات کی کوشش کرے کہ وہ تم میں سے بہترین شخصیت کو خلیفہ بنوائے۔“ کسی نے اس بات کا جواب نہیں دیا۔ اس پر انھوں نے فرمایا:
حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی دست برداری:

”میں خود دست بردار ہوتا ہوں“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”میں سب سے پہلے آپ کی اس کوشش میں آپ کی تائید کرتا ہوں کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔“ جو اس سرزمین کا امین ہے وہ آسمان کا بھی امین ہے، باقی سب لوگوں نے کہا ”ہم سب (آپ کو مختار بنانے پر) رضا مند ہیں“ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ اس پر عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا:

”اے ابوالحسن! آپ کی کیا رائے ہے؟“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”آپ مجھ سے پختہ عہد کریں کہ آپ حق و صداقت کو ترجیح دیں گے اور نفسانی خواہش کی پیروی نہیں کریں گے اور کسی رشتہ دار کے ساتھ رعایت نہیں کریں گے اور قوم کے ساتھ (خیر خواہی کرنے میں) کوتاہی نہیں کریں گے۔“

پختہ معاہدہ:

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تم سب بھی پختہ وعدہ کرو کہ تم سب مخالف اور تبدیل ہونے والے کے مقابلے میں میرا ساتھ دو گے اور تمہارے لیے جس شخص کا (خلیفہ کی حیثیت سے) میں انتخاب کروں، تم اس کو تسلیم کرو گے۔“

عہد مستحکم:

”میں بھی اللہ سے عہد مستحکم کرتا ہوں کہ میں کسی رشتہ دار سے اس کی رشتہ داری کی وجہ سے رعایت نہیں کروں گا اور مسلمانوں کی خیر خواہی کرنے میں کوتاہی ہی کروں گا۔“

چنانچہ انھوں نے سب لوگوں سے عہد لیا اور خود بھی ان کے ساتھ اسی قسم کا معاہدہ کیا۔ پھر انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خطاب:

”آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ حاضرین میں سب سے زیادہ اس معاملہ (خلافت) کے حقدار ہیں کیونکہ آپ کی (رسول اللہ ﷺ سے) قریبی رشتہ داری ہے اور آپ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ نیز دینداری میں آپ کی اچھی شہرت ہے اور آپ خود بھی اپنے آپ کو اس حق سے الگ نہیں خیال کرتے ہیں تاہم اگر آپ کو اس کا موقع نہ دیا جائے اور آپ اس مجلس میں شریک نہ ہوں تو اس صورت میں آپ کی رائے میں اس معاملے (خلافت) کا کون زیادہ حقدار ہوگا؟“ وہ بولے ”عثمان“ (زیادہ حقدار ہیں)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سوال:

پھر وہ تنہائی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملے اور یہ پوچھا:

”تم کہتے ہو کہ تم بنو عبدمناف کے شیخ ہو اور رسول اللہ ﷺ کے داماد اور ان کے چچا زاد بھائی ہو اور تمہیں پہلے اسلام لانے کی فضیلت بھی حاصل ہے تاہم اگر تمہیں (اس خلافت کا) موقع نہ ملے اور تم اس مجلس میں شریک نہ ہو سکو تو تم موجودہ مجلس کے کس رکن کو اس (خلافت) کا زیادہ مستحق سمجھتے؟“

وہ بولے:

”حضرت علی رضی اللہ عنہ کو۔“

سعد و زبیر رضی اللہ عنہما سے گفتگو:

پھر وہ تنہائی میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان سے بھی ویسی گفتگو کی جس طرح انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی تھی۔ انھوں نے (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا۔ پھر وہ تنہائی میں (حضرت) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

سے ملے اور ان سے گفتگو کی تو انہوں نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تائید کی۔
حضرت سعد اور حضرت علی رضی اللہ عنہما:

حضرت علیؑ حضرت سعد رضی اللہ عنہما سے ملے اور ان سے فرمایا: ”تم اللہ سے ڈرو جس کے ذریعہ تم رشتہ داروں کا واسطہ دیتے ہو۔ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے اس بیٹے (حسن یا حسین رضی اللہ عنہما) کی رشتہ داری اور اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی قرابت داری کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم میرے برخلاف (حضرت) عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے مددگار نہ بن جانا۔“
رائے عامہ کا اتفاق:

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ان راتوں میں گشت کرتے رہے۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے سپہ سالاروں اور معزز افراد سے ملاقاتیں کرتے رہے جو اس وقت مدینہ منورہ میں موجود تھے اور ان سے (خلیفہ کے انتخاب کے بارے میں) مشورہ کرتے رہے۔ وہ تنہائی میں جس کسی سے ملے اس نے (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ (کے خلیفہ ہونے) کی تائید کی۔
آخری رات کی کوشش:

آخر کار جب وہ رات آئی جس کی صبح کو وہ مقررہ مدت پوری ہوتی تھی۔ تو وہ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور انہیں جگا کر فرمایا ”کیا تم سو رہے ہو جب کہ میں اس رات بالکل نہیں سو سکا۔ تم جا کر زیر اور سعد رضی اللہ عنہما کو بلا لاؤ“ وہ ان دونوں کو بلا لائے تو انہوں نے سب سے پہلے (حضرت) زبیر رضی اللہ عنہ سے مسجد کے آخری حصہ میں اس چبوترے پر گفتگو شروع کی جو مردان کے گھر کے قریب تھا اور ان سے کہا:

”تم عبدمناف کے ان دونوں فرزندوں کو اس معاملے سے الگ کر دو۔“

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میری رائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ہے۔“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی رائے:

پھر انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ”ہم اور تم دونوں اس معاملے سے دستبردار ہیں اس لیے تم اپنی رائے مجھے دو کہ میں جس کو چاہوں انتخاب کر لوں۔“ وہ بولے:

”اگر آپ خود اپنا انتخاب کرتے تو کیا ہی اچھا ہوتا اور اگر تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب کر رہے ہو تو (حضرت) علی رضی اللہ عنہ مجھے زیادہ پسند ہیں۔ اے شخص! تم اپنی ذات کے لیے ہم سے بیعت کرنا نہیں چھوڑنا اور ہمیں سر بلند کرو“ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا خواب:

”میں خود بخود دستبردار ہو چکا ہوں اس شرط پر کہ میں کسی دوسرے کا انتخاب کروں گا اور اگر میں اس میں کامیاب نہ ہو سکا اور مجھے پھر اختیار دیا گیا تو میں دوبارہ اپنے آپ کو امیدوار نہیں بناؤں گا کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک بہت سرسبز باغ ہے جس میں بہت گھاس لگی ہوئی ہے وہیں ایک ایسا قوی اونٹ داخل ہوا کہ میں نے اس سے زیادہ اصیل اور شریف اور کوئی نہیں دیکھا

تھا۔ وہ تیر کی طرح گزر گیا اس نے کسی چیز کو نظر بھر کے نہیں دیکھا۔ بلکہ وہاں سے گزر گیا اور کہیں نہیں ٹھہرا۔ اس کے بعد دوسرا اونٹ داخل ہوا وہ بھی اس کے نقش قدم پر چلتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ بھی باغ سے نکل گیا۔ پھر ایک اور قوی زاونٹ اپنی تکمیل کھینچے ہوئے داخل ہوا۔ وہ دائیں بائیں دیکھتا رہا اور پہلے دونوں اونٹوں کے راستے پر چلتا ہوا گزر گیا۔“

خلیفہ نہ بننے پر اصرار:

پھر چوتھا اونٹ داخل ہوا۔ وہ باغ میں چرنے لگا۔ خدا کی قسم! میں چوتھا اونٹ نہیں بنوں گا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد ان کا کوئی ایسا قائم مقام نہیں بن سکتا کہ سب لوگ اس سے خوش ہوں۔“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بولے: ”مجھے اندیشہ ہے کہ آپ اب کمزور ہو گئے ہیں۔ بہر حال آپ اپنے ارادے کی تکمیل کریں کیونکہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے بخوبی واقف ہوں“ اس کے بعد حضرات زبیر و سعد رضی اللہ عنہما چلے گئے۔

حضرات علی و عثمان رضی اللہ عنہما کی طلبی:

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اب مسور بن مخرمہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا (وہ انھیں بلا لائے) انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ طویل عرصہ تک اس طرح سرگوشی کی جس سے یہ یقین ہوتا تھا کہ وہی خلیفہ ہوں گے۔ پھر وہ اٹھ کر چلے گئے۔ پھر انھوں نے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور وہ دونوں بات چیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح کی اذان نے ان دونوں کو جدا کیا۔

خدائی فیصلہ:

عمر و بن میمون بیان کرتے ہیں: ”(حضرت) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے یہ فرمایا:

”اے عمرو! جو شخص تمہیں یہ اطلاع دے کہ اسے ان تمام باتوں کا علم ہے جو حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان و

علی رضی اللہ عنہ سے کی تھیں، تو وہ صحیح علم کے بغیر باتیں کر رہا ہے۔ بلکہ (یوں کہنا چاہیے) تمہارے پروردگار کا فیصلہ (حضرت)

عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں ہوا۔“

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا خطاب:

جب مسلمانوں نے صبح نماز پڑھ لی تو وہ مجلس شوریٰ منعقد ہوئی نیز مہاجرین اور قدیم صاحب فضیلت انصار اور سپہ سالاروں کو بھی بلا یا گیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے اور مسجد نبوی لوگوں سے کچھ کھینچ بھر گئی تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے (لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے) فرمایا:

”اے لوگو! یہ لوگ چاہتے ہیں کہ شہر والے اپنے شہروں کی طرف واپس چلے جائیں مگر وہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان کا امیر

(خلیفہ) کون ہوگا؟“

خلیفہ کے لیے نامزدگیاں:

سعید بن زید رضی اللہ عنہ بولے ”ہم آپ کو اس کا حقدار سمجھتے ہیں“ انہوں نے فرمایا:

”تم کسی دوسرے کا نام پیش کرو۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اگر آپ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں اختلاف نہ ہو تو آپ (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔“

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے بھی کہا ”عمار سچ کہتے ہیں۔ اگر آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے تو ہم بھی اطاعت کریں گے۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نامزدگی:

ابن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے کہا ”اگر آپ چاہتے ہیں کہ قریش میں اختلاف برپا نہ ہو تو آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔“

عبداللہ بن ابی ربیع رضی اللہ عنہ نے کہا ”یہ سچ ہے اگر آپ (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے تو ہم بھی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے۔“

بنو ہاشم و امیہ میں تکرار:

اس پر (حضرت) عمار رضی اللہ عنہ نے ابن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا اور وہ یوں بولے ”تم کب سے مسلمانوں کے خیر خواہ بنے ہو“ اتنے میں بنو ہاشم اور بنو امیہ میں تکرار ہونے لگی تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ بولے:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی تقریر:

”اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے ہمیں صرف اپنے پیغمبر آخضر ﷺ اور اپنے دین و مذہب کے ذریعہ عزت و تکریم بخشی ہے اس لیے تم کب تک اس امر (خلافت) کو اپنے پیغمبر کے اہل بیعت سے دور رکھو گے؟“

اس پر قبیلہ مخزوم کا ایک شخص آ کر کہنے لگا:

تقریر کا جواب:

”اے ابن سمیہ (عمار) تم اپنی حد سے آگے بڑھ گئے ہو۔ تمہارا اس چیز سے کیا تعلق ہے؟ قبیلہ قریش بذات خود اپنے امیر (خليفة) کا انتخاب کرے گا۔“

جلد فیصلہ کی درخواست:

اس پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے عبدالرحمن! آپ جلد فیصلہ کریں اس سے پہلے کہ لوگ فتنہ و فساد میں

بتلا ہوں۔“

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میں نے خوب غور و فکر کیا ہے اور لوگوں سے مشورہ بھی کر لیا ہے اس لیے تم لوگ دخل نہ دو۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عہد لینا:

پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا:

”ہم تم سے اللہ کا پختہ عہد و پیمان لے کر دریافت کرتے ہیں کہ تم کتاب اللہ سنت نبوی اور آپ کے بعد کے دونوں خلفاء کے طریقہ پر چلو گے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ”مجھے توقع ہے کہ میں یہ کام کر سکوں گا۔ مگر میں اپنے علم اور طاقت کے مطابق اس پر عمل کروں گا۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب:

پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور ان کے سامنے بھی وہی الفاظ دہرائے جو (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے سامنے کہے تھے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ہاں!“ (ہم اسی طرح عمل کریں گے)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت:

اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعتراض:

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”یہ پہلا دن نہیں ہے جب کہ تم نے ہم پر غلبہ حاصل کیا ہے۔ بہر حال صبر کرنا بہتر ہے اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس کے مقابلے میں اللہ ہی سے مدد حاصل کی جائے گی۔ خدا کی قسم! آپ نے (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کو اس لیے خلیفہ مقرر کیا ہے کہ معاملہ (خلافت) تمہارے ہاتھ میں چلا جائے۔ اس طرح اللہ روزانہ نئے نئے انقلاب دکھاتا ہے۔“

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اے علی! تم کوئی مخالفانہ دلیل و حجت نہ پیش کرو۔ میں نے خوب غور و فکر کیا ہے اور لوگوں سے مشورے بھی کیے ہیں۔ انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کسی کی تائید نہیں کی۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے نکل گئے:

”بہت جلد لکھی ہوئی بات اپنی مقررہ مدت تک پہنچ جائے گی۔“

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی شکایت:

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے عبدالرحمن رضی اللہ عنہ! آپ نے ایسے شخص کو نظر انداز کر دیا ہے جو ان لوگوں میں سے ہے جو

حق و صداقت کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں اور اسی کے مطابق عدل و انصاف قائم کرتے ہیں۔“

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے مقداد رضی اللہ عنہ! خدا کی قسم! میں نے مسلمانوں کے لیے مقدور بھر خیر خواہی کی

ہے۔ وہ بولے:

”اگر آپ کا ارادہ اللہ (کی خوشنودی) ہے تو اللہ آپ کو ان لوگوں کی مانند ثواب دے جو احسان (اپنے کام) کرتے

ہیں۔“

بہترین شخص سے نظر اندازی:

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا: ”پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد اہل بیت پر ایسا وقت نہیں آیا جیسا میں اس وقت مشاہدہ کیا۔ مجھے قریش پر تعجب ہے کہ انھوں نے میرے علم و قول کے مطابق ایسے شخص کو نظر انداز کر دیا جس سے بڑھ کر کوئی عالم اور عادل منصف نہیں ہے۔ کاش! کہ مجھے اس کے مددگاروں کی جماعت ملتی۔“

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو تنبیہ:

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے مقداد! اللہ سے ڈرو کیونکہ مجھے تم سے فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے۔“ ایک شخص نے مقداد

رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

اہل بیت کا مفہوم:

”اللہ تم پر رحم کرے۔ اہل بیت سے کون مراد ہیں اور ایسا شخص کون ہے؟“ وہ بولے ”اہل بیت سے مراد فرزندان عبدالمطلب ہیں اور ایسا شخص (حضرت) علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) ہیں۔“

قریش کا نقطہ نظر:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”لوگوں کی نظریں قبیلہ قریش کی طرف لگی ہوئی ہیں اور اہل قریش اپنے میں سوچ رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں: ”اگر بنو ہاشم خلیفہ ہو گئے تو خلافت ان کے خاندان سے ہرگز نہیں نکلے گی اور اگر قریش کے دوسرے خاندانوں میں رہی تو وہ (انھی کے خاندانوں میں) باری باری گردش کرتی رہے گی۔“

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی آمد:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اس دن آئے جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تھی۔ لوگوں نے کہا ”تم بھی (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لو۔“ تو وہ پوچھنے لگے ”کیا تمام اہل قریش ان کی حمایت کرتے ہیں؟“ وہ بولے ”ہاں“ پھر وہ (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا ”تمہیں اس معاملہ کا اختیار ہے۔ اگر تم انکار کرو گے تو میں اس معاملہ کو لوٹا دوں گا“ وہ بولے ”کیا آپ اسے لوٹا دیں گے؟“ آپ نے فرمایا ”ہاں“ پھر پوچھا ”کیا تمام لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے؟“ آپ نے فرمایا ”ہاں“ اس پر وہ بولے:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی بیعت:

”میں بھی بیعت کرنے پر رضامند ہوں۔ میں لوگوں کے متفقہ فیصلہ سے الگ رہنا نہیں چاہتا ہوں۔“ (یہ کہہ کر) انھوں نے

بھی بیعت کر لی۔

منغیرہ رضی اللہ عنہ کا قول:

حضرت منغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا:

”اے ابو محمد! (عبدالرحمن) آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے صحیح فیصلہ کیا۔ پھر انہوں نے حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: ”اگر عبدالرحمن رضی اللہ عنہ آپ کے علاوہ کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرتے تو ہم ہرگز اس پر رضامند نہ ہوتے۔“

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا: ”اے کانے! (مغیرہ رضی اللہ عنہ کو خطاب ہے) تم دروغ گوئی کر رہے ہو۔ اگر میں کسی دوسرے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرتا تو تم بھی اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور اس کے سامنے بھی یہی گفتگو کرتے۔“

فرزدق کے اشعار:

فرزدق (شاعر) نے اس موقع کی مناسبت سے یہ اشعار کہے ہیں:

① (حضرت) صہیب رضی اللہ عنہ نے تین (دن) تک نماز پڑھائی پھر اس غیر محدود ملک کو (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) ابن عفان کے سپرد کر

دیا۔

② یہ وہ خلافت تھی جو (حضرت) ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی کے سپرد کی تھی۔ یہ سب ہدایت یافتہ اور خدا کی طرف سے مامور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا اعلیٰ کردار:

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ وہ محفل پر اس قدر چھا گیا ہو جس قدر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ چھا گئے تھے۔“

مجلس شوریٰ کی کارروائی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی میت کو قبر میں مجلس شوریٰ کے پانچوں ارکان نے اتارا۔ پھر سب اپنے گھروں کو جانے لگے تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انھیں پکار کر کہا ”کہاں جا رہے ہو؟ آؤ یہاں“ اس پر سب ان کے پیچھے ہو گئے۔ وہ فاطمہ بنت قیس فہر یہ بنی سہیل کے گھر لے گئے جو ضحاک بن قیس فہدی رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ان کی بیوی تھیں اور بہت عقلمند تھیں۔ وہاں پہنچ کر حضرت عبدالرحمن نے گفتگو کا آغاز کیا اور فرمایا:

گفتگو کا آغاز:

”اے لوگو! میری ایک رائے ہے تم اسے سنو! اس پر غور کر کے جواب دیا تم یہ بات سمجھو کہ ٹھنڈے پانی کا ایک گھونٹ ناخوشگوار شیریں شربت سے بہتر۔ تم لوگ رہنما اور پیشوا ہو۔ عوام تمہارے ذریعہ سے ہدایت حاصل کرتے ہیں اور تمہارے علمی مرکوزوں میں آتے ہیں۔ تم باہمی اختلاف سے اپنی حالت خراب نہ کرو اور اپنے دشمن کے مقابلے میں اپنی تلواریں نیام میں نہ رکھو (دشمن سے مقابلہ کرنے کی بجائے باہمی اختلاف میں نہ پڑ جاؤ) ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ ہر قوم ملت کا ایک سربراہ ہوتا ہے جس کے حکم کو سب تسلیم کرتے ہیں اور اس کے منع کرنے پر کسی کام سے باز آ جاتے ہیں۔“

اتحاد کی تلقین

تم اپنی جماعت میں سے کسی ایک کو اپنا سربراہ بناؤ۔ تم امن و امان میں رہو گے اور اندھا دھند فتنہ و فساد اور حیران کن گمراہی سے محفوظ رہو گے۔ بد نظمی اور انتشار سے بچے رہو گے۔ تم ذاتی اور نفسانی خواہشات کی رہنمائی سے پرہیز کرو

اور نا انصافی اور تفرقہ اندازی کی زبان نہ استعمال کرو کیونکہ زبان کا زخم تلوار کے زخم سے زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ تم رواداری اور کشادہ دلی سے گفت و شنید کرو اور باہمی رضامندی سے کوئی فیصلہ کرو۔ تم کسی فتنہ پرداز کی باتوں سے متاثر نہ ہو جانا اور کسی مخلص رہنما کی مخالفت نہ کرنا۔ میں اپنی اس گفتگو کو ختم کرتا ہوں اور اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے مغفرت کا طالب ہوں۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تقریر:

ان کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے تقریر شروع کی اور فرمایا:

”حمد و ثنا اس ذات کے لیے سزاوار ہے جس نے محمد ﷺ کو اپنا پیغمبر اور رسول بنا کر بھیجا اور انہیں اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور آپ کو اپنے قریبی اور دور کے عزیزوں کے مقابلے میں فتح و نصرت عطا کی۔“

احکام الہی کا اتباع:

اللہ نے ہمیں ان کا تابع اور پیرو بنایا۔ ہم ان کے احکام کے ذریعہ ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ آپ ہمارے لیے نور ہیں اور باہمی اختلافات اور دشمنوں سے بھگڑا ہونے کی صورت میں ہم ان کے احکام کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔ اللہ نے ہمیں آپ کے طفیل اور آپ کی اطاعت کی بدولت پیشوا اور حاکم بنایا۔ ہم خود اپنا انتظام کرتے ہیں اور ہمارے معاملات میں کوئی دوسرا دخل انداز نہیں ہے۔ بجز اس کے جو راہ حق سے بھٹک گیا ہو اور اعتدال کو چھوڑ بیٹھا ہو۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی تائید:

اے عبدالرحمن بن عوف! اگر تمہارے حکم کی خلاف ورزی ہوئی اور تمہاری دعوت قبول نہیں کی گئی تو میں سب سے پہلے تمہاری بات تسلیم کروں گا اور تمہاری دعوت پر لبیک کہوں گا۔ میں جو بات کہتا ہوں اسے پوری ذمہ داری کے ساتھ کہہ رہا ہوں اور اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے مغفرت کا طلب گار ہوں۔“

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تقریر:

اس کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی تقریر میں فرمایا:

”جو شخص اللہ کی طرف دعوت دے اس سے کوئی ناواقف نہیں رہ سکتا اور جو شخص باہمی اختلاف اور افتراق کے موقع پر اس دعوت کو قبول کر لے۔ وہ ہرگز ناکام اور رسوا نہیں ہوگا۔ آپ نے جو ارشاد فرمایا ہے۔ اس میں ایک گمراہ شخص ہی کوتاہی کر سکتا ہے اور جو آپ کی دعوت کو قبول نہ کرے وہ بد بخت ہے۔“

خدائی قوانین پر عمل:

اگر اللہ کے حدود و فرائض مقرر نہ ہوتے جن پر عمل کرنا ضروری ہے تو موت، حکومت سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ تھی۔ اس طرح حکومت سے گریز کر کے ایک انسان گناہوں سے بچ سکتا تھا۔

مگر اللہ کی دعوت کو قبول کرنا اور سنت پر عمل کرنا ہمارے لیے ضروری ہے۔ تاکہ ہم اندھی موت نہ مریں اور عہد جاہلیت کی طرح اندھا دھند نہ بھٹکتے رہیں۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی حمایت:

میں آپ کی دعوت پر بلیک کہتا ہوں اور جس کام پر آپ مامور ہیں اس میں آپ کا مددگار ہوں تاہم اصل قدرت و اختیار اللہ ہی کو حاصل ہے۔ میں بھی اپنے لیے اور تم سب کے لیے مغفرت کا طالب ہوں۔“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا خطاب:

پھر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس طرح تقریر فرمائی:

”اؤل وآخر حمد وثنا کا مستحق اللہ ہی ہے۔ میں اس کی حمد و ثنا اس لیے کرتا ہوں کہ اس نے مجھے گمراہی سے نجات دی اور راستہ بھٹکنے سے مجھے محفوظ رکھا۔ اللہ کے راستے پر چل کر نجات حاصل کرنے والا کامیاب ہوتا ہے اور اس کی رحمت سے پاکیزہ انسان فلاح و کامرانی حاصل کر سکتا ہے۔ محمد بن عبداللہ ﷺ کے ذریعہ اللہ نے راہ (ہدایت) روشن کی اور آپ ہی کی بدولت راہیں ہموار ہو گئیں حق و صداقت کا بول بالا ہوا اور باطل مٹ گیا۔

بد اعمالی سے پرہیز:

اے لوگو! دروغ گوئی اور معذوروں کی (جھوٹی) تمناؤں سے بچو۔ کیونکہ اسی قسم کی تمناؤں نے تم سے پہلے لوگوں کا خاتمہ کیا جو انہیں علاقوں کے وارث تھے جن پر تم قابض ہو اور جو کچھ تم نے حاصل کیا وہ سب انہیں حاصل تھا (ان کی بد اعمالی اور سرکشی کی وجہ سے) اللہ نے انہیں اپنا دشمن قرار دیا اور ان پر سخت لعنت بھیجی۔ چنانچہ خدائے بزرگ و برتر فرماتا ہے:

”حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور حضرت داؤد (علیہ السلام) کی زبانی بنو اسرائیل کے کفار پر لعنت بھیجی گئی کیونکہ وہ نافرمان اور سرکش ہو گئے تھے اور حد سے تجاوز کر گئے تھے۔ وہ برے کاموں سے نہیں بچتے تھے اور جو کام وہ کرتے تھے وہ بہت ہی برا ہوتا تھا۔“

خلافت سے دستبرداری:

میں نے اپنے ہتھیار ڈال دیے ہیں اور اس معاملہ (امیدواری سے) دستبردار ہو گیا ہوں اور جو کچھ میں نے اپنے لیے پسند کیا وہی طلحہ بن عبداللہ کے لیے پسند کیا ہے۔ میں اس کا ذمہ لیتا ہوں اور جو قول و اقرار میں نے کیا ہے اس کا پابند ہوں۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ پر اعتماد:

اے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ! یہ معاملہ تمہارے سپرد کر دیا گیا ہے۔ لہذا تم خیر خواہی کی نیت سے اپنی مقدور بھرکوشش کرو۔ صحیح راستہ دکھانا اللہ کے ذمہ ہے اور اسی کی طرف (ہر معاملہ میں) رجوع کیا جاتا ہے۔

میں بھی اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ سے مغفرت کا طالب ہوں اور تمہاری مخالفت سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقریر:

پھر حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یوں ارشاد فرمایا:

”اللہ ہی حمد و ثنا کا مستحق ہے جس نے ہم میں سے حضرت محمد ﷺ کو ہماری طرف رسول اور پیغمبر بنا کر بھیجا۔ ہم مرکز نبوت، معدن حکمت اور اہل زمین کے لیے باعث امن و امان ہیں اور طالب نجات کے لیے باعث نجات ہیں۔“

حق خلافت:

یہ (خلافت) ہمارا حق ہے اگر تم اسے دو گے تو ہم قبول کریں گے اور اگر نہ دو گے تو ہم اونٹوں کی پشت پر سوار ہو کر چلے جائیں گے خواہ ہماری شب اول کتنی ہی طویل ہو۔

اگر رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے کوئی معاہدہ کرتے تو ہم اس معاہدہ کو نافذ کراتے اور اگر ہم سے کوئی بات کہتے تو ہم مرتے دم تک اس قول پر ڈنٹے رہتے۔ دعوت حق اور صلہ رحمی میں کوئی مجھ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ تاہم قدرت اور اختیار صرف اللہ ہی کو حاصل ہے۔

مستقبل کے بارے میں اندیشہ:

تم میرا کلام سنو اور میری بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس اجتماع کے بعد تم یہ دیکھو کہ تلواریں بے نیام ہو گئی ہیں اور امانت میں خیانت ہونے لگی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایسی جماعت بناؤ جن میں سے بعض لوگ گمراہوں کے سردار ہو جائیں اور کچھ جاہل لوگوں کے پیرو بن جائیں۔“

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی دست برداری:

آخر میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تم میں سے کون ہے جو برضا و رغبت اس معاملہ (خلافت) سے دست بردار ہو جائے اور دوسرے کو خلیفہ بنائے۔“ جب کوئی بھی اس بات کے لیے تیار نہیں ہوا تو حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میں اور میرے چچا زاد بھائی (سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) اس معاملے سے دست کش ہوتے ہیں۔“

مجلس کے مختار کل:

اس پر ان لوگوں نے معاملہ (خلافت) ان کے سپرد کر دیا۔ اس وقت حضرت عبدالرحمن نے ان سب (ارکان شوریٰ) سے منبر (مسجد نبوی) کے قریب حلف اٹھوایا تو سب نے یہ حلف اٹھایا کہ وہ اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کریں گے جس کے ہاتھ پر وہ (عبدالرحمن رضی اللہ عنہ) بیعت کریں گے۔

مساعی جمیلہ:

حضرت عبدالرحمن تین دن تک مسجد (نبوی) کے قریب اپنے گھر میں مقیم رہے جو آج کل رحبۃ القضاء کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس فیصلہ کی وجہ سے اس کا یہ نام مشہور ہو گیا ہے۔ ان تین دنوں میں حضرت صہیب نماز پڑھاتے رہے۔

عثمان اور علی رضی اللہ عنہما:

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوا کر فرمایا: ”اگر میں تمہارے ہاتھ پر بیعت نہ کروں تو (تم دوسرے شخص کے بارے میں) مجھے مشورہ دو“ انہوں نے فرمایا ”عثمان رضی اللہ عنہ“

پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا ”اگر میں تم سے بیعت نہ کروں تو (اس صورت میں) تم کس کے لیے

مشورہ دو گے؟“ انھوں نے فرمایا ”علی (کے لیے مشورہ دوں گا)۔“

زیر وسعد کی رائے:

پھر انھوں نے حضرت زیر رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور پوچھا ”اگر میں تم سے بیعت نہ کروں تو تم مجھے کس کے لیے مشورہ دو گے؟“ وہ بولے ”عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے“ پھر انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا ”ہم اور تم خلیفہ بنانا نہیں چاہتے ہیں لہذا اب تمہارا مشورہ کس کے لیے ہے؟“ وہ بولے ”عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے“ (مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں)

مسور رضی اللہ عنہ کی روایت:

جب تیسری رات آئی تو انھوں نے آواز دی ”اے مسور!“ میں نے کہا لیک۔ آپ نے فرمایا: ”تم سو رہے ہو؟“ خدا کی قسم تین راتوں سے میری آنکھ نہیں چھلکی ہے۔ تم جا کر حضرات علی و عثمان رضی اللہ عنہما کو بلا لاؤ۔“ میں نے کہا ”اے ماموں! میں پہلے کس کو بلاؤں؟“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طلبی:

وہ بولے ”جس کو تم چاہو“ چنانچہ میں نکل کر (سب سے پہلے) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ کیونکہ میرا میلان طبع ان کی طرف تھا۔ میں نے کہا ”تم میرے ماموں (حضرت) عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ“ وہ بولے ”کیا انھوں نے تمہیں کسی اور کی طرف بھی بھیجا ہے؟“ میں نے کہا ”ہاں“ وہ بولے ”کس کی طرف بھیجا ہے؟“ میں نے کہا ”حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف“ انہوں نے مزید دریافت کیا ”انھوں نے کس کو پہلے بلانے کا تمہیں حکم دیا تھا“ میں نے کہا ”میں نے اس بارے میں ان سے پوچھا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا۔ جس کو تم چاہو۔ اس لیے میں پہلے آپ ہی کے پاس آیا۔ کیونکہ میں آپ کا حامی ہوں۔“ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے ساتھ نکلے یہاں تک کہ ہم اپنی نشست گاہوں کے قریب آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں بیٹھ گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بلاوا:

پھر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ فجر کے ساتھ وتر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے کہا ”تم میرے ماموں کے پاس جاؤ“ انھوں نے پوچھا ”کیا کسی اور کو بھی بلایا ہے؟“ میں نے کہا ”ہاں“ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا ہے۔ پھر پوچھا۔ ”تمہیں پہلے کس کو بلانے کا حکم دیا تھا؟“ میں نے کہا ”میں نے ان سے دریافت کیا تھا تو انھوں نے فرمایا ”جس کو تم چاہو (پہلے بلا لاؤ) لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ اب وہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔“ چنانچہ وہ بھی میرے ساتھ نکلے۔ یہاں تک کہ ہم دونوں اکٹھے وہاں پہنچے۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی گفتگو:

میرے ماموں (عبدالرحمن) قبلہ رو کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ جب انھوں نے ہمیں دیکھا تو انھوں نے نماز ختم کر دی اور حضرات علی و عثمان رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے:

”میں نے تم دونوں کے بارے میں اور دوسرے لوگوں کے بارے میں (مختلف حضرات سے) دریافت کیا تو وہ تم دونوں سے آگے نہیں بڑھے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال:

”اے علی! کیا تم میرے سامنے کتاب اللہ سنت نبوی اور حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے طریقے پر چلنے کا عہد کرتے ہو؟“ انہوں نے کہا ”نہیں بلکہ میں اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق عمل کروں گا۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے خطاب:

پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا: ”کیا تم میرے سامنے کتاب اللہ سنت نبوی اور حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے طریقے پر عمل کرنے کا عہد کرتے ہو؟“ انہوں نے فرمایا ”ہاں“ اس پر انہوں نے اپنے ہاتھ سے اٹھنے کا اشارہ کیا۔ ہم کھڑے ہو گئے اور مسجد (نبوی) میں داخل ہو گئے۔ اعلان کرنے والے نے اعلان کیا ”جماعت تیار ہے۔“

مسجد نبوی کا اجتماع:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”میں حیا و شرم کی وجہ سے پیچھے رہ گیا۔ کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لپکے جا رہے تھے۔ اس طرح میں مسجد میں آخری صف میں رہ گیا۔ اتنے میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے۔ وہ اپنے سر پر وہ عمامہ باندھے ہوئے تھے جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں باندھا تھا نیز وہ اپنی تلوار گردن میں ڈالے ہوئے تھے۔ جب وہ منبر پر چڑھے تو وہ طویل عرصہ تک کھڑے رہے۔ پھر انہوں نے دعا مانگی جسے لوگ نہیں سن سکے۔ پھر انہوں نے یہ تقریر ارشاد فرمائی:

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا خطاب:

اے لوگو! میں نے پوشیدہ اور اعلانیہ تمہارے خلیفہ کے بارے میں مشورہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ تم صرف ان دونوں میں سے صرف ایک کے حامی ہو۔ یا تم (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے طرف دار ہو یا (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے حامی ہو۔ اے علی! تم کھڑے ہو جاؤ“ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے استفسار:

”کیا تم میرے سامنے کتاب اللہ سنت نبوی اور حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے طریقے پر چلنے کا عہد کرتے ہو؟“ انہوں نے کہا ”نہیں“ بلکہ اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق“ (عمل کروں گا)

اس کے بعد انہوں نے ان کا ہاتھ چھوڑ دیا اور پکار کہا ”اے عثمان! تم میرے پاس آؤ“ (جب وہ آئے) تو انہوں نے انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقام پر کھڑا کر کے پوچھا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اقرار:

”کیا تم میرے سامنے کتاب اللہ سنت نبوی اور حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے طریقے پر چلنے کا عہد کرتے ہو؟“ انہوں نے کہا ”ہاں“ اس پر انہوں نے اپنا سر مسجد نبوی کی چھت کی طرف بلند کیا اس وقت ان کا ہاتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور وہ یہ فرما رہے تھے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کا فیصلہ:

”اے اللہ! تو سن اور گواہ رہ۔ میں نے وہ (ذمہ داری) جو میری گردن میں تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی گردن میں ڈال دی۔“

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قیامت:

اس کے بعد لوگوں کی بھیڑ لگ گئی اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ چاروں طرف چھپ گئے۔ اس وقت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ منبر پر رسول اللہ ﷺ کی نشست پر بیٹھے ہوئے تھے اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو (منبر کی) دوسری میزھی پر بٹھا رکھا تھا۔ سب لوگوں نے بیعت کی مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ پیچھے رہ گئے۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت:

”جو عہد شکنی کرے گا۔ اس کی عہد شکنی اس کی ذات کے لیے نقصان دہ ہوگی اور جس نے اللہ سے کیا ہوا معاہدہ پورا کیا تو وہ عنقریب اسے بڑا ثواب عطا کرے گا۔“

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کی صفیں چیرتے ہوئے آئے اور انہوں نے بھی بیعت کر لی مگر یہ فرمایا:

”دھوکہ اور فریب، کس قدر فریب کیا ہے۔“

قول علی رضی اللہ عنہ کی توضیح:

عبدالعزیز (اروی) توضیح کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دھوکہ اور فریب کا لفظ اس لیے استعمال کیا کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مجلس شوریٰ کی راتوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملے اور انہوں نے ان سے یہ کہا تھا ”حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ محنت و مشقت کرنے والے انسان ہیں اس لیے اگر آپ ان کے سامنے عزیمت (عزم مصمم) کا اظہار کریں گے تو وہ آپ کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے اس لیے آپ طاقت اور استطاعت کے الفاظ استعمال کریں اس طرح وہ آپ کی طرف متوجہ ہوں گے۔“

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا قول:

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مل کر انہوں نے یہ کہا ”حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جدوجہد کرنے والے آدمی ہیں۔ خدا کی قسم! وہ آپ کے ہاتھ پر اس وقت تک بیعت نہیں کریں گے جب تک کہ آپ عزیمت (عزم مصمم) کا اظہار نہ کریں گے“ انہوں نے یہ بات مان لی۔ لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ”فریب“ کا جو لفظ کہا تھا (اس میں اس واقعہ کی طرف اشارہ تھا)۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور وہاں بیٹھے۔ لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ وہاں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے تقریر کی اور کہا ”اے ابو محمد! اللہ حمد و ثنا کا سزاوار ہے جس نے آپ کو اس کی توفیق دی۔ خدا کی قسم! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ خلافت کا اور کوئی مستحق نہیں تھا“ وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے ابن الدباغ! تم یہ کیسے زبان سے نکال رہے ہو۔ بخدا! میں جس کسی سے بیعت کرتا، تم اس کے بارے میں یہی بات کہتے۔“

عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طلبی:

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مجد نبوی کے ایک گوشے میں بیٹھ گئے اور وہاں عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بلوایا۔ وہ حضرت سعد بن ابی

وقاص رضی اللہ عنہ کے گھر میں مقید تھے۔ کیونکہ جب عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے والد کا انتقام لینے کے لیے ہفینہ ہرمزان اور بنت ابی لولؤہ (قاتل عمرؓ) کو مار ڈالا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ سے تلوار چھین لی تھی ورنہ وہ (عبید اللہ) یہ کہہ رہے تھے۔ ”بخدا! میں ان سب افراد کو قتل کر دوں گا جو میرے والد کے خون میں شریک تھے۔ ان کا اشارہ بعض مہاجرین و انصار کی طرف بھی تھا۔

گھر میں مقید:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ سے تلوار چھین لی تھی اور ان کے بال پکڑ کر انھیں زمین پر گرا دیا تھا۔ اس کے بعد انہیں اپنے گھر میں بند کر دیا تھا (وہ وہاں مقید رہے) یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (بیعت خلافت کے بعد) انہیں رہا کرایا اور اپنے پاس بلوایا۔

عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشورہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مہاجرین و انصار کی ایک جماعت سے فرمایا:

”تم مجھے اس شخص کے بارے میں مشورہ دو جس نے اسلام میں (ان اشخاص کو قتل کر کے) رخنہ ڈال دیا ہے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میری رائے یہ ہے کہ آپ اسے قتل کر دیں۔“

مہاجرین میں سے کسی نے کہا ”کل حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے اور آج ان کے فرزند کو قتل کیا جا رہا ہے؟“ حضرت عمرو بن

العاص رضی اللہ عنہ نے کہا:

دیت پر رہائی:

”اے امیر المومنین! یہ واقعہ اس وقت ہوا تھا جب کہ آپ کی حکومت نہیں تھی۔ بلکہ یہ آپ کے دور سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اس وقت مسلمانوں کا کوئی حاکم نہیں تھا۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میں مسلمانوں کا ولی ہوں میں نے اس (قتل) کے لیے دیت مقرر کی ہے جسے میں اپنے مال سے ادا کروں گا۔“

بیاضی کے اشعار:

انصار کے ایک شخص زیاذ بن بسید بیاضی نے عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور (یہ اشعار) پڑھے:

① اے عبید اللہ! تم (قصاص) سے بچ کر نہیں نکل سکتے۔ ابن ازدی (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) سے نجات حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں

ہے۔

② بخدا تم نے ناجائز اور حرام خون کیا اور ہرمزان کے قتل کرنے میں بہت بڑا خطرہ ہے۔

③ یہ ناحق (قتل ہوا) بجز اس کے کہ جب کسی نے پوچھا: ”کیا تم ہرمزان کو قتل عمر کا ملزم خیال کرتے ہو؟“

④ اس بے وقوف (عبید اللہ) نے اس وقت جب کہ حادثات بہت تھے یہ کہا:

”میں اسے ملزم سمجھتا ہوں کیونکہ اس نے مشورہ دیا اور حکم صادر کیا تھا۔“

۵ اس غلام (قاتل) کے ہتھیار اس کے گھرانے کے اندر تھے اور وہ اسے الٹ پلٹ کرتا رہتا تھا لہذا ایک بات کا دوسری بات سے اندازہ لگایا جاتا ہے۔

اس پر عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس زیاد بن بسید اور اس کے اشعار کے بارے میں شکایت کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بلا کر اسے منع کیا۔

قتل کی سازش کا الزام:

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جس صبح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا گیا اس سے ایک دن پہلے شام کو حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما ابولولؤہ کے پاس سے گزر رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہنغینہ اور ہرمزان بھی تھے۔ وہ آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے۔ جب میں نے ان کو دھمکایا تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے پاس سے ایک فخر گر گیا جس کے دوسرے تھے اور اس کے درمیان میں اس کی دھارتھی۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ”تم غور کرو کہ وہ کس چیز سے شہید ہوئے ہیں۔“ چنانچہ جب وہ (قاتل) مسجد میں حملہ کر کے واپس نکلا تو اس کے تعاقب میں قبیلہ تمیمہ کا ایک شخص گیا۔ اس نے ابولولؤہ کو واپس جاتے وقت پکڑ لیا اور اسے قتل کر ڈالا۔

عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا انتقام:

وہ تمیمی وہی فخر لے کر آیا جس کا حال حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا تھا۔ عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات سن لی تھی وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات تک ضبط کرتے رہے اس کے بعد وہ تلوار لے کر ہرمزان کے پاس آئے اور اسے قتل کر دیا۔ جب اس پر تلوار کا وار ہوا تو اس نے لا الہ الا اللہ (کالمہ) پڑھا اور مر گیا۔

ہنغینہ کا قتل:

پھر عبید اللہ رضی اللہ عنہ ہنغینہ کے پاس آئے جو حیرہ کا عیسائی باشندہ تھا جسے حضرت سعد رضی اللہ عنہ اہل حیرہ کے ساتھ مصالحت کرانے کے لیے لائے تھے اور ان کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ اہل مدینہ کو کتابت (لکھنا) سکھائے۔ جب عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اسے تلوار ماری تو اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے صلیب رکھی۔

عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی گرفتاری:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ وہ انھیں سمجھاتے رہے یہاں تک کہ ان ہاتھ سے تلوار لے لی۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان پر برا فروختہ ہوئے اور ان کے بال پکڑ لیے تاکہ لوگ انھیں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے۔

آخری سال کے حکام:

جس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے یعنی ۲۳ھ میں آپ کے مقرر کردہ حکام یہ تھے۔

۱۔ مکہ معظمہ کے حاکم نافع بن عبدالمجارت خزاعی رضی اللہ عنہ تھے۔ ۲۔ طائف کے حاکم سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ تھے۔ ۳۔ صنعاء کے

حاکم یعلیٰ بن مزیہ رضی اللہ عنہ حلیف بنو نوفل بن عبد مناف تھے۔ ۴۔ جنہ کے حاکم عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ۵۔ کوفہ کے حاکم مغیرہ بن شعبہ تھے۔ ۶۔ بصری کے حاکم ابو موسیٰ اشعری تھے۔ ۷۔ مصر کے حاکم عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ ۸۔ حمص کے حاکم عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ تھے۔ ۹۔ دمشق کے حاکم معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھے۔ ۱۰۔ بحرین اور اس کے متعلقہ علاقوں کے حاکم عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ تھے۔

قنادہ رضی اللہ عنہ کی وفات:

۲۳ھ میں واقدی کے قول کے مطابق قنادہ بن نعمان ظفیری رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز (جنازہ) پڑھائی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حملے:

اس سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے (رومی) علاقے پر حملے کیے یہاں تک کہ وہ عورہ کے مقام پر پہنچ گئے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ان کے ساتھ حضرات عبادہ بن صامت، ابویوب، خالد بن زید، ابو ذر اور رتداد بن اوس رضی اللہ عنہم تھے۔

متفرق واقعات:

۲۳ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مصالحت کے ساتھ عسقلان کو فتح کیا۔ کہا جاتا ہے کہ جس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ اس سال کوفہ کے قاضی شریح تھے۔ بصرہ کے قاضی کعب بن سور تھے۔

امام مالک امام زہری ابن شہاب کی روایت ہے یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کوئی قاضی نہیں تھا۔



۲۴ھ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت

۲۴ھ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت ہوئی۔ ان کی بیعت کی تاریخ اور دن میں اختلاف ہے۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی خلافت ۲۹/ذوالحجہ ۲۳ھ میں ہوئی اس دن دو شنبہ تھا۔ دوسرے دن یکم محرم ۲۴ھ (کے نئے سال) میں ان کا خلیفہ کی حیثیت سے استقبال کیا گیا۔

ابومعشر کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت ۲۴ھ میں ہوئی جو عام الرعاف (تکسیروں کا سال) کہلاتا ہے۔

اسے عام الرعاف اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سال تکسیر کے عارضے میں لوگ بکثرت مبتلا ہوئے سیف کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۳/محرم الحرام ۲۴ھ میں حلیفہ ہوئے۔ انھوں نے عصر کی نماز پڑھائی اور شہروں کے دفدان کے پاس آئے۔

بیعت کا وقت:

سیف حضرت شععی کے حوالے سے بیان کرتا ہے کہ مجلس شوریٰ کے ارکان ۳/محرم الحرام ۲۴ھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے۔ اس وقت نماز عصر کا وقت ہو گیا تھا۔ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے مؤذن نے اذان دے دی تھی اس لیے یہ لوگ اذان اور اقامت کے درمیانی عرصہ میں اکٹھے ہوئے اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نکل کر لوگوں کو (عصر کی) نماز پڑھائی۔ اس کے بعد شہروالوں کا دفدان کے پاس آیا وہ سب سے پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا۔

واقدی ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تین دن بعد ۱۰/محرم الحرام

۲۴ھ میں خلیفہ مقرر ہوئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

سیف کی روایت ہے کہ جب اہل شوریٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو وہ بہت اداس ہو کر کھڑے ہوئے اور منبر رسول پر آ کر یوں خطبہ دیا:

پہلے انھوں نے اللہ کی حمد و ثنا کہی اس کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا بعد ازاں آپ نے فرمایا:

نیک کام کی تلقین:

تم قلعہ بند گھر میں (اپنے آپ کو سمجھتے) ہو اور عمر کے بقیہ حصے میں ہو اس لیے تم اپنی (باقی ماندہ) زندگی میں بہت جلد نیک کام سرانجام دو اور جو نیک کام تم کر سکتے ہو اس سے دریغ نہ کرو۔ کیونکہ تمہیں صبح یا شام کوچ کرنا ہوگا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ دنیا مکرو فریب میں لپٹی ہوئی ہے اس لیے تمہیں دنیا کی زندگی فریب میں مبتلا نہ کر دے۔ تم گزری ہوئی باتوں سے عبرت حاصل کرو۔ اور سرگرمی کے ساتھ (نیک) کام کرو اور غافل نہ رہو۔ کیونکہ وہ (خدا) تم سے غافل نہیں ہے۔

دنیا کی بے ثباتی:

وہ دنیا دار اور اس کے فرزند کہاں ہیں جنہوں نے دنیا میں عمارتیں تعمیر کیں اور عرصہ دراز تک دنیا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ کیا دنیا نے انہیں چھوڑا نہیں ہے؟ تم بھی دنیا کو وہیں پھینک دو جہاں اللہ نے اسے پھینکا ہوا ہے (اس کے بجائے) آخرت کے طلب گار رہو۔ کیونکہ اللہ نے دنیا کی کیا ہی اچھی مثال دی ہے اور فرمایا ہے:

” (اے پیغمبر) تم انہیں دنیا کی زندگی کی مثال بیان کرو کہ وہ پانی کی طرح ہے جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا ہو۔“

اس خطبہ کے بعد لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے:

ہرمزان کا قتل:

فاذبان اپنے والد (ہرمزان) کے قتل کا حال اس طرح بیان کرتا ہے۔ اہل عجم مدینہ میں ایک دوسرے سے ملتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ فیروز میرے والد کے پاس سے گزرا۔ اس کے ہاتھ میں دوسرے والا خنجر تھا (میرے والد) نے اسے پکڑا اور پوچھا۔ ”تم اس ملک میں اس کا کیا کرو گے“ وہ بولا: ”میں اسے استعمال کروں گا“ ایک آدمی نے اسے اس حالت میں دیکھا تھا۔

سازش کا الزام:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا تو اس شخص نے کہا: ”میں نے اس (قاتل) کو ہرمزان کے ساتھ دیکھا تھا۔ اس نے یہ خنجر فیروز کو دیا تھا۔ لہذا عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے آکر اسے قتل کر دیا۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا اور مجھے اس کا مختار بنا دیا۔ پھر انہوں نے فرمایا:

قصاص کا حکم:

”اے میرے فرزند! یہ تمہارے باپ کا قاتل ہے اور تم ہم سے زیادہ اس پر (قتل کرنے کا) حق رکھتے ہو۔ جاؤ اور اسے قتل کر دو“ (اس کے بعد میں) اسے اپنے ساتھ لے گیا۔ اس وقت اس مقام کا ہر شخص میرے ساتھ تھا۔ مگر وہ سب مجھ سے اس کے بارے میں کچھ مطالبہ کر رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا:

”کیا میں اسے قتل کر سکتا ہوں؟“

وہ بولے ”ہاں“ انہوں نے عبید اللہ کو برا بھلا کہا۔ پھر میں نے ان سے پوچھا ”کیا تم اسے قتل کرنے سے منع کرتے ہو“ وہ بولے ”نہیں“ انہوں نے پھر اسے سب و شتم کیا لہذا میں نے اللہ کی خوشنودی کے واسطے اسے چھوڑ دیا اور ان لوگوں (مسلمانوں) کی خاطر میں نے اسے رہا کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے اوپر اٹھالیا۔ بخدا! میں لوگوں کے سروں اور ان کے ہاتھوں پر سوار ہو کر گھر پہنچا۔

کوفہ پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی حکومت:

۲۴ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ (کی گورنری) سے معزول کیا۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا۔

حضرت شعبیؒ بیان کرتے ہیں ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

”میں اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ (حضرت) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حاکم بنائے کیونکہ میں نے انہیں کسی جرم کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا بلکہ مجھے یہ اندیشہ تھا کہ کہیں ان کی بدنامی نہ ہو“۔

پہلا حاکم:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو سب سے پہلا حاکم مقرر کیا تھا وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے جنہیں کوفہ پر مقرر کیا تھا۔ انہوں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا تھا۔ وہ اس زمانے میں مدینہ منورہ میں تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے وہاں (کوفہ میں) ایک سال سے کچھ زیادہ عرصہ تک کام کیا۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی بحالی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو کئی سال تک (اپنے عہدہ پر) برقرار رکھا۔ واقدی کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ”ان کے حکام ایک سال تک برقرار رکھے جائیں“ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ایک سال تک برقرار رکھا۔ پھر انہوں نے انہیں معزول کر دیا۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر کیا۔ پھر انہیں بھی معزول کر دیا اور ان کے بجائے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا۔

واقدی کی روایت صحیح ہے۔ اس روایت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں ۲۵ھ میں کوفہ کا حاکم بنایا۔

حکام کے نام ہدایات:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو کابل کا حاکم مقرر کیا جو بختیان کی عملداری میں تھا۔ بختیان کا علاقہ خراسان کے علاقے سے بڑا تھا اور اس کی یہ (وسعت) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات تک برقرار رہی۔

پہلا ہدایت نامہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا پہلا ہدایت نامہ جو حکام کو لکھ کر بھیجا وہ یہ ہے:

”اللہ نے حکام کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ (رعایا کے) محافظ بنیں۔ صرف محصول وصول کرنے والے نہ بنیں اور جو اس حیثیت میں رہیں گے تو وہاں سے حیا دیا ننداری اور وفاداری کا جذبہ اٹھ جائے گا۔

فرض شناسی:

آگاہ ہو جاؤ کہ سب سے عمدہ سیرت یہ ہے کہ تم مسلمانوں کے حقوق و فرائض کا خیال رکھو۔ تم ان کا مالی حق ادا کرو اور ان سے وہ کام لو جو ان کے ذمہ ہیں۔

تمہاری دوسری ذمہ داری ذمیوں کی ہے۔ تم ان کے حقوق ادا کرو اور ان سے واجبات وصول کرو۔ اس کے بعد

تمہارے اپنے دشمن سے معاملات ہیں۔ تم ان کے معاہدے پورے کرو۔

سپہ سالاروں کو ہدایت:

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سرحدوں کے سپہ سالاروں کو مندرجہ ذیل ہدایت نامہ لکھ کر بھیجا:

”تم مسلمانوں کے حامی اور محافظ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمہیں جو ہدایات بھیجی تھیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ بلکہ ہمارے مشورہ سے جاری کی گئی تھیں۔ لہذا تمہاری طرف سے اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہونا چاہیے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی تبدیل کر دے گا اور تمہارے بجائے دوسرا مقرر ہوگا۔ تم دھیان رکھو کہ تم کیسا کام کرتے ہو؟ اللہ نے میرے ذمہ جو کام مقرر کر دیئے ہیں میں ان کی دیکھ بھال کر رہا ہوں۔“

حاصلین خراج کے نام:

آپ نے خراج وصول کرنے والے حکام کے نام مندرجہ ذیل ہدایت نامہ بھیجا:

”اللہ نے حق و صداقت پر مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ کیونکہ اسے حق و صداقت کے سوا اور کوئی چیز پسند نہیں ہے۔ اس لیے حق کے ساتھ کوئی چیز وصول کرو اور حق و صداقت پر قائم رہو۔ تم ہمیشہ امانت اور دیانتداری کو اختیار کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم سب سے پہلے بددیانتی کرو اس طرح تم مستقبل کے لوگوں کے لیے بددیانتی کی راہ کھول دو گے اور ان کے گناہوں میں تمہاری بھی شرکت سمجھی جائے گی۔

تم وفاداری کی راہ پر چلو اور کسی یتیم اور معاہدہ کرنے والے پر ظلم نہ کرو۔ جو ان پر ظلم کرے گا اللہ ان کا دشمن ہوگا۔“

عوام کے نام:

عوام کے نام آپ نے یہ ہدایت نامہ تحریر فرمایا:

”تم اس (بلند) مرتبہ پر (اللہ کے احکام کی) پیروی اور اطاعت کی بدولت پہنچے دنیا تمہیں تمہارے فرائض سے غافل نہ کر دے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس امت (اسلامیہ) میں یہ ذلت پھیل جائے گی جب کہ تمہارے اندر یہ تین باتیں جمع ہو جائیں گی: ① نعمتوں کی تکمیل ② قیدی عورتوں سے اور باندیوں سے تمہاری اولاد پیدا ہوگی۔ ③ اعراب (عرب بدو) اور اہل عجم قرآن کریم پڑھنے لگیں گے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

”اہل عجم میں کفر (کی بعض باتیں) ہیں جب (شریعت کا کوئی حکم) انہیں سمجھ میں نہیں آئے گا تو وہ یہ تکلف نئی باتیں نکالیں گے۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اصلاحات:

حضرت عامر شعبی فرماتے ہیں: ”حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سب سے پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے ان کے عطیات میں سو کا اضافہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں مال غنیمت کے حقدار کو روزانہ ایک درہم کا اضافہ کرتے تھے۔ انہوں نے زواج مطہرات میں عین کا یومیہ اضافہ دو دو درہم کیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا تھا: ”آپ ان کے لیے کھانا تیار کر کے انہیں اکٹھے کھلایا کریں“ اس کے جواب میں آپ نے

فرمایا: ”میں لوگوں کو ان کے گھروں میں پیٹ بھر کر کھانا کھلاتا ہوں۔“

طعام رمضان:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا طریقہ برقرار رکھا مگر اس میں یہ اضافہ کیا کہ وہ رمضان المبارک میں کھانا پکواتے تھے جو مسجد میں رہنے والوں، عبادت گزاروں، مسافروں اور رمضان کے سالکوں میں تقسیم ہوتا تھا۔

جنگ آذربيجان و ارمينيه:

۲۴ھ میں اہل آذربيجان و ارمينيه نے عہد شکنی کی تو ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ جنگ کی یہ ابوحنفہ کی روایت ہے دوسرے (مؤرخین) کی روایت کے مطابق یہ جنگ ۲۶ھ میں ہوئی۔

فوجی مراکز:

ابوحنفہ کی روایت ہے کہ اہل کوفہ کے فوجی مراکز رے اور آذربيجان میں تھے۔ دونوں سرحدوں پر کوفہ کے دس ہزار جنگجو سپاہی متعین تھے۔ ان میں سے چھ ہزار آذربيجان میں مقرر تھے اور چار ہزار رے میں متعین تھے۔ اس زمانے میں کوفہ میں چالیس ہزار سپاہی تھے۔ ان میں سے ہر سال ان دونوں سرحدوں پر دس ہزار سپاہی جنگ کرتے تھے۔ اس طرح ہر سپاہی کے لیے چار سال کے بعد جنگی خدمت انجام دینی ضروری تھی۔

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی روانگی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے حاکم تھے تو انھوں نے آذربيجان اور ارمينيه پر حملہ کیا۔ انھوں نے حضرت سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ عنہ کو بلوا کر انھیں ہر اول دستے پر سردار مقرر کر کے بھیجا۔ اس کے بعد ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ بڑی تعداد کو لے کر نکلے۔ وہ چاہتے تھے کہ وہ ارمينيه کے تمام علاقے کو روند ڈالیں۔

احسی کا حملہ:

وہ فوج کو لے کر روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ آذربيجان پہنچ گئے۔ انھوں نے عبد اللہ بن شہیل احسی کو چار ہزار کی فوج دے کر بھیجا۔ انھوں نے اہل لوقان، البسیر اور طیلسان پر حملہ کیا۔ وہاں انھوں نے مال غنیمت حاصل کیا اور تھوڑے سے قیدی گرفتار کیے اور پھر وہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔

صلح نامہ:

بعد ازاں ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے آٹھ لاکھ درہم پر اہل آذربيجان سے صلح کر لی۔ یہ صلح اس صلح نامہ کے مطابق تھی جو جنگ نہاوند کے ایک سال بعد حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے ساتھ ۲۲ھ میں طے کیا تھا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یہ رقم انھوں نے ادا نہیں کی۔

صلح نامہ پر عمل:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے حاکم مقرر ہوئے تو وہ (اس طرف) روانہ ہوئے اور ان پر لشکر کشی کی۔ جب انھوں نے یہ حالت دیکھی تو وہ ان کے مطیع ہونے اور پہلے صلح نامے پر عمل کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

انہوں نے (صلح نامہ کو) برقرار رکھا اور اس سے مال وصول کیا۔ اس کے بعد انہوں نے چاروں طرف دشمنوں کے برخلاف فوجی مہمیں روانہ کیں۔

ارمینیا میں جنگ:

جب عبداللہ بن سمیل حمسی رضی اللہ عنہ اپنے مذکورہ بالا حملے سے واپس آئے اور مال غنیمت لے کر پہنچے تو انہوں نے سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ عنہ کو بارہ ہزار کی فوج دے کر ۲۴ھ میں بھیجا۔ وہ ارمینیا کے علاقے میں پھرتے رہے انہوں نے دشمنوں کو قتل کیا اور جو بیچ رہے انہیں گرفتار کیا اور مال غنیمت وصول کیا اور بہت سا مال غنیمت لے کر ولیدؓ کے پاس واپس آ گئے۔

اہل روم کا ہنگامہ:

اس سال ۲۴ھ میں ابوحنیفہ کی روایت کے مطابق اہل روم نے ہنگامہ برپا کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ شام کے حکام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جنگی امداد طلب کر لی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خط:

جب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ ارمینیا کی جنگی مہم سے واپس آئے تو وہ موصل پہنچے اور حدیث کے مقام پر فروکش ہوئے۔ وہاں ان کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ مبارک نامہ پہنچا:

فوجی امداد کا حکم:

”معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے مجھے تحریری طور پر یہ اطلاع دی ہے کہ اہل روم مسلمانوں کے برخلاف بہت بڑی فوجوں کے ساتھ حملہ آور ہوئے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ ان کے بھائی اہل کوفہ انہیں جنگی امداد بھیجیں۔ چنانچہ جب تمہیں میرا یہ خط وصول ہو تو تم آٹھ نو یا دس ہزار سپاہیوں کو کسی ایسے شخص کی سرکردگی میں روانہ کرو جس کی شجاعت، بہادری اور جنگی خدمات پر تمہیں بھروسہ اور اعتماد ہو۔ اور یہ فوج فوراً وہیں سے روانہ کرو جہاں میرا قاصد تم سے ملاقات کرے۔“

والسلام

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہو کر لوگوں سے یوں مخاطب ہوئے:

”حمد وثنا کے بعد انہوں نے فرمایا: اے لوگو! اللہ نے اس طرح مسلمانوں کی امداد فرمائی۔ اس نے ان کے وہ علاقے لوٹا دیئے جنہوں نے عہد شکنی کی تھی بلکہ اس نے وہ علاقے بھی فتح کر دیئے جو اس سے پہلے مفتوح نہیں ہوئے تھے۔ اللہ نے مسلمانوں کو صحیح سلامت مال غنیمت کے ساتھ لوٹایا۔ تمام جہانوں کا پروردگار اللہ ہر قسم کی حمد وثنا کا مستحق ہے۔“

ترغیب جہاد:

امیر المؤمنین نے مجھے یہ لکھا ہے اور حکم دیا ہے کہ آٹھ ہزار سے لے کر دس ہزار تک کی فوج بھیجوں تاکہ تم اپنے بھائی اہل شام کی مدد کرو کیونکہ اہل روم نے ان پر حملہ کر دیا ہے اس جہاد میں تمہیں بہت ثواب ملے گا اور تمہیں بہت فضیلت حاصل ہوگی۔

جہاد کا شوق:

اللہ تم پر رحم کرنے تم سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت روانہ ہو جاؤ۔“

(ان کی اس تقریر پر) لوگ جہاد کے لیے تیار ہو گئے اور تیسرا دن نہیں گزرنے پایا تھا کہ کوفہ سے آٹھ ہزار مجاہدین روانہ ہو گئے اور شام پہنچ کر اہل شام کے ساتھ روم کی سرزمین میں داخل ہو گئے۔

رومی علاقہ پر حملہ:

شامی فوج کے سردار حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ تھے اور کوفہ کی فوج کے سردار سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ تھے انھوں نے روم کے علاقہ پر حملہ کیا وہاں انہیں حسب منشاء جنگی قیدی ملے اور انھوں نے بہت سامان غنیمت حاصل کیا۔ انہوں نے بہت سے قلعوں کو فتح کر لیا۔

حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی اطلاع:

واقعی بیان کرتے ہیں کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس سلمان بن ربیعہ کو امدادی لشکر دے کر بھیجا تھا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا کہ وہ حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اہل شام کا لشکر ارمینہ بھیجیں۔ چنانچہ انھوں نے حبیب کو وہاں بھیج دیا اس اثناء میں حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ رومی سپہ سالار موریان اسی ہزار رومی اور ترک سپاہیوں کا لشکر لے کر اس کے برخلاف روانہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ حبیب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا:

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو حکم:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا کہ وہ حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی جنگی امداد کے لیے لشکر بھیجیں۔ چنانچہ انھوں نے سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں چھ ہزار کا لشکر بھیجا۔

حبیب کا شب خون:

حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بہت بڑا سیاست دان تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ وہ موریان پر شب خون مارے اس کی بیوی ام عبداللہ بنت یزید کلبیہ نے اسے اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا تو اس نے پوچھا:

”تمہاری یلغار کہاں تک ہوگی؟“ حبیب نے کہا ”ہم یا تو موریان کے خیمے تک پہنچیں گے یا جنت (جائیں گے)۔“

مسلم خاتون کا کارنامہ:

اس کے بعد اس نے شب خون مارا۔ اور جو مقابلے پر آیا اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد وہ (موریان کے) خیموں تک پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی بیوی اس سے پہلے وہاں پہنچی ہوئی تھی۔

وہ پہلی عرب خاتون تھیں جن کے لیے خیمے لگائے گئے تھے۔ حبیب کی وفات کے بعد ضحاک بن قیس فہری نے ان سے نکاح

کیا اور ان سے ان کی اولاد ہوئی۔

حج کی قیادت:

اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس سال مسلمانوں کو کس نے حج کرایا۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس سال حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے لوگوں کو لے کر حج کو گئے۔ ابو معشر اور واقدی کی روایت یہی ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بذات خود حج کی قیادت فرمائی۔

تاریخ میں اختلاف:

بعض فتوحات کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ کچھ فتوحات کو بعض (مؤرخین) نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بیان کیا ہے اور بعض نے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مکمل ہوئی ہیں چنانچہ ہر فتح کا واقعہ بیان کرتے وقت ہم نے اس کی تاریخ میں اختلاف کا تذکرہ انہی مقامات پر کر دیا ہے۔

۲۵ھ کے مشہور واقعات

ابو معشر کی روایت ہے کہ اس سال اسکندریہ فتح ہوا۔ واقدی کی روایت ہے کہ اس سال اہل اسکندریہ نے عہد شکنی کی تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان پر حملہ کر کے انھیں قتل کر دیا۔ ہم نے (گذشتہ اوراق میں) اس واقعہ کی تفصیل لکھ دی ہے اور اس کی تاریخ میں جن لوگوں نے اختلاف کیا ہے ان کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

واقدی کی روایت کے مطابق عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ سواروں کے دستے کے ساتھ مغرب پہنچے۔

افریقہ پر حملہ:

اس روایت کے مطابق عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے مغرب کی طرف ایک فوجی مہم بھیجی تھی جس نے مال غنیمت حاصل کیا تھا۔ بعد ازاں عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے افریقہ پر حملہ کرنے کی اجازت طلب کی تو انھوں نے اجازت دے دی۔

متفرق واقعات:

اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بذات خود حج کے لیے روانہ ہوئے اور مدینہ میں اپنا جائشین مقرر کیا۔ اس سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت کئی قلعے فتح ہوئے۔ اس سال یزید بن معاویہ پیدا ہوئے اور ایک روایت کے مطابق ساہور کی پہلی جنگ ہوئی۔

۲۶ھ کے مشہور واقعات

ابومعشر اور واقدی کے قول کے مطابق سا بور فتح ہوا۔ اس واقعہ کا حال اس روایت کی مخالف روایت کے تذکرہ میں بیان کیا جا چکا ہے۔

حرم کعبہ کی توسیع:

واقدی کا بیان ہے کہ اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حرم کعبہ کی تجدید اور توسیع کا حکم دیا۔ انھوں نے ایک جماعت سے توسیع حرم کے لیے کچھ زمینیں خرید لیں۔ مگر کچھ لوگوں نے انکار کیا تو آپ نے ان کی عمارتیں گرا دیں اور انھیں خرید کر ان کی قیمتیں بیت المال میں جمع کرادیں۔ ان لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر چیخ و پکار کی تو آپ نے انھیں قید کرنے حکم دیا اور فرمایا:

برد باری سے ناجائز فائدہ:

میرے علم اور برد باری کی وجہ سے تمہیں یہ جرأت ہوئی ہے (کہ تم مجھ پر چلاتے ہو) جب تمہارے ساتھ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے اس قسم کی کارروائی کی تھی تو تم ان پر نہیں چیخے چلائے تھے۔

آخر کار عبداللہ بن خالد بن اسید رضی اللہ عنہ کی سفارش پر انھیں رہا کر دیا گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی معزولی:

اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لوگوں نے حج کیا۔

اسی سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی حکومت سے معزول کیا اور بقول واقدی ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو

مقرر فرمایا۔

سیف کی روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ۲۵ھ میں معزول ہوئے اور ان کے بجائے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ حاکم مقرر ہوئے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی معزولی کے بعد کوفہ کے حاکم مقرر ہوئے تھے۔ اس وقت وہاں

ان کی مدت حکومت ایک سال اور چند مہینے رہی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی معزولی کے اسباب:

حضرت شعیبؓ فرماتے ہیں کوفہ پہلا شہر ہے جہاں شیطان نے مسلمانوں میں جھگڑا پیدا کیا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت سعد

بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیت المال سے قرض مانگا تو انھوں نے کچھ مال قرض دے دیا۔ مگر جب

انہوں نے اس کا تقاضہ کیا تو وہ ادا نہیں کر سکے۔ اس پر ان کے درمیان تلوار ہو گئی۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ مال وصول کرنے کے لیے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے طرف دار ہو گئے اور کچھ لوگوں سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مدد مانگی تاکہ انھیں کچھ عرصہ تک مہلت دی

جائے۔ آخر کار لوگ منتشر ہو گئے مگر کچھ لوگ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ملامت کر رہے تھے۔

قرض کا تقاضا:

قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے پاس ہاشم بن عتبہ بھی موجود تھے اتنے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

”آپ وہ رقم ادا کر دیں جو آپ کے ذمہ ہے۔“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تیز کلامی:

”میرے خیال میں تم کسی برائی کا نشانہ بنو گے؟ تمہاری ہستی کیا ہے؟ تم تو ابن مسعود ہو۔ اور ہزیمیل کے غلام ہو۔“

وہ بولے:

”ہاں! میں ابن مسعود ہوں اور تم ابن حمینہ ہو۔“

ہاشم نے کہا:

”بخدا تم رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہو۔ رسول اللہ تم پر نظر شفقت رکھتے تھے۔“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے جھگڑا:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی وہ انہوں نے پھینک کر ماری کیونکہ ان کے مزاج میں بہت تیزی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور یہ بددعا کرنے والے تھے ”اے آسمان اور زمین کے پروردگار“ کہ اتنے میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

”تم پر افسوس ہے تم کلمہ خیر کہو اور لعنت نہ بھیجو۔“

اس موقع پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا:

”بخدا اگر خدا کا خوف نہ ہوتا تو میں تمہارے برخلاف ایسی بددعا کرتا جو خطانہ ہوتی۔“

اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جلدی سے نکل گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ناراضگی:

عبداللہ بن عکلی کی روایت ہے کہ جب قرض کے بارے میں حضرت ابن مسعود اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ میں جھگڑا ہوا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ وہ قرض نہ ادا کر سکے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان دونوں پر ناراض ہوئے اور قرض کی رقم حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے وصول کی اور انہیں معزول کر دیا۔

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کا تقرر:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر بھی ناراض ہوئے۔ مگر انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو برقرار رکھا اور ولید

بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو (حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بجائے) حاکم مقرر کیا۔ وہ جزیرہ میں قبیلہ ربیعہ کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حاکم تھے۔ جب وہ کوفہ (حاکم ہو کر) آئے تو انھوں نے جب تک وہ کوفہ کے حاکم رہے اپنے گھر کا کوئی دروازہ نہیں بنوایا۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بحالی:

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے درمیان جھگڑے کی خبر ملی تو وہ ان دونوں پر بہت سخت ناراض ہوئے اور انہیں (سزا دینی چاہی) مگر سزا کا ارادہ ترک کر دیا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ان سے قرض کی رقم وصول کی۔ مگر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو (ان کے عہدے پر) برقرار رکھا۔
نیا حاکم:

انھوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے عہدے پر ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے جزیرہ کے عربوں پر حاکم مقرر تھے۔ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال (کوفہ) آئے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے وہاں ایک سال سے کچھ زیادہ کام کیا تھا۔
محبوب ترین شخصیت:

جب (ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ) کوفہ آئے تو وہاں کے لوگوں میں محبوب ترین شخصیت بن گئے۔ وہ سب سے زیادہ نرم حاکم تھے اس وجہ سے وہ پانچ سال تک (حاکم) رہے انھوں نے اپنے گھر کے لیے کوئی دروازہ نہیں رکھا تھا۔



۷۲ھ کے مشہور واقعات

اس سال کا مشہور ترین واقعہ افریقیہ کی فتح ہے جو عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں انجام پذیر ہوئی۔

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کا تقرر:

سیف کی روایت ہے کہ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اس وقت مصر کے حاکم عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے اور اس کے قاضی خارجہ تھے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے اپنی خلافت کے دو سال تک ان دونوں کو برقرار رکھا اس کے بعد انہوں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو (مصر کا) حاکم بنایا۔

افریقیہ کی فوجی مہم:

سیف کی دوسری روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ان کے عہدے پر برقرار رکھا۔ وہ کسی حاکم کو شکایت یا استعفاء کے بغیر الگ نہیں کرتے تھے۔ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ مصری فوج سے تعلق رکھتے تھے اس لیے انھوں نے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو اپنی فوج کا سردار بنایا اور فوج دے کر انھیں افریقیہ بھیج دیا اور ان کے ساتھ عبداللہ بن نافع مہدی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن نافع بن حصین فہری رضی اللہ عنہ کو بھی روانہ کیا۔ انھوں نے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہا:

خاص انعام:

”اگر خدائے بزرگ و برتر نے تمہارے ہاتھوں سے افریقیہ کو فتح کر دیا تو تمہیں خاص انعام کے طور پر مال غنیمت کے

خمس کا شمس (پانچواں حصہ) ملے گا۔“

اندلس کی مہم:

انھوں نے دونوں عبداللہ بن نافع رضی اللہ عنہ کے نام کے سرداروں کو بھی سپہ سالار بنایا اور انھیں اندلس کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا مگر یہ بھی ہدایت کی تھی کہ وہ اجل (دشمنوں کا سردار) کا مل کر مقابلہ کریں۔ اس کے بعد عبداللہ بن سعد اپنی عملداری میں رہ جائیں گے اور وہ دونوں اپنی عمل داری۔ (اندلس) کی طرف چلے جائیں گے۔

افریقیہ میں جنگ:

چنانچہ وہ سب روانہ ہو گئے۔ مصری علاقہ طے کرنے کے بعد وہ افریقیہ کی سرزمین میں گھس گئے یہاں تک کہ وہ اجل کے پاس پہنچ گئے اور اس سے جنگ کرنے لگے۔

افریقیہ کی فتح:

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے اجل کو قتل کر دیا اور افریقیہ کے میدانوں اور پہاڑوں سب علاقوں کو فتح کر لیا۔ پھر اہل افریقیہ مسلمان ہو گئے اور مطیع و فرمانبردار بن گئے۔

مال غنیمت کی تقسیم:

حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے اہل فوج پر مال غنیمت تقسیم کیا۔ انہوں نے فہم کے پاس پانچواں حصہ (حسب ہدایت) خود لیا اور باقی چار حصے ابن وشمہ نصری کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیئے۔

ابن سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت:

انہوں نے قیروان کے محل وقوع پر ایک بہت بڑا خیمہ نصب کر لیا تھا۔ انہوں نے ایک وفد بھی بھیجا جس نے وہاں جا کر عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کی شکایت کی کہ انہوں نے خاص مال لے لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میں نے خود انہیں یہ مال انعام کے طور پر دیا تھا اور اس بات کا حکم دیا تھا اب تمہیں اختیار ہے کہ اگر تم اس کی خوشی سے اجازت دو گے تو وہ انعام برقرار رہے گا اور اگر تم اس بات پر ناخوش ہو تو اسے لوٹا لیا جائے گا۔“

معزولی کی درخواست:

ان لوگوں نے کہا: ”ہم اس بات سے ناخوش ہیں“ آپ نے فرمایا ”پھر وہ لوٹا لیا جائے گا“ اس کے بعد آپ نے عبداللہ بن سعد کو یہ انعام لوٹانے اور ان سے اچھا سلوک کرنے کی ہدایت لکھی مگر وہ کہنے لگے:

”اس واقعہ کے رونما ہونے کے بعد ہم نہیں چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے حاکم رہیں۔ اس لیے آپ انہیں معزول کر دیں۔“

چنانچہ آپ نے انہیں لکھا:

معزولی کا حکم:

”تم افریقیہ کے علاقہ پر ایسا جانشین مقرر کرو جس سے تم بھی مطمئن ہو اور یہ لوگ بھی خوش ہوں اور وہ پانچواں حصہ جو میں نے تمہیں انعام کے طور پر دیا تھا اس کو ان میں تقسیم کر دو کیونکہ یہ لوگ اس انعام سے ناخوش ہیں۔“

ابن سعد رضی اللہ عنہ کی واپسی:

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ تعیل کرنے کے بعد مصر لوٹ آئے اس وقت افریقیہ کا تمام علاقہ مفتوح ہو چکا تھا اور اجل مارا گیا تھا۔

اہل افریقیہ کی امن پسندی:

اہل افریقیہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے زمانے تک سب علاقوں سے زیادہ مطیع و فرمانبردار قوم رہی۔ یہ لوگ نہایت امن و امان کے ساتھ زندگی گزارتے رہے تا آنکہ اہل عراق وہاں آئے۔

اہل عراق کی ریشہ دوانیاں:

جب اہل عراق کے مبلغین اور پروپیگنڈا کرنے والے وہاں پہنچے اور وہاں دھاندلیاں کرنے لگے تو وہ نافرمان بن گئے اب

اور آج تک ان میں نا اتفاقی اور انتشار ہے۔

نا اتفاقی کا سبب:

ان کی نا اتفاقی اور انتشار کا سبب یہ ہوا کہ یہاں کے حکام خود غرضیوں میں پھنس گئے تھے مگر اس پر بھی انہوں نے یہ کہا کہ ہم

خانہء کی ان احکام کی بد عملیوں کی وجہ سے مخالفت نہیں کریں گے اور نہ ہم ان کی بد عملیوں کا ذمہ دار ٹھہرائیں گے۔“

ان لوگوں نے کہا:

”یہ حکام ان (خلفاء) کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔“ وہ بولے: ”ہم اس کی اس وقت تک تصدیق نہیں کریں گے جب تک خود نہ معلوم کر لیں۔“

تحقیقاتی وفد:

لہذا میسرہ چند افراد کو لے کر ہشام کے پاس پہنچا۔ انھوں نے باریابی کی اجازت مانگی مگر یہ بات دشوار تر ہو گئی پھر وہ ابرش کے پاس آئے اور یہ کہا:

حکام کی بداعمالی:

”تم امیر المومنین کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہمارا حاکم ہمارے اور اپنے لشکر دونوں کو ساتھ لے کر جنگ کرتا ہے جب مال غنیمت حاصل ہوتا ہے تو وہ ان میں تقسیم کر دیتا ہے اور ہمیں نہیں دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ وہ اس مال غنیمت کے زیادہ حق دار ہیں۔“

مخلصانہ جذبہ جہاد:

اس موقع پر (ہم اپنے آپ کو تسلی دے کر) یہ کہتے ہیں کہ اس طرح جذبہ جہاد مخلصانہ رہے گا۔ کیونکہ ہم کچھ حاصل نہیں کر رہے ہیں۔ اگر ہمارا کوئی حق ہے تو ہم انھیں بخش دیتے ہیں اور اگر ہمارا کوئی حق نہیں ہے تو ہم ان سے کوئی چیز نہیں لوٹائیں گے۔

جنگ میں پیش قدمی:

جب ہم کسی شہر کا محاصرہ کرتے ہیں تو وہ (حاکم کہتا ہے: ”آگے بڑھو، مگر اپنی فوج کو پیچھے رکھتا ہے۔ تاہم ہم (اپنے لوگوں کو) یہ بات کہتے ہیں۔“ آگے بڑھو۔ اس سے جہاد کا ثواب زیادہ ہوگا“ اس طرح ہم ان لوگوں کی حفاظت کرتے ہیں اور ان کے بجائے کام کرتے ہیں۔

مظالم کی انتہا:

(انھوں نے انہی باتوں پر اکتفا نہیں کیا) بلکہ وہ ہمارے موشیوں کو ذبح کر کے اس کی کھال اتارتے ہیں اور امیر المومنین کے لیے سفید پوستین حاصل کرنے کے لیے وہ ایک ہزار بکریوں کو ذبح کر ڈالتے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں: ”امیر المومنین کے لیے یہ چیز بھی معمولی ہے، ہم یہ سب باتیں برداشت کرتے رہے اور ہم نے ان سے کوئی مزاحمت نہیں کی مگر انھوں نے ہم پر یہ ظلم کرنا شروع کیا کہ وہ ہماری ہر خوبصورت لڑکی کو لے جانے لگے۔ اس پر ہم نے کہا ”ہم مسلمان ہیں ہم نے کتاب و سنت میں اس کا کوئی جواز نہیں دیکھا ہے۔“

خليفة کو اطلاع:

اب ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آیا یہ تمام باتیں امیر المومنین کی رائے اور حکم سے انجام پذیر ہو رہی ہیں یا نہیں۔

جواب میں ٹال مٹول:

اس نے کہا ”ہم یہ اطلاع پہنچائیں گے“ مگر جب بہت عرصہ گزر گیا اور کوئی کام نہیں ہوا اور جو کچھ ان کے پاس تھا وہ سب خرچ ہو گیا تو انھوں نے اپنے نام پر چوں میں لکھ کر وزراء کو دیئے اور کہا ”یہ ہمارا نام و نسب ہے۔ اگر امیر المومنین تم سے ہمارے

بارے میں پوچھیں تو انھیں بتادینا، یہ کہہ کر انھوں نے افریقیہ کا رخ کیا۔

غفلت کا نتیجہ:

وہاں پہنچ کر انھوں نے ہشام کے حاکم کے برخلاف بغاوت اختیار کی اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد وہ تمام افریقیہ پر قابض ہو گئے۔ ہشام کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے ان لوگوں کے بارے میں دریافت کیا چنانچہ اسے ان کے ناموں کے پرچے دیئے گئے تو وہ وہی افراد تھے جن کے بارے میں یہ اطلاع ملی تھی کہ انھوں نے وہاں شورش برپا کی تھی۔

اندلس کے مجاہدین:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فوراً عبداللہ بن نافع بن حصین اور عبداللہ بن نافع بن عبدالقیس کو افریقہ سے اندلس کی طرف جانے کا حکم دیا۔ وہ وہاں بحری راستے سے پہنچے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے نام جو اندلس کی فوج میں شامل تھے یہ خط تحریر کیا:

فتح قسطنطنیہ کا پیش خیمہ:

”قسطنطنیہ اندلس ہی کی جانب سے مفتوح ہوگا۔ اس لیے اگر تم نے اندلس کو فتح کر لیا تو تم ان لوگوں میں شریک سمجھے جاؤ گے جو ثواب حاصل کرنے کے لیے اسے (قسطنطنیہ کو) فتح کریں گے۔“ والسلام

کعب الاحبار کا قول ہے:

”وہ لوگ جو سمندر کو عبور کر کے اندلس کو فتح کریں گے وہ اپنے نور کی وجہ سے قیامت کے دن پہچانے جائیں گے۔“

فتح اندلس:

سیف کی مزید روایت ہے ”اندلس کی یہ فوج روانہ ہوئی ان کے ساتھ بربر کی قوم بھی تھی وہ بحرو بردونوں جانب سے اندلس پہنچے۔ اللہ نے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح و نصرت عطا کی اور افریقیہ کی طرح مسلمانوں کی سلطنت میں توسیع ہو گئی۔

ابن سعد رضی اللہ عنہ کی معزولی:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو معزول کیا تو عبداللہ بن نافع بن عبدالقیس رضی اللہ عنہ کو اس کی عملداری پر مقرر کیا۔ وہ اس سے پیشتر وہیں تھے اور عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔

اہل اندلس کی اطاعت:

اندلس کا علاقہ بھی افریقیہ کی طرح (مطبع و فرمانبردار) رہا۔ یہاں تک کہ ہشام بن عبدالملک کے عہد میں بربر نے انھیں اپنی زمین سے روک دیا اور جو لوگ اندلس میں تھے وہ اسی حالت میں برقرار رہے۔

افریقیہ کا جہاد:

واقعی کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مصر کی حکومت سے الگ کر دیا تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بہت ناراض ہوئے اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کینہ رکھنے لگے اس لیے انھوں نے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ وہ افریقیہ کے جہاد کی طرف روانہ ہو جائیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو افریقیہ جہاد کی دعوت دی تو قریش، انصار

اور مہاجرین میں سے دس ہزار افراد (اس جہاد میں) شامل ہو گئے۔

اہل افریقیہ کی مصالحت:

واقدی بہ روایت ابن کعب رقمطراز ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو افریقیہ بھیجا تو افریقیہ کے لاث پادری (بطریق) جرجیر نے ان سے پچیس لاکھ بیس ہزار دینار کی رقم ادا کرنے پر مصالحت کر لی۔ روم کے بادشاہ نے بھی ان کے پاس قاصد بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ ان سے تین سو قنطار وصول کرے جس طرح عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے (خراج کے طور پر) رقم وصول کی تھی۔ چنانچہ اس نے افریقیہ کے تمام رؤساء کو جمع کر کے کہا:

شاہ روم کا خراج:

”بادشاہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم سے سونے کے تین سو قنطار وصول کروں جس طرح عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے تم سے وصول کیے ہیں۔“

وہ بولے:

”ہمارے پاس کوئی مال باقی نہیں رہا ہے جو ہم بادشاہ کو دیں جو کچھ ہمارے پاس تھا اس کے ذریعہ ہم نے اپنی جانوں کو بچایا ہے۔ بہر حال بادشاہ ہمارا آقا ہے اسے ہم سے وہ خراج لینا چاہیے جو ہم اسے سالانہ ادا کیا کرتے ہیں۔“

جب اس نے یہ حالت دیکھی تو اس نے انہیں قید کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو اس کی اطلاع دی انہوں نے آ کر قید خانے کو توڑ دیا۔ اور وہ نکل آئے۔

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے تین سو قنطار زر خالص پر مصالحت کی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ یہ آل الحکم کو دیا جائے۔

مصری حکام کا اختلاف:

یزید بن ابی حبیب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو خراج مصر کی وصولی سے الگ کر دیا تھا اور خراج کی وصولی کے کام پر عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیا تھا۔ اس پر دونوں میں بہت اختلاف ہونے لگا۔ چنانچہ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا:

”عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خراج کا نظام درہم برہم کر دیا۔“

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر کیا کہ:

”عبداللہ رضی اللہ عنہ میری جنگی تدابیر و انتظام پر رخنہ اندازی کر رہا ہے۔“

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی معزولی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا:

”تم واپس آ جاؤ۔“

ان کے بجائے انہوں نے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو فوج اور خراج دونوں کا حاکم مقرر کیا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس پر بہت ناراض ہو کر

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو وہ ہمیں جبہ پہنے ہوئے تھے جس کا استر روئی سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے گفتگو:

”تمہارے جبہ کے اندر کیا ہے؟“

وہ بولے: ”عمرو“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”مجھے معلوم ہے کہ اس کے اندر عمرو ہے مگر میری مراد یہ نہیں ہے بلکہ میرے دریافت کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آیا اس میں روئی ہے یا اور کوئی چیز ہے۔“

واقدی روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے مصر سے جمع شدہ مال بھیجا اسی اثناء میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی آگئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اے عمرو! کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے جانے کے بعد دودھ دینے والی اونٹنی زیادہ دودھ دینے لگی ہے۔“

وہ بولے:

”ہاں اس کے دودھ پینے والے بچے ہلاک ہو گئے ہیں۔“

مزید فتوحات:

اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ واقدی کی روایت ہے کہ اسی سال عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اصطر دوبارہ فتح ہوا اور اسی سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قنسرین پر حملہ کیا۔



۲۸ھ کے مشہور واقعات

(بحری جنگیں)

واقعی کے قول کے مطابق ۲۸ھ میں قبرص فتح ہوا۔ اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق حملہ کیا تھا۔ ابو معشر کا قول ہے کہ قبرص ۳۳ھ میں فتح ہوا۔ ایک روایت ہے کہ قبرص ۲۷ھ میں فتح ہوا۔ قبرص کے جہاد میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شرکت کی تھی۔ ان میں ابو ذر، عبادہ بن الصامت ان کی بیوی ام حرام، مقداد، ابوالدرداء اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

بحری جنگیں:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ اصرار ان سے درخواست کی کہ وہ بحری جنگ کی اجازت دیں۔ کیونکہ رومی سمندر حصص کے بہت قریب تھا انھوں نے لکھا تھا:

”حصص کے ہر گاؤں والے اہل روم کے کتوں کے بھونکنے اور مرغیوں کے چلانے کی آوازیں سنتے ہیں۔“

(اس دردناک طریقہ سے یہ باتیں تحریر کی تھیں کہ) اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں بہت بڑا اثر ہوا کہ انہوں نے عمرو بن العاص کو لکھا:

تم سمندر اور اس کے مسافروں کا حال بیان کرو۔ کیونکہ میرے دل میں اس کے بارے میں تشویش ہے۔“

عمرو بن العاص نے تحریر کیا:

سمندر کا حال:

”میں نے بہت سے لوگوں کو کشتیوں میں سوار دیکھا ہے جب وہ کشتی چھکتی ہے تو دل دہلنے لگتا ہے اور جب وہ حرکت کرتی ہے تو حوش و حواس اڑ جاتے ہیں۔ اس (سفر) سے یقین کم رہ جاتا ہے اور شک و شبہ کی زیادتی ہوتی ہے لوگ اس میں اس طرح سوار ہوتے ہیں جیسے کسی لکڑی پر کپڑے ہوں جب وہ الٹ پلٹ ہوتی ہے تو وہ ڈوب جاتے ہیں۔“

بحری سفر کی ممانعت:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خط پڑھا تو انھوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا:

”اس ذات کی قسم! جس نے محمد ﷺ کو برحق رسول بنا کر بھیجا۔ میں سمندر پر کسی مسلمان کو کبھی سوار نہیں کروں گا۔“

بحری جنگ کی اجازت:

جنادہ بن ابی امیہ ازدی روایت کرتے ہیں کہ (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس میں بحری جنگ کے لیے اجازت طلب کی تھی اور انھیں اس کی طرف آمادہ کیا تھا۔ انھوں نے لکھا تھا ”اے امیر المؤمنین! شام میں ایک گاؤں ہے

جس کے لوگ رومیوں کے کتوں کے بھونکنے اور ان کی مرغیوں کے چلانے کی آوازیں سنتے ہیں۔ یہ لوگ (ایک جزیرہ میں) حمص کے ساحل کے بالقابل ہیں۔“

عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کا حال:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے مشورہ کو صحیح سمجھا اس لیے انھوں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا ”تم مجھے سمندر کا پورا حال لکھو“ انھوں نے لکھا:

”اے امیر المؤمنین! بہت لوگ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں۔ وہاں آسمان اور پانی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا، لوگ وہاں اس طرح سوار ہوتے ہیں جیسے لکڑی پر کپڑے (سوار) ہوں۔ اگر الٹ پلٹ ہوگی تو ڈوب جاتے ہیں اور اگر بچ گئے تو صحیح سالم رہتے ہیں۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خط:

سیف کی دوسری روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کی طرف یہ خط لکھا:

”ہم نے سنا ہے کہ بحر شام (بحیرہ روم) خشکی کے طویل ترین حصہ کے قریب ہے اور ہر روز شب اللہ سے اجازت مانگتا ہے کہ وہ زمین میں سیلاب کی صورت میں آ کر اسے غرق کر دے اس لیے میں ایسے کافر اور پیچیدہ سمندر پر کیسے (مسلمانوں کی) فوجوں کو سوار کرادوں۔ خدا کی قسم! مجھے ایک مسلمان روم کی تمام سلطنت سے زیادہ عزیز ہے۔ اس لیے تم میرے سامنے ایسی درخواست پھر کبھی نہ پیش کرنا۔ میں نے پہلے بھی تمہیں لکھ دیا ہے تمہیں معلوم ہے کہ علاء (حضری) سے میں نے کیا سلوک کیا تھا۔ میں نے پھر کبھی اسے اس قسم کی اجازت نہیں دی۔“

شاہ روم کی خط و کتابت:

بیان کیا جاتا ہے کہ شاہ روم نے جنگ بندی کر دی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قربت حاصل کرنے کے لیے ان سے خط و کتابت شروع کر دی تھی۔ اس نے ایک دفعہ یہ دریافت کیا کہ ”وہ ایسا (مختصر اور جامع) مقولہ تحریر کریں جس میں تمام علم سمٹ کر آجائے۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا:

جامع مقولہ:

”جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لیے پسند کرو اور جو چیز تمہیں ناپسند ہو وہ دوسروں کے لیے بھی پسند نہ کرو اس میں تمہارے لیے پوری حکمت سماگئی ہے۔ تم اپنے قریب کے لوگوں کا خیال رکھو اس لیے تمہیں کامل معرفت حاصل ہوگی۔“

پانی کی اہمیت:

شاہ روم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شیشی بھیجی اور یہ لکھا کہ:

”آپ اس شیشی میں ہر چیز کا تھوڑا تھوڑا حصہ بھر دیں۔“

آپ نے اس شیشی کو پانی سے بھر دیا اور یہ لکھ بھیجا: ”اس کے اندر دنیا کی ہر چیز ہے۔“

حق و باطل کا فرق:

شاہ روم نے یہ لکھا: ”حق و باطل کے درمیان فرق کیا ہے؟“ آپ نے یہ جواب لکھا: ”وہ جو کچھ پنجم خود دیکھتا ہے وہ حق کی چار انگلیاں ہیں اور جو باتیں اس نے پنجم خود مشاہدہ نہیں کی ہیں بلکہ وہ باتیں سنی ہیں ان میں باطل بکثرت ہے۔“

مسافت:

شاہ روم نے لکھ کر یہ دریافت کیا ”آسمان وزمین اور مشرق و مغرب کے درمیان کتنی مسافت ہے“ حضرت عمر نے جواب لکھا: ”اگر راستہ درست ہو تو مسافر کے لیے پانچ سو سال کی مسافت ہے۔“

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے تحائف:

راوی کا بیان ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا نے کچھ خوشبوئیں اور دوسرے تحائف ڈاک کے ذریعہ ملکہ روم کے پاس بھیجے اور وہ وہاں پہنچ گئے تو ہرقل کی بیوی (ملکہ روم) نے اپنی خواتین کو جمع کر کے کہا:

ملکہ روم کے تحائف:

”یہ عرب کی ملکہ اور ان کے پیغمبر کی بیٹی کے تحائف ہیں۔“

اس کے بعد ملکہ روم نے ان سے خط و کتابت کی اور اس کے بدلے میں تحائف بھیجے جن میں ایک نہایت قیمتی ہار بھی تھا۔ جب وہ لے کر آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے تحائف کو روک دیا پھر لوگوں کو نماز کے لیے بلوایا۔ جب وہ جمع ہو گئے تو آپ نے ان کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں پھر یہ فرمایا:

عوام سے مشورہ:

”میں جو اہم کام مشورہ کے بغیر انجام دیتا ہوں اس میں بھلائی نہیں ہوتی ہے۔ تم مجھے مشورہ دو کہ ام کلثوم نے ملکہ روم کو

تحائف پیش کیے تھے (اس کے جواب میں) ملکہ روم نے تحائف بھیجے ہیں۔“

لوگوں کا مشورہ:

کچھ لوگوں نے کہا ”یہ تحائف ان کے تحائف کے بدلے میں ہیں اس لیے وہی (ام کلثوم) اس کی حقدار ہیں۔ ملکہ روم کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ وہ آپ کے ماتحت ہے جو آپ سے ڈرے۔“ دوسرے لوگوں نے کہا:

”ہم کپڑے تحفہ کے طور پر بھیجا کرتے تھے تاکہ ہمیں اس کا بدلہ ملے اور ہم انہیں اس لیے بھیجا کرتے تھے تاکہ وہ فروخت ہوں اور ہمیں ان کی قیمت حاصل ہو۔“ آپ نے فرمایا ”لیکن یہ قاصد مسلمانوں کا قاصد ہے اور یہ ہر کارہ ان کا ہر کارہ ہے۔“

آخر کار آپ نے حکم دیا کہ یہ تحائف بیت المال میں جمع کر دیئے جائیں اور انہیں (حضرت ام کلثوم) کو ان کے خرچ کے مطابق رقم واپس کی گئی۔

بحری جنگ کا آغاز:

خالد بن معدان روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد میں بحری جنگ کی۔ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی تھی۔ مگر انھوں نے اجازت نہیں دی تھی۔ جب حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو امیر معاویہ انھیں اس طرف متوجہ کراتے رہے یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آخر کار اس کا ارادہ کر لیا۔ تاہم آپ نے فرمایا ”تم خود (سپاہیوں کا) انتخاب نہ کرو اور نہ قرعہ اندازی کرو بلکہ انھیں اختیار دے دو جو خوشی سے بحری جنگ کے لیے جانا چاہے اسے ساتھ لے جاؤ اور اس کی مدد کرو“ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور بحری فوج پر عبداللہ بن قیس حارثی کو کمانڈر بنایا۔

پچاس حملے:

انھوں نے پچاس حملے ان میں سے کچھ موسم سرما میں کیے اور کچھ موسم گرما میں کیے ان تمام حملوں میں نہ تو کوئی غرق ہوا۔ اور نہ کسی کو نقصان پہنچا۔ وہ ہمیشہ اللہ سے یہ دعا مانگتے تھے کہ ”اللہ ان کے لشکر کو خیر و عافیت عطا کرے اور انھیں کسی کے صدمے میں مبتلا نہ کرے“۔

عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

چنانچہ اللہ نے ایسا ہی کیا جب اللہ نے صرف انھیں مبتلا کرنا چاہا تو وہ خبر رسائی کی ایک کشتی میں سوار ہوئے اور رومی علاقہ کی ایک اونچی جگہ پر پہنچ گئے وہاں سانکوں اور محتاجوں کی ایک جماعت موجود تھی انھوں نے ان لوگوں کو خیرات دی ان میں سے ایک مانگنے والی عورت اپنے گاؤں لوٹی اور وہاں کے مردوں سے کہنے لگی ”کیا تم عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کو پکڑنا چاہتے ہو؟“ وہ بولے ”وہ کہاں ہے“۔

وہ بولی ”وہ اونچے ٹیلے پر ہے“ وہ کہنے لگے ”کم بخت! تجھے کیسے معلوم ہوا کہ وہ عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ ہے؟ وہ تو ان کا سردار ہے؟“ وہ عورت بولی: ”کیا تم اتنے نکلے ہو کہ تم عبداللہ کو نہیں پہچان سکتے ہو“۔

عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کی شہادت:

اس پر وہ مقابلے کے لیے پہنچے اور ان پر حملہ کر دیا اور ان سے جنگ کرتے رہے تا آنکہ عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ تن تہا فوت ہو گئے۔ ملاح بیچ کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ وہ وہاں پہنچے اس وقت ان کے جانشین سفیان بن عوف ازدی تھے۔ وہ ان سے جنگ کرتے رہے آخر کار بیزار ہو کر اپنے ساتھیوں کو ملامت کرنے لگے۔

(یہ حال دیکھ کر) عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کی لونڈی نے کہا ”ہائے عبداللہ! عبداللہ جنگ کے وقت اس طرح باتیں نہیں کرتے تھے“۔ سفیان نے پوچھا:

”وہ کیا کہتے تھے؟“۔

وہ بولی:

”وہ باتیں کرنا چھوڑ کر جنگ کے مشکل محاذوں میں گھس جاتے تھے اور ہماری مشکلات کو رفع کیا کرتے تھے“۔

بہر حال اس وقت مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا۔ یہ عبداللہ بن قیس حارثی کا آخری زمانہ تھا۔

محتاج عورت کی شناخت:

لوگوں نے اس محتاج عورت سے پوچھا ”تم نے کیوں انھیں (عبداللہ بن قیس کو) پہچان لیا“ وہ بولی ”اس کے خیرات دینے

کے طرز سے (پہچانا) اس نے خیرات اس طرح دی جس طرح بادشاہ خیرات کیا کرتے ہیں۔ اس نے تاجروں کی طرح (اپنا ہاتھ) نہیں سکیڑا۔“

سیف کی دوسری روایت ہے کہ لوگوں نے اس مانگنے والی عورت سے یہ پوچھا جس نے رومیوں کو عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کے برخلاف آمادہ جنگ کیا تھا۔ ”تو نے انھیں کیسے شناخت کر لیا“ وہ بولی:

”وہ ایک تاجر کی طرح نظر آتا تھا۔ مگر جب میں نے مانگا تو اس نے مجھے بادشاہ کی طرح خیرات دی اس سے میں نے پہچان لیا کہ وہ عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ ہے۔“

حکام کے نام ہدایت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر حکام کے نام یہ ہدایت نامہ بھیجا:

”تم اس روش پر قائم رہو جس پر تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قائم تھے اور کسی بات میں تبدیلی نہ کرو اور اگر تمہیں کسی کام میں دشواری معلوم ہو تو ہماری طرف رجوع کرو ہم اس مسئلے کو قوم کے سامنے پیش کر کے اس کا جواب بھیجیں گے۔“

تم تغیر و تبدل سے پرہیز کرو کیونکہ میں بھی تمہاری وہ بات مانوں گا جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تسلیم کیا کرتے تھے۔“

عہد شکنی:

کبھی ایسا ہوتا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جو مصالحت ہوئی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں انہی لوگوں نے عہد شکنی کی تو انھوں نے کسی سپہ سالار کو بھیجا اور اس کے ہاتھوں سے اللہ نے فتح و نصرت دی تو یہ اس کا کارنامہ سمجھا جاتا تھا۔ مگر فتح پہلے شخص کے نامہ اعمال میں شمار کی جاتی تھی۔

اہل قبرص سے معاہدہ:

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبرص پر حملہ کیا تو وہاں کے لوگوں نے مصالحت کر لی اور اس کے لیے یہ معاہدہ ہوا کہ وہ سات ہزار دینار سالانہ جز یہ مسلمانوں کو ادا کرتے رہیں گے اور وہ شاہ روم کو بھی اس قدر رقم ادا کرتے رہیں گے۔ مسلمان اس بارے میں ان کی راہ میں حائل نہیں ہوں گے (اس معاہدہ کی یہ شرائط بھی تھیں کہ) وہ ان پر حملہ نہیں کریں گے اور اگر ان رومی دشمن ان پر حملہ کرے گا تو وہ مسلمانوں کو اس کی اطلاع دیں گے۔

قبرص پر حملہ:

واقفی کی روایت ہے کہ امیر معاویہ نے ۲۸ھ میں قبرص پر حملہ کیا۔ اور اہل مصر نے بھی عبد اللہ بن ابی سرح کی قیادت میں ان پر حملہ کیا تھا۔

اشک عبرت:

جبیر بن نفیر فرماتے ہیں:

”جب ہم نے ان دشمنوں کو جنگی قیدی بنایا تو میں نے دیکھا کہ حضرت ابوالدین رضی اللہ عنہ رورہے ہیں۔ میں نے کہا:

آپ ایسے دن اٹھک باری کر رہے ہیں جب کہ اللہ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا کی اور کفر اور اہل کفر کو ذلت دی ہے۔“

اس پر انھوں نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر مار کر فرمایا:

جنگی قیدیوں کا تسلط:

”اگر کوئی قوم اللہ کے احکام کی نافرمانی کرے تو وہ لالہ کے نزدیک کس قدر حقیر ہو جاتی ہے ہمارے زمانے میں کوئی قوم لوگوں پر غالب اور طاقتور ہوتی ہے تو وہ ملک و سلطنت کی مالک ہوتی ہے۔ مگر جب وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کرتی ہے تو اس کی وہ حالت ہو جاتی ہے جو تم دیکھ رہے ہو اس وقت یہ جنگی قیدی ان پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ اور جب یہ قیدی کسی قوم پر مسلط ہو جائیں تو اللہ کو ان کی ضرورت نہیں ہوتی۔“

معابدہ کی شرائط:

واقدی ابوسعید کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل قبرص سے مصالحت کر لی تھی سب سے پہلے انھوں نے روم پر حملہ کیا تھا اس معاہدہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ مسلمانوں کی اجازت کے بغیر ان کے رومی دشمنوں میں نکاح شادی نہیں کریں گے۔

متفرق واقعات:

واقدی کے قول کے مطابق حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے روم کے شامی علاقے پر حملہ کیا۔ اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نانکہ بنت الفراقصہ سے نکاح کیا جو عیسائی خاتون تھیں اسی سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں اپنے مکان کے تعمیر سے فراغت حاصل کی۔

واقدی کے قول کے مطابق اس سال فارس کی پہلی فتح ہوئی اور اصطخر کی آخری جنگ ہوئی اس وقت اس کے سپہ سالار ہشام

بن عامر تھے۔

اس سال بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ساتھ حج کیا۔



۲۹ھ کے مشہور واقعات

اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصریٰ کی حاکمیت کے عہدہ سے معزول کیا۔ وہ چھ سال تک بصرہ کے حاکم رہے تھے آپ نے (ان کے بجائے) عبداللہ بن عامر بن کرید رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا حاکم بنایا جو ان دنوں پچیس سال کے تھے۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تین سال تک کام کیا۔
عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا تقرر:

عوف الاعرابی کی روایت ہے کہ غیلان بن خرشہ صہبی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا ”کیا تمہارے پاس کوئی نوجوان نہیں ہے جسے تم بصرہ کا حاکم بناؤ۔ کب تک یہ بوڑھے آدمی (ابو موسیٰ اشعری) بصرہ کے حاکم بنے رہیں گے؟ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد چھ سال تک وہاں حاکم رہے تھے اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر دیا اور (ان کے بجائے) عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا ان کی والدہ کا نام دجاجہ بنت اسار اسلمی تھا اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد بھائی تھے جب وہ ۲۹ھ میں بصرہ آئے تو اس وقت وہ پچیس سال کے تھے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی معزولی:

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا حاکم تین سال تک رکھا۔ چوتھے سال انہوں نے انہیں معزول کر دیا۔
دیگر حکام کا تقرر:

انہوں نے عمیر بن عثمان بن سعد رضی اللہ عنہ کو خراسان کا حاکم مقرر کیا اور جستان کا حاکم انہوں نے عبداللہ بن عمر لیشی ثعابی کو مقرر کیا۔ انہوں نے وہاں دشمنوں کا صفایا کیا۔ یہاں تک کہ وہ کابل پہنچ گئے، عمیر بھی خراسان میں دشمن کا صفایا کرتے ہوئے فرغانہ تک پہنچ گئے اور وہاں کے ہر ضلع کی اصلاح کی۔
مکران کی جنگ:

حضرت عثمان بن عبید اللہ بن معمر تمیمی رضی اللہ عنہ کو مکران بھیجا انہوں نے بھی وہاں دشمنوں کا صفایا کیا یہاں تک کہ وہ دریا تک پہنچ گئے۔

دیگر انتظامات:

عبدالرحمن بن عقیس کو کرمان بھیجا گیا اور فارس و اہواز کی طرف بھی کچھ افراد بھیجے گئے بصرہ کے علاقہ کو حصین بن ابی الحر کی عملداری میں شامل کیا گیا تھا۔

پھر عبداللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا گیا تھا۔ جب عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ حاکم مقرر ہوئے تو انھوں نے انہیں ایک سال تک برقرار رکھا پھر انہیں معزول کر دیا۔

عاصم بن عمرو کو حاکم مقرر کیا گیا اور عبدالرحمن بن غنیمس کو معزول کر دیا گیا۔ اور عدی بن سہیل بن عدی کو لوٹا دیا۔

کردوں کے خلاف جہاد:

خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیسرے سال اہل ایزج اور کردوں نے عہد شکنی کی اس موقع پر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے (جہاد کا) لوگوں میں اعلان کر دیا اور انہیں دعوت جہاد دے کر جہاد کی فضیلت بیان کی اور پیدل چل کر جہاد کرنے کو افضل قرار دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے اپنی سواریاں چھوڑ دیں اور عزم مصمم کر لیا کہ وہ پیدل روانہ ہو گئے۔ دوسرے لوگوں نے کہا ”نہیں ہم جلدی نہیں کریں گے بلکہ یہ دیکھیں گے کہ وہ خود کیا کرتے ہیں اگر ان کا (ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا) فعل ان کے قول کے مطابق ہوا تو ہم بھی اپنے ساتھیوں کی پیروی کریں گے۔

پیدل جہاد:

جب ایک دن باقی رہا تو وہ روانہ ہوئے اور اپنے محل سے اپنا سامان چالیس فچروں پر لاد کر نکالا (یہ دیکھ کر) یہ لوگ ان کی باگ سے لپٹ گئے اور کہنے لگے ”آپ ہمیں ان فالتو جانوروں پر سوار کرائیں اور ہمیں پیدل نہ بھیجیں“ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ مشکل قائل کرایا تو انھوں نے ان کی سواری چھوڑ دی اور وہ چلے گئے۔

استعفاء کا مطالبہ:

اس کے بعد یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے (حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے) استعفاء کا مطالبہ کیا۔ اور کہنے لگے ”ہم یہی چاہتے ہیں کہ آپ انہیں تبدیل کر دیں“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا ”تم کس کو پسند کرتے ہو؟“ غیلان بن خرشہ نے کہا:

”آپ کسی کو ان کے بجائے مقرر کر دیں اگر آپ کسی نوجوان کو بھی مقرر کریں گے تو وہ بھی ان سے بہتر ہوگا۔“

نئے حکام:

اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں بصرہ کا حاکم مقرر کیا نیز عبید اللہ بن معمر رضی اللہ عنہ کو فارس تبدیل کر دیا۔ اور ان کے بجائے عمر بن عثمان بن سعد رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

خراسان و بھجستان کے حکام:

اپنی خلافت کے چوتھے سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خراسان پر امین بن احمریشکری کو مقرر کیا اور اسی سال عمران بن فصیل برجمی کو بھجستان کا حاکم مقرر کیا اور عاصم بن عمرو کو کرمان کا حاکم مقرر کیا۔ اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔

عبید اللہ کی شہادت:

ان کے بعد اہل فارس نے شورش برپا کی اور عبید اللہ بن معمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ عہد شکنی کی اور ان کے مقابلہ کے لیے اصطر کے مقام پر اکٹھے ہو گئے۔ چنانچہ اصطر کے دروازے پر جنگ ہوئی جس میں عبید اللہ شہید ہوئے اور ان کے لشکر کو شکست ہوئی۔

اصطخر کی جنگ:

جب اس کی خبر عبداللہ بن عامر کو پہنچی تو انہوں نے اہل بصرہ کو جہاد پر آمادہ کیا اور ان کے ساتھ لوگوں کی کافی تعداد روانہ ہو گئی۔ ان کے ہر اول دستے کے سردار عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ چنانچہ جب ان کا اصطخر میں دشمن سے مقابلہ ہوا تو انہوں نے دشمن کی فوج کا صفایا کر دیا جس کے بعد وہ سر نہیں اٹھا سکے۔

اضلاع فارس کے حکام:

اس فتح کی اطلاع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دی گئی تو انہوں نے تحریر فرمایا کہ مندرجہ ذیل حضرات فارس کے اضلاع پر حاکم مقرر کیے جائیں: ۱۔ ہرم بن حسان یشکری ۲۔ ہرم بن حیان عبدی ۳۔ خریث بن راشدہ ۴۔ منجاب بن راشدہ ۵۔ ترجمان بنہمی۔ خراسان کے حکام:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خراسان کے علاقہ کوچھ حصوں میں تقسیم کر کے ان پر چھ حکام مقرر کیے۔ ۱۔ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ مرو کے دونوں علاقوں پر مقرر ہوئے۔ ۲۔ حبیب بن قرہ یروعی بلخ کے حاکم مقرر ہوئے۔ یہ علاقہ اہل کوفہ نے فتح کیا تھا۔ ۳۔ خالد بن عبداللہ بن زہیر مہلب کے حاکم مقرر ہوئے۔ ۴۔ امین بن احمر یشکری طوس کے حاکم مقرر ہوئے۔ ۵۔ قیس بن ہبیرہ سلمی نیشاپور کے حاکم مقرر ہوئے۔ ۶۔ عبداللہ بن خازم یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی تھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی وفات پر تمام علاقہ انھیں دے دیا تھا پھر ان کی بھی وفات ہو گئی جب کہ قیس خراسان میں تھے۔

بجستان کے حاکم:

امین ابن احمر کو بجستان پر بھی حاکم مقرر کیا گیا تھا۔ پھر وہاں کا حاکم عبدالرحمن بن سحرہ کو مقرر کیا جو قبیلہ عبد شمس سے تعلق رکھتے تھے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو اس وقت بھی وہ وہاں کے حاکم تھے۔ کرمان و فارس کے حکام:

ان کی وفات کے وقت عمران کرمان کے حاکم تھے اور عمیر بن عثمان بن سعد فارس کے حکمران تھے اور ابن کندیر قشیری کرمان کے حاکم تھے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی مخالفت:

علی بن مجاہد کی روایت ہے کہ غیلان بن خرشہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: ”کیا آپ کے پاس کوئی کمتر آدمی نہیں ہے جسے آپ ترقی دے کر سر بلند کریں یا آپ کے پاس کوئی غریب انسان نہیں ہے جسے آپ پناہ دیں۔ اے قبیلہ قریش! کب تک یہ بوڑھا اشعری رضی اللہ عنہ اس ملک کو کھاتا رہے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ بات پسند آئی تو انھوں نے عبداللہ بن عامر کو حاکم مقرر کیا۔ دونوں لشکروں کا سردار:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر کو مقرر کیا تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”تمہارے پاس (حاکم ہو کر) نہایت خرچ کرنے والا نجیب الطرفین نوجوان آئے آئے گا جسے دونوں لشکر کا سربراہ بنایا جائے گا“۔

چنانچہ جب عبداللہ بن عامر بصرہ آئے تو انہیں (حضرت) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ دونوں کی

فوجوں کا کمانڈر مقرر کیا گیا۔ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ عمان اور بحرین سے عبور کر کے آئے تھے۔

ابن عامر کا عہد نامہ:

سیف کی روایت ہے کہ قیس بن ہبیرہ نے عبد اللہ بن خازم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عبد اللہ بن عامر کے پاس وفد میں بھیجا۔ عبد اللہ ابن خازم (ایک زمانے میں) عبد اللہ بن عامر پر بہت مہربان تھا اس نے ابن عامر سے درخواست کی ”آپ مجھے خراسان (کی حکومت) کا عہد نامہ لکھ کر دے دیں۔ جب قیس بن ہبیرہ وہاں سے چلے جائیں (تو مجھے حاکم بنایا جائے) انھوں نے ایسا ہی کیا۔

خراسان کی حکومت:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور لوگوں کو اس کی اطلاع ملی تو دشمن نے شورش برپا کر دی۔ اس وقت قیس نے پوچھا ”عبد اللہ! تمہاری کیا رائے ہے؟“ وہ بولا ”میری رائے یہ ہے کہ آپ مجھے اپنا جانشین بنا دیں، چنانچہ انہیں جانشین بنا دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے خلافت نامہ ختم کر کے تمام خراسان پر قبضہ کر لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک وہ اس پر قابض رہے عبد اللہ کی والدہ قبیلہ عجل کی تھیں۔

فتح فارس:

اس سال واقدی اور ابو معشر کی روایت کے مطابق عبد اللہ بن عامر نے فارس کو فتح کر لیا سیف کی روایت کا ہم پہلے تذکرہ کر

چکے ہیں۔

مسجد نبوی کی توسیع:

اس سال یعنی ۲۹ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں اضافہ کیا اور اس کی توسیع کی انہوں نے ماہ ربیع الاول میں مسجد نبوی کی تعمیر کا آغاز کیا۔ انھوں نے منقش پتھروں سے مسجد کی تعمیر کرائی اور ستون ان پتھروں کے بنوائے جن میں سیسہ بھرا ہوا تھا اور چھت سا گوان کی بنوائی اس کی لمبائی ایک سو ساٹھ گز اور چوڑائی ایک سو پچاس گز تھی۔ اس کے دروازے اتنے ہی تھے جتنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں تھے۔ یعنی چھ دروازے تھے۔

منیٰ میں خیمہ:

اس سال بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو لے کر حج کیا۔ انھوں نے منیٰ کے مقام پر ایک خیمہ نصب کیا۔ حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے یہاں خیمہ نصب کرایا اور منیٰ اور عرفہ میں پوری نمازیں پڑھائیں۔

منیٰ میں مکمل نماز:

واقدی کی روایت کے مطابق صالح یہ بیان کرتے ہیں۔ ”میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سب سے پہلے لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے برخلاف جو اعتراض کیا ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے عہد خلافت میں منیٰ کے مقام پر (حج کے زمانے میں) دو رکعتیں نماز پڑھائی مگر جب ان کا چھٹا سال (خلافت) آیا تو انھوں نے مکمل نماز پڑھائی۔ اس پر متعدد صحابہ نے ان پر اعتراض کیا اور جو ان کے مخالف تھے انھوں نے اس کو مزید شہرت دی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعتراض:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے پاس آ کر یہ فرمایا۔ ایسی بات پہلے نہیں ہوئی اور نہ زیادہ عرصہ گزر راجب کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ وہ (اس موقع پر) دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ پھر (حضرت) ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اور آپ بھی اپنی خلافت کے آغاز میں (دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے) مجھے نہیں معلوم ہے کہ آپ نے کس طرح رجوع کیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”یہ میرا ذاتی اجتہاد ہے۔“

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی نکتہ چینی:

واقعی کی دوسری روایت ہے کہ (اس سال) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ کے قیام پر چار رکعت نماز پڑھائی۔ اس موقع پر ایک شخص حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور کہا ”کیا تمہیں اپنے بھائی (عثمان) کے بارے میں اس بات کا علم ہے کہ انہوں نے چار رکعت نماز (منیٰ میں) پڑھائی۔ اس موقع پر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو دو رکعت نماز پڑھائی تھی۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے پوچھا:

خلافت سنت عمل:

”کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس مقام پر دو رکعت نماز نہیں پڑھی تھی؟“ وہ بولے ”کیوں نہیں (اسی طرح نماز پڑھی تھی)“ پھر وہ بولے ”کیا تم نے حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں یہاں دو رکعت نماز پڑھی تھی؟ وہ بولے ہاں!۔ پھر انہوں نے پوچھا: ”کیا تم نے اپنی خلافت کے ابتدائی زمانے میں یہاں دو رکعت نماز پڑھائی تھی؟“ وہ بولے ”ہاں!“ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے ابو محمد! (عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ) اب تم میرا جواب سناؤ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دلائل:

”مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ اہل یمن کے بعض اکھڑ لوگ جو حج کر کے واپس یمن گئے تھے وہ پچھلے سال حج سے فارغ ہو کر یہ کہنے لگے تھے:

”مقیم کی نماز بھی دو رکعتیں ہیں کیونکہ تمہارے یہ خلیفہ عثمان رضی اللہ عنہ بھی دو رکعت نماز پڑھاتے ہیں۔“

اس کے علاوہ میں نے مکہ معظمہ کو اپنا گھر اور وطن بنا لیا ہے اس لیے میری یہ رائے ہے کہ میں چار رکعت نماز پڑھاؤں۔ اور مجھے ان لوگوں کے بارے میں یہ اندیشہ ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ میں نے مکہ میں نکاح کر لیا ہے اور طائف میں میرا مال و جائیداد ہے۔ اور میں اس کی خبر گیری کے لیے جاتا ہوں اور وہاں قیام کرتا ہوں۔“

پہلی بات کا جواب:

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”ان میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے۔ جو تمہارے لیے معقول عذر بن سکے۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے مکہ معظمہ کو گھر بنا لیا ہے مگر آپ کی بیوی مدینہ میں رہتی ہیں۔ آپ جب چاہیں انہیں لے جاتے ہیں اور جب چاہیں انہیں واپس لے آتے ہیں آپ کا مستقل قیام اپنے گھر میں ہے۔“

دوسری بات کا جواب:

دوسری بات آپ یہ کہتے ہیں کہ: ”میرا مال (جائیداد) طائف میں ہے“ تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اور طائف کے درمیان تین دن کی مسافت ہے اور آپ طائف کے رہنے والے نہیں ہیں۔

آپ نے یہ فرمایا ہے: اہل یمن حج سے واپس آ کر یہ کہتے ہیں ”تمہارا امام (خلیفہ) عثمان مہتمم ہوتے ہوئے دو رکعت نماز پڑھتا ہے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے جب کہ وحی الہی نازل ہوئی تھی اور مسلمان تھوڑے تھے یہی عمل کیا۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی آخر وقت تک دو رکعت نماز پڑھائی۔“

مخالفت سے پرہیز:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”یہ میرا ذاتی اجتہاد ہے۔“

(یہ سن کر) حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ چلے آئے۔ وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان سے پوچھا کیا انہیں اس کے علاوہ کوئی اور بات معلوم ہے؟ انہوں نے کہا ”نہیں“ پھر حضرت ابن ابی مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا ”پھر میں کیا کروں“ وہ بولے ”تم اپنی معلومات کے مطابق عمل کرو“ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”مخالفت میں شرفساد (کا اندیشہ) ہے جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے چار رکعت نماز پڑھائی ہے تو میں نے بھی اپنے ساتھیوں کو چار رکعت نماز پڑھائی۔“

خلیفہ کی اطاعت:

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”جب مجھے اطلاع ملی کہ انہوں نے چار رکعت نماز پڑھائی تو (اس کے باوجود) میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی مگر اب جیسا تم کہتے ہو ہم ویسا کریں گے۔ یعنی ہم ان کے ساتھ چار رکعت نماز پڑھیں گے۔“



۳۰ کے مشہور واقعات

ابومعشر، واقدی اور علی ابن محمد المدائنی (یہ سب مؤرخین) اس پر متفق ہیں کہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے طبرستان پر حملہ ۳۰ھ میں کیا مگر سیف بن عمر کی روایت یہ ہے کہ طبرستان کے اصبہذ نے سوید بن مقرن کو مال دے کر مصالحت کر لی تھی تاکہ وہ وہاں حملہ نہ کریں۔ اس واقعہ کا تذکرہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے حالات میں کر چکے ہیں۔ مگر علی بن محمد مدائنی یہ بیان کرتے ہیں کہ ”طبرستان پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں کوئی حملہ نہیں ہوا۔ البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سعید ابن العاص رضی اللہ عنہ نے ۳۰ھ میں وہاں حملہ کیا تھا۔

جنگ طبرستان:

مدائنی کی روایت کے مطابق اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ۳۰ھ میں کوفہ سے روانہ ہوئے۔ وہ خراسان جانا چاہتے تھے۔ ان کے ساتھ حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ ان کے ساتھ حسن، حسین، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر بن الخطاب، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ ابن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت:

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بھی بصرہ سے (فوج لے کر) روانہ ہوئے۔ ان کی منزل مقصود بھی خراسان تھی اور وہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے پہلے پہنچ گئے تھے اور ابرشہر میں خیمہ زن ہو گئے تھے۔

اہل جرجان سے مصالحت:

جب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ وہ ابرشہر پہنچ گئے ہیں تو سعید قوس میں خیمہ زن ہوئے یہاں کہ لوگوں نے جنگ نہاوند کے بعد مسلمانوں سے صلح کر رکھی تھی۔ اس لیے وہ جرجان آئے۔ وہاں کے لوگوں نے دولاکھ کی رقم دے کر صلح کر لی۔ پھر وہ طمیسہ آئے یہ تمام علاقہ طبرستان کا تھا اور جرجان کا سرحدی علاقہ تھا جو ساحل بحر پر ایک شہر تھا۔

طمیسہ کی جنگ:

یہاں کے لوگوں نے ان سے شدید جنگ کی۔ یہاں تک کہ انھوں نے نماز خوف پڑھی۔ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ”رسول اللہ ﷺ نے صلوات الخوف کیسے پڑھائی۔

سعید رضی اللہ عنہ نے اس اثناء میں ایک مشرک کے کندھے پر تلوار کا وار کیا تو اس کی کہنی میں سے تلوار نکل پڑی پھر انہوں نے دشمن کا محاصرہ کر لیا۔

دشمن کا صفایا:

آخر کار دشمن پناہ کے طالب ہوئے تو انہوں نے اس شرط پر انھیں پناہ دی کہ وہ ان کا ایک آدمی نہیں قتل کریں گے۔ اس پر

انہوں نے قلعہ کے دروازے کھول دیئے تو انہوں نے ایک شخص کے علاوہ باقی سب کو مار ڈالا۔ قلعہ میں جو کچھ (مال و دولت) موجود تھا اس پر قبضہ کر لیا۔

اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی شرکت:

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے نامیہ کو بھی فتح کر لیا جو صحراء تھا شہر نہیں تھا۔ حنش بن مالک تغلمی کی روایت ہے کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ۳۰ھ میں روانہ ہوئے۔ وہ جرجان اور طبرستان پہنچے ان کے ساتھ عبداللہ بن العباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے ایک خادم کا بیان ہے:

”میں ان کے کھانے کے لیے دسترخوان بچھاتا تھا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہو جاتے تھے تو ان کے حسب ہدایت میں دسترخوان کو جھاڑ کر لٹکا دیا کرتا تھا۔ جب شام ہوتی تھی تو وہ مجھے بچا ہوا حصہ دیا کرتے تھے۔“

محمد بن الحکم کی شہادت:

کہا جاتا ہے کہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ محمد بن الحکم بن ابی عقیل جو یوسف بن عمر رضی اللہ عنہ کے جد امجد تھے۔ شہید ہوئے۔ یوسف بن عمر نے (ایک دن) قحزم سے کہا:

”اے قحزم کیا تم جانتے ہو کہ محمد بن الحکم نے کہاں وفات پائی؟“

وہ بولا: ”ہاں اوہ طبرستان میں سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔“ وہ بولے: ”نہیں“ وہ سعید رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہاں گئے تھے تو انھوں نے وہیں وفات پائی۔ مگر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو فہ واپس آگئے تھے اور کعب بن جعیل (شاعر) نے ان کی تعریف میں یہ اشعار کہے تھے:

کعب بن جعیل کے اشعار:

① وہ نوجوان کتنا اچھا ہے جس کی جولان گاہ جیلان کا علاقہ تھا۔

② تم اس جنگ میں ایک پوشید شیر کی مانند تھے جو اپنی جھاڑی سے نکل کر صحراء میں آیا ہو۔

③ تم سے پہلے کسی نے اتنے عظیم تر لشکر کی قیادت نہیں کی۔ اس لشکر میں اسی ہزار (۸۰۰۰۰) زرہ پوش اور مسلح سپاہی شامل تھے۔

اہل جرجان کی عہد شکنی:

کلیب بن خلف کی روایت ہے کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے اہل جرجان سے صلح کر لی تھی۔ پھر انھوں نے (خراج ادا کرنا) روک دیا اور عہد شکنی کی مگر سعید رضی اللہ عنہ کے بعد کوئی وہاں نہیں پہنچا انہوں نے وہاں کا راستہ بھی مسدود کر دیا تھا۔ اس لیے جو کوئی قومس کے راستے سے خراسان جاتا تھا وہ اہل جرجان سے بہت خوف زدہ رہتا تھا۔ چنانچہ خراسان کا راستہ فارس سے براہ کرمان مقرر ہوا اس کے بعد قتیبہ بن مسلم پہلا (مسلم حکمران) تھا جس نے خراسان کا حاکم مقرر ہونے کے بعد براہ قومس خراسان کے راستے کو جاری کیا۔

خراج کی ادائیگی بند:

کلیب بن خلف کی دوسری روایت ہے کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے اہل جرجان سے صلح کر لی تھی۔ وہ کبھی ایک لاکھ کی رقم ادا

کرتے تھے اور کہتے تھے۔ ”ہماری صلح (کی رقم) یہی ہے“ کبھی وہ دو لاکھ کی رقم دیتے تھے اور کبھی تین لاکھ دیتے تھے۔ اور پھر کبھی یہ رقم دیتے تھے اور کبھی نہیں دیتے تھے آخر کار انھوں نے رقم کی ادائیگی بالکل روک دی اور عہد شکنی کر کے خراج دینا بند کر دیا تھا۔

جب یزید بن المہلب (حاکم بوکر) وہاں پہنچا اور اس نے سول سے مصالحت کی اور بحرہ دہستان کو فتح کر لیا تو اس کے بعد اہل جرجان نے اس سے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی صلح کے مطابق مصالحت کی۔
سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا تقرر:

۳۰ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے حاکم کے عہدہ سے معزول کیا اور (ان کے بجائے) سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ یہ سیف کی روایت ہے۔
معزولی کے اسباب:

سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جھگڑے کی اطلاع ہوئی تو وہ دونوں پر سخت ناراض ہوئے اور ان کو (سزا دینے کا) قصد کیا۔ مگر پھر یہ ارادہ بدل دیا اور (حضرت) سعد رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا اور ان سے واجب الادا (قرضہ) وصول کیا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بحال رکھا۔ مگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بجائے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر کیا۔
ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کا تقرر:

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے جزیرہ کے عرب باشندوں کے حاکم تھے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے دوسرے سال (کوفہ کے حاکم) بن کر آئے (ان کے عہد خلافت میں) حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک سال سے زیادہ حکومت کی تھی۔

محبوب شخصیت:

جب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کوفہ آئے تو وہ لوگوں کی محبوب ترین شخصیت بن گئے۔ کیونکہ وہ ان کے ساتھ سب سے زیادہ نرم سلوک کرتے رہے۔ پانچ سال تک ان کا طرز عمل یہی رہا انھوں نے اپنے گھر پر کوئی دروازہ نہیں رکھا (تاکہ ہر شخص ان کے پاس روک ٹوک کے بغیر آسکے)۔

کوفہ کا فساد:

کچھ عرصہ کے بعد کوفہ کے نوجوان ابن حسیمان خزاعی کے گھرا کٹھے ہو کر آئے اور انہیں تنگ کرنے لگے۔ وہ تلوار لے کر نکلے۔ مگر جب انھوں نے ان کی کثرت دیکھی تو وہ (مدد کے لیے) پکارنے لگے۔ وہ بولے ”تم خاموش ہو جاؤ تمہیں ایک ہی وار سے اس رات کے خطرہ سے نجات مل جائے گی“۔ اس وقت ابو شریح خزاعی رضی اللہ عنہ انہیں دیکھ رہے تھے۔ وہ شخص فریاد کرتا رہا مگر ان (نوجوانوں) نے اسے زد و کوب کر کے مار ڈالا۔

فتنہ پرداز افراد:

آخر کار عوام نے چاروں طرف سے گھیر کر انہیں گرفتار کر لیا۔ ان (مذموں) میں زہیر بن جندب ازدی، موع بن ابی لواع

اسدی اور شمیل بن ابی الازدی بھی شامل تھے۔ ان کے برخلاف ابوشریح رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزند نے یہ شہادت دی کہ یہ لوگ اس گھر میں داخل ہوئے۔ کچھ لوگوں نے دوسرے لوگوں کو منع کیا مگر بعض افراد نے انہیں قتل کر دیا۔
مفسدوں کو سزا:

حاکم کوفہ نے ان کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ وسیع میدان میں محل کے دروازہ کے قریب ان سب کو قتل کر دیا گیا۔ اس واقعہ کے بارے میں عمرو بن عاصم تیمی (شاعر اپنے اشعار میں) یوں کہتا ہے:

- ① اے شرارت پسندو! تم اپنے پڑوسیوں کو (حضرت) ابن عفان (عثمانؓ) کی خلافت میں اس طرح ظلم کر کے نہ کھاؤ۔
- ② تم نے ابن عفان کو (عثمانؓ) آزمایا ہے کہ انہوں نے قرآن کریم (فرقان) کے حکم کے مطابق چوروں کا خاتمہ کیا۔
- ③ وہ ہمیشہ کتاب اللہ پر عمل کرتے ہیں جو مسلمانوں کے جسم کے ہر حصہ پر حاوی ہے۔

ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ کی ہجرت:

ابوسعید کی روایت ہے کہ ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے وہ مدینہ منورہ سے کوفہ میں اس لیے منتقل ہوئے تھے کہ وہ جہاد کے مقامات کے قریب رہیں۔ ایک رات جب کہ وہ چھت پر تھے انہوں نے اپنے پڑوسی کی چیخ و پکار کی آواز سنی انہوں نے جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ کوفہ کے نوجوانوں نے گھیر رکھا ہے۔ انہوں نے ان کے پڑوسی پر رات کے وقت حملہ کیا تھا اور وہ اس سے کہہ رہے تھے:

”تم مت چیخو کیونکہ تلوار کا ایک وار تمہیں ٹھنڈا کر دے گا“۔ اس کے بعد انہوں نے اسے مار ڈالا۔

(یہ حالت دیکھ کر) وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف کوچ کر گئے اور مدینہ لوٹ آئے اور اپنے اہل و عیال کو بھی وہیں منتقل کر لیا۔

قسامت کا قانون:

اس قسم کے واقعات کی وجہ سے قسامت کا قانون جاری ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے تھے میں مشغول کا ولی (سرپرست ہوں۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ لوگ مل کر کھلم کھلا قتل کرنے سے باز آئیں۔

قسامت کی توضیح:

نافع بن جبیر روایت کرتے ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”قسامت (جماعتی حلف نامہ) مدعا علیہ اور اس کے رشتہ داروں پر ہے۔ جب کوئی گواہ دستیاب نہ ہو تو اس کے پچاس افراد حلف اٹھائیں گے اور اگر ان کی تعداد کم ہوئی یا ان میں سے کسی ایک شخص نے انکار کیا تو ان کی قسامت (حلف نامے) رد کر دیئے جائیں گے پھر مدعی اور اس کے افراد سے حلف لیا جائے گا۔ اگر ان میں سے پچاس افراد حلف اٹھائیں گے تو وہ (قصاص لینے کے) حق دار ہو جائیں گے۔

مہمان خانے کا قیام:

عون بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں یہ کار خیر کیا کہ انہیں یہ اطلاع ملی کہ ابوسہل اسدی چند افراد کو لے کر یہ اعلان کرتا ہے کہ ”جب قبیلہ کلب یا کسی مخصوص قبیلہ کا کوئی فرد یہاں فروکش ہو اور اس کے خاندان یا قبیلہ کے پاس

رہنے کا کوئی ٹھکانہ نہ ہو تو وہ فلاں شخص کے گھر میں رہائش اختیار کرے۔

چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اور ابن ہبار کے گھروں کو 'مہمان خانہ' بنایا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا گھر رماہ کے مقام پر قبیلہ ہذیل کی بستی میں تھا۔ چنانچہ وہ بھی اپنے گھر میں رہنے لگے اور ان کا (سرکاری) گھر بھی مہمان خانہ قرار دیا گیا۔ چنانچہ جب مہمانوں کے لیے مسجد کوفہ کے اردگرد کا حصہ تنگ ہو جاتا تھا تو وہ ہذیل کی بستی میں ان کے گھر میں فروکش ہوتے تھے۔

ابوسال کا مہمان خانہ:

سیف کوفہ کے اہل علم سے روایت کرتے ہیں کہ ابوسال کا اعلان نجی بازار اور محلوں میں یہ اعلان کرتا تھا کہ اگر فلاں اور فلاں قبیلہ کے لوگوں کے رہنے کے لیے کوئی جگہ نہ ہو تو وہ ابوسال کے گھر میں رہائش اختیار کریں۔ (یہ دیکھ کر) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مہمان خانے مقرر کیے۔

ابوزبید سے تعلقات:

محمد اور طلحہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو جزیرہ کے عربوں کا حاکم مقرر کیا۔ وہ وہاں جا کر بنو تغلب کی بستی میں مقیم ہوئے۔ ابوزبید (شاعر) بھی دور جاہلیت اور اسلامی دور میں بنو تغلب کے ہاں اقامت پذیر رہا۔ مسلمان ہونے تک وہ اسی قبیلہ کے لوگوں میں رہتا رہا۔ کیونکہ قبیلہ تغلب اس کی نہال تھا۔

ولید کی مصاحبت:

اس قبیلہ نے اسے قرض خواہی میں بہت تنگ کیا تو ولید نے اس کا حق ادا کیا جس کا ابوزبید نے بہت شکر یہ ادا کیا اور ولید کے پاس ہی رہنے لگا اور مدینہ بھی اس کے ساتھ گیا۔

ابوزبید کی آمد و رفت:

جب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے حاکم مقرر ہوئے تو وہاں بھی اس نے ان کے پاس اسی طرح آمد و رفت رکھی جس طرح مدینہ اور جزیرہ میں اس کی آمد و رفت تھی۔ آخر کار وہ (کوفہ کے) مہمان خانے میں رہنے لگا۔ اس سے پہلے وہ آ کر لوٹ جاتا تھا۔

ولید کا مہمان:

ابوزبید عیسائی تھا تاہم ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی صحبت اور ترغیب سے وہ ولید کے آخری دور حکومت میں مسلمان ہو گیا۔ اور اچھا مسلمان ثابت ہوا۔ وہ عرب تھا اور نہایت عمدہ شاعر تھا اس لیے ولید نے اسے اپنے گھر ٹھہرایا۔

ولید کے خلاف سازش:

دوسری طرف ابوزبید ابومواع اور جندب اس کے کینہ ور دشمن ہو گئے تھے۔ کیونکہ ان کے فرزند (مذکورہ بالا واقع میں) قتل کر دیئے گئے تھے۔ انہوں نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے خلاف جاسوس اور مخبر لگا رکھے تھے چنانچہ (ایک دن) ایک شخص ان کے پاس پہنچا اور کہنے لگا۔ "کیا آپ لوگ ولید کو (ملاحظہ فرمائیں) گے۔ وہ ابوزبید کے ساتھ شراب پی رہا ہے۔" یہ بات سن کر وہ بھڑک اٹھے اور ابوزبید، ابومواع اور جندب جا کر کوفہ کے لوگوں سے کہنے لگے۔ "تم اپنے امیر کا حال دیکھو ابوزبید اس کا بہترین مصاحب بنا

ہوا ہے اور وہ دونوں شراب نوشی میں مشغول ہیں۔“

شراب نوشی کا الزام:

یہ لوگ ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ولید کا گھر رجبہ میں منارہ بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اس میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ اس لیے وہ مسجد کی طرف سے وہاں گھس گئے۔ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے جب اچانک انھیں دیکھا تو اس نے کوئی چیز تخت کے نیچے چھپا دی۔ کسی شخص نے اس کے نیچے ہاتھ ڈال کر اسے نکال لیا تو وہ ایک طباق تھا جس میں انگور کے دانے تھے۔ اس نے اسے اس لیے چھپایا تھا کہ اس بات پر ندامت تھی کہ لوگ یہ دیکھیں گے کہ طباق میں انگور کے دانوں کے علاوہ کوئی چیز نہیں۔

غلط بیانی پر ملامت:

یہ حالت دیکھ کر لوگ گھر سے باہر نکل آئے اور ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ دوسرے لوگوں نے جب یہ بات سنی تو وہ آ کر انہیں سب و شتم (گالی گلوچ) کرنے لگے اور ان پر لعنت بھیجنے لگے۔ ”ان لوگوں پر اللہ کا غضب نازل ہوا ہے۔“ انہوں پر چشم پوشی:

اس کے بعد لوگ اس معاملے پر بحث مباحثہ کرتے رہے (ولید کو اس بحث کی خبر ہو گئی تھی مگر) اس نے اس بات کو پوشیدہ رکھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع نہیں دی۔ بلکہ لوگوں کی اس گفتگو میں مداخلت بھی نہیں کی اور اس بات کو پسند نہیں کیا کہ وہ لوگوں کے درمیان فتنہ و فساد برپا کرے اس لیے وہ خاموشی کے ساتھ ان باتوں پر عمل کرتا رہا۔

جنگ کا تذکرہ:

فیض بن محمد بیان کرتے ہیں کہ ”میں نے حضرت شععی کو دیکھا کہ وہ محمد بن عمرو بن ولید یعنی ابن عقبہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جو محمد بن عبدالملک کے جانشین تھے۔ محمد نے مسلمہ کی جنگ کا تذکرہ کیا تو وہ کہنے لگے:

ولید کے جنگی کارنامے:

اس کا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی جنگوں اور اس کے دور حکومت سے کوئی مقابلہ نہیں ہے جب وہ جہاد کے لیے روانہ ہوتے تھے تو وہ دروازے کے مقامات تک پہنچ جاتے تھے۔ وہ کسی چیز میں کوتاہی نہیں کرتے تھے اور نہ کوئی ان کے مقابلے پر آتا تھا۔ ان کا یہ طریقہ اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ وہ معزول ہوئے۔ اس زمانے میں باب کے علاقہ میں عبدالرحمن بن ربیعہ باہلی رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا جواب:

عمرو بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ جندب اور اس کے ساتھی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: ”ولید بن عقبہ شراب نوشی میں مشغول تھا“ انھوں نے اس خبر کو اس قدر پھیلایا کہ یہ زبان زد عام ہو گئی۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جو ہم سے کوئی (عیب) پوشیدہ رکھے تو ہم اس کی کوئی ٹوہ نہیں لگائیں گے اور اس کی پردہ دری نہیں کریں گے۔“

ولید کی ملامت:

یہ سن کر ولید نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ جب وہ آئے تو ولید نے ان کو برا بھلا کہا اور یہ پوچھا ”کیا تمہارے

جیسا شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ کینہ و رافرد کو ایسا جواب دے جیسا کہ تم نے جواب دیا ہے۔ میں نے کسی کو چھپا رکھا ہے یہ جواب تو مشتبہ شخص کے بارے میں دیا جاتا ہے۔“

اس پر دونوں کا بہت جھگڑا ہوا اور صرف غیظ و غضب کا اظہار کرنے کے بعد دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

جادوگر کا معاملہ:

سیف کی روایت ہے کہ ولید بن عقبہ کے پاس ایک جادوگر کو لایا گیا تو انھوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی بھیجا تا کہ وہ ان سے جادوگر کے خلاف حد شرعی معلوم کرے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الزام کی تحقیق:

”تمہیں کس نے بتایا ہے کہ یہ جادوگر ہے؟“ ولید نے کہا ”یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ لوگ جو اسے لے کر آئے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ وہ جادوگر ہے“ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم لوگوں کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ جادوگر ہے؟“ وہ بولے ”یہ خود اس کا اقرار کرتا ہے“ آپ نے اس سے پوچھا ”کیا تم جادوگر ہو“ وہ بولا ”ہاں“ آپ نے فرمایا:

جادوگری کا ثبوت:

”تم جانتے ہو کہ جادو کیا ہے؟“ وہ بولا ہاں! یہ کہہ کر وہ ایک گدھے کی طرف بڑھا اور وہ اس کی دم کی طرف سے سوار ہونے لگا اور لوگوں کو دکھانے لگا کہ وہ اس کے منہ سے اور اس کے سر میں سے نکل رہا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے (یہ دیکھ کر) فرمایا: ”تم اسے قتل کر دو“ اس کے بعد ولید چلے گئے لوگوں نے مسجد میں یہ اعلان کر لیا کہ ایک شخص ولید کے پاس جادو کے کھیل دکھا رہا ہے۔ اس طرح لوگ وہاں پہنچے اور جناب بھی اس موقع کو غنیمت جان کر وہاں پہنچا اور کہنے لگا کہ وہ کہاں ہے تاکہ میں اسے دیکھوں“ آخر کار حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ اس جادوگر کو مقید رکھا جائے تاکہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں لکھ سکیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ اس سے حلف اٹھایا جائے۔ آخر کار انہوں نے اسے تعزیر (سزا) دے کر چھوڑ دیا اور لوگوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے خیالات کے مطابق خود عمل نہ کریں اور حاکم کے بغیر حد و شریعہ قائم نہ کریں کیونکہ خطا کار کو قید کرنے اور اسے تادیب کا حق حاکم کو حاصل ہے۔

ولید کے خلاف شکایت:

جناب کے ساتھی اسے ورغلا تے رہے۔ آخر کار وہ مدینہ پہنچ گئے۔ ان میں ابوشہ غفاری، جثامہ بن صععب بن جثامہ اور

جناب شامل تھے۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ولید کو معزول کرنے کی درخواست کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”تم بدگمانی پر عمل کرتے ہو اور مسلمانوں میں غلط باتیں پھیلاتے ہو اور اجازت کے بغیر آ جاتے ہو تم واپس چلے جاؤ۔“

اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں واپس بھیج دیا۔

سازش پر عمل:

جب وہ کوفہ واپس آئے تو تمام مخالفین ان کے پاس پہنچے انہوں نے ایک سازش تیار کی اور اس کے مطابق عمل کیا۔ ولید کے

ہاں کوئی دربان نہیں تھا اور نہ کوئی حجاب حائل تھا اس لیے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو نیند میں غافل پا کر ابو زینب ازدی اور ابو مواع اسدی ان کے گھر میں گھس گئے اور ان کی انگوٹھی اتار لی۔ پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان دونوں نے ولید بن عقبہ کے خلاف شہادت دی ان کے ساتھ ان کے مددگار ملازمین بھی تھے۔

مخالفاً نہ شہادتیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کو بلوایا۔ جب وہ آئے (اور شہادتیں لی گئیں) تو اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا حاکم سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ وہ بولے:

ظاہری شہادت پر عمل:

”اے امیر المؤمنین! یہ دونوں مخالف دشمن ہیں۔“ آپ نے فرمایا: ”تمہیں اس بات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ہم اس کے مطابق عمل کرتے ہیں جو ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ جو ظلم کرے گا اللہ اس سے انتقام لے گا جو مظلوم ہوگا اللہ اس کو جزاء دے گا۔“

سازشی واقعہ:

سیف کی دوسری روایت ہے کہ کوفہ کے چند افراد اکٹھے ہوئے اور وہ ولید بن عقبہ کو معزول کرانے کی سازش کرتے رہے۔ آخر کار ابو زینب بن عوف اور ابو مورد اسدی ان کے برخلاف شہادت مہیا کرنے کے لیے تیار ہوئے وہ ولید کے پاس آنے لگے۔ ولید بن عقبہ کی دو بیویاں تھیں ایک ذوالخمار کی بیٹی تھی اور دوسری ابو عقیل کی بیٹی تھیں۔ ان کے زنان خانے اور مردانہ نشست کے درمیان پردہ پڑا رہتا تھا۔ ایک دن وہ لوگ ولید کے پاس بیٹھے ہوئے تھے دوسرے لوگ تو چلے گئے مگر ابو زینب اور ابو مواع بیٹھے رہے اتنے میں ولید کو نیند آگئی (ایسا موقع دیکھ کر) ان دونوں میں سے ایک نے ولید کی انگوٹھی اتار لی پھر وہ دونوں نکل آئے۔

انگوٹھی غائب:

جب ولید بیدار ہوئے تو ان کی دونوں بیویاں ان کے سر ہانے موجود تھیں مگر ان کی انگوٹھی غائب تھی۔ انہوں نے ان دونوں سے پوچھا مگر انہیں اس کا کوئی علم نہ تھا پھر انہوں نے پوچھا:

”ان لوگوں کے آخر میں کون بیٹھا ہوا تھا“ وہ بولیں ”دو افراد تھے جنہیں ہم نہیں پہچانتے ہیں وہ دونوں آخر میں آپ کے پاس آئے تھے۔“ پھر پوچھا:

محرم کی تحقیق:

”ان کا حلیہ کیا تھا“ وہ بولیں ”ان دونوں میں سے ایک کبیل اوڑھے ہوئے تھا اور دوسرا چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ چادر والا آپ سے نسبتاً دور تھا۔“ وہ بولے ”کیا وہ دراز قد تھا؟“ وہ بولیں ”ہاں!“ اور کبیل والا آپ سے نزدیک تھا“ وہ بولے ”کیا وہ پستہ قد تھا“ وہ بولیں ”ہاں“ ہم نے اس کا ہاتھ آپ کے ہاتھ پر دیکھا تھا۔ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ بولے:

”وہ ابو زینب تھا اور دوسرا ابو مواع تھا وہ کسی سازش کے ماتحت آئے تھے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ کیا چاہتے

ہیں۔“

سازش کی تکمیل:

ولید بن عقبہ نے انہیں تلاش کرایا مگر ان کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ کیونکہ وہ دونوں مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے آخر کار وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ وہ لوگ بھی تھے جنہیں ولید نے سرکاری کاموں سے معزول کر دیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انہیں پہچانتے تھے جب انہوں نے شکایت کی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

مخالفانہ گواہ:

”کون شہادت دے گا؟“ لوگوں نے کہا ”ابوزینب اور ابو مواع (گواہی دیں گے) دو مزید افراد نے بھی ان کی تائید کی۔ آپ نے ان دونوں سے پوچھا ”تم دونوں نے کیا ملاحظہ کیا؟“ وہ بولے ”ہم ان کے ساتھ رہنے والے تھے۔ جب ہم ان کے پاس آئے تو وہ شراب کی تے کر رہے تھے۔“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

شراب کی تے وہی کرتا ہے جو شراب پیتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے ولید بن عقبہ کو بلوایا۔ چنانچہ جب وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے ان دونوں افراد کو وہاں دیکھا۔ انہوں نے حلف اٹھا کر ان لوگوں کی تمام کیفیت بیان کی مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کوڑے کی سزا:

ہم حد و شریعہ کو قائم کریں گے۔ جھوٹے گواہ کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اے میرے بھائی! تم صبر کرو۔ اس کے بعد انہوں نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوڑے مارے اس طرح ان دونوں کی اولاد میں باہمی عداوت پیدا ہوئی جو آج تک باقی ہے۔

اصل واقعہ:

ابو عبیدہ ایادی کی روایت ہے کہ ابوزینب اور ابو مواع دونوں ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں آئے ان کی دو بیویاں تھیں ایک ذوالخمار کی بیٹی تھی اور دوسری ابو عقیل کی بیٹی تھیں۔ اس وقت وہ سوئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے جھک کر ان کی انگوٹھی اتار لی۔

انگوٹھی کی گمشدگی:

جب وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنی دونوں بیویوں سے انگوٹھی کے بارے میں دریافت کیا۔ ان دونوں نے کہا ”ہم نے انگوٹھی نہیں لی ہے“ انہوں نے پوچھا ”آخر میں کون رہ گیا تھا؟“ وہ بولیں ”دو اشخاص رہ گئے تھے ایک پست قد کا جو کھل اوڑھے ہوئے تھا دوسرا لمبا آدمی تھا جو چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ ہم نے کھل والے کو دیکھا کہ وہ آپ پر جھکا ہوا تھا۔“

مجرم غائب:

وہ بولے: ”وہ ابوزینب تھا“ پھر وہ ان دونوں کی تلاش میں نکلے۔ مگر وہ دونوں روانہ ہو چکے تھے ولید کو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان کا مقصد کیا ہے۔

دربار خلافت میں :

وہ دونوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور سب لوگوں کے سامنے انہوں نے واقعہ بیان کیا۔ آپ نے ولید کو بلوا بھیجا۔ جب وہ آئے تو وہ دونوں وہاں موجود تھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو بلوا کر پوچھا: ”تم دونوں کس بات کی شہادت دیتے ہو؟“ کیا تم یہ شہادت دے سکتے ہو کہ تم نے انہیں شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے، انہوں نے کہا ”نہیں“ وہ ڈر رہے تھے۔

کوڑے کی سزا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا ”پھر کیا دیکھا؟“ وہ بولے ”ہم نے شراب کو ان کی داڑھی سے نچوڑا جب کہ وہ شراب کی تہ کر رہے تھے“ اس پر آپ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے ولید کو کوڑے مارے۔ اس واقعہ سے ان دونوں کے خاندان میں عداوت پیدا ہو گئی۔

ولید کے بارے میں اختلاف:

سیف ابوالعرف اور یزید فقہی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ ولید بن عقبہ کے بارے میں دو گروہ تھے۔ عوام ان کے حامی تھے۔ مگر خواص ان کے مخالف تھے یہ صورت حال جنگ صفین کے وقت تک قائم رہی۔ جب معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو وہ لوگ کہنے لگے: ”حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ناحق نکتہ چینی کی جاتی ہے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب ”تم جس وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہو“۔ اس معاملے میں تمہاری حالت ایسی ہے جیسے کوئی اپنے ہم سفر پر حملہ کر کے اسے مار ڈالے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اس شخص کے بارے میں کیا تصور ہے جس نے ان کے حکم سے دوسرے کو کوڑے مارے اور اسے اس کے کام سے معزول کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول:

نافع بن جبیر کہتے ہیں ”حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب کسی شخص کو حد شرعی کی وجہ سے کوڑے مارے جائیں اور پھر اس کی توبہ ظاہر ہو جائے تو اس کی شہادت مقبول ہے۔“

لوٹڈیوں کا ماتم:

ابو کبران اپنی لوٹڈی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں جس کے وہ ثنا خواں تھے کہ وہ کہتی ہیں ”ولید بن عقبہ نے لوگوں کے ساتھ بہت بھلائی کی یہاں تک کہ وہ لوٹڈیوں اور غلاموں میں بھی مال تقسیم کرتے رہے (ان کی معزولی پر) آزاد اور غلام سب لوگوں نے اظہارِ افسوس کیا۔ چنانچہ لوٹڈیاں ماتمی لباس پہنے ہوئے یہ اشعار پڑھتی تھیں:

① افسوس ہے کہ ولید کو معزول کر دیا گیا ہے اور ہمارے پاس بھوکا مارنے والا سعید (بن العاص) رضی اللہ عنہ آ گیا ہے۔

② وہ خوزاک کے پیمانوں میں کمی کرے گا۔ اس میں اضافہ نہیں کرے گا اس طرح لوٹڈیاں اور غلام بھوکے مرنے لگیں گے۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا تقرر:

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ خلافت عثمانی کے ساتویں سال کوفہ کے حاکم بن کر آئے وہ عاص بن امیہ کی

یادگار تھے۔ جب اللہ نے شام کو فتح کرایا تو وہ شام چلے گئے تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنے لگے تھے۔

ابتدائی حالات:

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ یتیم تھے انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آغوش میں پرورش پائی تھی۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قریش کے افراد کو یاد کیا اور ان کے بارے میں اطلاع حاصل کرتے ہوئے انہوں نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا ”اے امیر المؤمنین! وہ دمشق میں ہیں“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا: ”تم سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھیج دو“ انہوں نے سعید کو بھیج دیا۔ وہ بیمار تھے مگر مدینہ پہنچ کر تندرست ہو گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سرپرستی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے میرے بھتیجے! مجھے تمہاری قابلیت اور صلاحیت کی خبریں ملی ہیں۔ تم اپنی صلاحیتوں کو ترقی دو۔ اللہ تمہیں ترقی دے گا“ پھر آپ نے دریافت کیا: ”کیا تمہاری کوئی بیوی ہے؟“ وہ بولے ”نہیں“ اس پر آپ نے فرمایا ”اے ابو عمرو! تم نے اس نوجوان کا نکاح کیوں نہیں کرایا؟“ وہ بولے ”میں نے انہیں اس کی پیشکش کی تھی مگر انہوں نے انکار کر دیا تھا“۔

بے کس خواتین سے ہمدردی:

اتفاق ایسا ہوا کہ ایک دفعہ سعید جنگل میں جا رہے تھے کہ وہ ایک چشمہ کے پاس پہنچے وہاں انہیں چار خواتین ملیں وہ انہیں دیکھ کر کھڑی ہو گئیں انہوں نے پوچھا ”تم کون ہو اور کس حال میں ہو؟“ وہ بولیں ”ہم سفیان بن عویف کی بیٹیاں ہیں“ ان کے ساتھ ان کی والدہ بھی تھیں۔ ان کی والدہ نے کہا ”ہمارے مرد ہلاک ہو گئے ہیں اور جب مرد ہلاک ہو جائیں تو ان کی خواتین بھی بے کس اور لاچار رہ جاتی ہیں۔ لہذا آپ ان عورتوں کا ان کے ہم پلہ خاندان میں نکاح کرا دیں“ اس پر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان کی ایک لڑکی سے شادی کر لی۔ دوسری لڑکی سے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا اور تیسری لڑکی کو ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجیت میں لے لیا۔

اس کے بعد مسعود بن نعیم ہنشلی کی بیٹیاں آئیں اور انہوں نے بھی یہی کہا ”ہمارے مرد ہلاک ہو گئے ہیں اور بچے باقی رہ گئے ہیں تم ہمیں اپنے خاندان میں قبول کر لو“۔

دوسرے خاندان میں نکاح:

چنانچہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان کی ایک لڑکی سے نکاح کیا اور دوسری لڑکی سے جبیر بن مطح رضی اللہ عنہ نے کیا اس طرح سعید رضی اللہ عنہ کی ان لوگوں سے رشتہ داری قائم ہو گئی۔ اس کے بچاؤں نے دور اسلام میں نہایت بہادرانہ کارنامے انجام دیئے تھے اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے میں بھی مقدم تھے۔ بہر حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات سے پیشتر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا شمار مشہور لوگوں میں ہو گیا تھا۔

سعید رضی اللہ عنہ کی آمد:

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کوفہ میں ایک حاکم اور امیر کی حیثیت سے آئے۔ اشتر ابو حشہ غفاری، جندب بن عبد اللہ اور ابو مصعب بن جثامہ مکہ یا مدینہ سے ان کے ہمراہ ہو گئے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے

ساتھ ان کی شکایت کرنے کے لیے گئے تھے اب ان کے ساتھ (سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ) واپس آئے۔
سعید رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ آتے ہی منبر پر چڑھے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

”خدا کی قسم! میں بادل نخواستہ اور زبردستی یہاں آیا ہوں۔ مگر میں مجبور تھا اس لیے کہ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ میں تعمیل حکم کروں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (یہاں) فتنہ و فساد نے اپنی جڑیں مضبوط کر لی ہیں۔ خدا کی قسم! میں اس کا قلع قمع کر کے رہوں گا یا اپنی عاجزی کا اعلان کروں گا اور آج ہی سے اس کے لیے کوشش شروع کر دوں گا۔“

یہ کہہ کر وہ (منبر سے) اتر آئے۔ پھر انہوں نے اہل کوفہ کے بارے میں تحقیقات کیں اور ان کے حالات سے مطلع ہوئے۔ آخر کار انہوں نے اپنی تحقیقات کے نتائج سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بذریعہ تحریر یوں مطلع فرمایا:
تحقیقات کا نتیجہ:

”اہل کوفہ کے معاملات خراب ہو گئے ہیں۔ قدیم اور شریف خاندان مغلوب ہو گئے ہیں بعد کے آئے ہوئے لوگ اور اعراب یہاں کے معاملات پر غالب ہو گئے ہیں یہاں تک کہ شریفوں اور بہادر اشخاص کو کوئی نہیں پوچھتا ہے۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا ”تم قدیم اور سابقہ خدمات کے ان لوگوں کو ترجیح دو جن کے ہاتھوں پر اللہ نے یہ ملک فتح کرایا ہے اور جو ان کی بدولت یہاں مقیم ہوئے ہیں۔ انہیں ان کا تابع قرار دو۔ جو اس صورت کے کہ وہ (اصلی فاتحین) حق و صداقت کے کاموں کے انجام دینے میں سستی کریں اور انہیں انجام نہ دے سکیں اور دوسرے لوگ یہ کام انجام دے رہے ہوں۔“

مردم شناسی کی ہدایت:

تم ہر ایک کی حیثیت اور مرتبہ کا خیال رکھو اور ہر ایک کے حق کا درجہ بدرجہ خیال رکھو کیونکہ مردم شناسی کے ذریعہ عدل و انصاف قائم ہوتا ہے۔

شرفاء سے خطاب:

(اس ہدایت کے مطابق) سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان معزز حضرات کو بلوایا جنہوں نے اسلامی جنگوں اور بالخصوص جنگ قادسیہ میں حصہ لیا تھا۔ انہیں مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

”تم اپنی قوم کی شکل و صورت (چہرہ) ہو اور چہرہ کے ذریعہ (قوم کے جسم) کا پتہ چلتا ہے۔ تم ہمیں ضرورت مند کی ضرورتوں سے مطلع کرو اور محتاجوں کی حاجتیں پیش کرو۔ میں ان کے ساتھ ان لوگوں کو بھی شامل کروں گا جو بعد میں آکر مقیم ہوئے ہیں۔“

تقریر کے اثرات:

(اس تقریر کے بعد) ایسا معلوم ہوا کہ کوفہ خشک (پودا) تھا جس میں آگ لگ گئی ہو۔ اس کے بعد مختلف اقسام کی افواہیں اور چیمگیونیاں ہونے لگیں تا آنکہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس صورت حال سے مطلع کیا۔

حالات پر غور:

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اعلان کرایا ”نماز میں سب جمع ہو جائیں“ چنانچہ جب سب جمع ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں ان تمام باتوں سے مطلع کیا جو سعید رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے بارے میں تحریر کی تھیں۔ نیز وہ باتیں بھی بتائیں جن کا وہاں چرچا ہوا ہے۔ عام مسلمانوں نے کہا:

”آپ کا طریقہ عمل صحیح ہے۔ آپ اس بارے میں ان کی تائید نہ کریں اور نہ انہیں ایسی توقعات دلائیں جن کے وہ اہل نہیں۔ کیونکہ جب نا اہل اور غیر مستحق لوگ اپنے کام انجام دینے کی کوشش کریں گے تو وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ بلکہ وہ کام کو خراب کر دیں گے۔“

اتحاد کی تلقین:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے اہل مدینہ! تم تیار ہو جاؤ اور متحد ہو جاؤ۔ کیونکہ فتنہ و فساد کا آغاز ہو گیا“ یہ کہہ کر وہ (منبر سے) اتر آئے اور اپنے گھر چلے گئے۔

اشعار کا استعمال:

بشام بن عروہ کا بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (گفتگو اور تقریروں میں) لوگوں کے سامنے کوئی نہ کوئی ایک یا دو شعر سے لے کر پانچ اشعار تمثیلاً پڑھتے تھے۔
جائیداد کی منتقلی:

حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ کو جمع کر کے فرمایا:
”اے اہل مدینہ لوگ فتنوں میں مبتلا ہو رہے ہیں بخدا! میں تمہارے مال و جائیداد کو تمہارے پاس منتقل کر سکتا ہوں بشرطیکہ یہ تمہاری رائے ہو۔ کیا تم پسند کرو گے کہ جو اہل عراق کے ساتھ فتوحات میں شریک ہوا ہو وہ اپنے ساز و سامان کے ساتھ اپنے وطن میں مقیم ہو جائے۔“

اس پر اہل مدینہ کھڑے ہو کر کہنے لگے:

انتقال اراضی:

”اے امیر المؤمنین! آپ ہمارے مال غنیمت کی اراضی کو کیسے منتقل کر سکیں گے؟“

آپ نے فرمایا:

”ہم ان اراضی کو کسی کے ہاتھ حجاز کی اراضی کے بدلے فروخت کر سکتے ہیں۔“

اس پر وہ بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ اللہ نے ان کے لیے ایسا راستہ کھول دیا جو ان کے خیال و گمان میں نہیں تھا۔ چنانچہ جب وہ رخصت ہوئے تو اللہ نے ان کی مشکل حل کر دی تھی۔

ارضی کی خرید و فروخت:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس خیبر کے بہت سے حصے جمع ہو گئے تھے ان کے پاس اس کے علاوہ اور جائیداد بھی تھی۔

اس لیے انہوں نے مدینہ کے ان لوگوں سے جو جنگ قادسیہ اور جنگ مدائن میں شریک ہوئے تھے۔ اور پھر مدینہ میں مقیم ہو گئے تھے اور عراق ہجرت کر کے نہیں گئے تھے نشأتج (کی عمدہ اراضی) خرید لی تھیں۔ اس طرح انہوں نے ہزار لیس کے بدلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عراق کی جائداد خرید لی تھی۔ نیز مروان بن الحکم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عطا کردہ مال کے ذریعے نہر مروان خرید لی تھی جو اس زمانے میں جنگل تھا۔

ان سے عراق کے قبائل کے لوگوں نے بھی اپنی اس جائداد کے بدلے میں جو جزیرہ عرب میں ان کے قبضہ میں تھی اراضی خرید لیں ان میں مدینہ مکہ طائف یمن اور حضرموت کے باشندے شامل تھے چنانچہ اشعث نے اپنی حضرموت کی جائداد کے بدلے میں طینز ماباد کی اراضی خرید لی۔

منتقلی کا حکم:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام اسلامی ممالک میں ایک حکم نامہ جاری کر دیا تھا۔ مال غنیمت کی وہ اراضی جس کے شہر والے طلب گار تھے۔ وہ قیصر و کسریٰ اور ان کے لوحقین کی اراضی تھیں جنہیں اہل مدینہ نے اپنے حصوں کے مطابق حاصل کیا اور اس میں اپنی جواز مکہ یمن اور حضرموت کی جائداد کی فروخت کے معاوضہ میں اضافہ کرتے رہے اور یہ ان لوگوں کو دی گئیں جو اہل مدینہ میں سے ان فتوحات میں شریک تھے۔ اس طرح باہمی رضامندی سے اس قسم کے تبادلہ کی اجازت دے دی گئی تھی۔

ترجیحی حقوق:

وہ لوگ جو پہلے سے مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ بعد میں مسلمان ہوئے۔ انہیں قدیم مسلمانوں جیسے حقوق حاصل نہیں تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور قدیم مسلمانوں کو مجالس اور دیگر مراتب میں برتری حاصل تھی مگر وہ فضیلت جتانے کو ناپسند کرتے تھے اور اسے خلاف تہذیب سمجھتے تھے اور اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اسے پوشیدہ رکھتے تھے۔

فوجی کمک:

محمد اور طلحہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ رے کے لوگوں سے جہاد کرنے کے لیے روانہ ہوئے تھے مگر عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو فوجی کمک پہنچانے کے لیے انہیں باب بھیج دیا گیا اور ان کے ساتھ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ بھی روانہ ہوئے اور وہ ان کے ساتھ آذر بیجان تک پہنچ گئے۔ ان مسلمانوں کا یہی طریقہ رہا کہ وہ (ضرورت کے موقع پر) فوجی کمک بھیجا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ وہیں قیام پذیر رہے تا آنکہ جب حذیفہ رضی اللہ عنہ نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو یہ دونوں حضرات واپس آ گئے۔



خاتم مبارک کی گمشدگی

۳۰ھ میں رسول اللہ ﷺ کی خاتم مبارک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے بزار لیس (کنوئیں) میں گر گئی۔ یہ کنواں مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر تھا اس میں سب کنوؤں سے کم پانی تھا۔ مگر اب تک اس کی گہرائی کا پتہ نہیں چل سکا۔
انگوٹھی کی ضرورت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قصد فرمایا کہ آپ عجمی ایکاہر کو خطوط لکھیں اور انہیں اللہ (کے) مذہب کو قبول کرنے کی دعوت دیں ایک شخص نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ ایہ لوگ صرف مہرزہ خطوط قبول کرتے ہیں۔“
خاتم نبوت:

اس پر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ آپ کے لیے ایک لوہے کی انگوٹھی تیار کی جائے۔ اسے آپ نے اپنی انگلی میں پہن لیا۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا:
”آپ اسے اپنی انگلی سے اتار دیں۔“

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی انگلی سے اتار دیا۔ اور حکم دیا کہ آپ کے لیے دوسری انگوٹھی تیار کی جائے۔ چنانچہ آپ کے لیے تانبے کی ایک انگوٹھی تیار کی گئی اور آپ نے اسے اپنی انگلی میں پہن لیا۔ اس کے بعد پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے: ”آپ اسے بھی اپنی انگلی سے اتار دیں“ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے بھی اپنی انگلی سے اتار دیا۔
چاندی کی انگوٹھی:

پھر آپ نے حکم دیا کہ آپ کے لیے چاندی کی انگوٹھی بنائی جائے چنانچہ چاندی کی انگوٹھی آپ کے لیے تیار کی گئی۔ اسے آپ نے اپنی انگشت مبارک میں پہن لیا۔ اس انگوٹھی کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے برقرار رکھا اور حکم دیا کہ اس پر (محمد رسول اللہ کے الفاظ) کندہ کرائے جائیں۔ چنانچہ آپ عجمی لوگوں میں سے جس کو چاہیں خطوط لکھتے تھے اور ان پر اس (انگوٹھی کی) مہر لگاتے تھے۔ انگوٹھی کا نقش تین سطروں پر مشتمل تھا۔
کسریٰ کو دعوت اسلام:

آپ نے ایک خط کسریٰ بن ہرمز (شاہ ایران) کی طرف لکھا اور اس خط کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے لے کر وہاں پہنچے تو کسریٰ نے وہ نامہ مبارک پڑھا مگر اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (واپس آنے کے بعد) عرض کیا۔

در بار کا حال:

یا رسول اللہ! آپ کھجور کی چھال کی چٹائی پر بیٹھے ہیں مگر کسریٰ (شاہ ایران) تخت زریں (سونے کے تخت) پر بیٹھا ہے اور

ریشم کا لباس پہنتا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کیا تم یہ بات پسند نہیں کرتے ہو کہ انہیں دنیا ملے اور ہمیں آخرت حاصل ہو؟“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ”اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ میں اس بات سے مطمئن ہوں۔“

ہرقل کو دعوت اسلام:

آپ نے ایک دوسرا نامہ مبارک بھی تحریر کیا اور اسے حضرت وجبہ بن خلیفہ کلبی کے ہاتھ شاہ روم ہرقل کے پاس بھیجا۔ اس میں اسے دعوت اسلام دی گئی تھی۔ اس نے اسے پڑھا اور اسے اپنے پاس محفوظ رکھا۔

خاتم مبارک کی حفاظت:

یہ خاتم مبارک رسول اللہ ﷺ کی انگشت مبارک میں رہی اور آپ اس سے مہر لگاتے رہے تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا۔

خاتم مبارک اور خلفاء:

بعد ازاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ وہ بھی اس (خاتم مبارک) سے مہر لگاتے رہے تا آنکہ آپ کی وفات ہوئی۔ ان کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے وہ بھی اپنی وفات تک اسی سے مہر لگاتے رہے۔ ان کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے وہ بھی چھ سال تک اسی (خاتم مبارک) سے مہر لگاتے رہے۔ اس کے بعد انہوں نے اہل مدینہ کے لیے پانی پینے کا ایک کنواں کھدوایا۔ وہاں آپ کنویں کے سرے پر بیٹھے ہوئے اس انگوٹھی کو حرکت دے رہے تھے اور اسے اپنی انگلی میں گھما رہے تھے کہ انگوٹھی ان کے ہاتھ سے نکل کر کنویں میں گر گئی۔ لوگوں نے کنویں میں اس کو تلاش کیا اور اس کا سارا پانی نکلوادیا۔ مگر انگوٹھی کا سراغ نہیں ملا۔

دوسری انگوٹھی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ جو اس انگوٹھی کو لے کر آئے گا اسے بھاری رقم دی جائے گی آپ کو اس (خاتم مبارک) کے گم ہو جانے کا بہت رنج و غم ہوا۔ جب آپ اس انگوٹھی (کے ملنے سے) مایوس ہو گئے تو آپ نے اسی جیسی چاندی کی انگوٹھی بنوانے کا حکم دیا۔ وہ ہو ہو ویسی تھی اور اس پر بھی (محمد رسول اللہ) کندہ تھا آپ نے اسے اپنی انگلی میں پہن لیا۔ جب آپ شہید ہوئے تو وہ انگوٹھی بھی آپ کے ہاتھ سے جاتی رہی اور یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ کون اس انگوٹھی کو لے گیا۔



حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے واقعات

۳۰ھ میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف ہوا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں شام سے مدینہ کی طرف بھیج دیا۔

انہیں شام سے بھگانے کے بارے میں بہت سی باتیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے اکثر باتیں ایسی ہیں جن کا ذکر میں پسند نہیں کرتا ہوں۔

ابن سبا کی فتنہ پردازی:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حامی بہ روایت سیف یہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابن السوداء (ابن سبا) شام آیا تو وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا ”اے ابوذر! کیا تمہیں معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس قول پر تعجب نہیں کہ وہ یہ کہتے ہیں ”مال اللہ کا مال ہے۔ جب کہ ہر چیز اللہ کی ہے۔ ایسا اندیشہ ہے کہ کہیں وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر تمام مال اپنے لیے مخصوص کر لیں اور مسلمانوں کا نام تک مٹا ڈالیں“۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف:

یہ سن کر حضرت ابوذر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ”کیا وجہ ہے کہ آپ مسلمانوں کے مال کو اللہ کا مال کہتے ہیں“۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بولے ”اے ابوذر! کیا ہم اللہ کے بندے نہیں ہیں اور مال اس کا مال نہیں ہے اور یہ مخلوق اس کی مخلوق نہیں ہے اور اصل حکم اس کا حکم نہیں ہے“۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”آپ یہ بات نہ کہیں میں اس کا قائل نہیں ہو کہ یہ تمام چیزیں اللہ کی نہیں ہیں مگر میں ضرور کہوں گا کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے“۔

فتنہ کا علم:

ابن السوداء پھر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو وہ کہنے لگے ”تم کون ہو؟ بخدا! میرے خیال میں تم یہودی ہو“ پھر وہ عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ اسے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے اور کہنے لگے: ”یہی بخدا وہ شخص ہے جس نے (حضرت) ابوذر رضی اللہ عنہ کو آپ کے برخلاف کیا“۔

غریبوں کی حمایت:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ شام کے قیام کے دوران اس قسم کا وعظ و تلقین فرمایا کرتے تھے:

”اے دولت مند لوگو! تم غریبوں کے ساتھ ہمدردی کرو۔ وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور انہیں اللہ کے راستے میں صرف نہیں کرتے! تم انہیں آگ کے ٹھکانے کی خوشخبری سناؤ جہاں ان کی پیشانیوں پہلوؤں اور پشت پر داغ لگایا جائے گا“۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی شکایت:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اسی قسم کی (تقریریں کرتے) رہے یہاں تک کہ غریب طبقے پر ان باتوں کا بہت اثر ہوا اور انہوں نے دولت مندوں کو بھی (ان باتوں پر) مجبور کیا اور دولت مند طبقہ عوام کے اس سلوک کی شکایت کرنے لگا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ میرے لیے مشکلات کا باعث بن گئے ہیں اور ایسی ویسی باتیں کہتے پھرتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا ہے:

”فتنہ وفساد کی جڑیں نمودار ہو گئی ہیں۔ اب وہ پھوٹنا چاہتا ہے تم اس زخم کو مت چھیڑو۔ بلکہ ابوذر رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بھیج دو ان کے ساتھ نرمی کرو۔ ان کے لیے زادراہ مہیا کر کے ایک رہنما کے ساتھ انہیں بھیجو۔ جہاں تک ممکن ہو عوام کو روکے رکھو کیونکہ تمہارا یہ نظم و ضبط تمہارے کام آئے گا۔“

فتنہ کی پیشین گوئی:

چنانچہ (حسب ہدایت) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو ایک رہنما کے ساتھ روانہ کر دیا۔ جب وہ مدینہ آئے تو وہاں انہوں نے مختلف قسم کی خفیہ مجالس اور محفلیں دیکھیں اس پر انہوں نے یہ پیشین گوئی کی:

”تم اہل مدینہ کو سخت غارت گری اور یادگار جنگ کی خوشخبری سناؤ۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو:

جب وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: ”کیا بات ہے کہ اہل شام تمہاری شکایت کرتے ہیں؟“ اس پر انہوں نے جواب دیا:

”(مسلمانوں کے مال کو) اللہ کا مال کہنا مناسب نہیں ہے۔ نیز دولت مندوں کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مال و دولت جمع کریں۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اے ابوذر! میرا یہ فرض ہے کہ میں اپنے فرائض ادا کروں اور رعایا کے ذمہ جو واجبات ہوں انہیں وصول کروں میں انہیں زاہد بننے پر مجبور نہیں کر سکتا البتہ انہیں محنت کرنے اور کفایت شعار بننے کی تلقین کر سکتا ہوں۔“

مدینہ سے باہر قیام:

اس پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”آپ مجھے مدینہ سے باہر رہنے کی اجازت دیں گے؟ کیونکہ مدینہ اب میرا گھر نہیں رہا ہے۔“ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

خفیہ اڈے:

”کیا تم مدینہ کے بجائے اس سے بدتر مقام پر رہنا چاہتے ہو؟“ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ”مجھے رسول اللہ ﷺ

نے حکم دیا کہ جب مدینہ کی عمارتیں خفیہ اڈے بن جائیں تو میں وہاں سے نکل جاؤں، اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”ایسی صورت میں تمہیں جو حکم ملا ہے اس کی تعمیل کرو“۔

ربذہ میں قیام:

چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے نکل کر ربذہ چلے گئے وہاں انہوں نے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اونٹوں کا ایک ریوڑ دے دیا تھا اور دو غلام بھی دیئے نیز یہ پیغام بھی بھیجا: ”تم مدینہ آیا کرنا کہ تم بدو (اعرابی) نہ بن جاؤ“۔ چنانچہ وہ اس پر عمل کرتے تھے۔

خلوت پسندی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اعرابی بننے کے خوف سے مدینہ میں آمد و رفت رکھتے تھے۔ تاہم تنہائی اور خلوت نشینی انہیں زیادہ پسند تھی“۔

مزید نیکی کی ترغیب:

ایک دفعہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے وہاں کعب الاحبار رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس موقع پر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

”آپ عوام کی صرف اس بات پر قانع نہ ہو جائیں کہ وہ کسی کو تکلیف نہیں دے رہے ہیں بلکہ اس بات پر بھی نظر رکھی جائے کہ وہ نیکی کے کوئی کام کریں۔ چنانچہ جس پر زکوٰۃ فرض ہو۔ وہ صرف زکوٰۃ دینے پر اکتفا نہ کرے بلکہ وہ پڑوسیوں اور بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کرے اور صلہ رحمی بھی کرے“۔

کعب پر سختی:

اس پر کعب نے کہا: ”جس نے فرائض ادا کر دیئے اس نے اپنا تمام فرض ادا کر دیا“۔

اس پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنی چھڑی اٹھا کر ماری اور ان کا سر توڑ دیا۔ انہوں نے کعب سے کہا:

”اے یہودن کے بچے! تمہارا ان باتوں سے کیا تعلق ہے؟ (اگر تم بولنے سے باز نہیں آئے تو) تم مجھ سے کچھ سنو گے اور میں تمہاری خبر لوں گا“۔

تشدد کی ممانعت:

اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف سے معافی چاہی اور کعب نے درگزر کر دیا۔ تاہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ ہدایت فرمائی ”اے ابوذر! اللہ سے ڈرو اور اپنے ہاتھ اور زبان کو روکو“۔

باہر قیام کی وجہ:

حضرت محمد بن سیرین روایت کرتے ہیں ”حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنی خوشی سے ربذہ کے مقامات کی طرف چلے گئے تھے۔ جب کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کی طرف مائل نہیں ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے جانے کے بعد ان کے اہل و عیال کو بھی وہاں روانہ کر دیا تھا۔ جب وہ جانے لگے تو ان کے ساتھ ایک بہت بڑا تھیلا تھا جو اٹھانے کے لیے ایک مرد کے لیے بھی

بھاری تھا۔ اس پر (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

پیسوں کا تھیلا:

”اس شخص کو دیکھو وہ دنیا سے کنارہ کش ہے مگر اس کے پاس کتنا مال ہے؟“

ان کی بیوی نے جواب دیا:

”بخدا! اس میں نہ دینار ہیں (اشرفیاں) نہ درہم ہیں بلکہ اس میں پیسے ہیں۔ جب ان (ابوذر) کا وظیفہ آتا تھا تو وہ

ہماری ضروریات کے لیے اس کے بدلے میں پیسے خرید لیتے تھے۔“

امیر کی اطاعت:

جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ربذہ کے مقام پر رہنے لگے تو وہاں نماز باجماعت ہونے لگی تھی وہاں ایک شخص تھا جو صدقات

وصول کرتا تھا۔ اس نے (نماز کی امامت کے لیے) کہا ”اے ابوذر رضی اللہ عنہ! آپ آگے بڑھیں“ وہ بولے ”نہیں تم پیش قدمی کرو

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا ”تم (امیر کی) بات سنو اور اطاعت کرو خواہ تم پر کوئی تکلف غلام ہی (امیر) کیوں

نہ ہو۔“ تم غلام بے شک ہو مگر نکلنے نہیں ہو۔“

اس شخص کا نام مجاشع تھا وہ صدقات کا سیاہ غلام تھا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے لیے روزینہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر اور حضرت رافع ابن خدیج رضی اللہ عنہ دونوں کے لیے

روزینہ مقرر کر رکھا تھا یہ دونوں (صحابی) مدینہ سے باہر رہتے تھے کیونکہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایسی باتیں سنی تھیں جن کی وہ

(تسلی بخش تو ضیح نہیں کر سکتے تھے)۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا حال:

مسلمہ بن نباتہ روایت کرتے ہیں کہ ”جب ہم عمرہ ادا کرنے کے لیے روانہ ہوئے تو ہم ربذہ بھی آئے۔ وہاں ہم نے حضرت

ابوذر رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر تلاش کیا مگر وہ نہیں ملے۔ لوگوں نے کہا ”وہ چشمہ کی طرف گئے ہوں گے“ اس لیے ہم ان کے گھر کے قریب

انتظار کرتے رہے اتنے میں وہ اونٹ کی ہڈیاں لے کر اپنے غلام کے ساتھ وہاں سے گزرے۔ انہوں نے سلام کیا پھر وہ اپنے گھر

گئے اور تھوڑی دیر بعد وہ ہمارے پاس آ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے:

اطاعت کی ہدایت:

رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا:

”تم امیر کی بات سنو! اور اطاعت کرو خواہ تم پر کوئی حبشی تکلف غلام ہی (امیر) کیوں نہ ہو۔“

جب میں اس چشمہ کی طرف گیا تو وہاں اللہ کے مال (صدقہ) کے غلام تھے ان پر ایک حبشی غلام (نگراں) مقرر تھا وہ تکلف

نہیں تھا وہ جہاں تک مجھے علم ہے قابل تعریف ہے انہیں روزانہ ذبح کیا ہوا اونٹ کا گوشت ملتا ہے اور مجھے اس کی ہڈیاں

ملتی ہیں جسے میں اور میرے اہل و عیال کھاتے ہیں۔“

مال و دولت:

راوی کہتا ہے:

میں نے کہا: ”آپ کے پاس کتنا مال ہے“۔

وہ بولے: ”کچھ بکریاں ہیں اور کچھ اونٹ ہیں۔ ایک میں میرے غلام کا حصہ ہے اور دوسرے پر میری لونڈی کا قبضہ ہے۔

میرا غلام اس سال کے آخر تک آزاد ہو جائے گا“۔

میں نے کہا: ”ہمارے ہاں جو آپ کے ساتھی ہیں ان کے پاس سب لوگوں سے زیادہ مال و دولت ہے“۔

آپ نے فرمایا: ”مگر اللہ کے مال میں ان کا صرف اتنا ہی حق ہے جتنا میرا ہے“۔

دوسرے لوگوں نے ان واقعات کے اسباب میں بہت بری باتیں بیان کی ہیں جن کا ذکر کرنا میں نے مناسب نہیں سمجھا۔

شاہِ ایران کا فرار

داؤد کی روایت ہے کہ ابن عامر بصرہ آئے۔ پھر وہ فارس کی طرف روانہ ہو گئے اور اسے فتح کر لیا اس اثناء میں شاہ یزدگرد (شاہِ ایران) جور کے مقام سے جسے اردشیر حرہ بھی کہتے ہیں ۳۰ھ میں بھاگ گیا۔ ابن عامر نے اس کے تعاقب میں مجاشع بن مسعود سلمیٰ کو بھیجا۔ انہوں نے کرمان تک اس کا تعاقب کیا۔ اس کے بعد مجاشع اپنے لشکر کے ساتھ سیرجان میں خیمہ زن ہوئے اور شاہ یزدگرد خراسان کی طرف بھاگ گیا۔

مہم کے سپہ سالار:

(اس مہم کے سپہ سالاروں کے بارے میں اختلاف ہے) عبدالقیس کہتا ہے کہ ابن عامر نے ہرم بن حیان عبدی کو روانہ کیا۔ بکر بن وائل کہتا ہے کہ ابن حسان یثکری کو بھیجا گیا مگر صحیح ترین روایت یہی ہے کہ مجاشع بن مسعود سلمیٰ کو (سپہ سالار بنا کر بھیجا گیا)

برف باری:

مجاشع شیرجان سے روانہ ہوئے تاکہ وہ شاہ یزدگرد کا تعاقب کریں۔ جب یمند کے مقام میں محل کے قریب پہنچے تو (بعد میں) قصر مجاشع کے نام سے مشہور ہوا تو برف باری شروع ہو گئی برف باری سے سردی زیادہ ہو گئی اور ایک نیزہ کے برابر برف جمع ہو گئی جو تمام لشکر ہلاک ہو گیا۔ لیکن مجاشع اور ایک دوسرا شخص جس کے ساتھ ایک لونڈی تھی صحیح سالم رہے اس دوسرے شخص نے ایک اونٹ کا پیٹ چاکر کے اس لونڈی کو اس کے اندر بٹھا دیا۔ اس کے بعد اس نے خود راہ فرار اختیار کی دوسرے دن جب وہ وہاں آیا تو وہ لونڈی زندہ پائی اس لیے وہ اسے اٹھا کر محفوظ مقام کی طرف لے گیا۔

قصر مجاشع:

اس محل کا نام قصر مجاشع پڑ گیا کیونکہ یہاں اس کا لشکر ہلاک ہوا تھا۔ یہ مقام سیرجان سے پانچ یا چھ فرسخ کے فاصلے پر تھا۔

تیز رفتاری گھوڑی:

ابوالمقدام کی روایت ہے کہ جاشع بن مسعود اہل بصرہ کے ایک وفد کو لے کر تستر سے روانہ ہوئے ان میں احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اور انہوں نے اپنی گھوڑی پر سفر کیا جو مشہور گھوڑی خیراء نسل سے تھی اور اس کا نام صفراء تھا۔ انہوں نے اس پر ایک ہی لگام پر ایک دن میں پچاس ہزار کا فاصلہ طے کیا۔

متفرق واقعات:

۳۰ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (جمعہ کی نماز کے لیے) تیسری اذان کا اضافہ کیا اور حج کے موقع پر منیٰ کے مقام پر پوری چار رکعت نماز پڑھی۔ نیز اس سال آپ نے عام مسلمانوں کے ساتھ حج کیا۔



۳۱ھ کے واقعات

رومیوں سے جنگ:

اس سال مسلمانوں نے اہل روم کے ساتھ ایک جنگ کی جسے غزوة الصواری کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ واقدی کا قول ہے۔ مگر ابو معشر کا یہ قول ہے کہ غزوة الصواری ۳۱ھ میں ہوا البتہ اساوۃ کی بحری جنگ اور کسریٰ کے واقعات ۳۱ھ میں ہوئے مگر واقدی کا قول ہے کہ غزوة الصواری اور اساوۃ کی جنگ یعنی دونوں واقعات ۳۱ھ میں ہوئے۔

غزوة صواری:

واقدی کی روایت ہے کہ اہل شام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت روانہ ہوئے اس زمانے میں شام کا تمام علاقہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیر حکومت آ گیا تھا۔

پورے شام پر حکومت:

امیر معاویہ کے زیر حکومت تمام علاقہ آنے کا سبب یہ ہوا کہ جب حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے کام کا جائشیں حضرت عیاض بن غنم کو مقرر کیا جو ان کے ماموں بھی تھے اور چچا زاد بھائی بھی تھے۔ انہیں جزیرہ کے ایک حصہ کا حاکم مقرر کیا گیا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اس کام سے معزول کر دیا تھا۔ اس کے بعد وہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے تھے اور ان کے ساتھ رہے۔

عیاض رضی اللہ عنہ کی سخاوت:

حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ بہت فیاض اور سخی تھے۔ ان کی فیاضی اور سخاوت بہت مشہور تھی۔ وہ اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے اور نہ کسی کا کوئی سوال رد کرتے تھے۔ لہذا لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ کہا ”آپ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا تھا اور ان کی فیاضی اور سخاوت کو قابل ملامت قرار دیا تھا مگر عیاض تو عرب کے سب سے بڑے فیاض شخص ہیں۔ جب ان سے کوئی سوال کرتا ہے تو وہ کسی چیز سے دریغ نہیں کرتے ہیں۔“

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا احترام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ان تمام باتوں کے باوجود میں (حضرت) ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو تبدیل کرنا پسند نہیں کروں گا۔“

حکام شام کا تقرر:

حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے بعد وفات پائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی عملداری پر سعید بن خدیم جمعی رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر کیا۔ ان کی وفات کے بعد آپ نے عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کو ان کے بجائے حاکم مقرر کیا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق اور اردن کے حاکم تھے اور عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ حمص

اور قنسرین کے حاکم تھے۔ قنسرین کو (بعد میں) امیر معاویہ نے اپنے عراق کے حامیوں سے آباد کر دیا تھا۔
تقرر کا آغاز:

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کا قائم مقام بنا دیا تھا جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو ان کی خبر مرگ سنا کی گئی تو انہوں نے پوچھا:

”اے امیر المؤمنین! آپ نے ان کی عملداری پر کس کو مقرر کیا؟“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”معاویہ کو“ اس طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردن اور دمشق دونوں علاقوں کے حاکم مقرر ہوئے۔

علاقہ شام کے حکام:

آخر کار جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو عمیر بن سعد حمص و قنسرین کے حاکم تھے علقمہ بن مجرز فلسطین کے حاکم تھے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق اور اردن کے حاکم تھے اور عمرو بن العاص حاکم مصر تھے۔

دور عثمانی کے حکام:

سالم کی روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے (خلیفہ ہونے کے بعد) سب سے پہلا جو حاکم مقرر کیا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو (حاکم کوفہ) مقرر کیا۔ اس کے بعد حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نیزے کے وار سے زخمی ہوئے تو وہ اس قدر کمزور ہو گئے کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے کام سے استعفاء دے دیا۔ اور ان سے اپنے اہل و عیال کے پاس جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی اور حمص و قنسرین کے علاقے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیئے۔

شام کی متحدہ حکومت:

خالد بن معدان روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد کے حکام کو شام میں بحال رکھا۔ جب فلسطین کے حاکم عبدالرحمن بن علقمہ کنانی نے وفات پائی تو ان کی عملداری کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عملداری میں شامل کر دیا نیز عمر بن سعد رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں بہت سخت بیمار ہوئے یہاں تک کہ ان کا مرض طول پکڑ گیا تو انہوں نے (اپنے عہدے سے) استعفاء دے دیا۔ اور انہوں نے اپنے گھر جانے کی اجازت طلب کی تو انہیں اس بات کی اجازت دے دی گئی اور ان کا علاقہ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا گیا اس طرح خلافت عثمان کے دوسرے سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تمام شام کے حاکم مقرر ہو گئے۔

حاکم مصر:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پورے مصر کے حاکم تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ابتدائی دور میں ان کو اپنے عہدہ پر بحال رکھا۔

اہل روم سے مقابلہ:

واقعی کی روایت ہے کہ جب اہل شام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیر قیادت روانہ ہوئے تو ان کے بحری بیڑے کے امیر البحر

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ تھے چونکہ مسلمانوں نے افریقیہ میں رومی علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا اس لیے قسطنطین بن ہرقل بھی ایک ایسا لشکر جرار لے کر روانہ ہوا جو اس سے پہلے اسلامی دور میں نہیں دیکھا گیا تھا۔

روم کا بحری بیڑہ:

اہل روم پانچ سو کے بیڑے میں نمودار ہوئے اور مسلمانوں سے ان کا مقابلہ ہوا (ابتداء میں) فریقین میں عارضی امن قائم ہوا۔ یہاں تک کہ مشرکین اور مسلمانوں کی کشتیاں ایک دوسرے کے قریب لنگر انداز ہوئیں۔

رومیوں سے بحری جنگ:

مالک بن اوس بن حدثان کہتے ہیں: ”میں ان کے ساتھ (بحری جنگ میں) تھا۔ سمندر میں ہماری (دشمنوں سے) مڈ بھیڑ ہو گئی۔ (ان کا) ایسا بحری بیڑہ ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ہوا ہمارے مخالف تھی اس لیے ہم تھوڑی دیر لنگر انداز ہوئے اور پھر وہ بھی ہمارے قریب لنگر انداز ہوئے۔ ہوا پرسکون تھی اس لیے ہم تھوڑی دیر لنگر انداز ہوئے اور ہم نے کہا: ”تمہارے اور ہمارے درمیان امن صلح ہونی چاہیے“۔ وہ بولے: ”تمہیں امن دیا جاتا ہے اور اس طرح ہمیں بھی امن صلح حاصل ہونی چاہیے“۔ ہم نے کہا: ”اگر تم پسند کرو تو ساحل پر جنگ ہوتا کہ ہم میں اور تم میں سے جو کوئی زیادہ جلد باز ہو وہ مر جائے اور اور اگر تم چاہو تو سمندر کے اندر (جنگ ہو)“۔

گھمسان کی جنگ:

انہوں نے بیک زبان ہو کر غرور و نخوت سے کہا ”پانی میں (جنگ ہو) اس پر ہم ان کے قریب پہنچ گئے۔ ہم نے اپنی کشتیوں کو ایک دوسرے سے اس طرح باندھ لیا تھا کہ ہم مل کر ان کی کشتیوں پر حملہ کر سکتے تھے۔ ہم نے گھمسان کی جنگ لڑی اور فریقین ثابت قدمی سے جنگ کرتے رہے اور کشتیوں پر تلواروں اور خنجروں سے جنگ ہوتی رہی یہاں تک کہ خون کی ندیاں ساحل بحر تک بہنے لگیں اور سمندر کی لہریں لہولہاں ہو گئیں اور موجوں کے ذریعے مردوں کے انبار تیرنے لگے۔

رومیوں کو شکست:

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ ایک شریک جنگ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ اس وقت اس جنگ کی وجہ سے ساحل پر خونی لہریں نکل رہی تھیں۔ وہاں لاشوں کے انبار تیرتے ہوئے نظر آ رہے تھے اور پانی پر خون غالب آ گیا تھا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی بڑی تعداد شہید ہوئی اور کافروں کے بے شمار افراد مارے گئے۔ اس جنگ میں مسلمانوں نے صبر و استقلال کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ یہاں تک کہ اللہ نے اہل اسلام پر فتح و نصرت نازل کی اور قسطنطین (شاہ روم) پیٹھ دکھا کر بھاگ گیا وہ اپنے مقتولوں اور زخمیوں کا درد ناک نظارہ نہیں دیکھ سکا اور خود قسطنطین بھی بہت زخمی ہوا اور وہ کافی عرصہ تک زخموں میں چور رہا۔

ابن ابی حدیفہ کی تکبیر:

حش بن عبداللہ صنعان کہتے ہیں جب مسلمان ۳۱ھ میں بحری جنگ پر روانہ ہوئے اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ (امیر البحر) نے عصر کی نماز پڑھائی تو محمد بن ابی حدیفہ نے بہت زور سے تکبیر کہی۔ یہ اس کی سب سے پہلی (شرفساد کی بات) سننے میں آئی۔ جب امام عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوئے اور لوٹنے لگے تو انہوں نے پوچھا: ”یہ کیسی (تکبیر) تھی؟“ لوگوں نے

کہا ”محمد بن ابی حذیفہ نے تکبیر کہی تھی۔ عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے ان کو بلوایا۔ اور پوچھا: ”تم نے بدعت کے طور پر یہ نئی بات کیوں نکالی؟“ وہ بولے: ”یہ بدعت نہیں ہے۔ تکبیر کہنے میں کوئی حرج نہیں۔“

دوبارہ نافرمانی:

جب حضرت عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز پڑھائی تو محمد بن ابی حذیفہ نے پہلی دفعہ سے زیادہ اونچی آواز میں تکبیر کہی۔ اس پر عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے یہ کہلا کر بھیجا:

”حقیقت میں تم بے وقوف نوجوان ہو۔ مجھے یہ نہیں معلوم ہے کہ امیر المؤمنین کا اس بارے میں کیا رویہ ہوگا ورنہ بخدا میں تمہاری خوب خبر لیتا۔“

اس کے جواب میں محمد بن ابی حذیفہ نے کہا: ”بخدا یہ بات تمہارے امکان میں نہیں ہے اور اگر کرنا چاہو تو تمہارے اندر اتنی طاقت نہیں ہے۔“ اس پر انہوں نے کہا ”تم زبان بند رکھو اسی میں تمہارے لیے بہتری ہے۔ تم ہمارے ساتھ سوار مت ہونا“ وہ بولا ”میں مسلمانوں کے ساتھ سوار ہو کر جاؤں گا“ وہ بولے ”تم جہاں چاہو چلے جاؤ“ چنانچہ محمد بن ابی حذیفہ تنہا کشتی میں سوار ہوا اس کے ساتھ صرف قطبی افراد تھے۔

روم کی بحری فوج:

جب مسلمان دشمنوں کے بحری بیڑے کے قریب ہوئے تو وہاں پانچ سو یا چھ سو کشتیوں میں رومی فوج تھی اس میں قسطنطین بن ہرقل بھی تھا اس نے کہا:

”تم مجھے مشورہ دو“ وہ بولے: ”ہم رات کو غور و فکر کریں گے۔“

بحری جنگ کا عزم:

چنانچہ رومی رات بھر ناقوس بجاتے رہے اور مسلمان نمازیں پڑھتے رہے اور اللہ سے دعائیں مانگتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو قسطنطین نے جنگ کرنے کا عزم مصمم کر لیا تھا۔ انہوں نے اپنی کشتیوں کو ایک دوسرے کے قریب کر لیا تھا اسی طرح مسلمان بھی اپنی کشتیوں کو ایک دوسرے کے قریب لے آئے تھے اور انہیں آپس میں باندھ رکھا تھا۔

مسلمانوں کی صف بندی:

حضرت عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے کشتیوں کے اندر ہی مسلمانوں کی صف بندی کر لی تھی اور انہیں ہدایت کی کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کریں اور صبر و استقلال اختیار کریں۔

فتح و نصرت:

اہل روم نے مسلمانوں کی کشتیوں پر صف بندی کی حالت میں حملہ کر دیا۔ چنانچہ مسلمان صف بندی توڑنے پر مجبور ہو گئے اور صف بندی کے بغیر جنگ کرتے رہے یہ گھمسان کی جنگ تھی آخر کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا کی اور انہوں نے دشمنوں کا صفایا کر دیا۔ چنانچہ بھاگنے والوں کے علاوہ اہل روم میں سے کوئی نہیں بچ سکا۔

عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے ذات الصواری میں چند دنوں تک قیام کیا پھر وہ واپس آ گئے۔

باغیانہ گفتگو:

واپس کے وقت محمد بن ابی حذیفہ کسی سے یہ کہہ رہا تھا ”بخدا! ہم نے اپنے پیچھے ایک بڑے جہاد کو ترک کر دیا ہے۔“ وہ آدمی بولا: ”وہ کون سا جہاد ہے۔“ (اس کے جواب میں وہ بولا) ”عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایسے ایسے افعال کیے ہیں۔“ وہ ایسی باتیں کرتا رہتا آتا کہ اس نے مسلمان (فوجیوں) کو گمراہ کر دیا تھا اور جب وہ اپنے وطن واپس آئے تو وہ گمراہ ہو چکے تھے اور وہ بھی ایسی باتیں کرنے لگے تھے جنہیں وہ اپنی زبان سے پہلے نہیں نکال سکتے تھے۔

بغاوت کی ابتداء:

امام زہری فرماتے ہیں: ”محمد بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ دونوں اس سال منظر عام پر آئے جس سال عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ (بحری جنگ کے لیے) روانہ ہوئے تھے۔ یہ دونوں افراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عیوب اور ان کی تبدیلیوں کا کھلم کھلا اظہار کرتے تھے وہ یہ کہتے تھے کہ: ”حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (حضرات) ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے طریقے کی مخالفت کی ہے اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون حلال ہے۔“

مخالفت الزامات:

ان کا یہ قول تھا کہ ”انہوں نے ایک ایسے شخص کو حاکم مقرر کیا ہے جس کے خون کو رسول اللہ ﷺ نے مباح قرار دیا تھا اور قرآن کریم نے اس کے کفر کا اعلان کیا تھا۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے ایک جماعت کو نکال دیا تھا۔ مگر انہوں نے ان لوگوں کو واپس بلوا لیا اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نکال دیا۔ نیز انہوں نے سعید بن العاص اور عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما کو حاکم مقرر کیا۔ جماعت سے الگ:

جب عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا ”تم دونوں ہمارے ساتھ سوار مت ہونا“ چنانچہ وہ ایسی کشتی میں سوار ہوئے جس میں کوئی مسلمان نہیں تھا۔ جب دشمن کے ساتھ مقابلہ ہوا تو ان لوگوں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ نہیں کی۔ جب ان دونوں سے باز پرس کی گئی تو وہ دونوں بولے۔

باغیانہ اعتراضات:

”ہم اس شخص کے ساتھ مل کر کیسے جنگ کر سکتے ہیں جو ہمارا حاکم بننے کے قابل نہیں ہے عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حاکم مقرر کیا ہے جنہوں نے ایسے ایسے افعال کا ارتکاب کیا ہے۔“ یوں یہ دونوں اشخاص ان مجاہدین کو گمراہ کرتے رہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر سخت اعتراضات کرتے رہے۔

تنبیہ:

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں اس بات سے سختی کے ساتھ روکا اور کہا: ”مجھے نہیں معلوم ہے کہ امیر المؤمنین (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ ورنہ میں تم دونوں کو سخت سزا دیتا۔“

فتح ارمینیا:

اس سال یعنی ۳۱ھ میں بقول واقدی حبیب بن مسلمہ فہری کے ہاتھوں ارمینیا فتح ہوا۔

شاہ ایران کا قتل

اس سال یعنی ۳۱ھ میں شاہ یزدگرد مقتول ہوا۔ اس کا واقعہ محمد بن اسحاق نے اس طرح بیان کیا ہے کہ شاہ یزدگرد ایک تھوڑی جماعت کے ساتھ کرمان سے بھاگ کر مرو پہنچا اس نے وہاں کے چودھری سے مال طلب کیا۔ مگر اس نے نہیں دیا۔ اس کے بعد اہل مرو کو اپنی جان کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے ترکوں سے بادشاہ کے برخلاف لڑنے کے لیے امداد طلب کی۔ چنانچہ انہوں نے آکر بادشاہ اور اس کے ساتھیوں پر شخون مارا اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ مگر یزدگرد بچ نکلا۔ اس نے ایک چکی والے کے گھر میں پناہ لی جو نہر مرغاب کے کنارے پر چکی چلاتا تھا۔

دوسری روایت:

ہذلی کے حوالے سے ایک دوسری روایت ہے کہ شاہ یزدگرد کرمان سے بھاگ کر مرو آیا اس نے وہاں کے بڑے زمیندار اور دیگر باشندوں سے مال طلب کیا۔ مگر انہوں نے مال دینے سے انکار کیا۔ اس کے بعد انہیں (ان کے حملہ کا) اندیشہ ہوا تو اہل مرو نے رات کے وقت اس (کے خیمہ) پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے ترکوں سے مدد نہیں طلب کی بلکہ خود اس کے ساتھیوں کو مار ڈالا۔ بادشاہ پیدل بھاگتا ہوا بچ نکلا وہ اپنا (شاہی) ڈپکا اور تلوار لگائے ہوئے تھا اور تاج بھی پہن رکھا تھا۔ اس حالت میں وہ مرغاب کے کنارے پر ایک چکی والے کے گھر پہنچا۔ جب شاہ یزدگرد غافل ہوا تو چکی والے نے اس کو مار ڈالا اور اس کے ساز و سامان پر قبضہ کر لیا اور اس کی لاش نہر مرغاب میں پھینک دی۔

قاتل کی گرفتاری:

جب صبح ہوئی تو اہل مرو نے بادشاہ کے پیروں کے نشانات کا کھوج کیا۔ اس کے نشانات چکی والے کے گھر پر جا کر مٹ گئے اس لیے انہوں نے اس چکی والے کو گرفتار کر لیا۔ آخر کار اس نے بادشاہ کے قتل کا اعتراف کیا اور اس کا ساز و سامان نکال کر دیا۔ لوگوں نے چکی والے اور اس کے گھر والوں کو مار ڈالا اور اس کے سامان اور شاہ یزدگرد کے سامان پر قبضہ کر لیا۔ نیز اس کی لاش نہر مرغاب سے نکال کر لکڑی کے تابوت میں رکھ دی۔

لاش کی تدفین:

بعض راویوں کا خیال ہے کہ اس کی لاش کو اصطر لے گئے اور وہاں ۳۱ھ کے شروع میں اس کو دفن کر دیا (اس واقعہ کی وجہ سے) مرو شہر کو ”خدا دشمن“ کہا جاتا ہے۔

بادشاہ کی اولاد:

شاہ یزدگرد نے وہاں ایک عورت سے ہمبستری کی تھی۔ اس کے نتیجے میں اس عورت سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا آدھا دھڑ نہیں تھا۔ اس لیے وہ ”ادھر“ کہلاتا تھا۔ اس کی نسل سے خراسان میں اولاد ہوئی چنانچہ جب قتیبہ نے صعد یا دوسرے علاقے فتح کر

لیے تو اس نے وہاں دو لوٹنڈیاں دیکھیں جن کے متعلق یہ بیان کیا جاتا تھا کہ وہ اسی ”ادھر“ لڑکے کی اولاد میں سے ہیں۔
ماہویہ کی سازش:

خرداذیہ رازی کا بیان ہے کہ جب شاہ یزدگرد خراسان آیا تو اس کے ساتھ خرزاذ مہر بھی تھا جو رستم کا بھائی تھا۔ اور اس کے بھائی نے مرو کے حاکم ماہویہ سے کہا ”میں نے (ایران کا) ملک تمہارے سپرد کر دیا ہے“ اس کے بعد وہ عراق چلا گیا شاہ یزدگرد نے مرو شہر میں ہی قیام کیا۔ اس نے ماہویہ کو معزول کرنے کا ارادہ کیا تو ماہویہ نے ترکوں کو لکھا کہ شاہ یزدگرد کو شکست ہوگئی ہے اور وہ اس کے پاس آ گیا ہے اس نے اس کے برخلاف ترکوں کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔ اور اس کے لیے راستہ خالی کر دیا۔
شاہی لشکر کو شکست:

چنانچہ ترک فوج مرو پہنچی۔ شاہ یزدگرد اور اس کے ساتھی ان کے مقابلے کے لیے نکلے بادشاہ کے ساتھ ماہویہ مرو کی اسوارہ فوج کے ساتھ تھا۔ شاہ یزدگرد نے ترکوں کی فوج کا صفایا کر دیا اس وجہ سے ماہویہ کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ ترکوں کو شکست ہو جائے گی اس لیے اس نے مرو کے اسوارہ کی فوج کو ترکوں کے لشکر کی طرف منتقل کر دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ یزدگرد کے لشکر کو شکست ہوگئی اور وہ مارے گئے۔

بادشاہ کا فرار:

شام کے وقت شاہ یزدگرد کا گھوڑا بھی زخمی ہو گیا تو بادشاہ پیدل بھاگ نکلا۔ وہ ایک ایسے گھر میں پہنچا جو نہر مرغاب کے کنارے پر تھا اور اس کے اندر چکی تھی وہاں بادشاہ نے دو راتیں گزاریں۔ ماہویہ نے اسے تلاش کیا مگر کامیاب نہ ہو سکا۔
چکی والے کے گھر پناہ:

دوسرے دن صبح کے وقت چکی والا اپنے گھر آیا تو اس نے شاہ یزدگرد کی شکل و صورت دیکھ کر پوچھا ”تو کون ہو آ یا تم جن ہو یا انسان؟“ بادشاہ نے کہا ”میں انسان ہوں۔ کیا تمہارے پاس کھانا ہے؟“ وہ بولا ”ہاں“ پھر وہ کھانا لایا۔ پھر بادشاہ نے کہا ”میں گنگنانا چاہتا ہوں۔ تم میرے پاس کوئی ایسی چیز لاؤ جس کے ذریعے میں گنگنا سکوں۔“

چنانچہ وہ چکی والا اسوارہ کے ایک فوجی کے پاس گیا اور اس سے وہ چیز طلب کی جس کے ذریعے گنگنا جاسکے (زمزمہ) اس نے پوچھا ”تم اس کا کیا کرو گے؟“ وہ بولا:

انکشاف راز:

”میرے پاس ایک ایسا شخص آیا ہوا ہے کہ اس جیسا شخص میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے مجھ سے یہ چیز طلب کی ہے۔“
اس پر وہ فوجی اسے ماہویہ کے پاس لے گیا۔ وہ بولا ”یہ شخص شاہ یزدگرد ہے جاؤ اور میرے پاس اس کا سر کاٹ کر لاؤ۔“
قتل کی مخالفت:

اس پر موبد (ایرانیوں کے مذہبی پیشوا) نے کہا ”آپ کے لیے یہ فعل مناسب نہیں ہے آپ کو معلوم ہے کہ مذہب اور بادشاہت دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز دوسرے کے بغیر درست نہیں رہ سکتی۔ اگر آپ ایسا کام کریں گے تو ایسی بے حرمتی کا ارتکاب کریں گے کہ اس سے بڑھ کر (کسی بے حرمتی کا) تصور نہیں ہو سکتا۔“ دوسرے لوگوں نے بھی

اسی قسم کی گفتگو کی اور اس فعل کو بہت برا قرار دیا۔ مگر ماہویہ نے ان سب کو گالی دے کر اسوارہ کی فوج سے کہا ”جو اعتراض کرے اسے مار ڈالو“۔

بادشاہ کا قتل:

اس نے چند لوگوں کو حکم دیا کہ وہ چکی پیسنے والے کے ساتھ جائیں اور شاہ یزدگرد کو قتل کر دیں چنانچہ وہ لوگ گئے مگر جب انہوں نے بادشاہ کو دیکھا تو خود انہوں نے قتل کرنا پسند نہیں کیا اور اس کام سے رک گئے۔ آخر انہوں نے چکی پیسنے والے سے کہا ”تم اندر جا کر اسے مار ڈالو“۔ جب وہ اندر گیا تو بادشاہ سویا ہوا تھا۔ اس کے پاس پتھر تھا۔ پہلے اس نے پتھر سے اس کا سر کچلا پھر اس کا سر کاٹ کر ان کے حوالے کیا اور اس کا دھڑ نہر مرغاب میں پھینک دیا۔

تدقین:

اس کے بعد مرو کے کچھ لوگ آئے انہوں نے چکی والے کو مار ڈالا اور اس کی پن چکی تباہ کر دی پھر مرو کا بڑا مذہبی پیشوا آیا۔ اس نے نہر مرغاب میں سے شاہ یزدگرد کا دھڑ نکالا اور اسے ایک تابوت میں رکھ کر اصطخر لے گیا اور وہاں ایک قبرستان میں اسے رکھ دیا۔

مطیار کی قیادت:

ہشام بن محمد کی روایت ہے کہ جنگ نہاوند کے بعد شاہ یزدگرد بھاگ گیا۔ یہ ان کی آخری جنگ تھی۔ بادشاہ اصفہان کی سر زمین پر پہنچا۔ وہاں ایک شخص تھا۔ جس کا نام مطیار تھا وہ وہاں کا بہت بڑا زمین دار تھا وہ عربوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے اس وقت تیار ہوا جب کہ اہل عجم نے جنگ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس نے ان لوگوں کو اپنی قیادت کے لیے بلوایا اور کہا: ”اگر میں تمہارا سپہ سالار بن جاؤں اور تمہیں ان کی طرف لے جاؤں تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟“ وہ لوگ بولے ”ہم آپ کی فضیلت کا اعتراف کریں گے۔ چنانچہ وہ انہیں لے کر روانہ ہوا اور عربوں سے کچھ حاصل کیا۔ اس وجہ سے عوام میں اس کی قدر و منزلت بڑھ گئی اور اس لیے ان سے افضل درجہ حاصل کیا۔

دربان پر برہمی:

جب شاہ یزدگرد نے اصفہان کا یہ معاملہ دیکھا تو وہ وہاں مقیم ہو گیا۔ ایک دن مطیار اس کی ملاقات کے لیے پہنچا تو اس کے دربان نے اسے روکا اور کہا۔ آپ یہاں توقف کیجیے تاکہ میں آپ کی ملاقات کے لیے اجازت حاصل کروں۔ اس پر مطیار دربان پر ٹوٹ پڑا اور اس کی ناک توڑ دی کیونکہ دربان کے روکنے پر اس کی غیرت حمیت اور خودداری مجروح ہو گئی تھی۔

بادشاہ کا فرار:

جب دربان شاہ یزدگرد کے پاس لہو لہان ہو کر پہنچا تو بادشاہ یہ دردناک منظر دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر اصفہان شہر سے کوچ کر گیا۔

اسے یہ مشورہ دیا گیا کہ وہ اپنی سلطنت کے انتہائی مقام کی طرف چلا جائے اور وہاں قیام کرے تاکہ عرب اس کی طرف متوجہ نہ ہوں بلکہ اپنے کاموں میں مشغول رہیں۔

قیام طبرستان پر اصرار:

بادشاہ نے رے کی طرف جانے کا قصد کیا اور وہاں پہنچ گیا۔ اس وقت طبرستان کا حاکم اس کے پاس آیا اور اس نے بادشاہ کو اپنے ملک آنے کی پیشکش کی اور یہ بھی واضح کیا کہ اس کا علاقہ بہت محفوظ ہے اس نے اصرار کر کے یہاں تک کہا ”اگر میرے پاس اس وقت نہیں آئیں گے اور بعد میں آنے کا قصد کیا تو میں آپ کو پناہ نہیں دوں گا اور آپ کے وہاں نہیں ٹھہراؤں گا۔“

مناسب میں ترقی:

شاہ یزدگرد نے وہاں جانے سے انکار کیا۔ البتہ اسے اصہبہ کا درجہ عطا کیا اور اس کے لیے ایک تحریر بھی لکھ دی۔ اس حاکم کا اس سے پیشتر کمتر درجہ تھا۔

مختلف روایات:

ایک روایت یہ ہے کہ شاہ یزدگرد فوری طور پر بختان (سیستان) چلا گیا تھا اور وہاں سے ایک ہزار اساورہ کی فوج لے کر مرو کی طرف روانہ ہوا۔

مختلف شہروں میں قیام:

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ شاہ یزدگرد فارس کی سرزمین میں پہنچا۔ وہاں وہ چار سال تک مقیم رہا پھر وہ کرمان آیا اور وہاں وہ دو سال یا تین سال تک مقیم رہا۔ اس کے بعد کرمان کے حاکم نے چاہا کہ وہ وہیں قیام کرے مگر بادشاہ نے انکار کیا اور اس سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ یرغمال کے طور پر کچھ آدمی اس کے پاس رہن رکھے مگر اس نے اس کا مطالبہ نہیں مانا۔

عزم خراسان:

بادشاہ وہاں سے بختان کی طرف گیا اور وہاں اس نے تقریباً پانچ سال قیام کیا پھر اس نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ خراسان جائے اور وہاں لشکر جمع کر کے ان لوگوں کا مقابلہ کرے جو اس کی سلطنت پر قابض ہو گئے ہیں چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مرو گیا۔ اس کے ساتھ بڑے بڑے زمینداروں کی اولاد یرغمال کے طور پر تھی اور امراء میں سے فرغ زاد بھی شامل تھے۔

امداد کے لیے خطوط:

جب بادشاہ مرو میں آیا تو اس نے مختلف بادشاہوں سے امداد طلب کی نیز اس نے چین، فرغانہ، کابل اور خزر کے بادشاہوں کو امداد کے لیے خطوط لکھے اس زمانے میں مرو کا حاکم ماہویہ تھا اور اس کا نائب اس کا فرزند براز شہر مرو پر مقرر تھا۔ شہر کا انتظام اس کے سپرد تھا۔ شاہ یزدگرد نے ارادہ کیا کہ وہ شہر میں داخل ہو کر اس کی فیصلہ وغیرہ کا معائنہ کرے۔ مگر ماہویہ نے اپنے فرزند کو پہلے سے یہ ہدایت کر رکھی تھی کہ اگر بادشاہ شہر میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو وہ اس کے لیے شہر نہ کھولے کیونکہ اسے اس کی چال بازی اور غداری کا اندیشہ تھا۔

ماہویہ کی غداری:

چنانچہ ایک دن شاہ یزدگرد نے شہر میں داخل ہونے کا ارادہ کیا۔ اس نے شہر کے چاروں طرف چکر لگایا اور جب اس نے کسی

ایک دروازے سے داخل ہونے کا ارادہ کیا تو ابو براز ماہویہ نے (بظاہر) چلا کر یہ کہا ”تم دروازہ کھولو“۔ مگر اپنا چکا باندھتے ہوئے اس نے اشارہ سے یہ کہا کہ وہ دروازہ نہ کھولے شاہ یزدگرد کے ایک ساتھی نے اس کے اشاروں کو بھانپ لیا تھا۔ اس لیے اس نے بادشاہ کو یہ بات بتائی اور اس سے اجازت طلب کی کہ وہ ماہویہ کی گردن اڑادے۔ اس نے یہ بھی کہا ”اگر ایسا کیا جائے تو اس علاقے میں آپ کے لیے میدان ہموار ہو جائے گا“۔ مگر بادشاہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

مخالفانہ سرگرمیاں:

بعض مؤرخین نے یہ روایت بیان کی ہے کہ شاہ یزدگرد نے فرخ زاد کو مرد کا حاکم بنا دیا تھا اور اس نے براز کو حکم دیا تھا کہ وہ فصیل اور شہر کو اس کے حوالے کر دے۔ مگر شہر والوں نے شہر حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ ماہویہ ابو براز نے انھیں پہلے ہی سے یوں سمجھا دیا تھا۔ ”یہ تمہارا بادشاہ نہیں ہے کیوں کہ تمہارے پاس شکست کھا کر اور زخمی ہو کر آیا ہے۔ چنانچہ مرو اس کا اس طرح بوجھ نہیں برداشت کر سکے گا جس طرح دوسرے علاقوں نے اس کا بوجھ برداشت کیا ہے۔ اس لیے آئندہ جب بھی وہ تمہارے پاس آئے تو تم (اس کے لیے) دروازہ مت کھولنا۔“

اہل مرو کی سرکشی:

چنانچہ جب بادشاہ وہاں پہنچا تو انھوں نے دروازہ نہیں کھولا۔ اس پر فرخ زاد لوٹ کر آیا اور دوزانو ہو کر اس نے شاہ یزدگرد سے کہا۔ ”اہل مرو آپ کے قابو میں نہیں رہے اور اہل عرب بھی آپنچے ہیں آپ کی کیا رائے ہے۔“ بادشاہ نے کہا۔ ”ہماری رائے یہ ہے کہ ہم ترکستان میں چلے جائیں اور وہاں اس وقت تک قیام کریں جب تک کہ ہمیں عربوں کے بارے میں صحیح معلومات حاصل نہ ہو کیوں کہ اہل عرب ہر شہر میں داخل ہوئے بغیر نہیں رہیں گے۔“

فرخ زاد نے کہا۔ ”میں ایسا نہیں کروں گا بلکہ میں جہاں سے آیا ہوں وہیں لوٹ جاؤں گا۔“

بادشاہ نے اس کے مشورہ پر عمل نہیں کیا اور روانہ ہو کر مرو کے حاکم کے پاس آیا۔ اس نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اسے معزول کر کے اس کے بھتیجے سجان کو شہر مرو کا حاکم بنائے۔

قتل کی سازش:

ابو براز ماہویہ کو اس بات کا علم ہو گیا تو اس نے شاہ یزدگرد کو ہلاک کرنے کی سازش کی اور اس نے نیزک طرحان کو یہ خط لکھا۔

نیزک طرحان کو خط:

شاہ یزدگرد میرے پاس شکست کھا کر اور بھاگ کر آیا ہے۔ تم میرے پاس آؤ تاکہ ہم دونوں مل کر اسے گرفتار کر کے قید کر دیں اور پھر اسے قتل کر دیں یا اس کی طرف سے اہل عرب سے صلح کر لیں۔ اگر آپ مجھے اس سے نجات دلائیں گے تو میں آپ کو روزانہ ایک ہزار درہم ادا کرتا رہوں گا۔

آپ شاہ یزدگرد کو ازراہ مکرو فریب یہ خط لکھیں کہ وہ عام فوج کو اپنے پاس سے الگ کر دے اور اپنے خاص سپاہیوں کو اپنے پاس رکھے اس طرح اس کی طاقت اور شان و شوکت کم ہو جائے گی۔

”آپ اپنی ایک شہزادی سے میرا نکاح کر دیں تو میں آپ کا سچا خیر خواہ بن جاؤں گا اور آپ کے ساتھ مل کر آپ کے دشمن کے برخلاف جنگ کروں گا۔“

بادشاہ کی برہمی:

(یہ سن کر) شاہ یزدگرد نے کہا ”اوسکتے! تم مجھ پر یہ جرأت کرتے ہو؟“

شاہی لشکر کا صفایا:

اس پر نیزک نے اپنی تلوار کو حرکت دی اس پر شاہ یزدگرد نے چلا کر کہا۔ ”ہائے غداری!“ اس کے بعد بادشاہ بھاگ گیا مگر نیزک نے اس کے ساتھیوں کا صفایا کر دیا۔

زمزمہ پرداز کی ضرورت:

شاہ یزدگرد (بھاگ کر مرو کے ایک گھر کے قریب پہنچا وہاں پہنچ کر وہ اپنے گھوڑے سے اتر اور ایک چکی والے کے گھر میں داخل ہو گیا وہاں وہ تین دن تک رہا۔ آخر چکی والے نے اس سے کہا ”او بد بخت! تم باہر آؤ اور کچھ کھاؤ۔ کیونکہ تم تین دن سے بھوکے ہو“ اس نے کہا ”میں اس وقت تک کھانا نہیں کھا سکتا جب تک کہ کوئی گنگنا کر (دعانا مانگے) اس زمانے میں چکی والے کے پاس ایک زمزمہ والا (گنگنا کر دعانا مانگنے والا) پسوانے کے لیے گندم لایا تھا۔ چکی والے نے اس سے کہا کہ وہ اس شخص کے پاس جا کر زمزمہ سنائے تاکہ وہ کچھ کھا سکے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

بادشاہ کا حلیہ:

جب وہ (زمزمہ پرداز) وہاں سے لوٹا تو اس نے ابو براز کے ہاں شاہ یزدگرد کا ذکر سنا اس نے ان لوگوں سے اس کا حلیہ پوچھا۔ انہوں نے جب اس کا حلیہ بتایا تو اس نے انہیں اطلاع دی کہ اس نے چکی والے کے گھر ایسا شخص دیکھا ہے۔ اس کے بال گھونگریا لے تھے۔ دانت خوبصورت تھے اور وہ بالیاں اور کنگن پہنے ہوئے تھا۔

قتل کا حکم:

اس پر ابو براز نے اسازرہ کا ایک سپاہی بھیجا اور اسے حکم دیا کہ اگر وہ (اسے گرفتار کرنے میں) کامیاب ہو جائے تو اس کا گلا گھونٹ کر دریائے مرو میں پھینک دے۔

انکشاف راز:

لوگ چکی والے کے گھر پہنچے اور اسے زدوکوب کیا تاکہ وہ اس کا پتہ بتائے۔ مگر اس نے پتہ نہیں بتایا اس نے کہا کہ وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ شخص کہاں گیا ہے؟ جب وہ لوٹنے لگے تو ان میں سے ایک شخص نے کہا: ”میں مشک کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔“ اتنے میں اس نے پانی میں اس کے ریشمی لباس کا ایک کنارہ دیکھا تو اسے کھینچ کر نکال لیا۔ وہ شخص شاہ یزدگرد ہی تھا۔ اس نے اس سے درخواست کی کہ وہ اسے قتل نہ کرے اور نہ اس کا کسی دوسرے کو بتائے۔ اس کے بدلے میں وہ اسے اپنی انگوٹھی، کنگن اور ٹپکا (جو تمام قیمتی سونے کے تھے) دے گا۔ اس شخص نے کہا:

”تم مجھے چار درہم دو تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔“

چار درہم کی محتاجی:

شاہ یزدگرد نے کہا: ”افسوس ہے میں تمہیں انگوٹھی دے رہا ہوں جس کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔“ مگر اس شخص نے اسی رقم کے لینے پر اصرار کیا۔ اس موقع پر یزدگرد نے کہا ”مجھے بتایا گیا تھا کہ میری عنقریب یہ حالت ہو جائے گی کہ میں چار درہم تک کا محتاج ہو جاؤں گا اور میں مجبور ہوں گا کہ لمبی کی طرح کھاؤں۔ چنانچہ میں نے وہ حالت پچھتم خود مشاہدہ کر لی ہے۔“

جان بخشی کی درخواست:

اس کے بعد اس نے اپنے بیگ میں سے (سونے کی) ایک بالی نکال کر بچی والے کو دی یہ اس کی رازداری کا معاوضہ تھا۔ وہ اس کے قریب ہوا جیسے کہ وہ کوئی بات کرنا چاہتا ہو۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے اسے خبردار کیا۔ اتنے میں وہ آگئے۔ شاہ یزدگرد نے ان سے بھی درخواست کی کہ وہ اسے قتل نہ کریں وہ بولا:

”تم پر افسوس ہے ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ جس نے بادشاہوں کو قتل کرنے کی جرأت کی اللہ اسے دنیا میں آگ سے جلنے کا عذاب دے گا۔ تم مجھے قتل نہ کرو۔ مجھے اپنے زمیندار کے پاس لے جاؤ۔ مجھے عربوں کی طرف چھوڑ دو۔ کیونکہ وہ بھی میرے جیسے بادشاہ کے ساتھ شرم و لحاظ روا رکھیں گے۔“

لاش دریا میں:

انہوں نے اس کے تمام زیورات اتار لیے اور انہیں ایک تھیلے میں رکھ کر اس پر مہر لگا دی پھر اس کا گلا گھونٹ کر اس کی لاش دریاے مرو میں پھینک دی۔ پانی اس کی لاش کو بہا کر کنارے پر لے آیا۔ اور وہ ایک شاخ سے چٹ گئی۔ مرو کا مذہبی پیشوا آیا وہ لاش کو اٹھا کر لے گیا اور اسے خوشبودار کپڑے میں لپیٹ کر اسے تابوت میں رکھا اور اسے مناسب مقام کی طرف بھجوا دیا۔

گمشدہ بالی:

ابو براز (نے جب زیورات کو دیکھا تو) اسے ایک بالی نہیں ملی۔ تو اس نے مجبر کو پکڑ لیا اور اسے اتنا زد و کوب کیا کہ وہ مر گیا۔ پھر اس نے جو کچھ وصول کیا تھا اس زمانے کے جانشین (خلیفہ) حاکم کو بھیج دیا اسی نے ابو براز پر گم شدہ بالی کا تاوان ڈالا۔

چار ہزار کی فوج:

(شاہ یزدگرد کے واقعہ کے بارے میں ایک مختلف روایت یہ ہے) شاہ یزدگرد اہل عرب کے آنے سے پہلے کرمان سے کوچ کر چکا تھا۔ وہ طہیس اور قستان کے راستے سے مرو کے قریب تقریباً چار ہزار فوج لے کر پہنچا تا کہ اہل خراسان میں سے مزید فوج کا اضافہ کرے اور پھر اہل عرب پر حملہ کر کے ان سے جنگ کرے۔

مرو کے حکام:

مرو میں اس کی ملاقات دو افسروں سے ہوئی۔ ان میں سے ایک کا نام براز تھا اور دوسرے کا نام سبجان تھا۔ دونوں نے اس کی اطاعت کا اقرار کیا۔ اس لیے وہ بادشاہ مرو میں مقیم ہو گیا۔ براز اس کا خاص آدمی بن گیا۔ اس لیے سبجان اس پر حسد کرنے لگا۔

باہمی سازش:

براز بھی سبجان کو ہلاک کرنے کی سازش میں لگ گیا۔ وہ شاہ یزدگرد کو اس کے خلاف بھڑکانے لگا۔ آخر کار براز نے سبجان کو

قتل کرنے کی سازش کی۔ اس نے اپنے اس ارادے کا اظہار اپنی عورت سے کیا اور اپنی دوسری عورتوں کو بھی اس سازش میں شریک کیا۔ اس عورت نے برازی کی طرف چند عورتیں بھیجیں جو شاہ یزدگرد کی حمایت کے ساتھ سخان کو قتل کرنا چاہتی تھیں۔ مگر یزدگرد کی اس سازش کا راز افشا ہو گیا اس کے بعد سخان نے حفاظتی اقدامات کیے اور محتاط رہنے لگا۔ اس نے بھی براز اور شاہ یزدگرد کے برابر فوج تیار کر لی اور وہ اس محل کی طرف روانہ ہو جہاں بادشاہ مقیم تھا۔ براز کو جب یہ خبر ملی تو وہ پیچھے ہٹ گیا۔ کیونکہ سخان کی فوج بڑی تھی۔

پیدل فرار:

بادشاہ سخان کی فوج سے اس قدر خوف زدہ ہوا کہ وہ اپنے محل سے بھیس بدل کر نکل گیا اور اپنی جان بچانے کے لیے پیدل روانہ ہوا وہ دو فرسخ پیدل چلا تھا کہ اس نے پن چکی کی آواز سنی تو وہ پن چکی والے کے گھر میں داخل ہو گیا اور وہاں تھکا ہارا بیٹھ گیا۔ چکی والے نے دیکھا کہ وہ نہایت عمدہ ہیئت والا ہے اور شریفانہ لباس میں ملبوس ہے تو اس نے اس کے لیے فرش بچھایا جس پر وہ بیٹھ گیا۔ پھر اس نے اسے کھانا پیش کیا جسے اس نے کھالیا۔ وہ اس کے پاس ایک دن اور ایک رات رہا۔ پھر چکی والے نے اس سے کچھ مانگا تو بادشاہ نے اسے جو اہرات سے مرضعہ پکا عطا کیا۔ مگر چکی والے نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

وہ بولا: ”اس نیکے کی بجائے میرے لیے چار درہم کافی ہیں جس کے ذریعہ میرے کھانے پینے کا کام چل سکے۔“

بادشاہ نے کہا: ”اس کے پاس چاندی کا سکہ نہیں ہے۔“

قتل اور فرار:

اس کے بعد چکی والا اس کی خوشامد کرتا رہا۔ جب وہ سو گیا تو وہ کلہاڑا لے کر کھڑا ہو گیا اور اس سے اس کی کھوپڑی پھاڑ دی۔ پھر اسے قتل کر کے اس کا سر کاٹ لیا۔ بعد ازاں اس کی پوشاک اور ٹپکا وغیرہ جو کچھ اس کے بدن پر تھا ان سب پر قبضہ کر لیا اور اس کی لاش اس دریا میں پھینک دی جس کے پاس سے اس کی چکی گردش کرتی تھی۔ اس نے اس کا پیٹ پھاڑ کر اس میں وہ جڑیں بھر دیں جو پانی میں اگتی تھیں۔ تاکہ اس کی لاش اسی مقام پر رکے رہے جہاں اس نے پھینکی تھی اور نیچے نہ بیٹھ جائے اس طرح لاش پہچانی جاسکے گی اور اس کے قاتل کو تلاش کیا جائے گا۔ یہ بندوبست کرنے کے بعد وہ چکی والا بھاگ گیا۔

ایلیاء کی تقریر:

شاہ یزدگرد کے قتل کی اطلاع اہواز کے ایک شخص کو ملی جو مرو میں عیسائیوں کا پادری اور مذہبی پیشوا تھا۔ اس کا نام ایلیاء تھا۔ اس نے اپنے قریب کے عیسائیوں کو جمع کر کے کہا:

عیسائیوں پر احسانات:

”ایران کا بادشاہ قتل کر دیا گیا ہے وہ شہر یاز بن کسریٰ کا فرزند تھا۔ وہ شہر یاز سیریس کا فرزند تھا جو عیسائی مومنہ تھی۔ تم جانتے ہو کہ اس (ملکہ شیریں) نے اپنے ہم مذہب عیسائیوں پر کتنے احسانات کیے ہیں۔ اس بادشاہ کے اندر بھی عیسائیت کا عنصر پایا جاتا تھا۔ اور اس کے جدا مجد کسریٰ کے ملک میں عیسائیوں کی بڑی قدر و منزلت تھی اور اس سے پہلے کے ایرانی بادشاہوں نے بڑے نیک کام کیے ہیں یہاں تک کہ انہوں نے عیسائیوں کے لیے گرجے اور عبادت خانے تعمیر کرائے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اس بادشاہ کے قتل پر ماتم کریں کیونکہ اس کے اسلاف اور اس کی دادی شیریں

کے ہم پر بہت احسانات ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ میں اس کے لیے ایک مقبرہ تعمیر کراؤں اور نہایت عزت کے ساتھ اس کی لاش کو اٹھا کر اس میں دفن کروں۔“

عیسائی مقبرہ میں تدفین:

سب عیسائیوں نے کہا: ”اے مطران (لاٹ پادری) ہم آپ کے حکم کے تابع ہیں اور آپ کی رائے کی تائید کرتے ہیں“ اس پر عیسائی پیشوا (مطران) نے حکم دیا کہ مرو میں پادریوں کے باغ کے اندر ایک مقبرہ تعمیر کرایا جائے۔ اس کے بعد وہ مرو کے عیسائیوں کو لے کر بذات خود روانہ ہوا۔ تاکہ دریا سے شاہ یزدگرد کی لاش نکالی جائے۔ اس کے بعد اس نے اسے کفن دے کر تابوت میں رکھا اور اسے وہ اور دوسرے عیسائی اس کے تابوت کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس مقبرہ میں لے گئے جس کی تعمیر کا اس نے حکم دیا تھا۔ وہاں اسے دفن کیا گیا اور اس کے بعد اس کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

آخری بادشاہ:

شاہ یزدگرد نے ۲۰ سال تک بادشاہت کی اس نے چار سال آرام میں گزارے۔ اور باقی سولہ سال عربوں کی جنگ کی وجہ سے تکلیف اور پریشانی میں گزارے۔ وہ اردشیر بن بابک کی نسل کا آخری بادشاہ تھا۔ اس کے بعد ایران کا ملک عربوں کے لیے خالی ہو گیا۔



فتح خراسان

۳۱ھ میں عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما خراسان کی طرف روانہ ہوئے اور انہوں نے امیر شہر طوس، یور و اور نسا کے شہروں کو فتح کر لیا۔ یہاں تک کہ وہ سرخس تک پہنچ گئے اسی سال اہل مرو نے بھی ان سے صلح کر لی۔
واقعات کی تفصیل:

(واقعات کی تفصیل یہ ہے کہ) جب ابن عامر نے فارس کو فتح کیا تو اوس بن حبیب تمیمی نے کھڑے ہو کر کہا ”اللہ امیر کا بھلا کرے وہ سرزمین آپ کے سامنے ہے جس کا تھوڑا حصہ فتح ہوا ہے آپ (اس کو فتح کرنے کے لیے) روانہ ہو جائیں اللہ آپ کا مددگار ہوگا“۔ ابن عامر نے کہا ”کیا ہم نے روانہ ہونے کا حکم نہیں دیا تھا؟“ (انہوں نے یہ بات اس لیے کہی کہ) وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ اس بات کا اظہار کریں کہ انہوں نے اس کے مشورہ کو قبول کر لیا ہے۔
مسجد کی تعمیر:

سکس بن قتادہ اریثی کا بیان ہے کہ ابن عامر نے فارس کو فتح کرنے کے بعد بصرہ کی طرف کوچ کیا اور اصطر پر شریک بن اعمور حارثی کو حاکم مقرر کیا شریک نے اصطر میں مسجد تعمیر کرائی۔
جہاد کی ترغیب:

ابن عامر کے پاس قبیلہ تمیم کا ایک شخص آیا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ اخنف بن قیس رضی اللہ عنہما تھے اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ اوس بن جابر شمی تھا (بہر حال) اس نے کہا:
”تمہارا دشمن تم سے بھاگ رہا ہے اور تم سے خوف زدہ ہے اور ملک بہت وسیع ہے اس لیے آپ (جہاد کے لیے) روانہ ہو جائیں اللہ آپ کی مدد کرے گا اور اپنے دین کو عزت بخشے گا“۔
ابن عامر کی روانگی:

چنانچہ ابن عامر نے کوچ کی تیاری شروع کر دی اور دیگر مسلمانوں کو بھی تیاری کرنے کا حکم دیا اور پھر بصرہ پر زیاد کو جانشین مقرر کرنے کے بعد وہ کرمان کی طرف روانہ ہوا۔ پھر اس نے خراسان کا راستہ اختیار کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے اصفہان کا راستہ اختیار کیا۔ پھر خراسان کے راستے پر گئے۔

خراسان کی مہم:

مفضل کرمانی کی روایت ہے کہ ابن عامر سیرجان کے مقام پر خیمہ زن ہوا۔ پھر وہ خراسان کی طرف گیا اس نے کرمان پر مجاشع بن مسعود سلمی کو حاکم بنایا۔ اور ابن عامر نے رابر کے جنگل کو اختیار کیا یہ اسی فرسخ ہے پھر وہ طیسین کی طرف روانہ ہوئے ان کی منزل مقصود ابرشہر تھا جو نیشاپور کا ایک شہر ہے ان کے ہراول دستے پر اخنف بن قیس رضی اللہ عنہما تھے۔ انہوں نے قستان کا قصد کیا اور ابرشہر

کی طرف نکلے وہاں ان کا مقابلہ اہل ہرات سے ہوا جو ہیاطلہ کہلاتے تھے۔ حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی اور اہل ہرات کو شکست دے دی۔ پھر ابن عامر نیشاپور آئے۔

اہل ہرات کو شکست:

حضرت شععی کی روایت ہے کہ ابن عامر ضعیض کے جنگل پہنچے پھر خواست کے مقام پر آئے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ یزد کے مقام پر آئے پھر قہستان کے مقام پر آئے۔ وہاں سے انہوں نے احنف کو آگے بھیجا ان سے ہیاطلہ کا مقابلہ ہوا۔ چنانچہ انہوں نے ان لوگوں سے جنگ کر کے انہیں شکست دے دی پھر ابرشہر آئے وہاں ابن عامر نے قیام کیا۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی فوج:

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو فہ کے لشکر کو لے کر جرجان آئے وہ بھی خراسان کی طرف جانا چاہتے تھے مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ ابن عامر ابرشہر میں مقیم ہیں تو وہ کو فہ کی طرف لوٹ آئے۔

کناری سے مصالحت:

علی بن مجاہد کی روایت ہے کہ ابن عامر ابرشہر میں مقیم ہوئے۔ اس کا نصف حصہ بزور شمشیر مفتوح ہوا تھا اور دوسرا نصف حصہ کناری کے قبضہ میں تھا اسی طرح نسا اور طوس کا نصف حصہ بھی اس کے قبضہ میں تھا اس کی وجہ سے ابن عامر مرو کی طرف نہیں جاسکے آخر کار کناری نے مصالحت کر لی اور اپنے بیٹے ابوالصلت اور بھتیجے سلیم کو یرغمال (رہن) کے طور پر دیا۔ ابن عامر نے کناری کے دونوں افراد کو لے کر نعمان بن اتم نصری کو دے دیا انہوں نے ان دونوں کو آزاد کر دیا تھا۔

عبداللہ بن خازم کو ہرات بھیجا گیا اور حاتم بن نعمان کو مرو بھیجا گیا۔

خراسان کی فتوحات:

اور لیس بن حنظلہ کی روایت ہے کہ ابن عامر نے ابرشہر کو بزور شمشیر فتح کر لیا تھا اور اس کے ارد گرد کے علاقوں مثلاً طوس، بیورؤ نسا اور حران کو بھی فتح کر لیا تھا یہ (سب فتوحات) ۳۱ھ میں ہوئیں۔

اہل سرخس سے مصالحت:

موسیٰ بن عبداللہ بن خازم بیان کرتے ہیں ”میرے والد (عبداللہ بن خازم) نے اہل سرخس سے مصالحت کر لی تھی۔ انہیں عبداللہ بن عامر نے ابرشہر سے اہل سرخس کی طرف بھیجا تھا ابن عامر نے بھی ابرشہر کے باشندوں سے مصالحت کر لی تھی۔ انہوں نے کسریٰ کے خاندان میں سے دو لونڈیاں دیں جن کے نام بابونج، ظہیح یا طہیح تھے۔ وہ (عبداللہ بن عامر) اپنے ساتھ ان دونوں لونڈیوں کو لے گئے تھے۔ انہوں نے امین بن احمریشکری کو بھیجا تو انہوں نے ابرشہر کے قریب علاقہ طوس، بیورؤ نسا اور حران کے علاقے فتح کر لیے۔ یہاں تک کہ وہ سرخس کے علاقے تک پہنچ گئے۔

فتح سرخس:

حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں کہ ابن عامر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن خازم کو سرخس بھیجا۔ انہوں نے اسے فتح کر لیا۔ عبداللہ بن عامر کو کسریٰ کے خاندان کی دو لونڈیاں ملیں انہوں نے ایک لونڈی نوشجان کو دے دی اور دوسری لونڈی بابونج مرگئی۔

بیہق کی فتح:

زہیر بن ہنید عدوی کی روایت ہے کہ عبداللہ بن عامر نے اسود بن کلثوم عدوی کو بیہق کے مقام کی طرف اس وقت بھیجا جب وہ ابرشہر میں مقیم تھے۔ وہاں سے بیہق کی مسافت سولہ فرسخ ہے اسود بن کلثوم نے بیہق کو فتح کر لیا مگر خود شہید ہو گئے۔

اسود بن کلثوم:

اسود بن کلثوم بہت فاضل اور دیندار تھے۔ وہ عامر بن عبداللہ غزبری کے ساتھیوں میں سے تھے چنانچہ عامر بصرہ جانے کے بعد یہ فرمایا کرتے تھے:

”مجھے عراق کی کسی چیز کی حسرت نہیں ہے۔ مگر (یہ چیزیں یاد آتی ہیں) وہاں کی دو پہر کی تشنگی مؤذنون کی ایک ساتھ اذانوں کی آوازیں اور وہ ساتھی جو اسود بن کلثوم بیسے تھے۔“

اہل مرو کی مصالحت:

زہیر بن ہنید کی روایت ہے کہ عبداللہ بن عامر نے نیشاپور کو فتح کر لیا تھا اور سرخس کی طرف روانہ ہوئے تھے انہوں نے حاتم بن نعمان بابلی کو مرو کی طرف بھیجا اہل مرو نے ان سے مصالحت کر لی اور وہاں کے زمیندار حاکم نے بائیس لاکھ کی رقم خراج کے طور پر ادا کرنے کی شرط پر صلح کر لی۔

مقاتل بن حیان کی روایت ہے کہ حاتم بن نعمان بابلی نے اہل مرو سے باسٹھ لاکھ کی رقم پر مصالحت کر لی تھی۔



۳۲ھ کے واقعات

اس سال کے اہم واقعات یہ ہیں کہ امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ نے قسطنطنیہ کی تنکنائے پر حملہ کیا اس جنگ میں ان کی بیوی عاتکہ بنت قرظہ یا فاختہ بھی ان کے ساتھ تھیں یہ ابو معشر اور واقدی کی روایت ہے۔

امارت پر اختلاف:

(دوسرا اہم واقعہ یہ ہے کہ) اس سال سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو بلخ کی سرحد پر حاکم مقرر کیا اور وہ لشکر جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہاں خیمہ زن تھا اسے اہل شام کے لشکر کے ذریعہ مکہ پہنچائی گئی اور بقول سیف اس امدادی فوج کے امیر حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ تھے۔ اس طرح امارت کے مسئلہ پر سلمان بن ربیعہ اور حبیب بن مسلمہ کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا اور اختلاف کی بدولت اہل شام اور اہل کوفہ کے درمیان جھگڑا ہوا۔

پیش قدمی کی ممانعت:

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ وہ سلمان کو باب کی جنگ کے لیے روانہ کریں۔ انہوں نے عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو جب کہ وہ باب کے مقام پر تھے یہ تحریر کیا:

”رعایا کے اکثر افراد کو شکم پری نے خراب کر دیا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو لے کر آگے نہ بڑھو اور دشمن کے علاقے میں نہ گھسو۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ (کسی مصیبت میں) مبتلا نہ ہو جائیں۔“

بلخ کی مہم:

محمد عبدالرحمن بن ربیعہ کے مقصد میں یہ خط بھی حائل نہ ہوا۔ کیونکہ وہ بلخ کے علاقہ میں جہاد (کرنے میں) کوتاہی نہیں کیا کرتے تھے۔

انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے نویں سال بلخ پر حملہ کیا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے اس کا محاصرہ کر لیا تھا اور وہاں منہنجتیں اور دیگر سامان حرب نصب کر رکھا تھا چنانچہ جب کوئی ان کے قریب پہنچا تو وہ اسے زخمی کرتے یا قتل کر دیتے تھے۔ اس طرح مسلمانوں نے بہت نقصان اٹھایا اور معصدا اسی معرکہ میں شہید ہوئے۔

عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

ترکوں نے (فوج بھیجنے کا) وعدہ کر رکھا تھا چنانچہ جب ترکوں کی مدد پہنچ گئی تو اہل بلخ شہر سے باہر نکل آئے اور جنگ کرنے لگے اس جنگ میں عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے انہیں ذوالنور بھی کہا جاتا تھا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور وہ منتشر ہو گئے۔

اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی شرکت:

جن لوگوں نے سلمان بن ربیعہ کا طریقہ اختیار کیا تھا وہ باب سے صحیح سلامت نکل آئے کچھ حضرات نے اہل خزر کے علاقے کا راستہ اختیار کیا تھا وہ جیلان اور جرجان پہنچے انہیں حضرات میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ دشمنوں کی عقیدت:

دشمن نے حضرت عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر قبضہ کر لیا اور اسے ایک صندوق میں رکھا وہ انہیں کے قبضہ میں رہی اور وہ اس کی برکت سے بارش کی دعائیں مانگتے تھے اور فتح و نصرت حاصل کرتے تھے۔

سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی مہارت:

حضرت شعی فرماتے ہیں: ”بخدا! سلمان بن ربیعہ جنگ کے طریقوں سے بہت واقف تھے جس طرح ایک قصائی ذبح کیے ہوئے جانوروں کے جوڑوں سے بہت واقف ہوتا ہے۔“

اہل خزر کی ندامت:

سیف کی روایت ہے کہ جب اہل خزر پر لگا تا حملے ہونے لگے تو وہ بہت شرمندہ ہوئے اور وہ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ وہ کہتے تھے: ”ہماری قوم کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا یہاں تک کہ کم تعداد کی یہ قوم آئی اور اب ہماری یہ حالت ہو گئی ہے کہ ہم ان کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتے۔“

غیر فانی انسان:

پھر وہ ایک دوسرے سے یہ کہنے لگے: ”یہ لوگ غیر فانی ہیں اور انہیں موت نہیں آتی ہے۔ مگر یہ مرنے والی قوم ہوتی تو ہمارے ملک میں نہ گھٹتے۔“ (یہ عجیب بات ہے کہ) کسی مسلمان کو ان جنگوں میں کوئی نقصان نہیں ہوا۔ البتہ حضرت عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی آخری جنگ میں (مسلمانوں نے جنگی نقصانات برداشت کیے)۔

دشمن کا تجربہ:

پھر یہ لوگ کہنے لگے کہ ”تم (ان کے غیر فانی ہونے کے بارے میں) تجربہ کیوں نہیں کرتے ہو۔“ چنانچہ (اس قسم کا تجربہ کرنے کے لیے) وہ جنگوں اور دلہنی زمینوں میں چھپ گئے۔ جب وہاں سے مسلمانوں کے فوجی گزرے تو انہوں نے (اپنی کمین گاہوں میں سے) مسلمانوں پر تیراندازی کی اور انہیں قتل کر دیا۔

سخت حملہ:

اس پر انہیں اطمینان ہوا اور ایک دوسرے کو جنگ کے لیے بلایا اور ایک دن مقرر کر کے مسلمانوں پر حملہ کر دیا چنانچہ جنگ میں (حضرت) عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور شدید جنگ میں مسلمان منتشر ہو گئے اور ان کے دو گروہ ہو گئے تھے ایک گروہ باب کی طرف روانہ ہوا جن کی حفاظت سلمان بن ربیعہ نے کی۔ اور وہ انہیں بہ حفاظت نکال لے آئے۔

خزر کے راستہ سے واپسی:

دوسرے گروہ نے خزر کا راستہ اختیار کیا انہیں جیلان اور جرجان کے پہاڑوں پر چڑھنا پڑا اس گروہ میں حضرت سلمان فارسی

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ شامل تھے۔

شوق شہادت:

قیس بن یزید کی روایت ہے کہ یزید بن معاویہ نضعی، علقمہ بن قیس، معصد شیبانی اور ابو مضر تمیمی ایک خیمے میں تھے اور عمرو بن عقبہ، خالد بن ربیعہ، خلحال بن ذری اور قرظ دوسرے خیمے میں تھے دونوں خیمے بلخج کے لشکر میں بالکل قریب تھے۔ قرظ کہا کرتے تھے ”خون کی چمک دمک کپڑوں پر کتنی اچھی معلوم ہوتی ہے“ عمر بن تمبہ ان کی سفید عبا کو دیکھ کر یہ کہا کرتے تھے: ”تمہاری سفید قبا میں خون کی سرخی کتنی اچھی معلوم ہوگی۔“

مجاہد کا خواب:

اہل کوفہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کئی سالوں تک بلخج میں جنگ کی مگر ان جنگوں میں ان کی نہ کوئی عورت بیوہ ہوئی اور نہ کوئی بچہ یتیم ہوا۔ مگر جب عثمانی دور کا نواں سال شروع ہوا تو لشکر کشی سے دو روز پہلے حضرت یزید بن معاویہ نضعی نے یہ خواب دیکھا کہ ایک ایسا ہرن ان کے خیمے میں لایا گیا کہ اس سے زیادہ خوبصورت ہرن انہوں نے نہیں دیکھا تھا۔ پھر وہ ایک قبر پر (خواب میں) آئے جہاں چار آدمی کھڑے ہوئے تھے انہوں نے ایسی سیدھی اور عمدہ قبر اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی۔

خون آلود پوشاک:

جب مسلمانوں نے ترکوں کے ساتھ صبح کے وقت جنگ کی تو حضرت یزید رضی اللہ عنہ کو ایک پتھر آ کر لگا۔ جس سے ان کا سر پھٹ گیا اس طرح ان کی پوشاک کو خون کے ذریعے زیب و زینت حاصل ہوئی اور (اس کی تعبیر) وہ مشکلی ہرن (غزال) تھا جو انہوں نے (خواب میں) دیکھا تھا۔ اور اس خون سے ان کی قبا کے حسن و جمال میں اضافہ ہوا۔

معصد کی شہادت:

لشکر کشی سے ایک دن پہلے صبح کے وقت معصد نے علقمہ بن قیس سے کہا:

”آپ مجھے اپنی چادر عاریتہ دیں تاکہ میں اس سے اپنا سر باندھ لوں“ انہوں نے چادر دے دی۔ پھر وہ اس برج کے قریب آئے جہاں یزید رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ وہاں سے انہوں نے تیر چلائے اور دشمن کے کئی آدمی قتل کیے۔ پھر انہیں پتھر پھینکنے والے آ لے گا ایک پتھر لگا جس سے ان کی کھوپڑی پھٹ گئی اس وقت ان کے ساتھی انہیں کھینچ کر لے گئے اور انہیں حضرت یزید رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیا۔

قبائے لالہ گوں:

حضرت عمرو بن عتبہ رضی اللہ عنہ بھی زخمی ہو گئے انہوں نے بھی اپنی قبا کو اسی طرح (لالہ گوں) دیکھا جیسا کہ وہ چاہتے تھے اور وہ بھی شہید ہو گئے۔

مسلمانوں کو شکست:

جب باقاعدہ جنگ کا دن آیا تو قرظ نے بھی جنگ کی یہاں تک کہ جنگ میں ان کی پوشاک پھٹ گئی اور ان کی قبا اس طرح ہو گئی کہ ان کی زمین سفید تھی اور اس پر سرخ خون کے نقش و نگار تھے (جب تک وہ لڑتے رہے اس وقت تک) مسلمان ثابت قدم

رہے اور جب وہ شہید ہو گئے تو ان کی شہادت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو شکست ہو گئی۔
تین مجاہدوں کی شہادت:

داؤد بن یزید بیان کرتے ہیں: ”یزید بن معاویہ نخعی، عمرو بن عتبہ اور معصم بن عتبہ (تینوں) بلنجر کی جنگ میں شہید ہو گئے۔ معصم نے علقمہ کی چادر سر پر باندھی ہوئی تھی۔ انہیں منجیق کے پتھر کا ایک ٹکڑا لگا۔ انہوں نے اسے اہمیت نہیں دی اور اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور شہید ہو گئے۔ علقمہ نے ان کا خون دھویا۔ مگر (اس کا نشان) زائل نہیں ہوا۔ علقمہ اس چادر کو اوڑھ کر جمعہ کی نماز میں شریک ہوتے تھے اور فرماتے تھے: ”میں اسے اس لیے پسند کرتا ہوں کہ اس میں معصم کا خون ہے۔“

عمرو بن عتبہ نے سفید قبائلی اور کہا ”اس پر خون کتنا خوشنما معلوم ہوگا“ چنانچہ ایک پتھر آ کر لگا اور وہ شہید ہو گئے وہ بالکل لبو لبان ہو گئے تھے۔

شہید کا خواب:

حضرت یزید رضی اللہ عنہ، کبھی اسی قسم کی کوئی چیز آ کر لگی تھی اور وہ شہید ہو گئے تھے اس سے پہلے انہوں نے قبر کھودی تھی تو یزید نے اسے دیکھا کر کہا تھا ”یہ کتنی اچھی ہے“ انہوں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ ایک ایسا غزال (مشکی ہرن) ان کے پاس لایا گیا کہ اس سے زیادہ خوبصورت غزال انہوں نے نہیں دیکھا تھا چنانچہ وہ غزال وہی ثابت ہوئے۔ یزید نہایت حسین و جمیل ساتھی تھے۔ اللہ ان پر رحم کرے۔

اہل کوفہ کی بے وفائی:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی تو انہوں نے فرمایا: ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ (ہم اسی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے) اہل کوفہ نے بے وفائی کی۔ اے اللہ! تو انہیں معاف کرو اور ان کی توبہ قبول کر۔“

بلنجر کے فوجی حکام:

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا سرحد پر سلمان بن ربیعہ کو حاکم بنایا اور جب اہل کوفہ کو جنگی امداد کے بھیجا تو ان کا سپہ سالار حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ اس سرحد پر اس سے پہلے عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ جنگ کر رہے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دسویں سال اس سرحدی مقام کے لیے اہل شام کی امدادی کمک بھیجی جس کی قیادت حبیب بن مسلمہ قریشی رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔

امارت پر اختلاف:

سلمان بن ربیعہ ان کے بھی امیر مقرر ہوئے مگر حبیب نے (ان کی قیادت قبول کرنے سے) انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ اہل شام یہ کہنے لگے ”ہم نے ارادہ کیا کہ ہم سلمان بن ربیعہ کو زد و کوب کریں“ اس پر دوسرے لوگوں (اہل کوفہ) نے کہا ”ایسی صورت میں ہم بھی حبیب کو زد و کوب کریں گے اور اسے قید کر دیں گے اور اگر تم اس پر بھی مطیع نہیں ہوئے تو ہمارے اور تمہارے درمیان مقتولوں کی تعداد بکثرت ہو جائے گی۔“

چنانچہ اوس بن مغراء نے اس بارے میں یہ اشعار کہے ہیں:

اہل کوفہ کے دعوے:

- ① اگر تم سلمان (بن ربیعہ) کو مارو گے تو ہم تمہارے حبیب (بن مسلمہ) کو زد و کوب کریں گے اور تم ابن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف کوچ کر جاؤ گے تو ہم بھی جائیں گے۔
- ② اگر تم انصاف سے دیکھو گے تو حقیقت میں یہ سرحدی مقام ہمارے امیر کی سرحد ہے۔ یہ (دیکھو) امیر فوجوں کو لے کر آ رہا ہے۔
- ③ ہم اس سرحد کے حکام ہیں اور ہمیں اس کی حفاظت کرتے تھے جب کہ ہم اس سرحد پر تیر اندازی کرتے تھے اور دشمنوں کو عذاب دیتے تھے۔

حبیبؓ کے عزائم:

حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ وہ صاحب اسباب پر بھی حاکم بن جائے جس طرح وہ اس سپہ سالار پر جو کوفہ آیا تھا حکمرانی کرنے کا دعویٰ کرتا تھا۔ جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات محسوس کی تو انہوں نے بھی اس کو برقرار رکھا اور دوسرے لوگوں نے بھی اسے بحال رکھا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بددعا:

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے اس مقام پر تین جنگیں کیں اور تیسری جنگ کے موقع پر انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اے اللہ! تو قاتلین عثمان پر لعنت بھیج اور ان لوگوں کو بھی ملعون قرار دے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جنگ کرتے رہے اور ان سے عداوت رکھتے تھے۔ اے اللہ! ہم ان کی شکایت کرتے تھے۔ اور وہ بھی ہمیں ملامت کرتے تھے۔ جس طرح ان سے پہلے کے (خلیفہ) ہمیں ملامت کرتے تھے۔ مگر ان (فتنہ پردازوں) نے ان باتوں کو فتنہ و فساد کا ذریعہ بنا لیا۔ اے اللہ! تو ان لوگوں کو تلواریں ہی کے ذریعہ فنا کر۔“

اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی وفات:

اس سال (۳۲ھ میں) بہ روایت واقدی حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور وہ وفات کے وقت پچھتر سال کے تھے۔

اسی سال حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی فوت ہوئے وہ اس وقت اٹھاسی سال کے تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سال بڑے تھے۔

اسی سال حضرت عبداللہ بن زید بن عبد ربیعہ رضی اللہ عنہ نے بھی وفات پائی یہ وہ صحابی تھے جنہیں خواب میں اذان کا طریقہ بتایا گیا

تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات:

اسی سال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بمقام مدینہ منورہ وفات پائی اور بقیع کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز

(جنازہ) پڑھائی۔

اسی سال ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی وفات پائی۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی وفات:

سیف کی روایت ہے کہ اس سال حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بھی وفات پائی۔ ان کی وفات کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آٹھویں سال ماہ ذوالحجہ میں جب حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے اپنی بیٹی سے فرمایا:

”اے میری بیٹی! کیا تم کسی کو آتے ہوئے دیکھ رہی ہو؟“۔ وہ بولیں ”نہیں“ اس پر انہوں نے فرمایا: ”ابھی میری موت کا وقت نہیں آیا ہے۔“ پھر انہوں نے اپنی بیٹی کو حکم دیا تو انہوں نے بکری ذبح کی پھر اسے پکایا۔ بعد ازاں انہوں نے فرمایا: ”جب وہ لوگ آجائیں جو مجھے دفن کریں گے تو ان سے یہ کہنا: ”ابو ذر رضی اللہ عنہ تمہیں قسم دلا کر یہ کہتا ہے کہ تم واپس جانے کے لیے اس وقت تک سوار نہ ہونا جب تک کہ تم کھانا نہ کھاؤ۔“

سواروں کی آمد:

جب انہوں نے کھانا پکا لیا تو فرمایا ”دیکھو! کیا تم کسی کو دیکھ رہی ہو؟“ وہ بولیں ”ہاں! یہ سوار آ رہے ہیں“ اس پر آپ نے فرمایا میرا رخ قبلہ کی طرف کر دو۔“ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ”بسم اللہ و باللہ و علی ملتہ رسول اللہ ﷺ“۔ بعد ازاں ان کی صاحبزادی نے نکل کر ان (سواروں) کا استقبال کیا اور کہا:

وفات کی خبر:

”اللہ تم پر رحم کرے تم ابو ذر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ“ وہ بولے ”وہ کہاں ہیں؟“ ان کی صاحبزادی نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ”وہ فوت ہو گئے ہیں۔ تم انہیں دفن کر دو“ وہ بولے ”کیا خوب سعادت مندی ہم کو اللہ نے عطا فرمائی ہے“ اہل کوفہ کے اس قافلے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رو رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ”وہ (حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ) تن تہاد دنیا سے رخصت ہوں گے اور تن تہاد دوبارہ اٹھیں گے۔“

تکلفین و تدفین:

ان لوگوں نے انہیں غسل دیا اور کفن پہنایا۔ پھر انہوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور انہیں دفن کر دیا۔ جب انہوں نے کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو ان کی صاحبزادی نے ان سے کہا:

واپسی:

بے شک ابو ذر رضی اللہ عنہ نے آپ کو سلام کہا تھا اور آپ کو قسم دلا کر یہ کہا تھا کہ آپ سوار ہونے سے پہلے کھانا تناول فرمائیں۔ چنانچہ انہوں نے کھانا کھایا پھر ان کے اہل و عیال کو سوار کرا کر مکہ معظمہ لے آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو (حضرت) ابو ذر رضی اللہ عنہ کی

وفات کی خبر سنائی انہوں نے ان کی صاحبزادی کو اپنے اہل و عیال میں شامل کر لیا۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ ابو ذر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی وہاں رہنے پر مغفرت فرمائے۔“

چودہ سوار:

صلحال بن ذری بیان کرتے ہیں ”ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ ہوئے ہم چودہ سوار تھے۔ جب ہم ربذہ کے مقام پر پہنچے تو ایک عورت ہم سے ملی اور ہم سے بولی ”تم ابو ذر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ“ ہمیں اس سے پہلے ان کا کوئی حال معلوم نہیں تھا۔ اس لیے ہم نے کہا:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا حال:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں اس عورت نے ایک خیمہ کی طرف اشارہ کیا۔ ہم نے پوچھا ”انہیں کیا ہوا؟“ وہ بولیں ”انہوں نے کسی وجہ سے مدینہ چھوڑ دیا تھا“ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا ”انہوں نے صحرائین کیوں اختیار کی؟“ وہ بولیں:

”امیر المؤمنین (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) نے اس بات کو ناپسند کیا تھا مگر وہ (حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ) یہ فرماتے تھے کہ یہ بھی

مدینہ ہے۔“

تجھیز و تکفین:

اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ادھر گئے وہ رو رہے تھے۔ پھر ہم نے انہیں غسل دیا اور کفن پہنایا اور اس وقت ان کا خیمہ مشک کی خوشبو سے بسا ہوا تھا۔ ہم نے اس عورت (ان کی لڑکی) سے پوچھا ”یہ کیا ہے؟“ وہ بولیں:

مشک کی خوشبو سے استقبال:

ان کے پاس مشک تھی جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو وہ فرمانے لگے:

”مردہ کے پاس کچھ لوگ آئیں گے انہوں نے کھانا نہیں کھایا ہوگا تو وہ خوشبو سونگھیں گے۔“

چنانچہ انہوں نے مشک کو پانی میں ڈبویا اور اس پانی کو تمام خیمے میں چھڑک دیا۔ پھر آپ نے فرمایا:

”تم اس خوشبو سے ان کا استقبال کرو اور یہ گوشت انہیں پکا دو کیونکہ میرے پاس صالح قوم آئے گی اور وہی لوگ میرے

دفن کا انتظام کریں گے تم ان کی مہمان نوازی ضرور کرنا۔“

چنانچہ جب ہم نے انہیں دفن کر دیا تو ان کی صاحبزادی نے ہمیں کھانے کی دعوت دی۔ ہم نے کھانا کھایا۔ پھر ہم نے انہیں

لے جانا چاہا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قافلے کی روانگی:

”امیر المؤمنین ہمارے قریب ہیں۔ ہم ان سے مشورہ کریں گے۔“

جب ہم مکہ معظمہ آئے تو ہم نے (ان کی وفات کی) اطلاع دی۔ اس پر آپ نے فرمایا:

”اللہ ابو ذر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے اور ربذہ میں مقیم ہونے پر ان کی مغفرت فرمائے۔“

جب وہ حج سے فارغ ہوئے تو انہوں نے ربذہ کا راستہ اختیار کیا اور ان کے اہل و عیال کو اپنے عیال میں شامل کر لیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ چلے گئے اور ہم عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ ہمارے قافلے میں ذیل کے حضرات شامل تھے:

اسمائے گرامی:

- ۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ۲۔ ابو مضر تمیمی ۳۔ بکر بن عبداللہ تمیمی ۴۔ اسود بن یزید نخعی ۵۔ علقمہ بن قیس نخعی
 ۶۔ حلحال بن ذری ضمی ۷۔ حارث بن سوید تمیمی ۸۔ عمرو بن عتبہ بن فرقہ سلمی ۹۔ ابن ربیعہ سلمی ۱۰۔ ابورافع مزنی
 ۱۱۔ سوید بن شعبہ تمیمی ۱۲۔ زیاد بن معاویہ نخعی ۱۳۔ اخوالعدش سلمی ۱۴۔ معصم شیبانی کابھائی۔



فتوح ترکستان

۳۲ھ میں عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے مروروز طاغان، فاریاب، جوزجان اور طخارستان کے علاقے فتح کیے۔

ابن سیرین فرماتے ہیں: ”حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اخنف بن قیس رضی اللہ عنہ کو مروروز بھیجا۔ وہاں جا کر انہوں نے وہاں کے لوگوں کا محاصرہ کر لیا۔ جب وہ مقابلے کے لیے نکلے تو مسلمانوں نے جنگ کرنے کے بعد انہیں شکست دے دی۔ یہاں تک کہ وہ قلعہ بند ہونے پر مجبور ہو گئے۔ قلعہ میں سے جھانک کر وہ بولے ”اے اقوام عرب! تم ہمارے خیال میں ایسے نہ تھے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں۔ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ تم ویسے ہو جیسا کہ ہم نے مشاہدہ کیا تو ہمارا اور تمہارا معاملہ مختلف ہوتا۔ تم ہمیں ایک دن غور کرنے کی مہلت دو اور اپنے لشکر کی طرف واپس چلے جاؤ۔“

حاکم مرو کا قاصد:

حضرت اخنف واپس چلے گئے۔ جب صبح ہوئی تو مسلمانوں نے جنگ کی تیاری کر لی تھی مگر شہر سے ایک عجمی شخص نکلا اس کے ہاتھ میں ایک خط تھا۔ اس نے کہا:

”میں قاصد ہوں۔ آپ مجھے پناہ دیں۔“ مسلمانوں نے اس کو پناہ دے دی تو وہ مرو کے (حاکم وزمیندار) کا خط لایا تھا۔ انہوں نے خط کو پڑھا تو وہ سپہ سالار کے نام تھا اور اس کا مضمون یہ تھا۔

حاکم مرو کا خط:

ہم اللہ کی تعریف کرتے ہیں جس کے قبضے میں دنیا کی سلطنتیں ہیں۔ وہ جس ملک میں چاہتا ہے انقلاب برپا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت کے بعد سر بلند کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے سر بلندی کے بعد زوال عطا کرتا ہے۔

مجھے آپ سے مصالحت اور جنگ بندی پر اس بات نے آمادہ کیا ہے کہ میرے جدا جدا مسلمان ہو گئے تھے۔ انہوں نے آپ کے حاکم کی طرف سے نہایت قدر و منزلت کا سلوک ملاحظہ کیا تھا۔ اس لیے میں آپ لوگوں کا خیر مقدم کرتا ہوں اور بشارت دیتا ہوں نیز مصالحت کی دعوت دیتا ہوں میں آپ کو ساٹھ ہزار درہم خراج ادا کرتا رہوں گا آپ میرے قبضہ میں وہ جاگیر رہنے دیں جو شہنشاہ کسریٰ نے میرے پرداد اکو اس وقت عطا کی تھی جب کہ انہوں نے اس انڈر ہے کو مار ڈالا تھا جس نے آدمیوں کو نگل لیا تھا اور مزروعہ اراضی اور دیہات کے راستے لوگوں کے چلنے کے لیے بند کر دیئے تھے۔

شرائط صلح:

آپ میرے گھر کے کسی شخص سے خراج نہیں لیں گے اور حق حکومت میرے خاندان کے علاوہ اور کسی کو نہیں دیا جائے گا۔ اگر آپ مجھے یہ رعایت دیں گے تو میں آپ کے پاس (مزید گفت و شنید کے لیے) آ سکتا ہوں۔ میں نے اپنے بھتیجے ماہک کو آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ وہ میری شرائط کو پختہ طور پر طے کرا سکے۔

خط کا جواب:

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں یہ تحریر کیا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (یہ خط) صحیح بن قیس سپہ سالار کی طرف سے مروروں کے حاکم باذان اس کی ساتھی اساورہ کی فوج اور دیگر اہل عجم کے نام ہے۔

جو لوگ (اسلامی) ہدایات کی پیروی کریں ایمان لائیں اور تقویٰ اختیار کریں ان کو سلام پہنچے تمہارا بھتیجا ماہک ہمارے پاس آیا ہے اس نے آپ کے لیے مخلصانہ کوششیں کیں اور آپ کا پیغام پہنچایا۔ میں نے آپ کا معاملہ اپنے ساتھی مسلمانوں کے سامنے پیش کیا کیونکہ ہم سب آپ کے معاملے کا تصفیہ کرنے کے لیے برابر کے حق دار ہیں۔

شرائط اطاعت:

ہم نے آپ کی شرائط قبول کر لی ہے بشرطیکہ آپ اپنے کسانوں اور رعایا کی طرف سے نیز ان کی اراضی کے عوض ساٹھ ہزار درہم مجھے اور میرے بعد کے مسلم حکام کو ادا کرتے رہیں۔ البتہ وہ اراضی مستثنیٰ رہیں گی جن کے بارے میں آپ نے ذکر کیا ہے کہ وہ حاکم کسریٰ نے آپ کے پردادا کو اس لیے جاگیر کے طور پر عطا کی تھی کہ انہوں نے اس اژدہ کو مار ڈالا تھا جس نے زمین میں فساد برپا کر رکھا تھا اور راستے بند کر دیئے تھے۔ یہ سرزمین اللہ کی ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنے بندوں کو عطا کرتا ہے۔

آپ پر مسلمانوں کی مدد کرنا فرض ہے اور اگر مسلمان چاہیں اور اسے پسند کریں تو آپ اپنی اساورہ کی فوج کے ساتھ ان کے دشمن کے ساتھ جنگ کریں۔ اگر آپ کی ہم قوم جماعت میں سے کوئی پیچھے سے حملہ کرے گا تو مسلمان اس کے برخلاف مدد دیں گے۔

شرائط کی منظوری:

یہ تحریر میں نے لکھ دی ہے تاکہ میرے بعد آپ کو مفید ثابت ہو آپ پر اور آپ کے خاندان اور رشتہ داروں سے خراج وصول نہیں کیا جائے گا۔ اگر آپ اسلام قبول کر لیں اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی کریں تو آپ کو مسلمانوں کی طرح عطیات و وظائف اور مراتب حاصل ہوں گے اور آپ اسلامی برادری میں شامل ہو جائیں گے۔

اس تحریر کے میں اور میرے باپ نیز مسلمان اور ان کے آباء و اجداد ذمہ دار ہیں۔

معاہدہ کے گواہ:

اس معاہدہ کے مندرجہ ذیل حضرات گواہ ہیں: ۱۔ جزء بن معاویہ یا معاویہ بن جزء سعدی ۲۔ حمزہ بن ہرماں مازنی

۳۔ حمید بن انخیا مازنی ۴۔ عیاض بن ورقاء اسدی۔

کاتب معاہدہ:

اس معاہدہ کو کیسان مولیٰ بنو ثعلبہ نے بروز یکشنبہ ماہ محرم الحرام میں تحریر کیا اور سپہ سالار احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے اس پر مہر لگائی

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا عبد اللہ۔

بھاری فوج کا اجتماع:

مقاتل بن حیان کی روایت ہے کہ عبد اللہ بن عامر نے اہل مرو سے صلح کر لی تھی۔ انہوں نے (حضرت) احنف رضی اللہ عنہ کو چار

ہزار فوج دے کر اہل طخارستان اور اہل جوزجان، طالقان اور فاریاب کی طرف روانہ کیا۔ اس وقت ان کی فوجوں کے تین ڈویژن تیس ہزار فوج کے اکٹھے ہو گئے تھے۔ جب حضرت احنف کو ان کی فوجوں کے اکٹھے ہونے کا علم ہوا تو انہوں نے مسلمانوں سے مشورہ کیا تو انہوں نے مختلف خیالات کا اظہار کیا۔ کسی نے کہا: ”ہم مروٹ جائیں“ کسی نے کہا: ”ہم ابرشہر واپس چلے جائیں“ ایک شخص کی رائے یہ تھی ”ہم یہاں مقیم ہو کر امداد طلب کریں“ دوسرے شخص نے یہ کہا: ”ہم ان سے مقابلہ کر کے جنگ کریں“۔
سپاہیوں کے خیالات:

جب شام ہو گئی تو حضرت احنف رضی اللہ عنہ لشکر کے خیموں میں گشت کرنے کے لیے نکلے تاکہ وہ سپاہیوں کی باتیں سنیں۔ جب وہ خیمہ والوں کے پاس سے گزرے تو ایک (پکانے کے لیے) آگ جل رہی تھی یا آٹا گوندھ رہا تھا اور کچھ لوگ باتیں کر رہے تھے اور دشمن کا ذکر کر رہے تھے کسی شخص نے کہا: امیر کے لیے صبح رائے یہ ہے کہ صبح ہوتے ہی روانہ ہو جائے اور جہاں دشمن سے دو چار ہو وہیں جنگ شروع کر دے اس طرح ان پر رعب پڑے گا۔ وہ شخص جو آٹا گوندھ رہا تھا بولا: ”اگر امیر ایسا کام کرے تو وہ سخت غلطی کا ارتکاب کرے گا اور تم بھی اس غلطی کے مرتکب ہو گے۔ کیا تم اسے یہ مشورہ دے سکتے ہو کہ وہ ان کی سرحد اور ان کے وطن کے اندر چل کر جائے اور قلیل تعداد کے ساتھ جنہیں حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے شکست دی تھی۔ حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے اس لشکر سے جنگ کی تھی اس کے بعد مسلمانوں نے زوردار حملہ کیا جس میں دشمن کے بہت سے شہسوار مارے گئے۔ پھر اللہ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا کی اور انہوں نے دشمن کو شکست دی اور ان کو تہ تیغ کیا۔

فتح بلخ و ہرات

ایاس بن مہلب کی روایت ہے کہ حضرت احنف مروز بلخ کی طرف گئے اور ان کا محاصرہ کر لیا پھر وہاں کے لوگوں نے ان سے چار لاکھ کی رقم ادا کرنے پر صلح کی درخواست کی۔ چنانچہ انہوں نے (اس شرط پر) صلح منظور کر لی۔ انہوں نے اپنے چچازاد بھائی اسید بن متمس کو اس کے لیے بھیجا کہ وہ ان سے مصالحت کی رقم وصول کرے۔ وہ خود خوارزم گئے اور وہاں قیام کیا۔ یہاں تک کہ ان کو موسم سرما نے آگھیرا۔ اس وقت انہوں نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کے لیے پوچھا ”تمہاری کیا رائے ہے؟“ حصین نے ان سے کہا ”اس کا جواب آپ کو عمرو بن معدی کرب رضی اللہ عنہ (اشعار میں) دے چکا ہے۔“ وہ بولے وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ شعر کہتا ہے:

”جب تم کوئی کام نہ کر سکو تو اسے چھوڑ دو اور اس کے بجائے وہ کام کرو جسے تم انجام دے سکو۔“

مہر جان کے وظائف:

اس پر حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے کوچ کرنے کا حکم دیا اور بلخ کی طرف لوٹ آئے اس وقت تک ان کے چچازاد بھائی نے مصالحت کی رقم وصول کر لی تھی۔ خراج کی وصولی کے موقع پر مہر جان کا تہوار بھی آ گیا تھا اس لیے اہل بلخ نے انہیں سونے چاندی کے برتن، درہم و دینار، ساز و سامان اور کپڑے پیش کیے اس پر حضرت احنف رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی نے پوچھا: ”کیا یہ بھی اس معاہدہ میں

شامل ہیں جس کے مطابق ہم نے تم سے صلح کی تھی؟“ وہ بولے ”نہیں، مگر اس دن اپنے حاکم کو یہ چیزیں ہمدردی حاصل کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں۔“

تحائف پر قبضہ:

وہ بولے: ”آج کیا دن ہے؟“ ان لوگوں نے کہا ”آج مہر جان ہے“ وہ بولے ”مجھے نہیں معلوم ہے کہ یہ دن کیا اہمیت رکھتا ہے۔ تاہم مجھے ان چیزوں کا لوٹانا بھی پسند نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ میرا حق ہو۔ اس لیے ان پر قبضہ کر لیتا ہوں۔ مگر انہیں الگ رکھوں گا تاکہ ان پر غور کر سکوں چنانچہ وہ (ان تحائف کو) وصول کرنے کے بعد حضرت احنف رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں یہ بات بتائی۔ حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے وہی بات دہرائی جو انہوں نے ان کے چچا زاد بھائی سے کہی تھی۔ اس پر انہوں نے کہا ”میں یہ سامان امیر (عبداللہ بن عامرؓ) کے پاس لے جاؤں گا۔“ چنانچہ وہ ان تحائف کو عبداللہ بن عامر کے پاس لے گئے اور انہیں صورت حال سے مطلع کیا۔ اے ابو بحر تم انہیں قبول کر لو کیونکہ یہ تمہارا حصہ ہے، وہ بولے: ”مجھے ان کی ضرورت نہیں۔“ اس پر ابن عامر نے کہا ”اے ہمارا! تم اسے لے لو“ چنانچہ فرشی نے اسے وصول کر لیا۔

ایک دوسری روایت ہے کہ حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے بلخ پر بشر بن امیہ شمس کو حاکم بنایا۔

ہرات کی طرف مہم:

صدقہ بن حمید کی روایت ہے کہ جب عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اہل مرو سے مصالحت کی اور حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے اہل بلخ سے مصالحت کی تو ابن عامر نے خلید بن عبداللہ حنفی کو ہرات کی طرف روانہ کیا۔ اس مہم میں بازنطیس کا علاقہ بھی شامل تھا انہوں نے اس علاقے کو فتح کر لیا۔ پھر انہوں نے بغاوت کی اور فارن کے ساتھ ہو گئے۔

ابن عامر کی وسیع فتوحات:

داؤد کی روایت ہے کہ جب حضرت احنف رضی اللہ عنہ، ابن عامر کے پاس واپس آئے تو لوگوں نے ابن عامر سے کہا ”کسی کے ہاتھوں سے اتنے علاقے فتح نہیں ہوئے جتنے تمہارے ہاتھوں سے فتح ہوئے ہیں (ان میں) فارس، کرمان، بختان اور تمام خراسان کا علاقہ شامل ہے“ اس پر عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

فتوحات کا شکر:

یہ بات نہایت ضروری کہ میں (ان کامیابیوں پر) اللہ کا شکر اس طرح ادا کروں کہ میں اسی مقام پر احرام باندھ کر عمرہ

ادا کروں۔

نیشاپور سے احرام باندھنا:

چنانچہ انہوں نے نیشاپور سے عمرہ کا احرام باندھا۔ جب وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خراسان سے احرام باندھنے پر ان کو ملامت کی اور فرمایا:

”کاش کہ تم اس کی میعات (احرام باندھنے کی مقرر جگہ) احرام باندھتے جہاں سے مسلمان احرام باندھا

کرتے ہیں۔“

دشمن کی فوجوں کا اجتماع:

سکن بن قتادہ عربی کی روایت ہے کہ عبداللہ بن عامر نے خراسان پر قیس بن پیشم کو اپنا جانشین بنایا اور خود وہ ۳۲ھ کو وہاں سے چلے گئے اس کے بعد قارن (دشمنوں کے سپہ سالار) نے طلمسین، ہرات، اور قہستان کے علاقوں سے فوج جمع کی اور چالیس ہزار کے لشکر کے ساتھ مقابلے کے لیے آ پہنچا۔

ایک حاکم کی ضرورت:

اس وقت قیس بن پیشم نے عبداللہ بن خازم سے پوچھا:

”تمہاری کیا رائے ہے؟ وہ بولے میری رائے یہ ہے کہ تم اس ملک کو چھوڑ دو۔ کیونکہ وہاں کا امیر میں ہوں۔“

اس کے بعد اس نے وہ تحریر نکال کر دکھائی جو خود اس نے قصداً جعلی طور پر بنائی تھی۔ تاہم قیس نے اس سے جھگڑا کرنا پسند نہیں کیا اور اسے وہاں چھوڑ کر امین عامر کے پاس واپس آ گئے۔

قیس اور ابن خازم:

عبداللہ بن عامر نے ان سے ملاقات کی اور کہا: ”تم نے حالت جنگ میں ملک کو کیوں چھوڑا؟“ وہ بولے: ”اس نے مجھے آپ کا تحریری معاہدہ دکھایا ہے“ ان کی والدہ نے کہا: ”میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ تم ان دونوں کو کسی شہر میں اکٹھے نہ رکھو کیونکہ وہ ان سے جھگڑا کرتا ہے۔“

ابن خازم کی جنگی تدبیر:

بہر حال ابن خازم چار ہزار کی فوج لے کر قارن کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا جب وہ دشمن کے لشکر کے قریب پہنچا تو اس نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ہر ایک اپنے نیزے کی نوک پر کپڑے کی دھجی روٹی یا اون باندھ لے پھر اسے کسی چکنائی یا تیل وغیرہ سے چمکالے۔

شعلہ بردار فوج:

وہ اس طرح روانہ ہوئے کہ جب شام ہوئی تو انہوں نے چھ سو سپاہیوں کا ہراول دستہ آگے بھیجا۔ پھر وہ ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔ انہوں نے مسلمان سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ نیزوں کی نوکوں کی طرف آگ روشن کریں اور ایک دوسرے کی پیروی کریں۔ وہ یہ ہراول دستہ لے کر قارن کے لشکر میں آدھی رات کے وقت پہنچے اور ان کے محافظوں پر حملہ کر دیا۔ دشمن دہشت زدہ ہو گیا کیونکہ اسے یقین تھا کہ رات کے وقت حملہ نہیں ہوگا۔ جب ابن خازم ان کے قریب پہنچے تو دشمن کی فوجوں نے دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے ہر طرف آگ کے شعلے دیکھے مگر کوئی آدمی نظر نہیں آیا اس منظر سے وہ بہت خوفزدہ ہوئے۔

دشمن کو شکست:

ابن خازم کا ہراول دستہ ان سے جنگ کرتا رہا پھر خود ابن خازم بھی مسلمان سپاہیوں کو لے کر ٹوٹ پڑا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قارن مارا گیا اور دشمن کو شکست ہوئی۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور جہاں تک ممکن ہوا وہ دشمن کا صفایا کرتے رہے وہاں انہیں بہت سے قیدی بھی ملے۔

اسیران جنگ:

قبیلہ تمیم کے ایک بوڑھے شخص کا قول ہے کہ صلت بن حریث کی والدہ بھی قارن کی جنگی قیدی تھیں اور زید بن الربیع کی والدہ بھی اس جنگ میں گرفتار ہوئی تھیں۔ اور ابو عبد اللہ بن عون مشہور فقیہ اور عالم کی والدہ ام عون بھی اسی جنگ کی اسیر تھیں۔

خراسان پر مستقل حکومت:

ابن خازم نے قارن کے لشکر کو گرفتار کر لیا اور ان کے ساز و سامان پر قبضہ کرنے کے بعد فتح کا حال ابن عامر کے پاس لکھ کر بھیجا۔ اس پر وہ اس سے خوش ہو گئے اور خراسان کو حکومت پر انہیں بحال رکھا چنانچہ وہ خراسان کے حاکم جنگ جمل کے خاتمے تک رہے اس کے بعد وہ بصرہ آئے اور ابن الحضرمی کے واقعہ میں شرکت کی اور دار سینیا میں ان کے ساتھ رہے۔

قیسن بن الہشیم کو روانہ کرنا:

سلیمان بن کثیر خزاعی کی روایت ہے کہ قارن نے مسلمانوں کے مقابلے کے لیے بڑی فوج جمع کر رکھی تھی۔ مسلمان ان کے مقابلے سے گھبرا گئے چنانچہ قیس بن الہشیم نے عبد اللہ بن خازم سے پوچھا: ”تمہاری کیا رائے ہے؟“ وہ بولے: ”میری رائے یہ ہے کہ تم ان کی فوج کی کثرت کو برداشت نہیں کر سکو گے اس لیے تم ابن عامر کے پاس جاؤ اور انہیں مطلع کر دو کہ ہمارے مقابلے کے لیے دشمن کی بہت فوج جمع ہو گئی ہے۔ اس اثناء میں ہم ان قلعوں میں مقیم رہیں گے اور جنگ کو طویل کرتے رہیں گے تم امدادی کمک لے کر پہنچو۔“

ابن خازم کی فتح:

جب قیس بن الہشیم روانہ ہو گئے تو ابن خازم نے تقریر نامہ ظاہر کیا اور کہا ”مجھے ابن عامر نے خراسان کا حاکم مقرر کیا ہے“ اس کے بعد وہ قارن کے مقابلے کے لیے گیا اور اس پر فتح حاصل کی اور ابن عامر کو فتح کا حال لکھ کر بھیجا تو ابن عامر نے انہیں خراسان کی حکومت پر بحال رکھا۔

اہل خراسان سے جنگ:

اس کے بعد اہل بصرہ خراسان کے لوگوں سے جنگ کرتے رہے جنہوں نے صلح نہیں کی تھی اور جب واپس جاتے تھے تو چار ہزار فوج پیچھے چھوڑ جاتے تھے ان کا یہ طریقہ ”قننہ“ کے زمانے تک قائم رہا۔



۳۳ھ کے واقعات

واقعی کے قول کے مطابق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ملطیہ کی طرف سے روم کے علاقہ حصن المرآة پر حملہ کیا۔ اس سال جب اہل افریقیہ نے عہد شکنی کی تو عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے دوبارہ حملہ کیا۔

اہل خراسان کی عہد شکنی:

اس سال عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کو خراسان کی طرف بھیجا کیونکہ اہل خراسان نے عہد شکنی کی تھی انہوں نے مروشاہ جہان کو مصالحت کے ساتھ اور مروز کو شدید جنگ کے بعد فتح کیا۔ ان کے بعد عبداللہ بن عامر بھی روانہ ہوئے اور ابرشہر میں مقیم ہوئے اور بقول واقعی صلح کے ساتھ اسے فتح کیا۔

ابومعشر کی روایت ہے کہ قبرص ۳۳ھ میں فتح ہوا۔ اس سے پہلے ہم اس کی مخالف روایت اور قبرص کے واقعات تحریر کر چکے

ہیں۔

محفل کا واقعہ:

اس سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بعض اہل کوفہ کو شام کی طرف بھیجا اس کے بارے میں اہل سیر کا اختلاف ہے۔ سیف کی روایت یہ ہے کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو خلوت خاص میں قدیم۔ مجاہدین قادیسیہ، قراء اہل البصرہ اور معزز حضرات ہی شریک ہوا کرتے تھے یہ اس کی خاص مجلس ہوتی تھی۔ وہ دربار عام کرتا تھا تو اس وقت ہر ایک وہاں آ سکتا تھا۔

سخاوت کی گفتگو:

ایک دن اس کی عام مجلس میں کچھ لوگ باتیں کر رہے تھے کہ ایک شخص حنیس نامی نے کہا: ”طلحہ بن عبداللہ کتنے فیاض ہیں“ اس پر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا ”جس شخص کے پاس تشابح جیسی جائیدادیں ہوں گی وہ ضرور بہت سخی اور فیاض ہوگا۔ بخدا اگر میرے پاس اس جیسی اراضی ہوتیں تو اللہ تمہیں بہت خوشحالی کے ساتھ زندگی عطا کرتا“ اس پر حنیس کا نوجوان فرزند عبدالرحمن بن حنیس بول اٹھا۔

ابن حنیس کی گفتگو:

بخدا میری خواہش یہ ہے کہ ملطاط کا علاقہ آپ کے پاس ہوتا“ اس سے مراد خاندان کسریٰ کی وہ اراضی تھیں جو کوفہ کے

قریب دریائے فرات کے کنارے پر تھیں۔

لوگوں کی سخت کلامی:

دوسرے لوگ (بھڑک اٹھے اور) کہنے لگے ”اللہ تمہارا منہ توڑے“ بخدا ہم تمہاری (اس بات کے کہنے پر زد و کوب سے)

خبر لیں گے۔ (اس کا باپ) حنیس بولا ”یہ بچہ ہے اسے معاف کر دو“ وہ بولے ”یہ ہمارے علاقہ کی اراضی انہیں دینا چاہتا ہے“ وہ

بولاً ”وہ آپ لوگوں کے لیے بھی دو گنی اراضی کی تمنا کرتا ہے“ وہ بولے ”وہ نہ ہمارے لیے چاہتا ہے اور نہ ان کے لیے چاہتا ہے“ وہ بولا ”پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے“ وہ بولے ”بخدا! تم نے اسے یہ بات کہنے کا حکم دیا ہے۔“

محفل میں زد و کوب:

بعد ازاں اشتر بن ذی الجنبہ، جندب، صعصعہ، ابن الکواء بن کمیل اور عمیر بن ضابی بھڑک اٹھے۔ اور انہوں نے اس نوجوان کو دبوچ لیا۔ اس کا باپ منع کرنے کے لیے گیا تو ان سب لوگوں نے ان دونوں کو اتنا مارا کہ وہ دونوں بیہوش ہو گئے اس وقت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ انہیں بہت منع کر رہے تھے مگر وہ نہیں مانے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ان دونوں کو خوب مارا اور اپنے دل کی بھڑاس نکال لی۔

قبیلہ اسد کا محاصرہ:

جب قبیلہ اسد کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے آ کر محل کو گھیر لیا۔ دوسرے قبائل نے آ کر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے پناہ لینے کی درخواست کی اور کہا ”آپ ہمیں ان سے بچائیے“ اس پر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نکل کر لوگوں کے پاس گئے اور کہنے لگے:

”اے لوگو! کچھ لوگوں کا جھگڑا ہوا تھا اور اب اللہ نے امن و عافیت عطا کی ہے۔“

اس کے لوگ بیٹھ گئے اور گفتگو میں مشغول ہو گئے اور پھر واپس چلے گئے۔

مصالحانہ کوشش:

کچھ عرصہ کے بعد جب دونوں افراد ہوش میں آ گئے تو سعید بن العاص نے کہا: ”تم میں سے کون زندہ ہے“ وہ بولے ”آپ کے مصاحب ہمیں قتل کرنے والے تھے“ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا ”بخدا! وہ میرے پاس اب کبھی نہیں آئیں گے۔ تم دونوں اپنی زبانوں کو محفوظ رکھو اور لوگوں کے پاس جانے کی جرأت نہ کرو“ چنانچہ ان دونوں نے ایسا ہی کیا۔

شر پسندوں کی افواہیں:

جب ان لوگوں کے شرف و فساد کی توقعات پوری نہیں ہو سکیں تو وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر اس قدر افواہیں پھیلانے لگے کہ اہل کوفہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو اس بات پر ملامت کی۔ وہ کہنے لگے:

”یہ تمہارا خلیفہ موجود ہے انہوں نے مجھے (ان کے بارے میں) کوئی قدم اٹھانے سے منع کر رکھا ہے۔ تم میں سے کسی کو کوئی شکایت ہو تو وہ خلیفہ سے سلسلہ جنابانی کرے۔“

چنانچہ کوفہ کے معززین اور نیک افراد نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا:

مفسدوں کی جلا وطنی:

”کہ وہ ان لوگوں کو کوفہ سے نکال دیں۔“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا: ”اگر تمہارے معزز سردار اس پر متفق ہوں تو انہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو“ چنانچہ انہوں نے ان لوگوں کو نکال دیا اور وہ ذلیل و مطیع ہو کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ یہ لوگ دس سے کچھ زیادہ افراد تھے انہوں نے اس کی اطلاع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ تحریر کیا:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط:

”اہل کوفہ نے چند افراد کو جنہوں نے فتنہ و فساد برپا کر رکھا تھا نکال کر بھیجا ہے تم ان سے محتاط ہو اور ان کی نگرانی رکھو۔ اگر تم محسوس کرو کہ وہ درست اور اصلاح پذیر ہو گئے ہیں تو تم ان سے اچھا سلوک کرو۔ اور اگر وہ تمہیں عاجز کر دیں تو انہیں لوٹا دو۔“

چنانچہ جب وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے ان لوگوں کا خیر مقدم کیا اور انہیں کینسہ مریم میں ٹھہرایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق عراق میں جو وظائف ان کو دیئے جا رہے تھے۔ وہی وظائف ان کے لیے وہاں بھی مقرر کیے۔ نیز صبح شام انہی کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کھانا کھاتے تھے۔ ایک دن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے یہ گفتگو کی۔

اطاعت کی نصیحت:

”تم لوگ عرب قوم میں سے ہو۔ تم نے اسلام کے ذریعہ عزت حاصل کی اور اسی کی بدولت دوسری قوموں پر غالب آئے اور ان کے مراتب و میراث پر قبضہ کیا۔ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم قریش سے ناراض ہو۔ اگر قریش کا قبیلہ نہ ہوتا تو تم اسی طرح ذلیل و خوار رہتے جیسا کہ تم پہلے تھے۔ تمہارے حکام تمہارے لیے آج تک ڈھال بنے ہوئے ہیں۔ اس لیے تم اپنی ڈھال سے الگ نہ رہو۔ تمہارے حکام آج کل تمہاری زیادتیوں پر صبر کر رہے ہیں اور تمہاری تکالیف کو برداشت کر رہے ہیں۔

سرکشی کا انجام:

خدا کی قسم! تم (اپنی حرکتوں سے) باز آ جاؤ ورنہ اللہ تمہارے اوپر وہ حاکم مسلط کرے گا جو تم پر ظلم و ستم کرے گا اور اسے صبر و تحمل کا کوئی خیال نہیں ہوگا اس طرح تم اپنی زندگی میں اور مرنے کے بعد دونوں حالتوں میں رعایا پر مظالم کرنے میں ان لوگوں کے شریک کار اور ذمہ دار سمجھے جاؤ گے۔

باغیانہ جواب:

ان لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا ”آپ نے قریش کا تذکرہ کیا ہے۔ مگر قریش کا قبیلہ عرب کا اکثر حصہ نہیں ہے اور نہ وہ دور جاہلیت میں سب سے زیادہ طاقتور قبیلہ تھا کہ آپ ہمیں اس سے خوفزدہ بتائیں۔ آپ نے ڈھال کا ذکر کیا ہے تو ڈھال جب لوٹ جائے گی تو ہمارے لیے میدان خالی ہو جائے گا۔“

اسلامی دور کی اہمیت:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ”اب مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تمہاری بیوقوفی نے تمہیں یہ باتیں کہنے پر آمادہ کیا ہے تم اس گروہ کے خطیب (اور نمائندہ) ہو مگر مجھے تمہارے اندر بھی عقل نظر نہیں آتی۔ میں تم پر اسلام کے دور کی اہمیت کو واضح کر رہا ہوں اور اس دور کا ذکر کر رہا ہوں۔ مگر تم دور جاہلیت کی باتیں کر رہے ہو۔ میں نے تمہیں نصیحت کی ہے مگر تم اپنی کم عقلی کی بنا پر ڈھال کے لوٹنے کی باتیں کر رہے ہو۔ اللہ ان لوگوں کو رسوا کرے جنہوں نے تمہارے معاملات کو اہمیت دی اور انہیں تمہارے خلیفہ کے سامنے پیش کیا۔“

قریش کی فضیلت:

تم بات کو سمجھو۔ میرے خیال میں تم اس بات کو نہیں سمجھ سکتے ہو کہ قریش کو دور جاہلیت اور اسلامی دور میں محض خدائے بزرگ و

برتر کی بدولت عزت حاصل ہوئی۔ بلاشک و شبہ قریش کا قبیلہ اکثریت میں نہیں تھا اور نہ سب سے زیادہ طاقتور تھا تاہم وہ حسب و نسب میں سب سے زیادہ شریف اور عزت والا تھا۔ اس کا مرتبہ سب سے بلند تھا اور شرافت و مروت میں وہ کامل ترین تھے۔

خانہ جنگی سے نجات:

دور جاہلیت میں جب کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کو کھائے جا رہا تھا وہ اللہ کی مہربانی کی بدولت (بدامنی اور خانہ جنگی سے) محفوظ رہے۔ کیونکہ اللہ جسے عزت بخشا ہے اسے ذلیل نہیں کرتا ہے۔ اور جسے سر بلند کرتا ہے اسے کمتر نہیں بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پر امن حرم کعبہ میں آباد کیا جہاں چاروں طرف سے لوگ زیارت کے لیے آتے تھے۔

قریش پر فضل الہی:

کیا تمہیں یہ بات نہیں معلوم ہے کہ اس زمانے میں کوئی عرب ہو یا عجم کالا ہو یا گوراہر قوم پر کسی اجنبی ملک نے ضرور حملہ کیا اور اس کے ملک کی عزت و حرمت کو نقصان پہنچایا۔ مگر قریش کی قوم ان آفات سے محفوظ رہی۔ جس کسی نے اس کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا تو اللہ نے اس کا سر نیچا کیا۔

خدا کے انعامات:

پھر اللہ نے چاہا کہ وہ ان لوگوں کو جنہیں اللہ نے عزت بخشی ہے، دنیا کی ذلت اور آخرت کے برے انجام سے نجات دلائے۔ اس مقصد کے لیے اس نے اپنی بہترین شخصیت کا انتخاب کیا پھر ان (رسول اکرم ﷺ) کے لیے ساتھیوں کا انتخاب کیا چنانچہ ان کے بہترین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قریش میں سے تھے پھر انہوں نے اس اسلامی مملکت کی بنیاد ڈالی اور اس خلیفہ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کو مقرر کیا گیا۔ اور یہی ان کے لیے زیادہ موزوں تھے۔

دین اسلام کی حفاظت:

اللہ نے قبیلہ قریش کو دور جاہلیت میں جب کہ وہ اس کے منکر تھے محفوظ و صحیح سالم رکھا تو کیا وہ دین اسلام قبول کرنے کے لیے ان کی حفاظت نہیں کرے گا؟ دور جاہلیت میں اللہ نے انہیں ان بادشاہوں سے محفوظ رکھا جو تم لوگوں پر بھی غالب آگئے تھے تم پر اور تمہارے ساتھیوں پر افسوس ہے کاش تمہارے علاوہ اور کوئی گفتگو کرتا مگر تمہیں نے آغاز کلام کیا۔

بدترین بستی:

اے حصصہ! تمہاری بستی عرب کی بدترین آبادی تھی۔ جس کی پیداوار سب سے زیادہ بدبودار تھی اور اس کی وادی عمیق ترین ہے جو شر و فساد میں سب سے زیادہ مشہور ہے یہ اپنے پڑوسیوں کو بہت تکلیف پہنچاتی ہے جب کہ کبھی کوئی شریف یا رذیل یہاں قیام کرتا ہے تو اس پر گالیوں کی بوچھاڑ ہوتی ہے اور اس پر بدنامی کا ٹیکہ لگ جاتا ہے۔ یہ لوگ تمام عرب میں بہت بدنام ہیں تمام قوموں سے جھگڑتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ ایرانیوں کی رعایا تھے اور ان کے پاس رسول اکرم ﷺ کی دعوت اسلام پہنچی مگر تم عمان میں رہے اور بحرین میں قیام نہیں کیا اس لیے تم نبی کریم ﷺ کی دعوت اسلام میں بھی شریک نہیں ہوئے اور اپنی قوم کے بدترین انسان ہو۔

اسلام کے احسانات:

جب اسلام نے تمہیں نمودار کیا اور تم مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو کر ان قوموں پر غالب آئے جو تم پر غالب تھیں۔ تو تم اللہ

کے دین میں کجروی اختیار کرنے لگے۔ اور ذات و رسوائی کے کاموں کی طرف مائل ہوئے۔ اس طریقہ سے قریش کی شان میں کوئی فرق نہیں آئے گا اور انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ بلکہ کوئی شخص انہیں اپنے فرائض کی ادائیگی سے نہیں روک سکے گا۔
بروں کی رسوائی:

شیطان تم سے غافل نہیں ہے۔ اس نے تمہاری قوم میں سے تمہیں شرف و فساد کے لیے چن لیا ہے اور تمہارے ذریعہ لوگوں کو فریب دے رہا ہے۔ وہ تم پر غالب آ گیا ہے۔ تاہم اسے یہ بات معلوم ہے کہ وہ تمہارے ذریعہ اللہ کے فیصلے کو رد نہیں کر سکتا ہے اور نہ مشیت ایزدی کو ٹال سکتا ہے۔ تم اپنی شرارتوں میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ البتہ وہ اس سے بدتر برائی کا دروازہ کھول کر تمہیں ذلیل و رسوا کرے گا۔

یہ کہہ کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ وہ آپس میں مشورہ کرتے رہے مگر وہ کچھ نہیں کر سکے؛ تھوڑے دنوں کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے۔

جانے کی اجازت:

میں نے تمہیں اجازت دے دی ہے۔ تم جہاں چاہو جا سکتے ہو اللہ تمہارے ذریعہ نہ کسی کو فائدہ پہنچائے گا اور نہ نقصان پہنچائے گا۔ تم کام کے آدمی نہیں ہو اور نہ کسی کو نقصان پہنچا سکو گے۔ البتہ تم اسی قابل ہو کہ تم سے نفرت کی جائے اور تمہیں دور رکھا جائے اگر تم نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنی جماعت میں شامل رہو اور عوام کا ساتھ دو۔ انعام و اکرام پر تم آپے سے باہر نہ رہو، شیخی مارنا اور اترا تانا اچھے لوگوں کا کام نہیں ہے۔

”تم جہاں چاہو جا سکتے ہو میں تمہارے بارے میں امیر المومنین کو خط لکھنے والا ہوں۔“ جب وہ باہر چلے گئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بلوایا اور کہا۔

دو بارہ نصیحت:

میں تمہارے سامنے یہ بات دہرا رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ معصوم تھے انہوں نے مجھے اپنے کام میں شریک کیا۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے انہوں نے بھی مجھے حاکم مقرر کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے انہوں نے بھی مجھے حاکم مقرر کیا۔ میں نے ان میں سے کسی کے کام میں کوتاہی نہیں کی اور تمام خلفاء مجھ سے خوش اور مطمئن رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کاموں کے لیے قابل اور مستحق مسلمانوں کو تلاش کیا تھا۔ جاہل اور کمزور افراد کو اس مقصد کے لیے پسند نہیں فرمایا۔

سازشوں کی ناکامی:

بہر حال اللہ بہت طاقتور اور انتقام لینے والا ہے جو اس کے ساتھ مکرو فریب کرتا ہے وہ اس کی سازش کو ناکام بنا دیتا ہے اس لیے تم جان بوجھ کر کوئی ایسا کام نہ کرو جسے تم ظاہر نہ کرنا چاہتے ہو کیونکہ اللہ تمہاری خفیہ سازشوں کو ناکام و بے نقاب کر دے گا جیسا کہ خدائے بزرگ و برتر نے فرمایا ہے۔

”کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ محض ایمان کا ظاہری اقرار کرنے پر وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور انہیں کسی عذاب میں

بتلا نہیں کیا جائے گا۔“

مفسدوں کے بارے میں رائے:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

”میرے پاس وہ لوگ آئے ہیں جو عقل و دینداری سے خالی ہیں۔ اسلام انہیں گراں معلوم ہو رہا ہے اور عدل و انصاف سے وہ تنگ آ گئے ہیں۔ کسی بات میں اللہ کی رضا جوئی ان کے مد نظر نہیں ہے اور نہ وہ کسی معقول دلیل کے مطابق گفتگو کرتے ہیں۔ ان کا اصل مقصد فتنہ و فساد برپا کرنا اور اہل ذمہ کے مال پر قبضہ کرنا ہے اللہ انہیں آزمائش میں ڈالے گا اور مصائب میں مبتلا کر کے انہیں ذلیل و رسوا کرے گا وہ دوسروں کے بل بوتے پر ہی نقصان پہنچا سکیں گے ان کا مقصد شور و شغب سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے۔“

جزیرہ کی طرف روانگی:

جب یہ لوگ دمشق سے باہر نکل گئے تو کسی شخص نے کہا ”تم کو فذ کی طرف واپس نہ جاؤ۔ کیونکہ وہ تمہاری مصیبت کو دیکھ کر خوش ہوں گے۔ تم ہمیں جزیرہ کے علاقہ کی طرف لے چلو اور عراق اور شام کا خیال چھوڑ دو“ لہذا وہ جزیرہ پہنچے۔

خالد کی تنبیہ:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مصاص کا حاکم مقرر کیا اور جزیرہ کا حاکم حران اور رقہ کا حاکم بھی تھا۔ اس لیے انہوں نے ان لوگوں کو بلوا کر یہ کہا ”اے آلہ شیطان! ہم تمہارا خیر مقدم نہیں کرتے ہیں اور نہ تمہاری تعظیم و تکریم کریں گے۔ شیطان عاجز اور در ماندہ ہو گیا ہے مگر تم ابھی تک چست اور مستعد ہو اگر عبدالرحمن نے تمہیں ادب سکھا کر درست نہیں کیا تو اللہ اس کا بھلا نہ کرے۔ وہ تمہیں عاجز اور در ماندہ کر کے چھوڑے گا۔“

مفسدوں کو ہدایت:

مجھے نہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں کس طرح خطاب کروں آیا تم عرب ہو یا عجمی؟ تم مجھ سے ایسی گفتگو نہ کرنا جیسی تم میری اطلاع کے مطابق معاویہ رضی اللہ عنہ سے کیا کرتے تھے میں ابن خالد بن ولید ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جسے آزمانے والے نے آزما لیا۔ میں ارتداد کی کمر توڑنے والے کا فرزند ہوں۔ خدا کی قسم! اے کینے صعصعہ! اگر مجھے یہ معلوم ہوا کہ میرے کسی ساتھی نے تمہاری ناک توڑ دی ہے اور پھر تمہارا خون چوس لیا ہے تو میں تمہیں دور تک اڑا دوں گا۔“

معافی کی درخواست:

عبدالرحمن بن خالد نے انہیں کئی مہینوں تک وہاں رکھا جب وہ سوار ہوتے تھے تو انہیں پیدل (اپنے ساتھ) چلاتے تھے اور جب گزرتے تھے تو کہا کرتے تھے: ”اے ابن المخطیہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ جس کسی کو نیکی درست نہ کر سکے اسے برائی درست کر دیتی ہے۔ تم اب وہ باتیں کیوں نہیں کرتے ہو جو تم سعید اور معاویہ کے سامنے کیا کرتے تھے“ اس کے جواب میں وہ شخص اور اس کے دوسرے ساتھی یہ کہتے تھے۔ ”ہم اللہ کے سامنے توبہ کرتے ہیں۔ آپ ہمیں معاف کریں اللہ آپ کو معاف کرے گا“ وہ اس طرح (معافی مانگتے) رہے تا آنکہ عبدالرحمن بن خالد نے یہ کہا:

قبولِ توبہ:

”اللہ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے“ انہوں نے اشتر کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور دوسرے لوگوں سے کہا ”تمہیں اختیار ہے اگر تم چاہو تو یہاں سے جا سکتے ہو اور اگر چاہو تو یہاں قیام کر سکتے ہو“۔
اشتر کی واپسی:

اشتر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر توبہ کی اور ندامت کا اظہار کیا نیز اپنی برائی اور برے ساتھیوں سے پرہیز کا وعدہ کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اللہ تمہیں زندہ و سلامت رکھے“ اس زمانے میں سعید بن العاص رضی اللہ عنہ بھی آئے ہوئے تھے اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تم جہاں چاہو قیام کر سکتے ہو“ انہوں نے عبدالرحمن بن خالد کے فضائل بیان کرتے ہوئے ان کے ساتھ رہنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تمہاری یہ بات منظور ہے“ چنانچہ وہ عبدالرحمن بن خالد رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آ گئے۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا تقرر:

عامر بن سعید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو اس وقت کوفہ کا حاکم بنا کر بھیجا جب کہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے خلاف لوگوں نے شراب نوشی کی گواہی دی آپ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو آپ کے پاس بھیج دیں۔

ولید کی طلبی:

جب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کوفہ کے حاکم بن کر آئے تو انہوں نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام بھیجا ”امیر المؤمنین آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ ان سے ملاقات کریں“ وہ چند دنوں تک لیٹے رہے۔ پھر سعید رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا ”آپ اپنے بھائی (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے پاس جائیں۔ کیونکہ انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں آپ کو ان کے پاس بھیجوں“۔

منبر کو دھونا:

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے آتے ہی حکم دیا کہ کوفہ کی جامع مسجد کے منبر کو دھویا جائے۔ قریش کے وہ لوگ جو بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے ساتھ آئے تھے یہ کہنے لگے ”یہ بری بات ہے اگر تمہارے علاوہ اور کوئی اس بات کا ارادہ کرتا تو اسے اس کام سے روک دیا جاتا اس بات سے ہمیشہ کی بدنامی ہوگی“۔ مگر وہ اپنی بات پراڑے رہے۔ چنانچہ منبر کو دھویا گیا اور دھونے کے بعد وہ منبر پر چڑھے۔

ولید کی منتقلی:

انہوں نے ولید بن عقبہ کو ہدایت کی کہ وہ دارالامارہ سے منتقل ہو جائیں۔ چنانچہ وہ وہاں سے منتقل ہو کر عمارہ بن عقبہ کے گھر میں مقیم ہو گئے۔

کوڑے مارنے کا فیصلہ:

جب ولید بن عقبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اور ان کے مخالفین کو یکجا جمع کیا۔ آخر کار

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں کوڑے مارنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ انہیں (شراب نوشی کے جرم میں) کوڑے مارنے کی حد شرعی جاری کی گئی۔

محفل آرائی:

حضرت شععی فرماتے ہیں: ”جب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو فذ آئے تو انہوں نے معزز لوگوں کا (اپنی مجلس کے لیے) انتخاب کرنا شروع کیا یہ لوگ ان کے پاس آ کر رات کے وقت داستان گوئی کرتے تھے۔ ایک رات کو فذ کے معزز لوگ داستان گوئی کی محفل میں جمع تھے۔ ان میں دیگر افراد کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات بھی شامل تھے:

۱۔ مالک بن کعب ارضعی ۲۔ اسود بن یزید نخعی ۳۔ علقمہ بن قیس نخعی ۴۔ مالک الاشتر۔

اشتر کی مخالفت:

اس موقع پر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ”یہ سواد کو فذ قریش کا باغ ہے“ اس پر اشتر نے کہا ”کیا تمہارا خیال ہے کہ یہ علاقے جسے اللہ نے بزور شمشیر مال غنیمت میں ہمیں دیا ہے۔ تمہارا اور تمہاری قوم کا باغ ہے؟“ خدا کی قسم! تمہارا بڑے سے بڑا حصہ دار بھی ہمارے برابر ہے۔“ اس کی تائید میں دوسرے لوگ بھی بولنے لگے۔

کو تو ال کی ملامت:

عبدالرحمن اسدی سعید کا کو تو ال تھا۔ اس نے کہا ”کیا تم امیر کی گفتگو کی مخالفت کر رہے ہو؟“ اس نے انہیں بہت سخت ست کہا۔ اس پر اشتر نے کہا: ”دیکھو یہ شخص جانے نہ پائے۔“

کو تو ال کو زد و کوب:

اس پر لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے اس قدر زد و کوب کیا کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ پھر اس کی ٹانگ گھسیٹ کر اسے لٹا دیا گیا اور اس پر پانی چھڑکا گیا۔ اس کے بعد جب اسے ہوش آیا تو سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: ”کیا تم زندہ ہو؟“ اس نے کہا ”مجھے آپ کے انتخاب کردہ اسلام کے (رہنماؤں) نے مار ڈالا“ اس پر سعید نے کہا ”بخدا! اب کوئی میری مجلس میں شریک نہیں ہوگا۔“

بغاوت کا آغاز:

اس واقعہ کے بعد یہ لوگ اپنی مجلسوں اور گھروں میں بیٹھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو سب و شتم کرنے لگے۔ ان لوگوں کے پاس دوسرے لوگ بھی آنے لگے جب یہ تعداد بہت بڑھ گئی تو سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان حالات سے بڑی رنج و کراہی سے آگاہ کیا اور لکھا ”کو فذ کے چند لوگ جن کی تعداد دس تک ہے جمع ہو کر آپ کے اور میرے خلاف عیب گوئی کر رہے ہیں اور ہمارا دینداری پر بھی طعن و تشنیع کر رہے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر ان لوگوں کا یہ سلسلہ جاری رہا تو (مخالفتین کی تعداد) زیادہ ہو جائے گی۔“

مخالفتین کی جلا وطنی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا ”تم انہیں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو۔“ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس

زمانہ میں شام کے حاکم تھے چنانچہ نو افراد کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا گیا جن میں یہ لوگ بھی شامل تھے: ۱۔ مالک الاشتر
۲۔ ثابت بن قیس بن مثع ۳۔ کمیل بن زیاد نخعی ۴۔ صعصعہ ابن صوحان۔
واقعہ کی مزید تفصیل:

اس روایت کے آگے کے واقعات وہی ہیں جو گزشتہ روایت میں بیان کیے گئے ہیں۔ البتہ اس روایت میں اضافہ یہ ہے کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے گفتگو میں ڈھال کا ذکر کیا تو صعصعہ نے اس کے جواب میں یہ کہا ”جب ڈھال میں شگاف ہوگا تو یہ معاملہ خالص ہمارے لیے ہو جائے گا“ اس پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”ڈھال نہیں ٹوٹی ہے اس لیے تم قریش کے معاملے میں اچھی طرح غور کرو“۔
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو:

اس روایت میں مزید مذکور ہے ”جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ واپس آئے تو انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ”بخدا! میں تمہیں کسی چیز کے بارے میں اس وقت تک حکم نہیں دیتا ہوں جب تک کہ میں بذات خود اس پر عمل نہیں کرتا ہوں۔ بلکہ میں اپنے گھر والوں اور خاص لوگوں سے خود سب سے پہلے عمل کراتا ہوں۔“
ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی تعریف:

قریش کو اس بات کا بخوبی علم ہے کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نہ صرف قریش کے شریف ترین انسان ہیں بلکہ سب سے شریف انسان کے فرزند بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام شریفانہ اخلاق کو نہایت صاف اور پاکیزہ بنایا ہے اور ہر قسم کی برائی سے پاک و صاف رکھا ہے۔ اس لیے ان کی جو اولاد ہوگی وہ دانشمند ہوگی۔
صعصعہ کی تردید:

صعصعہ نے اس کے جواب میں کہا ”آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ اللہ نے اپنے سے ایک شخص کو (حضرت آدم کو) پیدا کیا اور اپنی روح اس میں پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا تو انہوں نے ان کے لیے سجدہ کیا۔ مگر ان کی اولاد میں نیک بھی ہوئے اور بدکار بھی ہوئے ان میں احمق بھی تھے اور عقلمند بھی ہوئے“ اس رات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے رخصت ہوئے۔ پھر دوسری رات جب آئے تو انہوں نے طویل عرصہ تک ان سے گفتگو کی اور فرمایا:
اصول زندگی:

اے لوگو! تم مجھے صحیح صحیح جواب دو یا خاموش رہو۔ تم غور کرو کہ کیا چیز تمہیں تمہارے اہل و عیال، خاندان اور عام مسلمانوں کے لیے مفید ہو سکتی ہے تم اس کو حاصل کرو۔ تاکہ تم بھی اچھی زندگی گزار سکو۔ اور تمہارے ساتھ ہم بھی زندگی گزاریں۔
قطع کلام:

صعصعہ نے کہا:

”تم اس (حکومت) کے مستحق نہیں ہو اور اللہ کی نافرمانی کے لیے تمہاری اطاعت کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

معاویہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

”کیا میں نے آغاز کلام میں تمہیں اللہ سے ڈرنے، اس کی اور اس کے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرنے کی تلقین نہیں کی تھی؟ اور یہ ہدایت نہیں کی تھی کہ تم اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو اور تفرقہ اندازی نہ کرو۔“ وہ بولے:

افتراق کا پہلو:

”آپ نے تفرقہ اندازی کا حکم دیا تھا اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے خلاف بات کہی تھی۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

اتحاد کی تلقین:

”اگر میں نے ایسی کوئی بات کہی تھی تو میں اللہ کے سامنے اس کی توبہ کرتا ہوں اور اب تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اللہ سے ڈرو اور اس کے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرو۔ جماعت کے ساتھ رہو۔ نا اتفاقی سے نفرت کرو اپنے حاکموں کی عزت کرو اور جہاں تک ممکن ہو ان کے ساتھ خیر خواہی کرو اور اگر تم ان کے اندر کوئی (بری) بات دیکھو تو نرمی اور ہمدردی کے ساتھ انہیں سمجھاؤ۔“

صعصعہ کی گستاخی:

صعصعہ نے کہا ”ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اپنے کام سے الگ ہو جاؤ کیونکہ مسلمانوں میں تم سے زیادہ مستحق اور قابل لوگ موجود ہیں“ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

”وہ کون ہیں؟“ اس نے کہا ”یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمہارے باپ سے زیادہ اچھے اسلامی کارنامے انجام دیئے ہیں اور وہ خود بھی تم سے زیادہ پختہ مسلمان ہیں۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدافعت:

اس پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ”بخدا! میرا اسلامی عہد میں اچھا کارنامہ رہا ہے۔ دوسرے لوگوں نے مجھ سے بہتر اسلامی کارنامے انجام دیئے ہوں گے مگر میرے زمانے میں کوئی مجھ سے زیادہ طاقتور اور اس کام کے لیے مجھ سے زیادہ اہل نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ میں یہ صلاحیت دیکھی تھی اور اگر کوئی مجھ سے زیادہ اس کا اہل ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے مقرر نہ کرتے۔ اس کے علاوہ میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے جس کی بنا پر میں اپنے عہدے سے الگ ہو جاؤں بلکہ امیر المومنین (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) اور مسلمانوں کی جماعت اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو امیر المومنین اپنے ہاتھ سے مجھے خط لکھتے تو میں اپنے کام سے استعفاء دے دیتا۔“

نیکی کی نصیحت:

”اگر اللہ کا یہی فیصلہ ہے تو مجھے امید ہے کہ اس سے بہتر کوئی صورت نکل آئے گی۔ تمہاری ایسی باتیں شیطانی تمناؤں کے مطابق ہیں اور وہی ان باتوں کا حکم دیتا ہے۔ اگر تمہارے مشوروں اور تمناؤں کے مطابق احکام جاری ہوتے تو مسلمانوں کے معاملات کبھی درست نہیں رہتے اور ایک دن بھی یہ کام نہ چلتا۔ مگر یہ اللہ کی ذات ہے جو ان معاملات کو سدھار رہی ہے اور وہی انہیں تکمیل تک پہنچائے گا اس لیے تم نیکی کی طرف لوٹو اور خیر خواہی کی بات کہو۔“

نافرمانی کی مذمت:

اس کے بعد بھی انہوں نے یہی بات دہرائی کہ ”تم اس کام کے اہل نہیں ہو“۔ اس پر انہوں نے کہا ”دیکھو! اللہ کی گرفت بہت سخت ہوتی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر تم اسی طرح شیطان کی اتباع کرتے رہے اور خدائے رحمن کی نافرمانی کرتے رہے تو خدا کا غیظ و غضب تمہیں اس دنیا میں ذلیل و خوار کرے گا اور آخرت میں بھی تم ہمیشہ کی ذلت و رسوائی میں رہو گے۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حملہ:

اس پر یہ لوگ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر جھپٹے اور ان کے سر اور داڑھی کو پکڑ لیا۔ اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ٹھہر جاؤ! یہ کوفہ نہیں ہے بخدا! اگر اہل شام کو پتہ چل جائے کہ تم نے میرے ساتھ جو ان کا حاکم ہے۔ یہ سلوک کیا ہے تو میں انہیں تمہیں قتل کرنے سے نہیں بچا سکوں گا۔ میری جان کی قسم! تمہاری باتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں“ یہ کہہ کر وہ ان کے پاس سے اٹھ گئے اور کہا ”خدا کی قسم! میں اب تمہیں کبھی نہیں بلواؤں گا۔ پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خط:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”اے امیر المؤمنین! آپ نے میری طرف ایسے لوگوں کو بھیجا ہے جو شیطان کی زبانوں سے گفتگو کرتے ہیں۔ اور شیطان ہی ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کے پاس آ کر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کی تعلیم پیش کرتے ہیں اس طرح یہ مسلمانوں کو غلط فہمی میں مبتلا کرتے ہیں کیونکہ ہر شخص ان کا (اندرونی) مقصد نہیں سمجھتا ہے۔ ان کا مقصد تفرقہ پردازی اور انتشار پھیلانا ہے۔ وہ فتنہ و فساد کو قریب لا رہے ہیں۔ اسلام انہیں گراں معلوم ہو رہا ہے اور وہ اس سے بیزار ہیں بلکہ شیطان کی غلامی ان کے دل میں سرایت کر چکی ہے۔“

ان لوگوں نے کوفہ میں اپنے ماحول کے بہت لوگوں کو خراب کر دیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر وہ اہل شام کے درمیان مقیم رہے تو یہ لوگ انہیں بھی اپنی جادو بیانی اور فسق و فجور کے ذریعہ خراب کر دیں گے۔ آپ انہیں ان کے شہر لوٹا دیں تاکہ وہ اسی شہر میں رہیں جہاں سے ان کی منافقت پھوٹی ہے۔“۔ والسلام

کوفہ کی طرف واپسی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں تحریری حکم بھیجا کہ وہ انہیں سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس واپس کوفہ بھیج دیں۔ وہاں پہنچ کر ان کی زبانیں پھر کھل گئیں چنانچہ سعید رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ ان سے بہت تنگ آ گئے ہیں۔ اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سعید رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ انہیں عبدالرحمن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس حمص روانہ کر دیں۔ وہ حمص کے امیر تھے۔ نیز اشتر اور ان کے ساتھیوں کو یہ خط تحریر فرمایا:

حمص بھجوانا:

”میں نے تمہیں حمص روانہ کر دیا ہے جب میرا یہ خط آئے تو تم وہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ کیونکہ تم اسلام اور اہل اسلام کو نقصان پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے ہو۔“۔ والسلام

جب اشتر نے یہ خط پڑھا تو وہ کہنے لگا: ”اے اللہ! یہ (خلیفہ) رعایا کا کچھ خیال نہیں رکھتے ہیں اور سب سے زیادہ گناہ اور معصیت کے کام کرتے ہیں۔ اس لیے تو ان سے جلد انتقام لے“ سعید رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تحریر کر دی۔ اشتر اور اس کے ساتھی حمص پہنچے وہاں عبدالرحمن بن خالد نے انہیں ساحلی مقام پر ٹھہرایا اور ان کا وظیفہ مقرر کیا۔

مکتہ چین افراد:

ابو اسحاق ہمدانی کی روایت ہے کہ کوفہ میں چند افراد جمع ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر مکتہ چینی کرتے تھے۔ ان میں یہ لوگ شامل تھے: مالک بن حارث اشتر، ثابت بن قیس نخعی، کمیل بن زیاد نخعی، زید بن صوحان عبدی، جندب بن زہیر غامدی، جندب بن کعب اردی، عروہ بن الحمید، عمرو بن الحق خزاعی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اطلاع:

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان کی باتوں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مطلع کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں انہیں تحریر کیا کہ وہ انہیں شام بھیج دیں تاکہ وہ سرحدوں کے قریب رہیں۔

حکیم بن جبلیہ:

یزید فقعی کی روایت ہے کہ ایک شخص حکیم بن جبلیہ کے پاس آ کر ٹھہرا۔ حکیم بن جبلیہ چور تھا جب مسلمانوں کی فوجیں لوٹی تھیں تو وہ پیچھے رہ جاتا تھا اور فارس کے علاقے میں جا کر اہل ذمہ کو لوٹا تھا۔ فتنہ و فساد برپا کرتا تھا اور جو چاہتا لوٹ لیتا تھا اور پھر واپس آ جاتا تھا۔

حکیم کی گرفتاری:

اہل ذمہ اور اہل قبیلہ دونوں نے اس کی شکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کی۔ انہوں نے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ اسے اور اس جیسے لوگوں کو قید کر دیں اور وہ بصرہ سے نکلنے نہ پائیں تاکہ ان کی اصلاح نہ ہو جائے۔ چنانچہ ابن عامر نے اسے قید کر دیا اور اس کے لیے ممکن نہیں ہوا کہ وہ وہاں سے نکل جائے۔

ابن السدواء کی آمد:

جب ابن السدواء بصرہ میں آیا تو وہ اس کے پاس ٹھہرا اور کافی تعداد اس کے پاس جمع ہونے لگی۔ ابن السدواء نے ان سے مجمل باتیں کیں اور ان کی تصریح نہیں کی تاہم لوگ ان باتوں کو ماننے لگے اور انہیں اہمیت دینے لگے۔ ابن عامر نے اسے بلوایا اور پوچھا ”تم کون ہو“ وہ بولا وہ اہل کتاب میں سے تھا جس نے اسلام کو قبول کیا اور اب وہ وہاں رہنا چاہتا ہے۔

اس کی فتنہ انگیزی:

ابن عامر نے کہا ”تم یہاں سے چلے جاؤ“ چنانچہ وہ وہاں سے کوفہ چلا گیا۔ جب وہاں سے بھی نالا گیا تو وہ مصر میں رہنے لگا اور ان لوگوں سے خط و کتابت کرنے لگا بلکہ فریقین کے مابین لوگوں کی آمد و رفت بھی شروع ہو گئی۔

حمران کو سزا:

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ حمران بن ابان نے ایک عورت سے عدت کے اندر نکاح کر لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو سزا

دی اور ان کا نکاح منسوخ کر دیا اور اسے بصرہ بھیج دیا۔ جہاں وہ ابن عامر کی نگرانی میں رہنے لگا۔
عامر بن عبد القیس:

ایک دن ابن عامر نے اپنی محفل میں سوار ہو کر عامر بن عبد القیس کے پاس جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ عامر لوگوں سے الگ تھلک رہتا تھا اس موقع پر حمران نے کہا:
 ”میں آپ لوگوں سے پہلے پہنچ کر اسے اطلاع دیتا ہوں۔“

چنانچہ وہ وہاں گیا جب وہ اس کے پاس پہنچا تو عامر قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا اس نے اسے بتایا ”امیر تمہارے پاس سے گزر کر جا رہے ہیں اس لیے میں نے چاہا کہ میں تمہیں اس کی اطلاع دوں“ عامر نے اس پر بھی تلاوت بند نہیں کی اور نہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

ابن عامر کی آمد:

جب حمران اٹھ کر جانے لگا تو وہ دروازہ تک پہنچا ہی تھا کہ ابن عامر بھی وہاں پہنچ گئے حمران نے ان سے کہا ”میں ایک ایسے شخص کے پاس سے آ رہا ہوں جو آل ابراہیم کی فضیلت کا قائل نہیں ہے“ بہرہ ابن عامر نے اجازت طلب کی اور اندر جا کر اس کے پاس بیٹھ گئے۔ عامر نے قرآن کریم بند کیا اور تھوڑی دیر اس سے گفتگو کرتا رہا۔

ابن عامر سے سوالات:

ابن عامر نے اس سے پوچھا ”آپ ہمارے پاس نہیں آتے ہیں؟“ وہ بولا ”سعید بن ابی الرجاء کو شرف و عزت پسند ہے“ پھر انہوں نے پوچھا ”کیا ہم تمہیں کوئی سرکاری عہدہ دیں؟“ وہ بولا ”حصین بن ابی الحر کو اس قسم کے کام پسند ہیں“ پھر انہوں نے کہا ”کیا ہم تمہارا نکاح کر دیں“ وہ بولا ”ربعیہ بن عسل کو عورتیں پسند ہیں“ پھر پوچھا ”یہ شخص بیان کرتا ہے کہ تم آل ابراہیم کو اپنے سے افضل نہیں سمجھتے ہو“ اس پر اس نے قرآن کریم کھولا اور سب سے پہلی آیت یہ نکلی:

”بے شک اللہ نے (حضرت) آدم (حضرت) نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو دنیا پر برگزیدہ بنایا ہے۔“

عامر کی جلا وطنی:

جب حمران لوٹ آیا تو وہ اس بات کی ٹوہ میں لگا رہا پھر اس نے عامر کی چغل خوری کی اور دوسرے لوگوں نے بھی اس کے خلاف شہادت دی تو انہوں نے اسے شام بھیج دیا۔ جب صحیح بات کا علم ہوا تو اسے واپس آنے کی اجازت دے دی گئی۔ مگر اس نے آنے سے انکار کیا اور شام میں ہی رہنے لگا۔

اس کے خلاف چغل خوری:

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ حمران بن ابان نے ایک عورت سے اس کی عدت کے اندر نکاح کر لیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو جدا کر دیا (نکاح منسوخ کر دیا) اور اسے زد و کوب کر کے بصرہ بھیج دیا تھا۔ جب اس نے اللہ کی مرضی کے مطابق کام کیے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کے چال چلن سے مطمئن ہو گئے تو اسے آنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ حمران مدینہ آ گئے۔ ان کے ساتھ وہ لوگ بھی آئے جنہوں نے عامر بن عبد قیس کے بارے میں یہ چغل خوری کی کہ وہ نکاح کرنے کا قائل نہیں ہے اور نہ گوشت

کھاتا ہے اور نہ نماز جمعہ میں شریک ہوتا ہے۔

عامر کی عجیب عادات:

عامر بن عبد قیس بالعموم افسردہ رہتا تھا اور اس کا ہر کام پوشیدہ ہوتا تھا۔ ان کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن عامر کو لکھا انہوں نے اسے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ جب عامر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے موافق آدمی پایا ان کے پاس شریک تھا (گوشت کے شوربے میں بھگوئی ہوئی روٹی تھی) جسے انہوں نے عجیب و غریب طریقے سے کھایا اس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پتہ چل گیا کہ ان پر جھوٹے الزامات لگائے گئے ہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا ”کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم کیوں نکالے گئے ہو؟“ وہ بولے ”نہیں اس پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جھوٹے الزامات:

”خلیفہ کو یہ اطلاع دی گئی کہ تم گوشت نہیں کھاتے ہو۔ میں نے تمہیں خود (گوشت کھاتے) دیکھا ہے اس سے مجھے معلوم ہو کہ یہ تم پر جھوٹا الزام لگایا گیا ہے (پھر یہ بھی الزام لگایا گیا ہے کہ تم نکاح کرنے کے قائل نہیں ہو اور نہ جمعہ کی نماز میں شریک ہوتے ہو۔“

الزامات کی تردید:

عامر نے جواب دیا میں جمعہ کی نماز میں شریک ہوتا ہوں مگر مسجد کی آخری صف میں ہوتا ہوں پھر پہلے لوگوں کے ساتھ واپس آ جاتا ہوں۔

نکاح کا معاملہ یہ ہے کہ جب میں نکاح کا رشتہ دینے کے لیے نکلتا ہوں تو لوگ میری نسبت پر اپنا رشتہ پیش کر دیتے ہیں (اس طرح نکاح کا رشتہ پختہ نہیں ہونے پاتا) رہا گوشت کھانے کا معاملہ تو میں گوشت کھانے کا قائل ہوں مگر میں اس وقت سے قصائیوں کا ذبیحہ نہیں کھاتا ہوں جب کہ میں نے ایک قصائی کو دیکھا ہے کہ وہ ایک بکری کو دیکھا کہ وہ ایک بکری کو گھسیٹ کر مذبح لے گیا پھر جب اس نے ذبح کرنے کے لیے اس کے گلے پر چھری رکھی تو (اللہ کا نام لینے کے بجائے) وہ ”نفاق نفاق“ کا لفظ کہتا رہا یہاں تک کہ وہ ذبح ہو گئی۔

وطن جانے سے انکار:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا (تم اپنے وطن) واپس چلے جاؤ۔ وہ بولے ”میں اب ایسے شہر کی طرف واپس نہیں جاؤں گا جہاں کے باشندوں نے میری اس قدر بے عزتی کی بلکہ میں اسی شہر میں رہوں گا جسے اللہ نے میرے لیے پسند فرمایا ہے۔“

وہ ساحلی مقام پر رہنے لگا اور جب کبھی وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملتا تھا تو وہ اس سے کہتے تھے: ”اپنی ضرورت پیش کرو۔“ مگر

وہ کہتا تھا:

زہد و استغناء:

”مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے“ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت اصرار کرتے تھے تو وہ یہ کہتا تھا ”آپ مجھے بصرہ کی گرمی لوٹا

دیں شاید کہ روزہ کی شدت مجھے محسوس ہو چکے۔ کیونکہ آپ کے ملک میں (یہ روزہ) بہت ہلکا رہتا ہے۔“

اہل کوفہ سے گفتگو:

سیف ابو حارثہ اور ابو عثمان رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب اہل کوفہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے ان لوگوں کو ایک جداگانہ گھر میں ٹھہرایا پھر خلوت میں ان سے گفتگو کیا کرتے تھے اور وہ بھی ان سے باتیں کرتے تھے۔ جب وہ گفتگو کر چکے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

معصیت کی مذمت:

تمہیں صرف حماقت کا حصہ ملا ہے۔ بخدا! مجھے کوئی معقول اور صحیح گفتگو نہیں معلوم ہوئی اور نہ تمہارے کلام میں معقول دلیل ہے، نہ علم و بردباری ہے اور نہ قوت بیان ہے۔ اے معصعہ! تم پر لے درجے کے احمق ہو۔ تم جو چاہو کرو اور جو چاہو کہو۔ مگر احکام خداوندی کو ترک نہ کرو کیونکہ ہر چیز قابل برداشت ہے۔ مگر اللہ کی نافرمانی (قابل برداشت) نہیں ہے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان جو اختلافات ہیں، تم ان کے بارے میں مختار و مالک ہو۔

نصیحت کا اثر:

چنانچہ اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ نماز میں شریک ہوتے ہیں اور جماعت کے واعظ کی محفل میں بھی شریک ہوتے تھے۔ ایک دن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کو پڑھا رہے ہیں۔ اس وقت انہوں نے فرمایا:

جماعت سے وفاداری:

”تم میرے سامنے دور جاہلیت کے تنازعات پیش کرتے رہے۔ تم جہاں چاہو چلے جاؤ۔ بہر حال تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اگر تم مسلمانوں کی جماعتی اکثریت کے ساتھ رہو گے تو تمہیں خوش نصیب ہو گے وہ لوگ نہیں ہوں گے اور اگر تم نے جماعت کو چھوڑ دیا تو تمہی بد نصیب رہو گے وہ لوگ نہیں ہوں گے بلکہ تم کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔“

اس پر ان لوگوں نے ان کی تعریف کی اور جزائے خیر کی دعا مانگی۔ پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

”اے ابن کنواء! میں کس قسم کا آدمی ہوں؟“۔ وہ بولا:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف:

آپ بہت گہرے آدمی ہیں۔ آپ کی سخاوت و فیاضی بہت وسیع ہے۔ آپ کی حاضر جوابی نہایت پاکیزہ ہے آپ پر حلم اور بردباری غالب ہے جو اسلام کا ایک بہت بڑا رکن ہے۔ آپ نے خطرناک سرحدوں کی حفاظت کی ہے۔

اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا:

”تم مجھے مختلف شہروں کا حال بتاؤ کیونکہ (مجھے) تم اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ عقلمند معلوم ہوتے ہو۔“

مختلف شہریوں کا حال:

وہ بولا:

”ان شہریوں سے میں نے خط و کتابت کی اور انہوں نے بھی مجھ سے خط و کتابت کی وہ مجھے نہیں پہچان سکے مگر میں ان سب کو پہچان گیا ہوں۔“

اہل مدینہ شرفساد کے سب سے زیادہ شائق ہیں مگر (عملی طور پر) سب سے زیادہ عاجز ہیں۔

اہل کوفہ و بصرہ کی خامیاں:

اہل کوفہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر سب سے زیادہ غور و فکر کرتے ہیں اور بڑی باتوں پر جلد سوار ہو جاتے ہیں۔ اہل بصرہ متحد ہو کر آتے ہیں اور منتشر ہو کر نکلتے ہیں۔

مصر و شام کے باشندے:

اہل مصر بھر پور شرفساد کا ارتکاب کرتے ہیں مگر جلد ہی نادم اور پشیمان ہو جاتے ہیں اہل شام اپنے رہنما کے سب سے زیادہ فرمانبردار ہیں اور بہکانے والے کے بہکائے میں بہت مشکل سے آتے ہیں۔

متفرق واقعات:

اس سال بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

ابومعشر کا قول ہے کہ اس سال قبرص فتح ہوا اس کے مخالف روایت کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں۔



۳۳۲ھ کے واقعات

ابومعشر (مورخ) کا خیال ہے کہ جنگ صواری اس سال ہوئی۔ دوسرے مؤرخین نے (اس سن کے تعین میں) اختلاف کیا ہے چنانچہ اس اختلاف کا تذکرہ اور جنگ کا حال اپنے مقام پر بیان کیا جا چکا ہے اس سال اہل کوفہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو معزول کر لیا۔

اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مخالفوں نے باہمی خط و کتابت کی تاکہ وہ سب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مہینہ قابل اعتراض کاموں پر غور کرنے کے لیے جمع ہوں۔

مخالفوں کا اجتماع

قیس بن یزید نخعی کی روایت ہے کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نکالے ہوئے لوگوں کو واپس کر دیا تو انہوں نے کہا ”عراق اور شام اب ہمارے گھر نہیں رہے ہیں اس لیے جزیرہ کی طرف ہمیں چلنا چاہیے“۔ چنانچہ وہاں وہ اپنی مرضی سے آئے وہاں عبدالرحمن بن خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ بہت سختیاں کیں یہاں تک کہ وہ ان کے مطیع و فرمانبردار بن گئے۔ انہوں نے اشتر کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے بلا کر کہا:

”تم جہاں چاہو جا سکتے ہو“۔ اس نے کہا: ”میں عبدالرحمن کے پاس جاؤں گا“ چنانچہ وہ وہاں چلا گیا۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے گیارہویں سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے۔

ایرانی علاقوں کے حکام:

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے ان کے اخراج سے ایک سے کچھ عرصہ زیادہ پہلے اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کو آذربایجان کا حاکم مقرر کیا تھا اور سعید بن قیس کو رے کا حاکم مقرر کیا۔ سعید بن قیس (پہلے) ہمدان کا حاکم تھا۔ وہاں سے اسے معزول کر دیا گیا اور ہمدان کا حاکم نسیر عجمی کو بنایا گیا۔ اصفہان کا حاکم سائب بن اقرع کو مقرر کیا گیا اور ماہ کا حاکم مالک بن حبیب یروعی کو مقرر کیا گیا۔ موصل کے حاکم حکیم بن سلامہ حزامی تھے۔ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، قرسیاء کے حاکم تھے۔ سلمان بن ربیع رضی اللہ عنہ، باب کی مہم کے نگران تھے اور جنگی حاکم قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے۔ حلوان کے حاکم عتیبہ بن النہاس تھے اس طرح کوفہ فوجی حکام اور کمانڈروں سے خالی ہو گیا تھا اور فتنہ پرداز لوگ باقی رہ گئے تھے۔

سازش کا آغاز:

(ان حالات میں) یزید بن قیس نے (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو) خلافت سے (معزول کرنے کی سازش کی وہ مسجد کوفہ میں

پہنچا اور وہاں بیٹھ گیا اور اس کی طرف ان لوگوں نے رجوع کیا جس سے ابن السواد (عبداللہ بن سبا) خط و کتابت کرتا تھا۔
سرغنہ کی گرفتاری:

قتعاق رضی اللہ عنہ اس پر ٹوٹ پڑا اور اس نے یزید بن قیس کو پکڑ لیا۔ وہ بولا ”ہم سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا استغناء چاہتے ہیں“ اس نے کہا ”اس کام کی تکمیل یہاں بیٹھ کر نہیں ہو سکتی تم اس مقصد کے لیے یہاں نہ بیٹھو اور نہ لوگ تمہارے پاس جمع ہوں بلکہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے جدوجہد کرو تمہیں ضرور کامیابی ہوگی۔“
جلاوطنوں کو دعوتِ شرکت:

چنانچہ وہ اپنے گھر گیا اور اس نے ایک شخص کو اجرت پر حاصل کیا اسے چند درہم اور خچر دے کر نکالے ہوئے کو فیوں کے پاس بھیجا۔ اس نے انہیں خط میں یہ لکھا تھا ”تم لوگ خط دیکھتے ہی یہاں آ جاؤ کیونکہ شہر والے ہم سے متفق ہو گئے ہیں۔“
اشتر کی پیش قدمی:

وہ (قاصد) روانہ ہو کر وہاں پہنچ گیا اس وقت اشتر بھی وہاں آ گیا تھا۔ اس نے انہیں خط دیا تو انہوں نے پوچھا ”تمہارا کیا نام ہے؟“ وہ بولا ”بغشتر“ وہ بولے ”کون سے قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟“ اس نے کہا ”قبیلہ کلب سے“ اس پر ان لوگوں نے کہا ”ذلیل درندہ لوگوں کو بہکا تا ہے ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے“ اشتر نے ان لوگوں کی مخالفت کی اور وہ مخالفت کرتا ہوا واپس جانے لگا جب اشتر روانہ ہو گیا تو اس کے ساتھیوں نے کہا:
دیگر افراد کی پیروی:

اس (سعید بن العاص رضی اللہ عنہ) نے ہمیں نکالا ہے۔ اللہ اس کو نکالے ہمیں بھی وہی کرنا ہوگا جو اس نے کیا۔ بہر حال اگر عبدالرحمن کو علم ہوگا تو وہ ہمیں سچا نہیں سمجھے گا۔“ پھر وہ سب اس کے پیچھے روانہ ہو گئے مگر اشتر کو پکڑ نہیں سکے۔
عبدالرحمن کا تعاقب:

جب عبدالرحمن بن خالد رضی اللہ عنہ کو علم ہوا کہ وہ روانہ ہو گئے ہیں تو اس نے ان کا تعاقب کر لیا مگر اشتر اور دوسرے لوگ میلوں کے فاصلے پر آگے جا چکے تھے۔
سعید کے خلاف ہنگامہ:

جمعہ کے دن لوگوں نے اچانک اشتر کو مسجد کوفہ کے دروازہ پر دیکھا وہ یہ کہہ رہا تھا: ”اے لوگو! میں تمہارے امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے آیا ہوں اور میں نے سعید (ابن العاص) کو اس حالت میں چھوڑا تھا کہ وہ خواتین کے سوا درہم کم کرانے کی کوشش کر رہا ہے اور وہ یہ بھی تجویز کر رہا ہے کہ تمہارے بہادر سپاہیوں کا وظیفہ صرف دو ہزار رکھا جائے۔ سعید یہ بھی کہتا ہے کہ تمہارا مال غنیمت قریش کا باغ ہے میں ایک منزل تک اس کے ساتھ چلا وہ اسی قسم کی دھمکی آمیز باتیں کرتا رہا۔“
مخالف جماعت کی تشکیل:

عام لوگوں نے اس کی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دی اور دانشور حضرات اسے منع کرتے رہے مگر اس نے کسی کی نہیں سنی۔ اتنے میں یزید بن قیس آیا اور اس نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کرے ”جو شخص چاہتا ہو کہ سعید بن العاص کو معزول کرانے

کے لیے امیر المومنین کے پاس جائے تو وہ یزید بن قیس کی جماعت میں شامل ہو جائے، اس اعلان کے بعد دانشمند حضرات، شرفاء اور معززین شہر مسجد میں رہ گئے باقی لوگ چلے گئے۔ اس زمانے میں عمرو بن حریت نائب حاکم تھا وہ منبر پر چڑھا اور حمد و ثنا کے بعد اس نے یہ تقریر کی:

بغاوت کی مذمت:

تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو کہ تم (اس سے پہلے) باہمی دشمن تھے اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے اس نے تم کو وہاں سے نجات دلائی۔ اس لیے تم اس برائی اور شر و فساد کی طرف نہ لوٹو جس سے اللہ بزرگ و برتر نے بچایا ہے۔ کیا اسلام لانے کے بعد جب کہ تم اس کے مسنون طریقے پر چل چکے ہو۔ تم حق و صداقت کو نہیں پہچانو گے اور اس کے دروازے تک نہیں پہنچو گے۔

کامیابی کا یقین:

اس پر قتاد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا ”اگر تم سمندر کے سیلاب کو لوٹا سکتے ہو تو دریاے فرات کی موجوں کو روک لو یہ بات ناممکن ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اب شمشیر براں ہی عوام کو مطمئن کرے گی وہ جلد ہی بے نام ہوگی پھر وہ ایک زبردست ہنگامہ برپا کریں گے اور اپنے مقاصد کو پورا کر کے رہیں گے جسے اللہ ہرگز ناکام نہیں ہونے دے گا تم صبر کرو۔“

عمرو بن حریت (نائب حاکم) نے کہا: ”ہاں میں صبر کروں گا“ اس کے بعد وہ اپنے گھر چلے گئے۔

سعید سے ملاقات:

ادھر یزید بن قیس روانہ ہو کر جرعہ کے مقام پر ٹھہرا اس کے ساتھ اشتر بھی تھا سعید وہاں پہنچا جہاں وہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے وہ کہنے لگے ”ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے“ سعید نے کہا:

سعید کی نصیحت:

”تم نے بلاوجہ اتنا جھگڑا کیا۔ تمہارے لیے صرف یہی کافی تھا کہ تم امیر المومنین کے پاس ایک شخص بھیج دیتے اور ایک شخص میرے پاس بھیج دیتے۔ ایک ہزار اشخاص کو جو غفلت مند ہوں ایک شخص کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے“ اس کے بعد وہ لوٹ گئے۔

غلام کا قتل:

ان لوگوں نے ان کے غلام کو دیکھا جو اونٹ پر سوار تھا۔ اس نے کہا ”سعید کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ واپس جائیں“ اس پر اشتر نے گردن ماردی۔

تبدیلی کا مطالبہ:

پھر سعید حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں تمام حال بتایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا ”وہ کیا چاہتے کیا انہوں نے اطاعت سے دست کشی کی ہے؟“ وہ بولے ”وہ (حاکم کی) تبدیلی چاہتے ہیں“ آپ نے پوچھا ”وہ کس کا تقرر چاہتے ہیں؟“ انہوں نے کہا ابو موسیٰ (اشعری) رضی اللہ عنہ، کو (چاہتے ہیں)۔“

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا تقرر:

آپ نے فرمایا: ”ہم نے (حضرت) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو ان پر مقرر کر دیا ہے۔ بخدا! اب ہم کسی کا عذر نہیں سنیں گے اور نہ ان کو حجت بازی کا موقع دیا جائے گا اور جیسا ہم نے حکم دیا ہے اس کے بارے میں ہم نتیجہ کا انتظار کریں گے۔“

آپ کی آمد:

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو فہ پہنچ گئے۔ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی قر قیسیاء سے واپس آ گئے اور عتیبہ بھی حلوان سے (کوفہ) پہنچ گئے اس کے بعد (حضرت) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں کھڑے ہو کر یہ تقریر کی۔

اطاعت کا اقرار:

”اے لوگو! تم ایسی باتوں کے لیے نہ دوڑا کرو آئندہ ایسی باتیں نہ کرنا بلکہ اپنی جماعت کا ساتھ دو اور اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرو۔ جلد بازی کے کاموں سے بچو بلکہ صبر سے کام لیا کرو تم سمجھو کہ امیر تمہارے اوپر ہے۔“

لوگوں نے کہا:

”آپ ہمیں نماز پڑھائیے۔“

وہ بولے: ”(میں اس وقت تک نماز نہیں پڑھاؤں گا جب تک کہ تم حضرت) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے احکام کو سننے اور اطاعت کرنے کا (اقرار نہیں کرو گے) وہ بولے ”(ہم) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری کا (اقرار کرتے ہیں)۔“

مخالف نمائندہ کی روانگی:

علاء بن عبداللہ غزیری کی روایت ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اکٹھی ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اعمال تنقید کرنے لگی۔ آخر کار انھوں نے یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنا ایک نمائندہ بھیجیں، جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جا کر گفت و شنید کرے اور انھیں ان کے (قابل اعتراض) اعمال سے مطلع کرے چنانچہ انھوں نے عامر بن عبداللہ تمیمی غزیری کو بھیجا جو عامر بن عبد قیس کے نام سے مشہور ہے۔

عامر کی گفتگو:

جب وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو وہ بولے ”مسلمانوں کی ایک جماعت اکٹھی ہوئی اور انھوں نے آپ کے اعمال پر غور و فکر کیا تو انھیں معلوم ہوا کہ آپ سنگین کاموں کے مرتکب ہوئے ہیں لہذا آپ اللہ بزرگ و برتر سے ڈریں، توبہ کریں اور ان کاموں سے پرہیز کریں۔“

اللہ کہاں ہے؟:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”اس شخص کو دیکھو۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ بڑا قاری (عالم) ہے مگر وہ آ کر مجھ سے حقیر باتوں کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے۔ بخدا وہ یہ نہیں جانتا ہے کہ اللہ کہاں ہے؟“ عامر نے کہا ”کیا میں نہیں جانتا ہوں کہ اللہ کہاں ہے“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”ہاں! بخدا! تم یہ نہیں جانتے ہو کہ اللہ کہاں ہے؟“ عامر نے کہا ”کیوں نہیں! میں یہ جانتا ہوں کہ اللہ تمہاری گھات میں ہے۔“

حکام کا اجتماع:

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، سعید بن العاص، عمرو بن العاص اور عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہم کو بلا بھیجا اور انہیں اکٹھا کیا تاکہ وہ ان لوگوں سے اپنی مملکت کے بارے میں مشورہ کریں اور لوگوں کے مطالبات اور فراہم کردہ معلومات پر غور کریں۔ جب یہ سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ فرمایا:

مشورہ طلبی:

”ہر شخص کے وزراء اور خیر خواہ ہوتے ہیں تم میرے وزراء اور خیر خواہ (مشیر) اور قابل اعتماد افراد ہو عوام نے وہ کام کیے ہیں جو تم نے دیکھ لیے ہیں ان کا مطالبہ ہے کہ میں اپنے حکام کو معزول کروں اور جو باتیں انہیں ناپسند ہیں ان سے پرہیز کروں اور جو انہیں پسند ہیں انہیں اختیار کروں اس لیے تم غور کر کے مشورہ دو۔“

جہاد کا حکم:

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا ”اے امیر المؤمنین! میری رائے یہ ہے کہ آپ انہیں جہاد کا حکم دیں جس میں وہ مشغول رہیں گے۔ آپ انہیں فوجی مہموں کی طرف آمادہ کریں تاکہ وہ آپ کے مطیع رہیں اور اپنے کاموں میں لگے رہیں۔“

خطرہ کا انسداد:

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے ”تمہاری کیا رائے ہے؟“ وہ بولے ”اے امیر المؤمنین! اگر آپ ہماری رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں تو آپ بیماری کا قلع قمع کریں اور اس خطرہ کا سدباب کریں جس کا آپ کو اندیشہ ہے اگر آپ میری رائے پر عمل کریں گے تو آپ صحیح راستے پر پہنچ جائیں گے“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”وہ کیا رائے ہے؟“ وہ بولے:

عظیم افراد کا فقدان:

”ہر قوم کی قیادت کرنے والی چند شخصیتیں ہوتی ہیں جب وہ رخصت ہو جاتی ہیں تو قوم میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے اور پھر ان کی شیرازہ بندی نہیں ہوتی ہے۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”یہ رائے (اچھی ہے) بشرطیکہ اس میں (چند باتیں وقت طلب) نہ ہوتیں۔“

حکام کی ذمہ داری:

پھر وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”تمہاری کیا رائے ہے؟“ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ”اے امیر المؤمنین! میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے حکام پر یہ معاملات چھوڑ دیں۔ میں علاقے کے معاملات کا ذمہ دار ہوں۔“

مال سے انسداد:

پھر آپ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا ”تمہاری کیا رائے ہے؟“ وہ بولے:

”اے امیر المؤمنین! میری رائے یہ ہے کہ یہ عوام اہل طمع ہیں آپ انہیں کچھ مال دے دیں تو ان کے دل آپ کی طرف مائل ہو جائیں گے۔“

اعتدال کا مشورہ:

پھر آپ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا ”تمہاری کیا رائے ہے؟“ وہ بولے ”میری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں پر بری طرح سوار ہو گئے ہیں آپ اعتدال کے ساتھ کام کرنے کا قصد کریں اگر آپ یہ نہ کر سکیں تو الگ ہو جائیں اور اگر آپ یہ بھی نہ کر سکیں تو آپ مصمم ارادہ کر کے آگے بڑھیں“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”تم جلتے پھپھولے کیوں پھوڑ رہے ہو کیا تم سنجیدگی کے ساتھ یہ باتیں کر رہے ہو؟“۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی صفائی:

اس پر وہ کافی دیر تک خاموش رہے جب لوگ منتشر ہو گئے تو حضرت عمرو بن العاص نے کہا: ”اے امیر المؤمنین! یہ بات نہیں ہے آپ مجھے بہت زیادہ عزیز ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مجھے یہ معلوم ہے کہ ہر ایک کی باتیں لوگوں کے کانوں تک پہنچیں گی اس لیے میں نے یہ چاہا کہ میں اپنی بات کو عوام تک پہنچاؤں تاکہ وہ مجھ پر اعتماد کریں اور آئندہ میں آپ کے کام آسکوں یا آپ کی طرف سے کسی شر و فساد کو دور کر سکوں“۔

امراء کے نام:

عبدالملک بن عمیر زہری کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل سپہ سالاروں کو اکٹھا کیا (۱) معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ (۲) سعید بن العاص رضی اللہ عنہ (۳) عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ (۴) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ (۵) عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔

آپ نے فرمایا:

”تم مجھے مشورہ دو کیونکہ لوگ میرے مخالف ہو گئے ہیں“۔

اپنے علاقے کے ذمہ دار:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنے سپہ سالاروں کو حکم دیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنے علاقے کا انتظام کرے۔ میں اہل شام کو قابو میں رکھنے کا ذمہ لیتا ہوں“۔

فوجی مہموں میں مشغول:

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”میرے رائے یہ ہے کہ آپ انہیں فوجی مہموں میں مشغول رکھیں تاکہ ہر ایک اپنے کام میں لگا رہے اور وہ آپ کے بارے میں غلط افواہیں نہ اڑائیں“۔

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: ”میں یہ مشورہ دیتا ہوں کہ آپ معلوم کریں کہ وہ کس وجہ سے ناراض ہیں اس میں آپ انہیں مطمئن کریں پھر آپ انہیں مال عطا کریں تاکہ ان میں تقسیم کیا جائے“۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی نکتہ چینی:

پھر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے ”اے عثمان! آپ بنو امیہ کی طرح لوگوں پر سوار ہو گئے ہیں۔ آپ (کچھ اور) کہتے ہیں آپ بھی (راہ راست سے) بھٹک گئے ہیں اور وہ بھی بھٹک گئے ہیں۔ آپ اعتدال کی راہ پر چلیں یا الگ ہو جائیں اگر آپ یہ طریقہ نہ اختیار کریں تو آپ عزم مصمم کر کے آگے بڑھیں“۔

نکتہ چینی کی توجیہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”تم جلے پھیلے کیوں پھوڑ رہے ہو کیا تم سنجیدگی کے ساتھ یہ بات کہہ رہے ہو؟ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (اس وقت) خاموش رہے جب وہ لوگ منتشر ہو گئے تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اے امیر المؤمنین! یہ بات نہیں ہے آپ مجھے بہت عزیز ہیں مگر مجھے یہ بات معلوم ہے کہ دروازے سے باہر کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں یہ معلوم ہے کہ آپ نے ہمیں اس لیے بلایا ہے کہ ہم آپ کو مشورہ دیں اس لیے میں نے یہ چاہا کہ میری بات ان تک پہنچ جائے اس طرح میں (آگے چل کر) آپ کے لیے مفید ثابت ہو سکوں گا یا آپ کی طرف سے شر و فساد کو دور کر سکوں گا۔“

تشدد کی ہدایت:

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے سپہ سالاروں کو ان کے علاقے کی طرف لوٹا دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے علاقے کے لوگوں پر سختی کریں نیز یہ بھی ہدایت کی کہ انہیں فوجی مہموں میں مشغول رکھا جائے۔ نیز آپ نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ (ایسے) لوگوں کو ان کے عطیات سے محروم رکھا جائے تاکہ وہ مطیع رہیں اور ان کے محتاج رہیں۔“

سعید رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت:

آپ نے سعید بن العاص کو کوفہ کا حاکم بنا کر بھیجا مگر اہل کوفہ ہتھیار لے کر ان کے برخلاف نکلے اور انہیں لوٹا دیا۔ وہ یہ کہتے تھے ”بخدا جب تک ہمارے ہاتھ میں تلوار ہے وہ ہمارے اوپر حکومت نہیں کر سکیں گے۔“

اشتر کی دھمکی:

ابو بکی عمیر بن سعد نخعی بیان کرتے ہیں۔ ”میں نے پچشم خود دیکھا ہے کہ اشتر مالک بن حارث نخعی کے چہرہ پر گرد و غبار تھا۔ وہ گردن میں تلوار ڈالے ہوئے کہہ رہے تھے ”بخدا! جب تک ہمارے پاس تلواریں ہیں اس وقت تک وہ (کوفہ میں) داخل نہیں ہو سکے گا۔“ ان کی مراد سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی ذات سے تھی یہ بات انہوں نے یوم الجرمہ میں کہی۔

سازش کا اڈہ:

جرمہ قادسیہ کے قریب ایک مقام ہے جہاں اہل کوفہ ایک دوسرے سے ملاقات کیا کرتے تھے۔۔

سنگین واقعہ:

ابو ثور حدائی بیان کرتے ہیں کہ ”میں حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ اور ابو مسعود رضی اللہ عنہ عقبہ بن عمرو نصاری رضی اللہ عنہ کے پاس تھا جو کوفہ کی مسجد میں یوم الجرمہ کے موقع پر تھے جب کہ لوگوں نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے برخلاف ہنگامہ برپا کیا تھا۔ ابو مسعود نصاری رضی اللہ عنہ اس کو سنگین واقعہ سمجھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے ”بخدا! اس کے نتیجے کے طور پر بہت خون ریزی ہوگی۔“

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”بخدا! اس کے نتیجے کے طور پر کوئی قطرہ خون نہیں بہے گا۔ جو کچھ مجھے آپ معلوم ہے اس کا مجھے اس وقت سے علم ہے جب کہ محمد ﷺ بقید حیات تھے (مجھے اس بات کا بھی علم ہے کہ) ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ایک شخص صبح کے وقت مسلمان ہوگا مگر شام کے وقت اس کا اسلام سے کوئی واسطہ نہ ہوگا وہ اہل قبلہ سے جنگ کرے گا پھر اللہ اسے قتل کرے گا۔“

مستقبل کا واقعہ:

راوی کہتا ہے ”میں نے ابو ثور حدائی سے کہا شاید یہ واقعہ رونما ہو چکا ہے؟“ وہ بولے ”نہیں یہ واقعہ ابھی تک رونما نہیں ہوا ہے۔“

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا تقرر:

جب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس نکالے ہوئے پہنچے تو انہوں نے (حضرت) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا امیر بنا کر بھیجا۔ اہل کوفہ نے انہیں بحال رکھا۔
باغی کا قتل:

عبداللہ بن عمیر اشجعی کی روایت کہ مسجد میں ایک فتنہ برپا ہوا تو کسی نے کہا۔ ”اے لوگو! تم خاموش ہو جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جب مسلمانوں پر کوئی امام (خلیفہ) مقرر ہو اس موقع پر جو کوئی مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لیے نکلے اور جماعت میں انتشار پیدا کرے تو تم اس کو مار ڈالو خواہ وہ کوئی شخص ہو“ راوی حدیث نے کہا ”رسول اللہ ﷺ نے (امام) عادن کو قید نہیں لگائی۔“

سعید کے خلاف سازش:

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ جب یزید بن قیس نے لوگوں کو سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے برخلاف بھڑکایا تو اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی کیا اس پر قعتاق بن عمرو رضی اللہ عنہ اس کے پاس آیا اور اسے پکڑ لیا۔ اس نے کہا ”تمہارا کیا ارادہ ہے؟“ کیا کوئی ایسا راستہ ہے کہ ہم اس سے استعفاء دلوائیں؟“ وہ بولا نہیں۔ اس کے بعد یزید نے جہاں سے ممکن ہوا اپنے ساتھی جمع کر لیے اور اس طرح انہوں نے سعید کو واپس بھیجوادیا۔ انہوں نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے حاکم مقرر کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ خط لکھا۔

مطالبہ کی منظوری:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”میں نے تم پر وہ حاکم مقرر کیا ہے جسے تم پسند کرتے ہو اور سعید کو الگ کر دیا ہے۔ بخدا! میں تمہارے لیے اپنی عزت قربان کر دوں گا اور تمہارے لیے صبر کروں گا اور مقدور بھر تمہاری بھلائی چاہوں گا۔ تم ہر ایسی بات کا مطالبہ کر سکتے ہو جس میں اللہ کی نافرمانی نہ کی جائے اور جو بات ہمیں پسند نہ ہو اس سے تمہیں مستثنیٰ رکھا جاسکتا ہے بشرطیکہ اس سے اللہ کی معصیت نہ ہوتی ہو۔ میں نے تمہاری پسند کے مطابق کام کیا ہے تاکہ تم میرے خلاف کوئی حجت نہ لاسکو۔“

عزم جہاد:

اس قسم کے خطوط آپ نے دوسرے شہروں کے لیے بھی لکھے اس طرح حضرت ابو موسیٰ (اشعری رضی اللہ عنہ کوفہ کے) حاکم مقرر ہوئے اور تمام حکام اپنی عملداری کی طرف چلے گئے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جہاد کے لیے باب کی طرف روانہ ہوئے۔

جہاد کی ترغیب:

واقدمی ابو عبد اللہ محمد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب ۳۴ھ شروع ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک دوسرے کو خطوط لکھے کہ:

”تم آؤ اور اگر تم جہاد کرنا چاہتے ہو تو ہمارے پاس جہاد کرنے کا موقع ہے۔“

مخالفت میں شدت:

اس کے بعد بہت سے لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے ان کو اس قدر برا بھلا کہا کہ اس سے زیادہ اور کسی کو برا بھلا نہیں کہا جاسکتا تھا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ان باتوں کو دیکھتے اور سنتے تھے مگر کوئی منع نہیں کرتا تھا اور نہ مخالفت کرتا تھا۔ بجز حضرت زید بن ثابت، ابو اسید ساعدی، کعب بن مالک اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہم کے پاس (جو انصاری تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حمایت کرتے تھے) لوگ بہت اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے (حضرت) علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے گفتگو کی تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور یوں تقریر کی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نصیحت:

”لوگ میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے تمہارے متعلق گفتگو کی ہے۔ بخدا! میں نہیں سمجھتا کہ میں تم سے کیا بات کہوں۔ جو بات میں جانتا ہوں اسے تم بھی جانتے ہو۔ جس بات کو میں بتانا چاہتا ہوں اسے تم بخوبی سمجھتے ہو، ہمیں تم سے پہلے کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہے جس سے ہم تم کو ناواقف سمجھیں اور نہ کوئی چیز ہمیں تمہا معلوم ہوئی ہے جو تمہیں نہ معلوم ہوئی ہو۔“

فضیلت کا اقرار:

تم نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے اور تمہیں ان کی صحبت نصیب ہوئی ہے۔ تم نے ان کی احادیث کو سنا ہے اور تمہیں ان کا داماد بننے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ ابن ابی قحافہ (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) حق پر عمل کرنے میں تم سے افضل نہ تھے اور نہ ابن الخطاب (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) نیکی میں تم سے بہتر تھے۔ تم از روئے قرابت رسول اللہ ﷺ سے زیادہ قریب ہو۔ تمہیں جو (دامادی کا رشتہ) نصیب ہوا ہے وہ ان دونوں کو حاصل نہیں ہوا۔ اس وجہ سے ان دونوں کو تم پر کوئی سبقت حاصل نہیں ہے۔

تدبر کی ہدایت:

خدا کے واسطے تم اپنے معاملے پر غور کرو۔ بخدا! تم بے بصیرت نہیں ہو اور کم سمجھ اور نادان بھی نہیں ہو۔ راستہ بالکل کھلا اور صاف ہے اور دین و مذہب کی نشانیاں اور شعائر قائم ہیں۔

بدعت اور سنت میں امتیاز:

اے عثمان! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے بندوں میں عدل و انصاف کرنے والا وہ حاکم افضل ہے جو خود ہدایت یافتہ ہو اور دوسروں کی رہنمائی بھی کرے وہ جانی پہچانی ہوئی سنت نبوی کو قائم کرتا ہے اور متروک العمل بدعت کا خاتمہ کرتا

ہے۔ بخدا! یہ دونوں چیزیں (سنت و بدعت) بالکل واضح ہیں۔ سنت نبوی کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اور وہ قائم ہو چکی ہے اسی طرح بدعت کے نشانات بھی واضح ہیں۔

بدترین حاکم کی علامت:

یہ حقیقت ہے کہ اللہ کے نزدیک بدترین انسان وہ ظالم حاکم ہے جو خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے وہ سنت نبوی کا خاتمہ کرے اور متروک العمل بدعات کو زندہ کرے۔

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

ظالم حاکم کا انجام:

”قیامت کے دن ظالم حاکم کو ایسی حالت میں لایا جائے گا کہ نہ تو اس کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی معذرت پیش کرنے والا ہوگا۔ اسے جہنم میں ڈالا جائے گا اور وہ جہنم میں اس طرح گھونے گا جس طرح چکی گردش کرتی ہے۔ اس طرح وہ دوزخ کے بھنور میں تھپڑے کھاتا رہے گا۔“

نا اتفاقی کے نتائج:

میں تمہیں اللہ اور اس کی سطوت اور انتقام کا خوف دلاتا ہوں کیونکہ اللہ کا عذاب نہایت شدید اور دردناک ہوتا ہے۔ میں تمہیں اس بات سے بھی ڈراتا ہوں کہ کہیں تم اس امت (اسلامیہ) کے ایسے شہید حاکم نہ بن جاؤ جس کی شہادت سے روز قیامت تک قتل و غارت کا دروازہ نہ کھل جائے اور پھر واقعات و حوادث اس طرح مشتبہ ہو جائیں کہ مسلمان گروہ بندیوں میں بٹ جائیں اور باطل کے غلبہ کی وجہ سے حق کو نہ دیکھ سکیں اور ان باتوں میں وہ بری طرح ملوث ہو جائیں گے کہ ان سے ان کو الگ کرنا مشکل ہو جائے گا۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”بخدا! مجھے معلوم ہے کہ وہ لوگ بھی وہی کہتے ہوں گے جو تم نے کہا ہے لیکن اگر تم میرے مقام (خلافت) پر ہوتے تو میں تمہیں نہ ملامت کرتا نہ چھوڑتا نہ اعتراض کرتا اور نہ اس بات پر برا بھلا کہتا کہ تم نے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا یا کسی کی حاجت روائی کی ہے یا کسی بے کس کو پناہ دی ہے یا تم نے اس شخص کو حاکم بنایا ہے جو اس شخص کے ہم پلہ اور مشابہ ہے جسے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ حاکم بنایا کرتے تھے۔“

الزام کی تردید:

”اے علی! میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (حاکم) نہیں تھے۔ وہ بولے ”ہاں“ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”تمہیں معلوم ہے کہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حاکم مقرر کیا“ وہ بولے ”ہاں“ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”پھر تم مجھے کیوں ملامت کرتے ہو کہ میں نے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو رشتہ داری کی وجہ سے حاکم مقرر کیا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تشدد:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں تمہیں اس بات سے آگاہ کرتا ہوں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جس کسی کو حاکم مقرر کرتے تھے تو وہ اس کے گوش گزار کرتے تھے کہ اگر انہیں اس کے برخلاف ایک بات بھی معلوم ہوئی تو وہ اس کی گوش مانی کر دیں گے۔ پھر وہ اس معاملے میں انتہائی حد تک پہنچ جاتے تھے۔ مگر تم کمزور ہو اور اپنے رشتے داروں کے ساتھ نرمی اختیار کرتے ہو۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”وہ تمہارے رشتہ دار بھی ہیں“ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر جواب دیا ”وہ میرے بھی رشتہ دار ہیں مگر فضیلت دوسرے لوگوں کو حاصل ہے۔“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تقرر:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”کیا تمہیں معلوم ہے کہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پورے دور خلافت میں حاکم بحال رکھا۔ میں نے انہیں حاکم بنا دیا۔“ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خوف:

میں خدا کا واسطہ دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس قدر خوفزدہ رہتے تھے کہ ان کا غلام یرفا بھی ان سے اس قدر نہ ڈرتا تھا؟“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”ہاں“ (مجھے معلوم ہے)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خود مختاری:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”(اب یہ حالت ہے کہ) معاویہ رضی اللہ عنہ تمہاری اجازت کے بغیر تمام امور سلطنت انجام دیتے ہیں جہاں کا تمہیں بھی علم ہے وہ مسلمانوں سے یہی کہتے ہیں“ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کا حکم ہے ”تمہیں ان باتوں کی خبر ملتی رہتی ہے مگر تم معاویہ رضی اللہ عنہ کو کوئی تنبیہ نہیں کرتے ہو۔“

(اس گفتگو کے بعد) حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے چلے گئے۔ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نکلے اور منبر پر بیٹھ کر یوں

فرمایا۔

نکتہ چینیوں کی مذمت:

ہر چیز کے لیے کوئی مصیبت ہوتی ہے اور ہر کام میں کوئی نہ کوئی دشواری ہوتی ہے چنانچہ اس امت (اسلامیہ) کے لیے باعث مصیبت اور آفت وہ نکتہ چینی اور طعن و تشنیع کرنے والے لوگ ہیں جو دیکھتے میں تمہیں بہت اچھے معلوم ہوں گے مگر ان کی پوشیدہ باتیں تمہیں ناگوار معلوم ہوں گی اور وہ تمہاری نکالیف پر خوش ہوں گے وہ اس کے پیچھے لگ جائیں گے جو زور سے چیلے اور چلائے گا وہ گدلا پانی پیئیں گے اور ہر گندے مقام پر پہنچیں گے یہ وہ لوگ ہیں جو ہر کام میں ناکام ہو چکے ہیں اور تمام ذرائع معاش ان کے لیے مسدود ہو چکے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تشدد:

دیکھو! بخدا! تم نے ایسی باتوں پر نکتہ چینی کی ہے جن کی تم (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تائید کر چکے ہو حالانکہ انہوں نے تمہیں اپنے پاؤں سے روندنا تھا اپنے ہاتھوں سے مارا اور اپنی زبان سے تمہاری خبر لی تھی مگر تم طوعاً و کرہاً ان کے مطیع

و فرمانبردار رہے۔

زرمی کا نتیجہ:

اس کے برخلاف میں تمہارے ساتھ نرم رہا، تمہارے سامنے سر جھکا یا اور اپنے ہاتھ اور زبان کو تم سے روکا۔ مگر تم مجھ پر دلیر ہوتے گئے۔ دیکھو بخدا! میرے حامیوں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے جو عزت والے ہیں اور ہر وقت میرے مدد کے لیے مستعد ہیں۔ میں نے تمہارے مد مقابل کے لوگ تیار کر رکھے ہیں۔ تم نے مجھے مجبور کیا ہے کہ میں اپنے اخلاق و عادات کو تبدیل کروں اور اپنے لب و لہجہ میں تبدیلی کروں جسے میں اچھا نہیں سمجھتا ہوں۔

حسن سلوک کا وعدہ:

تم اپنی زبانوں کو روکو اور اپنے حکام پر طعن و تشنیع اور عیب جوئی کو بند کرو کیونکہ میں نے ان لوگوں کو روک رکھا ہے جو میری اس گفتگو کے بغیر تم سے ایسا سلوک کریں گے جو تمہیں مطمئن کر دے گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ تمہاری کوئی حق تلفی نہیں ہوگی۔ میں نے لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔ میں نے اپنا مال بخشش اور سخاوت میں صرف کر دیا ہے کیونکہ میں کس کام کا خلیفہ رہوں گا اگر میں نے مال کو لوگوں کو بخشش میں تقسیم نہیں کیا۔

مروان کی دھمکی:

اس کے بعد مروان بن الحکم کھڑے ہو کر کہنے لگے:

”اگر تم چاہو تو ہم تمہارے اور اپنے درمیان تلوار کے ذریعہ فیصلہ کروا سکتے ہیں۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”تم خاموش ہو جاؤ تم مجھے اپنے ساتھیوں کے ساتھ چھوڑ دو، تم کیسی گفتگو کر رہے ہو؟ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم نہ

بولو کرو۔“

اس پر مروان خاموش ہو گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (منبر سے) اتر گئے۔

بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کی وفات:

اس سال حضرت ابو عبس بن جبر رضی اللہ عنہ مدینہ میں فوت ہو گئے۔ وہ جنگ بدر میں شریک ہونے والے صحابی تھے نیز مسطح بن اثاثہ اور عاقل بن ابی البکر رضی اللہ عنہما نے بھی جو قبیلہ سعد بن لیث سے تعلق رکھتے تھے وفات پائی یہ دونوں بھی بدری صحابی تھے۔ اس سال بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ساتھ حج کیا۔



۳۵ھ کے واقعات

ابن سبا کی خفیہ تحریک

یزید فقہی کی روایت ہے کہ عبداللہ بن سبا صنعاء کا یہودی تھا اس کی والدہ سیاہ تھی وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمان ہوا پھر وہ مسلمانوں کے شہروں میں پھر کر انہیں گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہا پہلے وہ حجاز گیا۔ پھر بصرہ اور کوفہ گیا پھر شام بھی گیا۔ مگر وہ اہل شام میں سے کسی کو گمراہ نہیں کر سکا۔ انھوں نے اس کو وہاں سے نکال دیا۔ وہاں سے وہ مصر گیا اور وہاں آباد ہو گیا مسلمانوں کے سامنے وہ (عجیب و غریب) باتیں کرتا تھا ان میں سے ایک یہ تھی۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت:

یہ بات عجیب و غریب ہے کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واپس آئیں گے اور اگر کوئی یہ کہے کہ ”حضرت محمد ﷺ واپس آئیں گے“ تو وہ اس بات کو جھوٹ سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ بزرگ و برتر نے یہ کہا:

”بے شک جس نے قرآن (کریم) تم پر فرض کیا وہ تمہیں آخرت کی طرف لوٹانے والا ہے۔“

رجعت کا مسئلہ:

اس لیے حضرت محمد ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہ نسبت لوٹنے کے زیادہ حق دار ہیں۔“
چنانچہ اس کی یہ بات (بعض لوگوں نے) مان لی اور رجوع کا مسئلہ مقرر ہو گیا اور لوگ اس مسئلے پر بحث کرتے رہے۔
وصی پیغمبر:

اس کے بعد وہ کہنے لگا ”گزشتہ زمانے میں ایک ہزار پیغمبر تھے اور ہر پیغمبر کا ایک وصی ہوتا ہے اس لیے حضرت محمد ﷺ کے وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔“ پھر وہ کہنے لگا ”محمد خاتم الانبیاء تھے اور (حضرت) علی رضی اللہ عنہ خاتم الاوصیاء تھے“ (آگے بڑھ کر) وہ کہنے لگا:

”اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی وصیت پر عمل نہیں کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کے وصی کے حق کو

غصب کر کے امت اسلامیہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہو“ اس کے بعد وہ مسلمانوں سے یہ کہنا لگا:

خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت:

عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت پر ناحق قبضہ کر لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے یہ وصی موجود ہیں اس لیے تم اس کام کے لیے اٹھ کھڑے ہو جاؤ۔ اس کا آغاز اپنے حکام پر طعن و تشنیع سے کرو اور یہ ظاہر کرو کہ تم نیک کام کا حکم دیتے ہو اور برے کام سے منع کرتے ہو اس طرح تم عوام کو اپنی طرف مائل کر سکو گے۔ اس کے بعد تم انہیں اس کام کی طرف بلاؤ۔

فتنہ انگیز تحریک:

اس طرح اس نے (اس تحریک کا) پروپیگنڈا کرنے والوں کو چاروں طرف بھیجا اور وہ جو شہروں میں فساد برپا کر رہے تھے

ان سے اس نے خط و کتابت کی اور وہ لوگ اس سے خط و کتابت کرتے رہے یہ لوگ پوشیدہ طور پر اپنی تحریک کی طرف عوام کو دعوت دیتے رہے مگر بظاہر وہ نیک کاموں کا حکم دیتے اور برے کاموں سے روکتے تھے۔

تحریری پروپیگنڈا:

یہ لوگ مختلف شہروں کے لوگوں کے ساتھ خطوط بھی بھیجتے تھے اور بظاہر ان خطوں میں وہ اپنے حکام پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ دوسرے ساتھی بھی اس طرح ان سے خط و کتابت کرتے تھے۔

خفیہ انتظامات:

اس کے علاوہ (ایک پوشیدہ سازشی جماعت ہونے کی حیثیت سے) ہر شہر کے لوگ دوسرے شہر کے لوگوں کو اپنی کارگزاری سے مطلع کرتے تھے اس طرح ہر ایک شہر دوسرے شہر کی کارگزاری کو (لوگوں کے سامنے) پڑھ کر سناتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کی خبریں مدینہ تک پہنچ گئیں۔

خفیہ نشر و اشاعت:

ان لوگوں نے تمام ممالک میں (اس تحریک کی) نشر و اشاعت وسیع کر دی تھی وہ جو کہتے یا لکھتے تھے اس سے برخلاف مراد لیتے تھے مثلاً ہر شہر کے یہ لوگ کہا کرتے تھے ”ہم خیر و عافیت کے ساتھ میں اور ان چیزوں میں مبتلا نہیں ہیں جس میں یہ لوگ مبتلا ہیں سوائے اہل مدینہ کے“۔

اس قسم کی اطلاعات تمام شہروں سے آئی تھیں ”ہم جس چیز میں مبتلا ہیں اس سے بخیر و عافیت ہیں“ یہ خبریں اہل مدینہ تک بھی پہنچیں تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اطلاع:

”اے امیر المؤمنین! کیا آپ کو بھی وہ اطلاعات ملی ہیں جن سے ہم باخبر ہیں؟“ وہ بولے ”نہیں میرے پاس سلامتی کی خبریں آرہی ہیں“ وہ بولے ”ہمارے پاس ایسی خبریں موصول ہوئی ہیں“ اس کے بعد انہوں نے وہ کچھ بیان کیا جو انہیں معلوم ہوا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”تم میرے شریک کار ہو اور مسلمان اس کے گواہ ہیں اس لیے تم مجھے مشورہ دو“ وہ بولے ”ہم آپ کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ آپ قابل اعتماد افراد کو مختلف شہروں میں بھیجیں تاکہ وہ صحیح اطلاعات لے کر واپس آئیں“۔

تحقیقاتی افسر:

چنانچہ آپ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ انہیں کوفہ کی طرف بھیجا اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بصرہ کی طرف بھیجا۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو مصر بھیجا اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو شام بھیجا۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی دیگر علاقوں کی طرف بھیجا۔

تسلی بخش حالات:

یہ سب حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے پہلے واپس آ گئے اور سب نے یہ کہا:

”اے لوگو! ہم نے وہاں کوئی ایسی قابل اعتراض بات نہیں دیکھی اور نہ وہاں کے خواص و عوام کو کوئی ناخوشگوار معاملے کا علم ہے۔ مسلمانوں کو اپنے معاملات پر اختیار حاصل ہے ان کے حکام ان کے درمیان عدل و انصاف کرتے ہیں اور ان

کی خبر گیری رکھتے ہیں۔“

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی تبدیلی:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے واپس آنے میں تاخیر کر دی یہاں تک کہ یہ اندیشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں وہ ناگہانی طور پر شہید نہ کر دیئے گئے ہوں آخر کار چانک عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کا یہ خط آیا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو مصر کے ایک گروہ نے اپنی طرف مائل کر لیا اور ان کے پاس لوگ اکٹھے ہونے لگے ہیں جن میں مندرجہ ذیل افراد بھی شامل ہیں۔

مصر کے مخالف افراد:

(۱) عبداللہ بن السوداء (۲) خالد بن حنظل (۳) سودان بن حمران (۴) کنانہ بن بشر۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہدایت نامہ:

سیف کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (اسلامی) شہر والوں کے نام یہ تحریر کیا تھا:

”میں نے حکام کے لیے یہ مقرر کر دیا ہے کہ وہ ہر موسم حج میں مجھ سے ملاقات کریں۔ جب سے میں خلیفہ مقرر کیا گیا ہوں میں نے امت اسلامیہ کے لیے یہ اصول مقرر کر دیا ہے کہ نیکی کا حکم دیا جائے اور برے کاموں سے روکا جائے۔ اس لیے جو میرے سامنے یا میرے حکام کے سامنے مطالبہ حق پیش کیا جائے گا وہ حق ادا کیا جائے گا۔ میری رعایا کے حقوق میرے اہل و عیال کے حقوق پر مقدم ہوں گے، اہل مدینہ کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ کچھ لوگ گالی دیتے ہیں اور کچھ لوگ زد و کوب کرتے ہیں۔ پوشیدہ طور پر ملامت کرنا، گالی دینا اور زد و کوب کرنا بہت برا ہے۔ جو کوئی کسی حق کا دعویدار ہو تو وہ موسم حج میں آئے اور اپنا حق حاصل کرے خود وہ مجھ سے لیا جائے یا میرے حکام سے لیا جائے یا تم معاف کر دو تو ایسی صورت میں اللہ معاف کرنے والوں کو جزائے خیر دے گا۔“

عوام کا تاثر:

جب یہ خط شہروں میں پڑھا گیا تو عوام رونے لگے اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کی اور کہنے لگے قومی مصیبت کے آثار نظر آرہے ہیں۔

حکام سے مشورہ:

آپ نے شہری حکام کو بلا بھیجا تو مندرجہ ذیل حکام آپ کے پاس آئے۔ ۱۔ عبداللہ بن عامر ۲۔ معاویہ ۳۔ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ مشورہ میں سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھی شامل کیا گیا۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا ”یہ شکایت کیا ہے اور یہ افواہیں کیسی ہیں؟ بخدا! مجھے اندیشہ ہے کہ یہ سچ ثابت نہ ہوں۔ کیا یہ سب باتیں میری وجہ سے ہو رہی ہیں؟“ یہ (حکام) بولے:

بے بنیاد خبریں:

”کیا آپ نے نمائندے نہیں بھیجے اور ہم نے ان لوگوں کے بارے میں اطلاع نہیں بھیجی تھی؟ کیا وہ لوٹ کر نہیں آئے یا ان افراد نے ان سے رو برو گفتگو نہیں کی تھی؟ بخدا! منجر سچے نہیں ہیں اور نہ وہ راست باز معلوم ہوتے ہیں بلکہ ان باتوں کی کوئی بنیاد نہیں

ہے آپ ان (خبروں) کی بدولت کسی کو گرفتار نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ یہ بات آپ کے لیے نامناسب ہوگی۔ یہ سب باتیں افواہوں پر مبنی ہیں ان کی بدولت کسی کا مواخذہ نہیں ہو سکتا ہے اور نہ اس سے کوئی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا:

”تم مجھے مشورہ دو۔“

افواہوں پر سزا کی تجویز:

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ”یہ جعلی اور بناوٹی معاملہ ہے جو پوشیدہ طور پر تیار کیا جاتا ہے اور جب کسی ناواقف کو یہ بات معلوم ہوتی ہے تو وہ اس خبر کی مختلف محفلوں میں تشہیر کرتا ہے“ آپ نے فرمایا: ”پھر اس کا علاج کیا ہے؟“ انہوں نے کہا ”ان لوگوں کو بلایا جائے اور پھر ان لوگوں کو قتل کیا جائے جن کی طرف سے یہ افواہیں پھیلتی ہیں۔“

حقوق و فرائض کا توازن:

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا ”اگر آپ ان لوگوں کو ان کے حقوق عطا کرتے ہیں تو ان سے ان کے واجبات بھی وصول کریں یہ بات انہیں (آزاد) چھوڑنے سے بہتر ہے۔“

شام کے پرامن حالات:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ”آپ نے مجھے حاکم مقرر کیا تو میں ایسے لوگوں کا حاکم ہوں جن کی طرف سے کوئی ناخوشگوار بات نہیں نکلے گی اور یہ دونوں حضرات بھی اپنے علاقوں سے زیادہ واقف ہوں گے“ آپ نے فرمایا ”پھر کیا رائے ہے؟“ وہ بولے

”حسن ادب“ آپ نے فرمایا ”اے عمرو (بن العاص) رضی اللہ عنہ تمہاری کیا رائے ہے؟“ وہ بولے:

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی نکتہ چینی:

”میری رائے یہ ہے کہ آپ نے مسلمانوں کے ساتھ نرمی اختیار کر رکھی ہے اور انہیں ڈھیلا چھوڑ دیا ہے بلکہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے زیادہ انہیں عطیات اور وظائف دینے شروع کر دیئے ہیں اس لیے میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے دونوں پیش رو حضرات (حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کے طریقہ پر چلیں جہاں سختی کا موقع ہو وہاں سختی اختیار کریں اور جہاں نرمی کا موقع ہو وہاں نرمی اختیار کریں۔ کیونکہ جو لوگوں کے ساتھ سازشیں کرتا ہو اس کے ساتھ سختی کرنی چاہیے اور جو لوگوں کے ساتھ خیر خواہی کرے اس کے ساتھ نرمی کرنی چاہیے مگر آپ نے دونوں کے ساتھ یکساں سلوک اختیار کر رکھا ہے۔“

نرم سلوک کی ہدایت:

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے حمد و ثناء کے بعد یوں فرمایا:

”تم لوگوں نے جو مجھے مشورے دیئے ہیں وہ میں نے سن لیے ہیں اور ہر کام کے انجام دینے کا ایک طریقہ ہوتا ہے وہ بات جس کا اس امت (اسلامیہ) کو اندیشہ ہے ہو کر رہے گی اس فتنہ کا جو دروازہ بند ہے اسے نرمی، موافقت اور اطاعت کے ذریعہ مسدود رکھنے کی کوشش کی جائے گی۔ البتہ اللہ کے حدود و قوانین کی حفاظت کی جائے گی۔“

فتنہ و فساد کی پیشین گوئی:

اگر اس (فتنہ) کے دروازہ کو بند رکھنا ہے تو نرمی کا طریقہ بہتر ہے۔ تاہم یہ (دروازہ) کھل کر رہے گا اور کوئی اسے روک

نہیں سکے گا۔

اللہ جانتا ہے کہ میں نے لوگوں اور اپنی ذات کی بھلائی کے لیے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ بخدا! فتنہ و فساد کی چکی گردش میں آ کر رہے گی۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے کیا ہی اچھا ہے کہ وہ اس فتنہ کو برپا کرنے سے پیشتر ہی رخصت ہو جائے۔ تم لوگوں کو (فتنہ و فساد سے) روکو اور ان کے حقوق ادا کرو اور ان سے درگزر کرو۔ البتہ اللہ کے حقوق کی ادائیگی میں سستی نہ کرو۔“

آئندہ خلیفہ کا تذکرہ:

جب (حج کے زمانے میں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حج کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے حضرات معاویہ اور عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہما کو (پہلے) مدینہ روانہ کیا اور ابن عامر اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہما ان کے ساتھ روانہ ہوئے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ روانہ ہو گئے تو ایک حدی خواں نے یہ رجز یہ اشعار پڑھے:

① تمام لاغر سواریاں اور لوگ جانتے ہیں کہ ان کے بعد امیر (خلیفہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں گے۔

② حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی پسندیدہ جانشین ہیں اور طلحہ رضی اللہ عنہ بھی اس کے حقدار ہیں۔

کعب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے چل رہے تھے انہوں نے کہا ”بخدا! ان کے بعد یہ فخر والے (خلیفہ) ہوں گے“۔ ان کا اشارہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔

خلافت توقع:

سیف بدر بن خلیل کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے جانے کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (خلافت کی) توقع کرنے لگے تھے۔ جب یہ سب لوگ حج کے موسم میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اجتماع میں شریک ہوئے تو اس کے بعد جب وہ روانہ ہوئے تو ایک رجز خواں نے یہ شعر پڑھا:

”ان کے بعد امیر (خلیفہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور زبیر پسندیدہ جانشین ہیں“۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ:

اس پر کعب نے کہا ”تم جھوٹ بولتے ہو اس کے بعد (خلیفہ) یہ مشکلی فخر والے“ یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے اس سے پوچھا تو وہ بولا ”ہاں آپ ان کے بعد امیر (خلیفہ) ہوں گے البتہ آپ اسے اس وقت حاصل کریں گے جب کہ آپ میری اس بات کی تکذیب کریں گے“ اس وقت سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس (خلافت) کی توقع ہونے لگی۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے تو انہوں نے حکام کو ان کی عملداری کی طرف لوٹا دیا اور وہ سب چلے گئے۔ البتہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے بعد (وہاں) مقیم رہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کی روانگی:

جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے رخصت ہوئے تو جب وہ وہاں سے نکلے اس وقت سفری لباس میں بایوس تھے ان کے گلے میں تلوار تھی اور وہ تیرکمان سے لیس تھے۔ انہوں نے مہاجرین کے چند لوگوں کو دیکھا جن میں حضرات طلحہ زبیر

وعلی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے انہوں نے ان کو سلام کرنے کے بعد اپنی کمان کا سہارا لیا اور پھر ان سے یوں مخاطب ہوئے:

اسلامی طریقہ انتخاب:

”جب (عہد جاہلیت میں) لوگوں پر چند گنتی کے لوگ غالب آجاتے تھے اس وقت تمہارے ہر خاندان اور قبیلے میں ایسے لوگ ہوتے تھے جو اپنی قوم کے خود مختار اور مطلق العنان سردار بن کر حکومت کرتے تھے اور وہ کسی سے مشورہ نہیں لیتے تھے تا آنکہ خدائے بزرگ و برتر نے اپنے پیغمبر آخضر صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور ان کی پیروی کرنے والوں کو عزت بخشی اس کے بعد وہ باہمی مشورہ کے بعد حاکم مقرر کرنے لگے۔ وہ (اس معاملہ میں) ان کی بزرگی سابقہ اسلامی خدمات اور ذاتی صلاحیت و محنت کو ترجیح دیتے تھے اگر آئندہ بھی انہوں نے یہی طریقہ اختیار کیا اور اس طریقہ پر قائم رہے تو ان کی حکومت برقرار رہے گی اور لوگ ان کی پیروی کریں گے۔

ریسامنہ نظام:

اگر یہ (مسلمان) دنیا دار بن گئے اور طاقت کے ذریعہ دنیا طلبی میں لگ گئے تو ان سے یہ (نعمت) چھن جائے گی اور اللہ تعالیٰ ان میں سے پھر ریسامنہ نظام کو قائم کر دے گا ورنہ انہیں غیروں (کے تسلط) سے ڈرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ تبدیل کرنے پر قادر ہے اور اپنی خدائی سے اسے ہر طرح کا اختیار حاصل ہے۔

تعاون کی نصیحت:

میں اس بوڑھے (خلیفہ عثمان رضی اللہ عنہ) کو تمہارے سپرد کر کے جا رہا ہوں تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ان کے ساتھ تعاون کرو اس کی وجہ سے تم زیادہ خوشحال رہو گے۔“

تقریر پر تنقید:

اس کے بعد وہ انہیں الوداع کہہ کر چلے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”میری رائے میں اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے“ (حضرت) زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”نہیں بخدا! جیسا عظیم تر شخص وہ آج صبح ہمارے اور تمہارے دلوں میں ہے پہلے کبھی نہیں تھا“۔

دوسری روایت:

موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں ”حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (حضرت) طلحہ رضی اللہ عنہ کو دعوت دے کر بلوایا میں بھی (ان کے فرزند) ان کے ساتھ روانہ ہوا جب وہ (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو (حضرات) علی، سعد زبیر اور معاویہ رضی اللہ عنہم وہاں موجود تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حمد و ثناء کے بعد یوں تقریر کی:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

”آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور روئے زمین کے بہترین انسان ہیں آپ لوگ اس امت (اسلامیہ) کے ارباب حل و عقد ہیں کیونکہ آپ لوگوں کے علاوہ اور کوئی اس (حکمرانی) کی توقع نہیں رکھ سکتا۔

آپ نے اپنے ساتھی (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کو جبراً و طمع کے بغیر انتخاب کیا ہے وہ سن رسیدہ ہو گئے ہیں اور ان کی عمر ختم ہو گئی ہے اور اگر تم ان کے بڑھاپے کی انتہائی عمر کا انتظار کرو گے تو وہ بھی قریب ہے۔ تاہم مجھے توقع ہے کہ وہ اللہ کو اس قدر عزیز ہیں کہ وہ

طہ نہیں اس عمر تک نہیں پہنچائے گا۔

آنندہ خلیفہ کی افواہ:

وہ افواہ پھیل گئی ہے جس کا مجھے اندیشہ تھا تم اس کے لیے قابل ملامت نہیں ہو میرا یہ ہاتھ بھی تمہارے ساتھ ہے تاہم تم عوام کو اپنے بارے میں توقع نہ دلاؤ کیونکہ اگر وہ اس کی طرف مائل ہو گئے تو تم ہمیشہ اس میں تنزل واد بار دیکھو گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعتراض:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”تمہارا اس سے کیا تعلق ہے تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی تمہاری ماں نہ رہے“۔ وہ بولے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب:

تم میری والدہ کو اپنے مقام پر چھوڑو۔ وہ بدترین ماں نہیں ہے۔ وہ مسلمان ہوئی ہیں اور نبی کریم ﷺ سے انہوں نے بیعت کی۔ جو بات میں تم سے کہہ رہا ہوں تم مجھے اسی کا جواب دو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”میرے بھتیجے نے سچ کہا ہے میں اپنے بارے میں اور اپنی خلافت کے بارے میں تمہیں مطلع کرتا ہوں“۔ یہ واقعہ ہے کہ میرے ان دو ساتھیوں نے جو مجھ سے پہلے (خلیفہ) ہوئے تھے اپنی ذات اور اپنے رشتہ داروں کے لیے ثواب حاصل کرنے کے لیے تنگی برداشت کی۔

صلہ رحمی:

تاہم یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رشتہ داروں کو دیا کرتے تھے میں بھی اس خاندان سے متعلق ہوں جو عیال دار اور تنگ دست ہے چنانچہ یہ مال میری نگرانی میں ہے اس لیے میں نے اس مال میں سے کچھ رقم اس وجہ سے دی کہ وہ میری ملکیت ہے اگر تمہاری یہ رائے ہو کہ یہ بات غلط ہے تو اسے لوٹا یا جاسکتا ہے کیونکہ میرا حکم تمہارے حکم کے تابع ہے۔

شکایت کا ازالہ:

لوگوں نے کہا آپ نے صحیح اور بہتر فیصلہ کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا ”آپ نے خالد بن اسید اور مروان کو (بیجا) دیا ہے“ ان کا خیال تھا کہ انہوں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) نے مروان کو پندرہ ہزار دیئے ہیں اور ابن اسید کو پچاس ہزار دیئے ہیں۔ چنانچہ جب ان سے وہ رقم لوٹائی گئی تو وہ خوش ہو گئے اور رضامند اور مطمئن ہو کر نکلے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پیشکش:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صبح کے وقت رخصت کیا تو چلتے وقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ”اے امیر المؤمنین! اس سے پہلے کہ وہ لوگ جن کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے آپ پر حملہ آور ہوں آپ میرے ساتھ شام چلے چلیں کیونکہ اہل شام ابھی فرمانبردار ہیں“۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انکار:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میں رسول اللہ ﷺ کا پڑوس کسی چیز کے بدلے میں فروخت نہیں کروں گا خواہ اس کی وجہ سے میری گردن کی شہ رگ کٹ جائے“۔

فوجی امداد سے انکار:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ”میں آپ کے پاس ایک لشکر بھیج دوں گا جو اہل مدینہ کے قریب رہے گا تاکہ وہ مدینہ میں یا آپ پر کوئی ناگہانی حادثہ رونما ہو تو اس وقت کام میں آئے۔“

آپ نے فرمایا: ”اس فوج کو یہاں ٹھہرا کر مجھے رسول اللہ ﷺ کے پڑوسیوں کے رزق میں کمی کرنی پڑے گی۔ اور دارالہجرت کے رہنے والوں کو تنگی رزق کا سامنا کرنا پڑے گا۔“

اللہ پر بھروسہ:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ”اے امیر المؤمنین! بخدا آپ پر اچانک حملہ ہو گا یا آپ کو جنگ کرنی پڑے گی“ آپ نے فرمایا ”اللہ میرے لیے کافی ہے اور وہی عمدہ کارساز ہے۔“

پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے۔ کچھ حضرات کے پاس ٹھہرے پھر چلے گئے۔

سازش کی ناکامی:

اس اثناء میں اہل مصر نے اپنے تبعین کے ساتھ یہ خط و کتابت جاری رکھی کہ وہ اپنے حکام کے خلاف بغاوت کر دیں اس خط و کتابت کے سلسلے میں اہل کوفہ و اہل بصرہ اور دیگر علاقے کے کبھی تبعین شامل تھے انہوں نے اس مقصد کے لیے دن بھی مقرر کر دیا تھا جب کہ ان کے حکام وہاں سے روانہ ہوئے تھے مگر اہل کوفہ کے علاوہ کہیں (یہ سازش) کامیاب نہیں ہوئی۔

کوفہ میں شورش:

یزید بن قیس ارجسی نے علم بغاوت بلند کیا اور اس کے ساتھی اس کے پاس اکٹھے ہو گئے اسی زمانے میں جنگی قیادت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی وہ اس کے پاس آیا اس وقت لوگ اسے گھیرے ہوئے تھے۔ یزید نے قعقاع رضی اللہ عنہ سے کہا۔

سعید کی مخالفت:

”آپ میرے اور ان لوگوں کے درپے کیوں ہیں؟ بخدا میں مطیع و فرمانبردار ہوں اور میں اپنی جماعت کے ساتھ ہوں البتہ میں یہ چاہتا ہوں کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے عہدے سے استعفاء دے دیں“ وہ بولا ”کیا میں خاص لوگوں سے اس کام کا استعفاء طلب کروں جس پر عوام راضی اور مطمئن ہیں“ وہ بولا ”اس کا تعلق امیر المؤمنین سے ہے۔“

سعید کا اخراج:

اس طرح اس نے ان لوگوں کو استعفاء کا مطالبہ پیش کرنے کے لیے چھوڑ دیا اور انہوں نے صرف اسی بات کا اظہار کیا۔ بعد ازاں یہ لوگ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو جرمہ کے مقام سے لوٹا کر لے گئے اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حاکم بنانے پر متفق ہو گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں مقرر کر دیا۔

مدینہ پہنچنے کی سازش:

جب حکام واپس آ گئے تو سہائے (عبداللہ بن سہا کے تبعین) کے لیے مختلف شہروں میں آمد و رفت کا ذریعہ باقی نہیں رہا انہوں نے مختلف شہروں میں اپنے پیروؤں کو لکھا کہ وہ مدینہ کے قریب پہنچیں تاکہ وہاں پہنچ کر وہ غور کر سکیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں انہوں نے

(عوام کے سامنے) یہ ظاہر کیا کہ وہ نیک کاموں کا حکم دے رہے ہیں اور وہ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے چند باتیں دریافت کرنا چاہتے ہیں جو عوام میں مشہور ہیں اس لیے وہ اصل حقیقت معلوم کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ مدینہ پہنچ گئے۔
تحقیقاتی افسر:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دو اشخاص کو بھیجا۔ ایک شخص کا تعلق قبیلہ مخزوم سے تھا دوسرے کا تعلق قبیلہ زہرہ سے تھا انہیں آپ نے یہ ہدایت دی:

”تم دونوں معلوم کرو کہ وہ کیا چاہتے ہیں اور ان کے بارے میں پوری معلومات حاصل کرو یہ دونوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تادیبی کارروائی کا شکار ہو چکے تھے تاہم ان دونوں نے حق و صداقت کی پاس داری کی اور کنیہ لے کر نہیں گئے۔ جب ان (شورش پسندوں) نے ان دونوں اشخاص کو دیکھا تو انہوں نے دونوں کو اپنے مطالبات سے مطلع کیا۔ ان دونوں نے ان سے پوچھا: ”تمہارے ساتھ اہل مدینہ میں سے کون ہے؟ وہ بولے تین افراد ہیں۔“

اصل حقیقت کا اظہار:

انہوں نے پوچھا ”تم کیا کرنا چاہتے ہو؟“ وہ بولے ”ہم انہیں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو) چند باتیں یاد دلانا چاہتے ہیں جنہیں ہم نے لوگوں کے دلوں میں راسخ کر دیا ہے۔ پھر واپس آ کر عوام کو بتائیں گے کہ ہم نے انہیں یہ باتیں یاد دلائیں مگر انہوں نے ان کی تلافی نہیں کی اور نہ توہ کی۔ اس کے بعد ہم حاجیوں کی حیثیت سے آئیں گے اور انہیں گھیر کر معزول کر دیں گے اور اگر وہ اس سے انکار کریں تو ہم انہیں قتل کر دیں گے۔“

(ان کا یہ پروگرام سن کر) وہ دونوں واپس آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تمام صورت حال سے مطلع کیا۔ آپ ہنسنے لگے اور

پھر فرمایا:

مخالفوں پر رائے زنی:

”اے اللہ تو ان کی اصلاح فرما اور اگر تو نے انہیں درست نہیں کیا تو وہ (امت اسلامیہ میں) تفرقہ اندازی اور انتشار پیدا کر دیں گے۔ جہاں تک عمار کا تعلق ہے انہوں نے عباس بن عتبہ ابی لہب پر حملہ کیا تھا اور اس سے جنگ کی تھی۔ محمد بن ابی بکر پر تعجب ہے کہ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ حقوق ان کے ذمہ لازم نہیں ہیں۔ ابن سہلہ بھی ابتلا اور فتنہ کا شکار ہو رہے ہیں۔“

اہم اجتماع:

آپ نے اہل کوفہ اور اہل بصرہ کو خط لکھے اور نماز میں شریک ہونے کا اعلان کرایا جب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو آپ نے حمد و ثنا کے بعد ان لوگوں کے حالات سے انہیں مطلع کیا اور وہ دونوں (مخبر بھی) کھڑے ہو گئے۔ سب نے متفق ہو کر یہ کہا:

بغاوت کی سزا:

آپ ان سب کو قتل کر دیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ”جو شخص مسلمانوں کا (مستقل) خلیفہ (حاکم) ہوتے ہوئے اپنے یا کسی اور شخص کے لیے پروپیگنڈا (دعوت) کرے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے تم اسے قتل کر دو۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا ہے ”میں تمہارے لیے (ایسے شخص کے لیے) کوئی رعایت نہیں دیتا ہوں مگر یہ کہ تم اسے مار ڈالو۔ میں بھی (اس کام میں) تمہارا شریک ہوں۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی معافی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”ہم انہیں معاف کرتے ہیں اور درگزر کرتے ہیں اور اپنی کوشش کے مطابق انہیں دیکھتے رہیں گے۔ ہم کسی سے عداوت نہیں رکھیں گے جب تک کہ وہ کسی حد شرعی کے گناہ کا مرتکب نہ ہو یا کفر کا اظہار نہ کرے۔“

ان لوگوں نے ایسی باتوں کا تذکرہ کیا ہے جنہیں وہ اسی طرح جانتے ہیں جس طرح تم جانتے ہو مگر وہ مجھے اس لیے یاد دلانا چاہتے ہیں تاکہ ناواقف لوگوں کے سامنے ان کی اشاعت کر سکیں وہ یہ کہتے ہیں۔

اعتراضات کے جوابات:

① میں نے سفر میں نماز پوری پڑھی حالانکہ وہ اس صورت میں مکمل نہیں پڑھی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ایسے شہر میں تھا جہاں میرے اہل و عیال تھے اس لیے میں نے پوری نماز پڑھائی۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ ”لوگوں نے کہا ”ہاں (صحیح ہے)۔“

مخفوظ چراگاہ:

② وہ لوگ کہتے ہیں ”میں نے چراگاہ کو محفوظ کیا (اس کا جواب یہ ہے کہ) میں نے بخدا اپنے لیے کوئی چراگاہ محفوظ نہیں کی اور نہ انہوں نے کسی ایک مخصوص آدمی کے لیے (ایسی چراگاہ کو محفوظ نہیں رکھا جس پر اہل مدینہ غالب نہ آجاتے ہوں پھر انہوں نے رعایا میں سے کسی کو نہیں روکا بلکہ اسے مسلمانوں کے صدقات (کے مویشیوں) کے لیے محدود رکھا ہے تاکہ کسی کے ساتھ کوئی جھگڑا اور تنازعہ برپا نہ ہو سکے پھر انہوں نے کسی کو نہیں روکا ہے۔“

مال کی کمی:

③ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو دو سواریوں کے علاوہ میرے پاس کوئی مویشی نہیں ہے نہ بکریاں ہیں نہ بھیڑیں اور نہ دوسرا جانور ہے۔ جب میں خلیفہ مقرر ہوا تھا اس وقت اہل عرب میں سب سے زیادہ میرے پاس بھیڑ بکریاں اور اونٹ تھے مگر اب حج کی سواری کے لیے دو اونٹوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ کیا ایسا ہی ہے؟ ”لوگوں نے کہا ”ہاں۔“

تدوین قرآن:

④ یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کئی کتابوں میں تھا میں نے اسے ایک کر دیا ہے (اس کا جواب یہ ہے کہ) قرآن کریم ایک ہے جو خدائے واحد کی طرف سے نازل ہوا اور میں اس معاملے میں ان لوگوں (پیشروں) کا تابع ہوں۔ کیا ایسا ہی ہے؟ مسلمانوں نے کہا ہاں بے شک (یہی بات ہے) نیز انہوں نے پھر مطالبہ کیا کہ وہ انہیں قتل کر دیں۔ آپ نے مزید فرمایا:

حکم کا معاملہ:

⑤ یہ لوگ کہتے ہیں ”میں نے حکم کو واپس بلا لیا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں جلاوطن کر دیا تھا۔ حکم مکہ کے باشندے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مکہ سے طائف جلاوطن کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں واپس بلا لیا۔ اس طرح یہ رسول اللہ ﷺ کی

ذات تھی جنہوں نے انہیں جلا وطن کیا اور پھر واپس بلا لیا۔ کیا ایسا ہی ہے؟ لوگوں نے کہا ”ہاں بے شک“۔
نو عمر حکام پر اعتراض:

⑥ یہ لوگ کہتے ہیں ”میں نے نو عمر لوگوں کو حاکم بنایا ہے“ (جواب یہ ہے کہ) میں نے قابل اور پسندیدہ متمم مزاج افراد کو ہی حاکم بنایا ہے ان کے بارے میں تم ان لوگوں سے پوچھو جو ان کی عمل داری کے اندر رہتے ہوں۔ اور ان کے شہروں کے باشندے ہوں۔ مجھ سے پہلے بھی سب سے کم عمر شخص کو حاکم بنایا گیا تھا۔ اور جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ کو حاکم بنایا تھا تو اس وقت آپ پر اس سے زیادہ اعتراض کیا گیا تھا جو مجھ پر اعتراضات کیے جا رہے ہیں۔ کیا ایسا ہی ہے؟ لوگوں نے کہا ”ہاں بے شک۔ یہ لوگ ایسے اعتراضات کرتے ہیں جنہیں وہ ثابت نہیں کر سکتے ہیں“۔

⑦ (آپ نے مزید فرمایا) یہ لوگ کہتے ہیں ”میں نے ابن ابی سرح کو مال غنیمت سے خاص عطیہ دیا“۔ (جواب یہ ہے کہ) میں نے انہیں مال غنیمت کے شمس حصے میں سے پانچواں حصہ انعام کے طور پر دیا تھا جو ایک لاکھ کی رقم تھی۔ ایسے احکام حضرات ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی جاری کیے تھے مگر جب فوج نے اس بات کو ناپسند کیا تو میں نے یہ رقم واپس لے کر انہیں میں تقسیم کر دی تھی حالانکہ یہ ان کا حق نہیں تھا کیا یہی بات ہے؟ ”لوگوں نے کہا ”ہاں بے شک“۔
صلہ رحمی پر اعتراض کا جواب:

⑧ (مزید فرمایا) یہ لوگ کہتے ہیں ”میں اپنے گھر والوں سے محبت کرنا ہوں اور ان پر بخشش کرتا ہوں“ جہاں تک گھر والوں سے محبت کرنے کا تعلق ہے تو ان کی وجہ سے میں نے کسی پر ظلم نہیں کیا بلکہ ان کے حقوق ادا کرتا ہوں اور صرف اپنے مال سے انہیں عطیات دیتا ہوں کیونکہ میرے نزدیک مسلمانوں کا مال اپنی ذات یا کسی اور کو دینے کے لیے حلال نہیں ہے۔
قومی مال کی حفاظت:

میں رسول اللہ ﷺ اور حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں اپنی ذاتی ملکیت میں سے بہت زیادہ خیرات کیا کرتا تھا۔ یہ وہ زمانہ شباب تھا جب کہ میں کنجوس اور کفایت شعار تھا اب جب کہ میں بوزھا ہو چکا ہوں اور میری عمر فنا ہو رہی ہے اور تمام سرمایہ گھر والوں کے لیے چھوڑے جا رہا ہوں اس زمانے میں یہ لہذا یہ باتیں بنا رہے ہیں۔ خدا کی قسم! میں نے کسی شہر میں سے فالتو مال بھی حاصل نہیں کیا جس کی وجہ سے لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع ملا ہو۔ بلکہ یہ واقعہ ہے کہ میں (زائد مال) انہیں کو لوٹا دیا کرتا تھا اور میرے پاس صرف پانچواں حصہ (خمس) ہی پہنچتا تھا اور اس میں سے بھی میں نے کوئی چیز اپنے لیے روانہ نہیں رکھی۔
دیانتداری:

مسلمان اس مال کو وہاں کے لوگوں میں تقسیم کرتے تھے میرا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوتا تھا۔ اللہ کے مال میں سے ایک پائی بھی ضائع نہیں کی گئی اور میں صرف اپنے ذاتی مال میں سے گزراوقات کرتا ہوں۔
اراضی کی منتقلی:

⑨ یہ لوگ کہتے ہیں ”آپ نے اراضی لوگوں کو عطا کیں“ (جواب یہ ہے کہ) ان اراضی میں مہاجرین و انصار کے وہ لوگ شریک ہیں جنہوں نے انہیں فتح کیا لہذا جو شخص ان فتوحات کے مقام پر مقیم ہے وہ اس کا مالک ہے مگر جو اپنے اہل و عیال کے پاس

آگے تو ان کے ساتھ وہ اراضی منتقل نہیں ہوئیں اس لیے میں نے اس قسم کی اراضی کے بارے میں غور و خوض کیا تو اصل مالگوں کی اجازت اور مرضی سے عرب کی اراضی کے ساتھ ان کا تبادلہ کیا گیا۔ اس طرح یہ اراضی انہیں لوگوں کے قبضہ میں ہیں میری ملکیت میں نہیں ہیں۔

اراضی کی منصفانہ تقسیم:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا مال و متاع اور اراضی بنو امیہ میں تقسیم کر دی تھی اور اپنی اولاد کو بھی ان کا عام حصہ دار بنایا تھا اس تقسیم کا آغاز انہوں نے فرزند ان ابوالعاص سے کیا تھا۔ چنانچہ آل حکم میں سے ہر ایک کو دس دس ہزار دیئے اس طرح ان سب نے کل ایک لاکھ کی رقم حاصل کی تھی۔ انہوں نے اپنے فرزندوں کو بھی اسی قدر رقم دی تھی نیز بنو العاص، بنو العيص اور بنو حرب میں بھی مال و دولت کو تقسیم کر دیا تھا۔

نرم سلوک:

بہر حال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان (مفسدوں) کے ساتھ نرمی اختیار کی عام مسلمان یہی کہتے تھے کہ انہیں قتل کر دیا جائے مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اصرار اسی بات پر تھا کہ انہیں چھوڑ دیا جائے چنانچہ وہ لوگ لوٹ گئے اور (یہ کہہ کر گئے) کہ وہ حاجیوں کے بھیس میں جنگ کریں گے۔

حاجیوں کے بھیس میں:

ان لوگوں نے واپس جا کر ایک دوسرے کو لکھا کہ وہ شوال کے مہینے میں مدینہ کے گرد و نواح میں جمع ہو جائیں چنانچہ جب خلافت عثمانی کے بارہویں سال میں شوال کا مہینہ آیا تو وہ حاجیوں کی طرف سفر کے لیے نکلے اور مدینہ منورہ کے قریب ٹھہر گئے۔

چار سرداروں کی قیادت:

سیف کی روایت ہے کہ جب ۳۵ھ میں شوال کا مہینہ آیا تو اہل مصر چار قافلوں کی شکل میں روانہ ہوئے ان کی قیادت چار سردار کر رہے تھے ان کی کم از کم تعداد چھ سو اور زیادہ سے زیادہ تعداد ایک ہزار تھی ان کے سردار مندرجہ ذیل حضرات تھے۔

باغیوں کے سردار:

① عبدالرحمن بن عدیس بلوی ② کنانہ بن بشرلیشی ③ سودان بن حمران سکونی ④ قتیرہ سکونی۔ تمام قافلوا کا اعلیٰ سردار

غافقی بن حرب علی تھا۔

عبداللہ بن سبا کی شرکت:

ان لوگوں میں اس قدر جرأت نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کو اس بات سے مطلع کرتے کہ وہ جنگ کرنے کے لیے جا رہے ہیں بلکہ انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ حج کے لیے سفر کر رہے ہیں ان کے ساتھ ابن السوداء بھی تھا (جو عبداللہ بن سبا کا لقب ہے)۔

اہل کوفہ کا قافلہ:

اہل کوفہ بھی چار قافلوں کے ساتھ نکلے اور ان کے سرغنہ مندرجہ ذیل تھے۔

کوئی سردار:

① زید بن صوحان عبدی ② اشتر نخعی ③ زید بن نضر حارثی ④ عبداللہ بن اہم جو قبیلہ عامر بن صعصعہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ان کی تعداد بھی اہل مصر کی تعداد کے برابر تھی اور ان سب کا سپہ سالار اعلیٰ عمرو بن اہم تھا۔

بصرہ کے سرغنہ:

اہل بصرہ بھی چار قافلوں میں روانہ ہوئے ان کے سرغنہ یہ تھے ① حکیم بن جبلة عبدی ② ذریح بن عباد عبدی ③ بشر بن شریح الحکیم بن ضبیعہ قیسی ④ ابن الحمرس بن عبد بن عمرو خنی ان کی تعداد بھی اہل مصر کی تعداد کے برابر تھی اور ان سب کا حاکم اعلیٰ حرقوص بن زہیر سعدی تھا۔ ان لوگوں میں کچھ اور لوگ بھی (آگے چل کر) شامل ہو گئے تھے۔
مختلف خیالات کے گروہ:

اہل مصر (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے طرف دار تھے۔ اہل بصرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو پسند کرتے تھے اور اہل کوفہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حامی تھے۔ بغاوت پر سب کا اتفاق تھا تاہم یہ لوگ مختلف خیالات کے تھے ہر گروہ کو اپنی کامیابی کی امید تھی اور دوسرے گروہ کی ناکامی کا اندیشہ تھا۔

باغیوں کے مراکز:

یہ سب (مفسدین) روانہ ہوئے جب مدینہ تین منزل پر رہ گیا تو بصرہ کے کچھ لوگ ذوق شہ کی منزل پر ٹھہر گئے اور اہل کوفہ کے کچھ اعرص کے مقام پر ٹھہرے ان کے پاس مصر کے کچھ لوگ آئے انہوں نے اپنے عوام کو دلدردہ کے مقام پر چھوڑ دیا تھا اور اہل مصر اور اہل بصرہ کے پاس زیاد بن نضر اور عبداللہ بن اہم آئے اور دونوں کہنے لگے:
اہل مدینہ سے اندیشہ:

تم نہ تو خود جلد بازی سے کام لو اور نہ ہمیں عجلت پر مجبور کرو جب ہم مدینہ میں داخل ہو جائیں گے اس وقت ہم تم کو اطلاع دیں گے کیونکہ ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ مدینہ میں لوگ ہمارے مقابلے میں لشکر آ رہا ہو گئے ہیں۔ بخدا! اگر اہل مدینہ کو اس وقت ہم سے اندیشہ پیدا ہو گیا ہے اور انہوں نے ہمارے ساتھ جنگ کرنے کو جائز قرار دیا ہے جب کہ انہیں ہمارے بارے میں صحیح علم نہیں ہے تو جب انہیں ہمارے بارے میں پوری معلومات حاصل ہوں گی تو اس وقت وہ ہمارے سخت مخالف ہو جائیں گے اور ہمارا یہ سب منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔

اگر وہ ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے روادار نہیں ہیں اور جو اطلاع ہمیں ملی ہے وہ غلط ثابت ہوگی تو ہم اس کی اطلاع لے کر واپس آئیں گے۔

سرکردہ حضرات سے ملاقات:

ان لوگوں نے کہا ”تم دونوں جاؤ“ چنانچہ یہ دونوں افراد مدینہ پہنچے اور انہوں نے ازواج مطہرات نبی کریم ﷺ اور حضرات علی رضی اللہ عنہ، طلحہ اور زبیر سے ملاقاتیں کیں اور کہا ”ہم اس ناندان کی اقتداء کرتے ہیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ خلیفہ ہمارے بعض حکام کو معزول کر دے۔ ہم صرف اسی مقصد کے لیے آئے ہیں اور مسلمانوں سے ہم نے اس مقصد کے لیے اجازت حاصل کی ہے۔“

مگر ہر ایک نے (تعاون) سے انکار کیا اور مخالفت کی اور یہ کہا ”ان انڈوں سے چوزے نہیں نکلیں گے“۔ چنانچہ وہ دونوں یہ خبر لے کر واپس آ گئے۔

اپنے امیدواروں سے ملاقات:

اس کے بعد کچھ افراد اہل مصر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور بصرہ کے کچھ افراد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کوفہ کے لوگ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ہر گروہ نے یہ کہا:

”اگر دوسری جماعتیں ہمارے امیر کے ہاتھ پر بیعت کر لیں (تو بہتر ہے) ورنہ ہم ان کے خلاف تدبیر کریں گے اور ان کی جماعت سے الگ ہو جائیں گے“۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات:

چنانچہ اہل مصر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے وہ اجازت کے پاس ایک لشکر میں تھے ان کے گلے میں تلوار تھی اور سرخ یعنی عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ انھوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اجتماع میں بھیجا ہوا تھا چنانچہ حسن رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اجازت کے قریب تھے۔

لعنتی افراد:

مصریوں نے جا کر انہیں سلام کیا اور اپنی عرض داشت پیش کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان پر چلائے اور انہیں نکال دیا۔ آپ نے فرمایا ”نیک لوگوں کو یہ بات معلوم ہے کہ ذولمرہ اور ذؤشب کے لشکر پر حضرت محمد ﷺ نے لعنت فرمائی ہے تم واپس جاؤ اللہ تمہاری صحبت سے بچائے“ وہ بولے ”اچھا“ اور پھر وہ وہاں سے چلے گئے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو:

اہل بصرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے وہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قریب دوسری جماعت میں تھے انہوں نے بھی اپنے دونوں فرزندوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا ہوا تھا۔ بصرہ کے لوگوں نے انہیں سلام کیا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ وہ بھی ان پر چلے اور چلائے اور انہیں نکال دیا۔ آپ نے یہ فرمایا ”مومنوں کو یہ بات معلوم ہے کہ ذولمرہ ذؤشب اور اعرص کی فوجوں پر حضرت محمد ﷺ نے لعنت بھیجی ہے“۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا انکار:

کوفی حضرات حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے وہ بھی دوسری جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بھی اپنے فرزند عبداللہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج رکھا تھا۔ انہوں نے بھی سلام کر کے درخواست پیش کی وہ بھی ان پر بہت چلائے اور یہ کہہ کر انہیں نکال دیا ”مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہے کہ ذولمرہ ذؤشب اور اعرص کی فوجوں پر حضرت محمد ﷺ نے لعنت بھیجی ہے“۔

اچانک محاصرہ:

یہ سب لوگ واپس آ گئے اور یہ ظاہر کیا کہ وہ واپس جا رہے ہیں وہ ذؤشب اور اعرص کے مقامات سے ہٹ گئے اور اپنے لشکری خیموں میں پہنچ گئے جو (مدینہ سے) تین منزل کے فاصلے پر تھے یہ (باغی لوگ) یہ چاہتے تھے کہ اہل مدینہ منتشر ہو جائیں اس

کے بعد یہ لوگ لوٹ کر حملہ کر دیں گے (چنانچہ یہی ہوا) اہل مدینہ انہیں واپس جاتے ہوئے دیکھ کر منتشر ہو گئے اور جب اہل مدینہ اپنے گھروں میں پہنچ گئے تو باغی لوگ واپس آ گئے اور مدینہ پہنچ کر اس کے گرد و نواح میں اپنی ناگہانی تکبیروں سے اہل مدینہ کو حیران کر دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا چاروں طرف سے محاصرہ کر کے خیمہ زن ہو گئے انہوں نے کہا ”جو ہتھیار نہیں اٹھائے گا وہ پناہ میں ہے۔“

واپس آنے کی وجہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چند دنوں تک لوگوں کو نماز پڑھائی اور مسلمان اپنے گھروں میں (خاموشی کے ساتھ) رہے انہوں نے گفت و شنید کا دروازہ بند نہیں کیا چنانچہ چند افراد جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے ان باغیوں کے پاس آئے اور کہا ”تم اپنے خیالات کو تبدیل کرنے کے بعد واپس چلے گئے تھے پھر کیوں لوٹ آئے ہو؟“ وہ بولے ”ہم نے قاصد کے ہاتھ سے ایک خط پکڑا ہے جس میں ہمیں قتل کرنے کا حکم ہے“ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس آئے تو اہل بصرہ نے بھی اس قسم کی بات کی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس آئے تو اہل کوفہ نے بھی یہی حال بیان کی بلکہ اہل کوفہ اور اہل بصرہ سب نے مل کر کہا ”ہم اپنے بھائیوں کی مدد کریں گے اور ہم سب مل کر ان کی حفاظت کریں گے۔“

ایک ہی قسم کا جواب:

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے پہلے ہی کوئی منصوبہ تیار کر رکھا ہے اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”اے اہل کوفہ و بصرہ! تمہیں اہل مصر کی اس بات کا کیسے علم ہو گیا جب کہ تم کئی منزلیں طے کر چکے تھے اور پھر ہماری طرف آئے ہو۔ بخدا ایہ منصوبہ مدینہ ہی میں تیار کیا گیا تھا۔“

وہ بولے ”آپ لوگ جیسا چاہیں خیال کریں۔ ہمیں اس شخص کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ ہمیں دھوکا دیتا رہے۔“

گفتگو کی آزادی:

ان حالات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے رہے اور یہ باغی لوگ بھی ان کے پیچھے نماز پڑھتے رہے اور جو چاہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملتا تھا۔ آپ کی نظر میں یہ لوگ خاک سے بھی کمتر تھے۔ یہ لوگ کسی کو گفتگو سے منع نہیں کرتے تھے۔ امداد کے لیے خطوط:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف شہروں میں امداد کے لیے خطوط بھیجے (جس کا مضمون یہ ہے) ”اللہ بزرگ و برتر نے حضرت محمد ﷺ کو حق کا پیغام دے کر بھیجا تا کہ وہ (نیکیوں کو) بشارت دیں اور (بروں کو) اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔ آپ نے اللہ کے احکام لوگوں تک پہنچا دیئے اور اپنے فرائض ادا کرنے کے بعد دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آپ نے ہمارے لیے اللہ کی کتاب چھوڑی ہے جس میں حلال و حرام (مذکور) ہیں اور اس میں اس نے اپنے تمام احکام بیان کر دیئے ہیں خواہ بندوں کو وہ پسند آئیں یا ناپسند ہوں۔“

امور خلافت کی انجام دہی:

پہلے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوئے پھر میرے علم و درخواست کے بغیر مجھے مجلس شوریٰ میں شامل کیا گیا پھر میری خواہش

کے بغیر اہل شوریٰ نے سب لوگوں سے مشورہ کر کے مجھے انتخاب کیا۔ میں نے ان کے اندر رہ کر وہ کام کیے جنہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں اور ان کا انکار نہیں کر سکتے ہیں میں نے (شریعت کی) پیروی کی اور کسی بدعت کا ارتکاب نہیں کیا۔
نا جائز مطالبات:

جب یہ کام ختم ہو گئے اور شر و فساد پھیلنا تو لوگوں کو کینے اور عداوتیں ظاہر ہونے لگیں اور نفسانی خواہشوں نے زور پکڑا تو لوگ ایسی باتوں کا مطالبہ کرنے لگے جن کے برخلاف کسی حیل و حجت کے بغیر اعلان کرتے تھے وہ میری ان باتوں پر نکتہ چینی کرنے لگے جنہیں وہ ناپسند کرتے تھے میں کئی سالوں تک ان کی باتوں پر صبر کرتا رہا اور ان سے درگزر کرتا رہا حالانکہ میں سب باتیں دیکھتا اور سنتا تھا اس کی وجہ سے ان کی جرأت بڑھتی گئی یہاں تک کہ اب وہ مدینہ رسول اللہ ﷺ میں جو مقام ہجرت اور حرم نبوی ہے آ کر ہم پر حملہ آور ہو گئے ہیں۔

جنگ احزاب کا نمونہ:

ان کے ساتھ اعراب اور بدو لوگ اس طرح شامل ہوئے ہیں جس طرح وہ جنگ احزاب میں ہمارے برخلاف شریک ہوئے تھے یا جس طرح احد میں (دشمن) ہمارے برخلاف لڑتے تھے لہذا جو ہماری مدد کر سکتا ہو وہ یہاں پہنچ جائے۔
امدادی فوجیں:

جب مختلف شہروں میں یہ خطوط پہنچے تو لوگ (امداد کے لیے) پیچیدہ اور دشوار راستوں پر روانہ ہو گئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حبیب ابن مسلمہ فہری کو بھیجا۔ عبداللہ بن سعد نے (مصر سے) معاویہ بن خدیج کو بھیجا۔
ممتاز صحابہ رضی اللہ عنہم کی خدمات:

اہل کوفہ میں سے عتقا بن عمرو رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے کوفہ میں جن لوگوں نے اہل مدینہ کی امداد کے لیے کوششیں کیں ان میں ممتاز صحابہ کرام میں سے مندرجہ ذیل حضرات شامل ہیں: (۱) عقبہ بن عمرو (۲) عبداللہ بن ابی ادنی (۳) خطلہ بن الریح تمیمی۔
تابعین کی خدمات:

تابعین میں سے (سرگرم کارکن) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے مندرجہ ذیل حضرات نمایاں تھے (۱) عسوق بن اجدع (۲) اسود بن یزید (۳) شریح بن الحارث (۴) عبداللہ بن حکم۔ یہ لوگ کوفہ میں چلتے پھرتے تھے اور مختلف محفلوں میں شامل ہو کر یہ تقریر کرتے تھے۔

پر جوش تقریر:

”اے لوگو! یہ کلام امروز ہے جو وعدہ فردا پر نہیں چھوڑا جا سکتا آج جس کام پر غور کرنا بہتر ہے کل اس پر غور کرنا بدتر ہو جائے گا جنگ کرنا آج روا ہے جو کل ناروا ہو جائے گی تم (فوراً) اپنے خلیفہ کی امداد کے لیے روانہ ہو جاؤ جو تمہارے امور سلطنت کا محافظ ہے۔“

بصرہ کے اصحاب کی خدمات:

بصرہ میں (امدادی فوج بھیجنے کے لیے) مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نمایاں کوشش کی (۱) عمران بن حصین (۲) انس بن

مالک (۳) ہشام بن عامر۔ یہ حضرات بھی مذکورہ بالا انداز کی تقریریں کرتے تھے تابعین میں سے بالخصوص مندرجہ ذیل حضرات دوسرے افراد کے ساتھ امداد کے لیے آمادہ کرتے تھے (۱) کعب بن سور (۲) حرم بن حیان عبدی وغیرہ۔
شام کے کارکن:

شام میں مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ خدمات انجام دیں:

(۱) عبادہ بن الصامت (۲) ابوالدرداء (۳) ابواسامہ۔ تابعین میں سے نمایاں یہ حضرات تھے۔ (۱) شریک بن خبابہ غیر (۲) ابومسلم خولانی (۳) عبدالرحمن بن غنم۔ مصر میں خارجہ اور دوسرے حضرات نے کام کیا۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تقریر:

مدینہ میں مصری باغیوں کے آنے کے بعد جب جمعہ کا دن آیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نکلے اور مسلمانوں کو نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر آپ نے فرمایا:

”اے دشمنو! تم اللہ سے ڈرو! بخدا اہل مدینہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے تم لوگوں کو ملعون قرار دیا ہے۔ اس لیے تم نیکی کے ذریعہ گناہوں کو مٹاؤ کیونکہ اللہ بزرگ و برتر برائی کو نیکی کے ذریعہ ہی مٹاتا ہے۔“

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: ”میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر سنگباری:

انہیں حکیم بن جیلہ نے پکڑ کر بٹھالیا پھر حضرت زید بن حارث کھڑے ہوئے انہیں دوسری طرف سے آ کر محمد بن ابی قتیرہ نے آ کر بٹھا دیا۔ اس کے بعد ہنگامہ بڑھ گیا اور لوگ بھڑک اٹھے اور وہ لوگوں کو پتھر مارنے لگے یہاں تک کہ انہیں مسجد سے نکال دیا انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بھی سنگباری کی یہاں تک کہ وہ منبر سے بے ہوش ہو کر گر پڑے اور انہیں اٹھا کر گھر پہنچایا گیا۔
تین مدنی حضرات:

یہ مصری باغی اہل مدینہ میں سے صرف تین افراد سے اپنی امداد کی توقع رکھتے تھے کیونکہ ان تینوں سے وہ پہلے سے خط و کتابت کرتے رہتے تھے وہ تین افراد یہ تھے (۱) محمد بن ابی بکر (۲) محمد بن ابی حذیفہ (۳) عمار بن یاسر۔
باغیوں کے مخالفین:

کچھ حضرات ان باغیوں سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہوئے جن میں (۱) حضرت سعد بن مالک (۲) حضرت ابو ہریرہ (۳) حضرت زید بن ثابت (۴) حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم شامل تھے مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا بھیجا کہ وہ جنگ سے باز آ جائیں اس لیے وہ رک گئے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی عیادت:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو کر گھر پہنچا دیئے گئے تو حضرات علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم ان کی عیادت کے لیے آئے اور اظہارِ انفسوس کیا اور پھر وہ سب اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

مسجد کے قریب ہنگامہ:

سیف کی روایت ہے کہ ابو عمر نے حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا ”کیا آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے وقت موجود تھے؟“ وہ بولے ”ہاں! میں اس وقت نوعمر بچہ تھا اور مسجد میں اپنے ہم عمروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ بہرہ شروغل ہوا تو میں اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا یا کھڑا ہو گیا یہ (باغی لوگ) آ کر مسجد نبوی اور اس کے چاروں طرف پھیل گئے اہل مدینہ بھی ان کے پاس آ گئے وہ ان کی حرکتوں پر افسوس کر رہے تھے اس پر انہوں نے اہل مدینہ کو دھمکانا شروع کر دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آمد:

جب یہ لوگ دروازے کے قریب شور و غل کر رہے تھے کہ اتنے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے اس وقت ایسا معلوم ہوا کہ بھڑکتی ہوئی آگ بجھ گئی۔

آپ کی بے ہوشی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منبر نبوی کا قصد کیا اور منبر پر چڑھ کر اللہ کی حمد و ثنا کہی۔ اس کے بعد ایک شخص کھڑے ہوئے جنہیں دوسرے آدمی نے بٹھا دیا اس کے بعد دوسرے شخص کھڑے ہوئے انہیں بھی بٹھا دیا گیا پھر سب لوگ اٹھے باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر سنگ باری کی یہاں تک کہ وہ بیہوش ہو کر گر پڑے پھر انہیں اٹھا کر گھر پہنچا دیا گیا۔

امامت ممنوع:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس دن تک نماز پڑھائی پھر انہوں (باغیوں) نے انہیں نماز پڑھانے سے روک دیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ جب باغی مسجد نبوی میں آ کر ٹھہرے تھے اس وقت سے لے کر تیس دن تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی پھر انہوں نے انہیں نماز پڑھانے سے روک دیا۔

باغیوں کی امامت:

اس کے بعد باغیوں کے سرغنہ غانقی نے نماز پڑھائی جس کے تمام مصری، کوفی اور بصری باغی مطیع ہو گئے تھے مگر اہل مدینہ اپنے گھروں کی چار دیواریوں میں محصور ہو گئے تھے وہ گھروں سے نہیں نکلتے تھے۔ ان میں سے کوئی تلوار کے بغیر نہیں بیٹھتا تھا کہ ان باغیوں کے ظلم و ستم سے اپنے آپ کی حفاظت کر سکے۔

قتل و غارت:

یہ محاصرہ چالیس دن تک رہا اور اس اثناء میں قتل و غارت بھی ہوا جو کوئی ان سے مزاحمت کرتا تھا وہ اس کے خلاف ہتھیار اٹھاتے تھے۔ اس سے پہلے تیس دن تک انہوں نے ہتھیار نہیں اٹھائے۔

بلوائیوں کی ملاقات:

سیف کے علاوہ بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مناظرہ کیا اور محاصرہ کا سبب ابو سعید مولیٰ ابواسید انصاری نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ سنا کہ اہل مصر کا وفد آیا ہوا ہے اس وقت آپ مدینہ سے باہر ایک گاؤں میں مقیم تھے جب ان لوگوں نے یہ سنا کہ آپ وہاں مقیم ہیں تو وہ اس مقام پر پہنچے جہاں آپ موجود تھے آپ بھی یہ چاہتے تھے

کہ وہ مدینہ میں آپ سے ملاقات نہ کریں۔

سورہ یونس کی آیت:

جب وہ آپ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: ”آپ قرآن کریم منگوائیں“ آپ نے قرآن کریم کا ایک نسخہ منگوایا پھر انہوں نے کہا آپ ساتویں سورت نکلوائیں“ یہ لوگ سورہ یونس کو ساتویں سورت کہتے تھے۔ آپ نے یہ سورت پڑھی آخر آپ اس آیت پر پہنچے:

﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا قُلِ اللَّهُ أَدْنَىٰ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ﴾ (پارہ السورہ یونس)

”(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے! اللہ نے تمہارے لیے رزق اتارا ہے کیا وہ تم نے دیکھا ہے؟ تم نے اس میں سے کچھ کو حلال قرار دیا ہے اور کچھ کو حرام۔ کہہ دیجیے کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے یا تم اللہ کے برخلاف الزام لگا رہے ہو۔“

محفوظ چراگا ہوں پر اعتراض:

اس پر انہوں نے کہا: ”آپ ٹھہر جائیں آپ یہ بیان کریں کہ آپ نے یہ چراگا ہیں محفوظ کر لی ہیں اس کی آپ کو اللہ نے اجازت دی ہے یا آپ اللہ کے برخلاف لگا رہے ہیں؟“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب:

آپ نے فرمایا تم اس بات کو چھوڑو آیت ایسے موقع پر نازل نہیں ہوئی ہے جہاں تک محفوظ چراگا ہوں کا تعلق ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پہلے صدقات کے اونٹوں کے لیے چراگا ہیں محفوظ کیس جب میں خلیفہ مقرر ہوا تو صدقات کے اونٹوں میں اضافہ ہو گیا۔ تو میں نے بھی محفوظ چراگا ہوں میں اضافہ کیا۔ کیونکہ صدقات کے اونٹ بہت زیادہ ہو گئے تھے۔

شرائط کی پابندی:

انہوں نے پھر اس آیت کی بنا پر اعتراض کیا آپ نے فرمایا ”یہ آیت فلاں موقع پر نازل ہوئی تھی“۔ اس کے بعد انہوں نے دوسری باتوں پر اعتراض کیا جن سے آپ گریز نہیں کر سکتے تو آپ نے فرمایا ”میں اللہ سے بخشش کا طلب گار ہوں اور اس سے توبہ کرتا ہوں“ اس کے بعد آپ نے فرمایا: ”تم کیا چاہتے ہو؟ اس پر انہوں نے آپ سے عہد و پیمانے لیے اور کوئی شرط بھی لکھوائی آپ نے ان کے ساتھ یہ معاہدہ کیا۔ کہ وہ نافرمانی نہیں کریں گے۔ اور جماعت سے الگ نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ ان کی شرائط کی پابندی کرتے رہیں گے۔“

عطیات اہل مدینہ کی بندش:

آپ نے پھر پوچھا ”تم مزید کیا چاہتے ہو؟“ وہ بولے: ”ہم یہ چاہتے ہیں کہ اہل مدینہ کے عطیات نہ دیے جائیں کیونکہ یہ مال غنیمت ان لوگوں کے لیے ہے جو جنہوں نے جہاد کیا ہو یا ان بوڑھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ہے آخر کار وہ اس پر رضامند ہو گئے اور آپ کے ساتھ خوش و خرم مدینہ آئے۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

یہاں پہنچ کر آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا: میں نے روئے زمین پر اس وفد سے بہتر اپنے مقاصد کے لیے کوئی وفد نہیں دیکھا۔ جو میرے پاس آیا ہوا ہے تاہم مجھے اس وفد کے بارے میں اہل مصر سے اندیشہ ہے۔

عطیات کے بارے میں حکم:

دیکھو جس کے پاس کھیت ہو تو وہ اپنے کھیت میں کام کرے اور جس کے پاس دودھ دینے والے مویشی ہوں تو وہ ان سے فائدہ اٹھائے تم آگاہ ہو جاؤ کہ تمہارے لیے ہمارے پاس کوئی مال نہیں ہے۔ یہ مال غنیمت ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے جہاد کیا ہو یا مال رسول اللہ ﷺ کے بوڑھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ہے۔

اس پر لوگ (اہل مدینہ) ناراض ہو گئے اور کہنے لگے: ”یہ بنو امیہ کا مکرو فریب ہے“۔

قاصد کی گرفتاری:

بہر حال مصری وفد رضامند ہو کر لوٹا ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ انہوں نے ایک سوار کو دیکھا جو کبھی ان کے سامنے آتا تھا اور کبھی الگ ہو جاتا تھا پھر لوٹ کر آتا تھا اور پھر چلا جاتا تھا۔

سر بمبر خط:

انہوں نے اس سوار سے پوچھا کیا بات ہے؟ کیا تم کسی اہم کام پر جا رہے ہو؟ اس نے کہا: ”میں امیر المؤمنین کا قاصد ہوں اور مصر کے حاکم کے پاس جا رہا ہوں ان لوگوں نے اس کی تلاشی لی۔ تو انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سر بمبر خط ملا جو انہوں نے اپنے حاکم مصر کو لکھا تھا اس میں اسے حکم دیا گیا تھا کہ وہ ان لوگوں کو سولی پر لٹکا دے یا انہیں قتل کر دے یا مخالف سمت سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیں یہ دیکھ کر وہ مدینہ واپس آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شکایت:

”کیا آپ نے دشمن خدا کو دیکھا ہے کہ اس نے ہمارے بارے میں ایسی باتیں لکھی ہیں اللہ نے اب اس کا خون حلال کر دیا ہے آپ ہمارے ساتھ ان کے پاس چلیں“ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”بخدا میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا“ اس پر انہوں نے کہا پھر آپ ہماری طرف خطوط کیوں لکھا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا:

خط لکھنے سے انکار:

”بخدا! میں نے تمہیں کوئی خط نہیں لکھا اس جواب پر لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ کیا تم اس شخص کے لیے جنگ کر رہے ہو یا اس کے لیے غضب ناک ہو رہے ہو؟“ بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے اٹھ کر مدینہ سے باہر کسی گاؤں میں چلے گئے۔

پھر یہ لوگ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے:

”کیا آپ نے ہمارے بارے میں ایسی باتیں لکھی ہیں؟“۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جعلی خط:

تم میرے برخلاف دو مسلمانوں کی شہادتیں لاؤ یا مجھ سے حلف اٹھاؤ اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں نے یہ خط نہیں لکھا اور نہ میں نے لکھوایا ہے اور نہ مجھے اس کے بارے میں کوئی علم ہے تمہیں معلوم ہے کہ کبھی کسی کی طرف سے (جعلی) خط بھی لکھا جاتا ہے اور مہر بھی لگا دی جاتی ہے۔

اس پر بھی وہ یہی کہتے رہے ”بخدا! اللہ نے اب تمہارا خون حلال کر دیا ہے کیونکہ آپ نے ہمارے ساتھ عہد شکنی کی ہے“۔ اس کے بعد انہوں نے گھر کا محاصرہ کر لیا۔

ناشائستہ روایات:

طبری کہتے ہیں ”واقدی نے مصری باغیوں کی آمد کے بارے میں بہت سی باتیں تحریر کی ہیں ان میں سے کچھ باتوں کا میں نے تذکرہ کیا ہے اور کچھ روایات ایسی ہیں جن کو بیان کرنا میں پسند نہیں کرتا ہوں۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی معزولی:

ایسی ایک روایت ابوعمون مولیٰ مسور نے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے حاکم تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں خراج سے معزول کر کے نماز پڑھانے پر مقرر کر رکھا تھا۔ اور عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو خراج کا حاکم بنا دیا۔ پھر دونوں چیزوں پر عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اعتراضات:

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے لگے اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں تنہائی میں بلا کر پوچھا: ”اے ابن النابغہ (عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) تم کتنی جلد اپنے جلع پھوٹے پھوڑنے لگے ہو۔ تم مجھ پر طعن و تشنیع کرنے لگے ہو تم مختلف صورتیں بدلتے رہتے ہو بخدا اگر تمہارے اندر بغض و کینہ نہ ہوتا تو تم ایسی باتیں نہ کرتے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا مطالعہ:

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا ”عوام جو باتیں کرتے ہیں اور جنہیں وہ اپنے حکام کے پاس پہنچاتے ہیں ان میں سے اکثر جھوٹ ہوتی ہیں اس لیے اے امیر المؤمنین! آپ اپنی رعایا (کے حقوق) کے بارے میں اللہ سے ڈریے۔ دور فاروقی کے حاکم:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”بخدا! میں نے تمہاری کمزوریوں اور شکایات کی کثرت کے باوجود تمہیں حاکم مقرر کیا“ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی حاکم تھا وہ آخردم تک مجھ سے خوش رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نرمی کا نتیجہ:

”اگر میں بھی اس طرح باز پرس کرتا جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ تم سے باز پرس کیا کرتے تھے۔ تو تم سیدھے رہتے مگر میں نے تمہارے ساتھ نرمی اختیار کی تو تم مجھ پر گستاخ ہو گئے بخدا میں دور جاہلیت میں بھی تم سے معزز تھا اور خلیفہ بننے

سے پہلے بھی میری بہت عزت تھی۔“

دور جاہلیت کا تذکرہ:

عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ”آپ ان باتوں کو چھوڑیے خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ عزت بخشی اور ان کے ذریعہ ہمیں ہدایت دی ورنہ میں عاصی بن وائل کو بھی دیکھ رہا تھا۔ اور آپ کے والد عفان کو بھی دیکھا تھا بخدا عاصی آپ کے والد سے زیادہ شریف تھے“ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شرمندہ ہو گئے اور کہنے لگے: ”ہمیں دور جاہلیت کا تذکرہ نہیں کرنا چاہیے تھے“ اس کے بعد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ چلے گئے اور مروان آئے اور کہنے لگے:

مروان کی ملامت:

”اے امیر المؤمنین! اب آپ اس مرتبہ پر پہنچ گئے ہیں کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ آپ کے والد کا ذکر کرتا ہے؟“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جانے بھی دو جو کوئی دوسرے لوگوں کے باپ دادا کا تذکرہ کرتا ہے تو دوسرے بھی اس کے باپ دادا کا تذکرہ کریں گے۔“

مخالفت پر و پیگنڈہ:

راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وہاں سے نکلے تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بہت عداوت رکھنے لگے تھے کبھی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بھڑکاتے تھے اور کبھی حضرات زبیر رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف باتیں کرتے تھے۔ کبھی وہ حاجیوں کے پاس آ کر انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نئی نئی باتوں کی خبریں سناتے تھے۔

فلسطین میں قیام:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف پہلا محاصرہ ہوا تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ سے نکل کر فلسطین چلے گئے اور وہاں السبع کے مقام پر اپنے قصر عجلان میں مقیم ہو گئے۔ وہ کہتے تھے:

”ابن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں عجیب و غریب خبریں ہمیں جلد موصول ہوں گی۔“

شہادت کی خبر:

ایک دن وہ اپنے محل میں اپنے دونوں فرزندوں محمدؓ عبداللہ اور سلامت بن اوج جذامی کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں وہاں سے ایک سوار گزرا۔ عمرو بن العاص نے اس سے پکار کر پوچھا: ”کہاں سے آرہے ہو؟“ وہ بولا مدینہ سے۔ آپ نے پوچھا اس شخص (عثمان رضی اللہ عنہ) کا کیا حال ہے؟ وہ سوار بولا: ”میں نے انہیں شدید محاصرہ میں چھوڑا تھا“۔ ابھی وہ وہیں بیٹھے ہوئے تھے کہ دوسرا سوار گزرا انہوں نے اس سے پکار کر پوچھا اس شخص (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کا کیا رہا؟ وہ بولا: ”وہ شہید ہو گئے“۔ اس پر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا:

مخالفت کا اقرار:

”جب میں کسی زخم کو چھیڑتا ہوں تو اسے پھوڑ دیتا ہوں۔ میں ان کے خلاف لوگوں کو بھڑکا تا رہا یہاں تک کہ میں نے پہاڑ کی

جوٹی پر بکریوں کو چرانے والے چرواہے کو بھی ان کے خلاف بھڑکایا۔
مخالفت کی وجہ:

اس پر سلاوہ بن روح جذامی نے کہا ”اے قریش کے لوگو! تمہارے اور عرب کی دوسری قوموں کے درمیان ایک مضبوط دروازہ قائم تھا جسے تم نے توڑ دیا تم نے ایسا کیوں کیا؟“ ہم یہ چاہتے ہیں کہ باطل کے پنجے سے حق کو چھڑا لیا جائے اور لوگوں کو حق حاصل کرنے کے یکساں مواقع فراہم ہوں۔“
بیوی کی طلاق:

عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سوتیلی بہن ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط سے ہوا تھا مگر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کیا تو انہوں نے ان کو طلاق دے دی تھی۔
مصر کے مخالفین:

عبداللہ بن محمد کی روایت ہے کہ محمد بن ابی بکر واپس آگئے مگر محمد بن ابی حذیفہ مصر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے تھے۔ محمد بن ابی بکر واپس آگئے مگر محمد بن ابی حذیفہ مصر میں مقیم ہو گئے۔
مصریوں کی روانگی:

جب مصر کے باغی افراد روانہ ہوئے تھے تو عبدالرحمن بن اویس ہلوی پانچ سو افراد کو لے کر نکلے انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ عمرہ ادا کرنے جا رہے ہیں یہ لوگ ماہ رجب میں روانہ ہوئے تھے۔
اصل مقصد:

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے بھی ایک قاصد بھیجا جو گیا رہہ دن تک چلتا رہا تا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع دے کہ ابن عدلیس اور ان کے ساتھی آپ کے پاس آ رہے ہیں اور محمد بن ابی حذیفہ نے ان کو بحر و دیک جا کے رخصت کیا اور پھر وہ واپس آ گیا محمد نے بظاہر یہ کہا کہ یہ لوگ عمار کے پاس جا رہے ہیں مگر پوشیدہ طور پر اس نے یہ بتایا کہ یہ لوگ اپنے خلیفہ (امام) کے پاس جا رہے ہیں اگر وہ دست بروار ہو گئے تو بہتر ہے ورنہ انہیں قتل کر دیں گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اطلاع:

یہ لوگ منزل بمنزل چلتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ ذؤشب کے مقام پر اترے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کا قاصد پہنچا تھا تو ان لوگوں کے آنے سے پیشتر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تھا۔
فساد کی پیشین گوئی:

”مصر کے یہ لوگ عمرہ کرنے کے راہ سے آ رہے ہیں مگر بخدا ان کا یہ مقصد نہیں ہے بلکہ لوگوں کو دھوکا دیا گیا ہے اور وہ فتنہ برپا کرنے کے لیے جلدی کر رہے ہیں انہیں میری عمر بہت طویل معلوم ہو رہی ہے بخدا جب میں ان سے رخصت ہو جاؤں گا تو وہ اس بات کی تمنا کریں گے کہ کاش کہ میری عمر ایک دن کے بدلے میں ایک سال کی ہوتی کیونکہ اس کے بعد وہ دیکھیں گے کہ خوزریزی ہو رہی ہے کینہ و اعداوت کا دور دورہ ہے اور حکام کو تبدیل کیا جا رہا ہے۔“

قتل کا ارادہ:

جب یہ لوگ ذوقِ شب کے مقام پر پہنچے تو یہ خبر موصول ہوئی کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (خلافت سے) دست بردار نہ ہوئے تو وہ انہیں قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

بلوائیوں کا قاصد:

ان لوگوں کا قاصد حضرت علیؓ، حضرت طلحہ اور عمار بن یاسر کے پاس رات کے وقت آیا محمد بن ابی حذیفہ نے بھی ان کے ساتھ حضرت علیؓ کو ایک خط بھیجا تھا چنانچہ وہ خط لے کر حضرت علیؓ کے پاس آئے اور اس میں جو کچھ لکھا تھا وہ ظاہر نہیں ہو سکا۔

واپس بھجوانے کی کوشش:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ حالات دیکھے تو وہ حضرت علیؓ کے گھر پہنچے اور جب وہ ان کے گھر کے اندر داخل ہوئے تو انہوں نے یہ فرمایا:-

”اے میرے چچا زاد بھائی! تم میرے قریبی رشتہ دار ہو اس لیے میرا تم پر برا حق ہے تم ان لوگوں کا حال دیکھ رہے ہو وہ کل صبح میرے پاس پہنچنے والے ہیں مجھے معلوم ہے کہ یہ لوگ آپ کا بڑا عزت و احترام کرتے ہیں اور وہ آپ کی بات سنتے ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ ان کے پاس سوار ہو کر جائیں اور انہیں واپس بھیج دیں۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں اس طرح ان کی جرأت بڑھ جائے گی اور دوسرے لوگوں پر بھی اس کا اچھا اثر نہیں پڑے گا۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:- ”میں کس بنیاد پر انہیں واپس بھجواؤں؟“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”اس بنیاد پر کہ میں آپ کے مشوروں پر عمل کروں گا اور آپ کی رائے کے مطابق چلوں گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں بار بار آپ کو مشورہ دیتا رہا ہوں اور ہر موقع پر ہماری گفت و شنید ہوتی ہے۔ مگر ہر موقع پر آپ مروان بن الحکم اور سعید بن العاص، ابن عامر اور امیر معاویہ کے مشوروں پر عمل کرتے رہے اور میرے مشورہ کی مخالفت کرتے رہے۔“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:- ”اب میں آپ کی بات مانوں گا اور ان کی بات نہیں تسلیم کروں گا۔“

صحابہ رضی اللہ عنہم کا وفد:

اس پر آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ مہاجرین و انصار میں سے کچھ لوگ ان کے سوار ہو کر چلیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمار بن یاسر کو بھی کہلا بھیجا کہ وہ بھی حضرت علیؓ کے ساتھ سوار ہو کر جائیں مگر انہوں نے انکار کر دیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص کو پیغام بھیجا کہ وہ حضرت عمار بن یاسر سے کہیں کہ وہ حضرت علیؓ کے ساتھ سوار ہو کر جائیں چنانچہ حضرت سعد حضرت عمار کے پاس گئے اور یہ فرمایا:-

حضرت سعد و عمار رضی اللہ عنہما:

”اے ابوالقینان! آپ ان لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں جا رہے ہیں یہ دیکھو حضرت علیؓ ان لوگوں کے پاس جا رہے ہیں آپ بھی ان کے ساتھ شریک ہو جائیں اور ان لوگوں کو اپنے خلیفہ کے پاس سے لوٹا دیں کیونکہ میرے خیال میں آپ کا سوار ہو کر

وہاں جانا آپ کے لیے بہتر ہوگا۔“

خليفة کا تقرر:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مددگار ملازم کثیر بن الصلت کندی کو بھی یہ کہا بھیجا۔“

”تم حضرت سعد کے پیچھے جاؤ اور جو بات سعد عمار سے کریں اور عمار اس کا جواب دیں۔ تم انہیں سنو اور پھر بہت جلد میرے

پاس آ کر بتاؤ۔“

کثیر کی مخبری:

چنانچہ کثیر بن الصلت روانہ ہو گئے انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو عمار کے پاس تنہائی میں پایا اس لیے وہ دروازہ کے سوراخ سے جھانکنے لگے اس وقت حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ایک چھری تھی انہوں نے جانے بوجھے بغیر اس چھری کو اس سوراخ میں گھسا دیا جہاں کثیر آنکھ لگائے ہوئے تھے اس پر کثیر نے اس سوراخ میں سے اپنی آنکھ نکال لی۔ اور نقاب ڈال کر بھاگ گئے یہ دیکھ کر عمار نکلے اور وہ ان کے نشانوں سے پہچان گئے اس لیے وہ پکار کر کہنے لگے۔ ”اے کترین بن کترین! کیا تم میرے گھر میں جھانک رہے ہو اور میری گفتگو سن رہے ہو؟ بخدا اگر مجھے پہلے سے معلوم ہو جاتا کہ وہ شخص تم ہو تو میں اس چھری سے تمہاری آنکھ پھوڑ دیتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے موقع پر یہ بات جائز قرار دی ہے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا انکار:

پھر حضرت عمار حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ہر طریقہ سے ٹال مٹول کرتے رہے۔ آخر کار حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ”بخدا میں انہیں ہرگز نہیں لوٹاؤں گا“ اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آئے اور جو کچھ عمار رضی اللہ عنہ نے کہا تھا اس سے انہیں مطلع کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے خیر خواہی اور خلوص کے ساتھ یہ کام انجام نہیں دیا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کہا کہ انہوں نے ان کو بہت آمادہ کیا تھا آخر کار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی بات کو تسلیم کر لیا۔

اہل مصر کی واپسی:

بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل مصر کے پاس سوار ہو کر گئے۔ اور انہیں واپس بھیج دیا۔

مہاجر شرکاء کے وفد:

محمد بن لبید کی روایت ہے کہ جب وہ (باغی) ذوق شب کے مقام پر اترے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہدایت دی کہ وہ جا کر انہیں واپس بھیجوا دیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سوار ہوئے اور ان کے ساتھ مہاجرین میں سے یہ حضرات بھی سوار ہوئے۔ ۱۔ سعید بن زید ۲۔ ابو جہم عدوی ۳۔ جبیر بن مطعم ۴۔ حکیم بن حزام ۵۔ مروان بن الحکم ۶۔ سعید بن العاص ۷۔ عبدالرحمن بن عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ۔

انصار کا وفد:

انصار میں سے یہ حضرات شریک ہوئے:

۱۔ ابو اسید ساعدی ۲۔ ابو حمید ساعدی ۳۔ زید بن ثابت ۴۔ حسان بن ثابت ۵۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہم۔ ان کے ساتھ عرب

کے دیگر قبائل میں سے نیاز بن مکرزرو وغیرہ تیس حضرات تھے ان لوگوں کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بھی گفتگو کی تھی۔ آخر کار ان دونوں حضرات کی گفتگو سن کر وہ (مصری باغی) لوٹ گئے۔
محمد بن مسلمہ کی گفتگو:

محمد بن مسلمہ بیان کرتے ہیں: ”ہم نے ذوحشب کے مقام کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ یہ لوگ مصر جانے کے لیے سوار نہیں ہوئے۔ یہ لوگ مجھے سلام کرتے ہیں۔ اس موقع پر مجھے عبدالرحمن بن عدیس کا یہ قول فراموش نہیں ہوا ہے جب کہ اس نے یہ کہا:

”اے ابو عبدالرحمن! کیا آپ ہمیں کوئی نصیحت کریں گے؟“۔ میں نے کہا:

اہل مصر کو نصیحت:

”آپ اللہ سے ڈریں جو بیکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور آپ کے آگے جو آئیں انہیں واپس کر دیں۔ کیونکہ ہمارے خلیفہ نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ آئندہ ایسے کام نہیں کریں گے۔“ ابن عدیس نے کہا ”ان شاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا“ اس کے بعد یہ لوگ بھی مدینہ واپس آ گئے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی واپسی:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آئے تو انہوں نے یہ اطلاع دی کہ یہ لوگ واپس آ گئے ہیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا ”تم جان لو کہ میں تمہیں بارہا سمجھا چکا ہوں“ یہ کہہ کر وہ اپنے گھر چلے گئے۔
مروان کا مہرورہ:

اس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خاموش رہے دوسرے دن مروان ان کے پاس آئے اور کہنے لگے: ”آپ تقریر کریں اور لوگوں کو مطلع کریں کہ اہل مصر چلے گئے تھے کیونکہ انہیں اپنے خلیفہ کے بارے میں جو اطلاع ملی تھی۔ وہ جھوٹ تھی۔ آپ کا خطبہ دور دراز کے ملکوں میں پہنچ جائے گا۔ اس سے پہلے کہ لوگ اپنے شہروں سے آپ کے پاس آئیں اور اس وقت اسی قدر لوگ آ جائیں گے۔ جنہیں آپ لوٹا نہیں سکیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نکل کر (تقریر کرنے) سے انکار کیا وہ مروان اصرار کرتے رہے تا آنکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نکل آئے اور منبر پر بیٹھ کر اللہ کی حمد و ثنا کی پھر آپ نے فرمایا:
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اعلان:

”مصر کے ان لوگوں تک اپنے خلیفہ کے بارے میں کچھ باتیں پہنچی تھیں جب انہیں یقین ہو گیا کہ جو اطلاع انہیں ملی تھی۔ وہ جھوٹ ہے تو وہ اپنے ملک کی طرف لوٹ گئے۔“

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی مخالفت:

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مسجد کے ایک گوشے سے پکار کر کہا ”اے عثمان رضی اللہ عنہ! آپ اللہ سے ڈریں اور توبہ کریں ہم بھی آپ کے ساتھ تو یہ کریں گے اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ”تم ابھی تک جلتے پھیمو لے پھوڑ رہے ہو؟ بخدا! تم اپنے کام سے معزول ہونے کے بعد سے یہی حرکتیں کر رہے ہو۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی توبہ:

دوسرے گوشے سے بھی یہی آواز آئی ”آپ اللہ سے توبہ کریں اور توبہ کا اظہار بھی کریں تاکہ لوگ (آپ کی مخالفت سے) باز آئیں“ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ بڑھا کر اور قبلہ رو ہو کر فرمایا: ”اے اللہ میں توبہ کرنے والوں میں سے پہلا شخص ہوں جو تیرے سامنے توبہ کرتا ہے“۔ اس کے بعد آپ اپنے گھر واپس چلے گئے۔

فلسطین میں قیام:

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی روانہ ہو گئے اور فلسطین میں اپنے گھر میں رہنے لگے وہ کہا کرتے تھے ”بخدا جب میں کسی چرواہے سے بھی ملاقات کرتا تھا تو اسے بھی ان (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے برخلاف بھڑکا تا تھا“۔

اعلانہ اظہار کا مشورہ:

محمد بن عمر کی روایت ہے کہ جب اہل مصر واپس چلے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمایا: ”آپ ایسی تقریر کریں جسے لوگ سن کر آپ کے حق میں شہادت دے سکیں اور اللہ پر بھی ظاہر ہو کہ آپ کے دل میں توبہ استغفار کی کہاں تک گنجائش ہے۔ چونکہ ملک میں آپ کی مخالفت پھیل چکی ہے اس لیے مجھے اندیشہ ہے کہ شاید کوفہ سے کوئی قافلہ آئے اس وقت تم پھر آ کر کہو گے ”اے علی! تم ان کے پاس سوار ہو کر جاؤ“ ایسے موقع پر میں وہاں نہیں جاؤں گا اور نہ کوئی عذر سنوں گا کیونکہ بہت ممکن ہے کہ بصرہ سے بھی کوئی قافلہ آئے اس وقت پھر تم آ کر کہو گے ”اے علی رضی اللہ عنہ! تم ان کے پاس بھی سوار ہو کر جاؤ“ اگر میں اس پر عمل نہیں کروں گا تو تم یہ خیال کرو گے کہ میں نے تمہارے ساتھ صلہ رحمی نہیں کی۔ اور تمہاری حق تلفی کی ہے“ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نکلے اور انہوں نے وہ خطبہ دیا جس میں انہوں نے معافی مانگی تھی اور لوگوں کے سامنے توبہ کا اظہار کیا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

آپ نے حمد و ثنا کے بعد یہ فرمایا: ”اے لوگو! بخدا تم میں سے جس کسی نے نکتہ چینی کی ہے اس سے میں ناواقف ہوں۔ بلکہ جو کام میں نے کیے ہیں ان سے میں واقف ہوں تاہم میرے نفس نے ورغلا یا اور دھوکا دیا تھا جس کی وجہ سے میری عقل جاتی رہی تھی بہر حال میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

توبہ و استغفار:

”جو لغزش کرے وہ توبہ کرے اور جو غلطی کرے وہ بھی توبہ کرے اور ہلاکت میں بڑھتا نہ جائے کیونکہ جو ظلم و ستم میں اضافہ کرے گا وہ راہِ راست سے دور ہوتا جائے گا“۔ اس لیے میں سب سے پہلے نصیحت قبول کرتا ہوں۔ میں اللہ سے اپنے کاموں کی معافی مانگتا ہوں اور اسی کے سامنے توبہ کرتا ہوں“۔

معزز افراد کو دعوت:

اب میرے جیسے شخص نے معافی مانگی ہے اور توبہ کی ہے اس لیے تمہارے معزز حضرات میرے پاس آئیں اور اپنی رائے ظاہر کریں۔ بخدا! اگر حق مجھے غلام بنا دے تو میں غلام کے طریقے پر چلوں گا۔ اور اس غلام کی طرح عاجزی اختیار کروں گا جو غلامی کی حالت میں صبر کرتا ہے۔ اور آزاد ہونے پر خدا کا شکر ادا کرتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اللہ سے نکل کر کہیں ٹھکانا نہیں ہے پھر اسی کی طرف

لوٹ کر آتا ہے۔ اس لیے تمہارے نیک افراد کو میرے پاس آنے سے پرہیز نہیں کرنا چاہیے اگر میرا دایاں ہاتھ انکار کرے گا تو بائیں ہاتھ ضرور میری پیروی کرے گا۔“

رقت آمیز تقریر:

اس تقریر سے اس دن لوگوں پر بہت رقت طاری ہوئی اور بہت سے لوگ رونے لگے۔ اس وقت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے:

”اے امیر المؤمنین! جو آپ کے ساتھ نہیں ہے آپ سے وہ نہیں ملے گا آپ خود اپنے بارے میں اللہ کا خوف کریں اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کی تکمیل کریں۔“

مروان کی مداخلت:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر سے اترے تو انہوں نے اپنے گھر میں مروان سعید بن العاص اور بنو امیہ کے چند افراد کو پایا۔ یہ لوگ اس خطبہ کے موقع پر موجود نہ تھے۔ جب آپ بیٹھ گئے تو مروان نے کہا ”اے امیر المؤمنین! کیا میں کچھ عرض کروں یا خاموش رہوں؟“

حضرت نائلہ کی مخالفت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ نائلہ بنت الفرافضہ نے کہا ”آپ خاموش رہیے کیونکہ یہ لوگ بخدا! انہیں قتل کریں گے انہوں نے ایسی گفتگو کی ہے جس پر انہیں پابند رہنا چاہیے۔“

باہم سخت کلامی:

مروان ان کی زوجہ محترمہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے تمہارا اس بات سے کیا تعلق ہے؟ بخدا تمہارا باپ جو فوت ہوا تھا تو اسے اس وقت اچھی طرح وضو کرنا بھی نہیں آتا تھا۔ وہ بولیں ”اے مروان! تم باپ دادا کا ذکر نہ چھیڑو! تم میرے باپ کی غیر موجودگی میں ان کے خلاف دروغ گوئی سے کام لیتے ہو اور تمہارا باپ بھی تمہاری مدافعت نہیں کر سکتا ہے اگر وہ (حکم) ان کے بچانہ ہوتے اور اس بات سے انہیں صدمہ نہ پہنچتا تو میں ان کے بارے میں صحیح اور سچی باتیں بیان کرتی۔“ مروان نے ان سے کنار کشی کرتے ہوئے کہا:

مروان کا غلط مشورہ:

”اے امیر المؤمنین! کیا میں کچھ عرض کروں یا خاموش رہوں؟“ آپ نے فرمایا: ”کہیے“ مروان نے کہا ”میرے والدین آپ پر قربان ہوں بخدا میں یہ چاہتا تھا کہ آپ یہ گفتگو اس وقت کرتے جب آپ بالکل محفوظ اور طاقتور تھے اس وقت میں سب سے پہلے اس بات سے خوش ہوتا اور اس بات پر تعاون کرتا مگر آپ نے یہ بات اس وقت فرمائی جب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے اور سیلاب کا بند ٹوٹ چکا ہے اور جب کہ ذلیل افراد ذلیل طریقوں پر اتر آئے ہیں خدا کی قسم! اس موقع پر کسی غلطی پر قائم رہنا جس کی (آگے چل کر) آپ اللہ سے معافی مانگیں۔ اس توبہ سے بہتر ہے جس کا آپ اندیشہ ظاہر کر رہے ہیں اور اگر آپ چاہتے تو آپ توبہ کے ذریعہ تقرب حاصل کرتے مگر غلطی کا اظہار کر کے تقرب نہ حاصل کرتے۔“

لوگوں کا اجتماع:

اب آپ کے دروازے پر پہاڑوں کی طرح لوگ جمع ہو گئے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”تم جا کر ان سے گفتگو کرو۔ کیونکہ مجھے ان سے گفتگو کرتے ہوئے شرم محسوس ہو رہی ہے“۔ اس پر مروان دروازے سے باہر نکلے جب کہ لوگ ایک دوسرے (پر ہجوم کی وجہ سے) سوار تھے۔

جمع کا اخراج:

مروان نے کہا کیا بات ہے تم لوگ اس طرح اکٹھے ہوئے ہو کہ جیسے تم لوٹ مار کے لیے آئے ہو کیا تم اس لیے آئے ہو کہ تم ہمارے ہاتھوں سے ہماری سلطنت چھین لو؟ یہاں سے نکل جاؤ۔ بخدا اگر تم نے ہمارا قصد کیا تو ہم تم سے ایسا سلوک کریں گے جو تمہیں پسند نہیں آئے گا اور اس کا انجام برا ہوگا تم اپنے گھروں کی طرف واپس جاؤ کیونکہ بخدا ہم لوگ مغلوب اور عاجز نہیں ہیں۔ یہ سن کر لوگ واپس چلے گئے اور کچھ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں یہ باتیں بتائیں یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس غضب ناک حالت میں آئے ہیں۔ اور فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غیظ و غضب:

”کیا آپ مروان سے مطمئن ہیں؟ وہ آپ کی عقل اور دین کو خراب کر کے چھوڑے گا۔ اس کے سامنے آپ ایک سواری کئے اونٹ کی طرح ہیں۔ وہ جس طرف چاہتا ہے آپ کو ہنکاتا ہے بخدا مروان عقل مند اور دیندار نہیں ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ آپ کو (ہلاکت کی طرف) لے جائیں گا۔ جہاں سے آپ نکل نہیں سکیں گے اب میں اس کے بعد آپ کو مشورہ دینے کے لیے کبھی نہیں آؤں گا۔ کیونکہ آپ مغلوب اور لاچار ہو گئے ہیں۔“

حضرت نائلہ کا مشورہ:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ چلے گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ نائلہ بنت الفرافضہ آ کر پوچھنے لگیں ”کیا میں کچھ عرض کروں یا خاموش رہوں؟“ آپ نے فرمایا: ”کہو“ وہ بولیں ”میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آپ سے گفتگو سنی ہے کہ اب وہ آپ کے پاس دوبارہ نہیں آئیں گے آپ مروان کا مشورہ مانتے ہیں وہ جس طرف چاہے آپ کو لے جاتا ہے“ آپ نے فرمایا ”پھر میں کیا کروں؟“ وہ بولیں ”آپ اللہ سے ڈریں جو یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے نیز آپ اپنے دونوں پیشتر و (خلفاء) کے طریقے پر چلیں۔ کیونکہ اگر آپ مروان کا کہنا مانیں گے تو وہ آپ کو مار ڈالے گا۔ کیونکہ عوام میں مروان کی کوئی قدر و منزلت اور حقیقت نہیں ہے بلکہ عوام نے مروان کی وجہ سے آپ کو چھوڑ رکھا ہے لہذا آپ (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجیں اور ان سے صلح کر لیں کیونکہ آپ کی ان سے رشتہ داری بھی ہے اور لوگ ان کی بات بھی مانتے ہیں۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انکار:

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا مگر انہوں نے آنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: ”میں نے انہیں مطلع کر دیا تھا کہ اب نہیں آؤں گا“ مروان کو معلوم ہوا کہ حضرت نائلہ نے اس کے بارے میں کوئی اعتراض کیا ہے تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کے سامنے بیٹھ گیا اور کہا ”کیا میں کچھ عرض کروں یا خاموش رہوں“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا ”کہو“ وہ بولا

”بنت الفرافضہ (ناکلہ) اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا قطع کلام کرتے ہوئے فرمایا ”تم ان کے بارے میں ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالو ورنہ میں تمہاری خبر لوں گا کیونکہ وہ تم سے زیادہ میری مخلص ہے“ اس پر مروان کچھ نہیں بول سکا۔

رقت آمیز خطبہ:

عبدالرحمن بن الاسود بن عبد یغوث نے مروان بن الحکم کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ”اللہ مروان کے ساتھ برا سلوک کرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے سامنے گئے تو انہوں نے رضا مند کر لیا۔ وہ منبر پر اس قدر روئے کہ لوگوں کو بھی رلا دیا میں نے خود دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی واڑھی آنسوؤں سے تر تھی اور وہ یہ فرما رہے تھے:

﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَتُوبُ إِلَيْكَ﴾

”اے اللہ! میں تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں۔“

آپ نے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے پھر آپ نے فرمایا:

عاجزانہ درخواست:

خدا کی قسم! اگر حق مجھے اس حالت میں لوٹا دے کہ میں غلام بن جاؤں تو میں اس پر بھی رضامند رہوں گا۔ جب میں اپنے گھر جاؤں تو تم لوگ میرے پاس آؤ بخدا میں تم سے روپوش نہیں رہوں گا بلکہ تمہیں رضامند کروں گا۔ بلکہ تمہاری رضامندی سے زیادہ کام کروں گا اور مروان اور اس سے متعلقہ افراد کو الگ کر دوں گا۔

رائے میں تبدیلی:

مگر جب وہ گھر گئے اور گھر کا دروازہ کھول کر وہ گھر میں داخل ہوئے تو مروان ان کے پاس آ گیا اور انہیں اونچ نیچ سمجھاتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے انہیں اپنے ارادے سے باز رکھا اور ان کی رائے تبدیل کرائی۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شرمندگی کی وجہ سے گھر میں رہے اور واپس نہیں آئے۔

مروان کا غلط:

(ان کے بجائے) مروان لوگوں کے پاس گیا اور کہا ”تم لوگ اپنے گھر چلے جاؤ اگر امیر المؤمنین کو کسی سے کوئی کام ہوگا تو اسے بلا لیا جائے گا۔ ورنہ وہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا استفسار:

عبدالرحمن بن اسود (جو راوی ہیں) بیان کرتے ہیں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو وہ مزار نبی کریم ﷺ اور منبر نبوی کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور محمد بن ابی بکر بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں یہ کہہ رہے تھے مروان نے لوگوں سے ایسی ایسی باتیں کہیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ ہو کر پوچھنے لگے کیا تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے موقع پر موجود تھے میں نے کہا ہاں! پھر پوچھا کیا تم اس وقت بھی موجود تھے جب مروان نے لوگوں سے گفتگو کی تھی میں نے کہا ہاں!۔

مروان کے زیر اثر:

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”خدا کی پناہ! اگر میں گھر میں بیٹھا رہتا ہوں تو وہ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) یہ کہتے ہیں آپ نے

مجھے چھوڑ دیا ہے اور رشتہ داری کا خیال نہیں کیا ہے اگر کچھ بولتا ہوں اور وہ کچھ کام کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو مروان انہیں آلہ کار بنا کر جیسا چاہتا ہے ان سے کام کراتا ہے حالانکہ وہ عمر رسیدہ ہو گئے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے صحبت یافتہ ہیں۔“

صاف انکار:

اس عرصہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قاصدان کا یہ پیغام لے کر آیا ”آپ میرے پاس آئیں“ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غیظ و غضب کی حالت میں نہایت اونچی آواز میں جواب دیا:

”میں اب کبھی آپ کے پاس نہیں آؤں گا۔“

قاصد یہ جواب سن کر واپس چلا گیا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی افسردگی:

عبدالرحمن کہتے ہیں اس واقعہ کے دو دن بعد میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تو میں نے انہیں افسردہ حالت میں دیکھا میں نے ان کے غلام نائل سے پوچھا ”امیر المؤمنین! کہاں سے آئے ہیں؟“ وہ بولا ”وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے“ لہذا میں صبح کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان کے پاس بیٹھا رہا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گفتگو:

”کل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے تھے اور وہ کہتے تھے میں دوبارہ یہ کام نہیں کروں گا اور (تمہارے مشورہ پر) عمل کروں گا۔“ میں نے کہا ”آپ نے منبر رسول اللہ ﷺ پر تقریر کی تھی اور اپنی طرف سے وعدہ کر لیا تھا پھر جب آپ اپنے گھر چلے گئے تو مروان نے آپ ہی کے دروازے پر نکل کر لوگوں کو گالیاں دیں اور انہیں تکلیف پہنچائی اس پر وہ یہ کہتے ہوئے لوٹ گئے:

”تم نے رشتہ داری ختم کر دی ہے اور مجھے ذلیل و رسوا کر کے لوگوں کو میرے خلاف دلیر بنا دیا ہے۔“

مروان کی بات پر عمل:

میں نے کہا: ”میں لوگوں کو آپ کی مخالفت سے روکتا ہوں مگر میں جب آپ کے پاس آتا ہوں اور آپ کسی بات پر رضامند ہو جاتے ہیں تو میرے برخلاف مروان کی بات سن کر اس پر عمل کرتے ہیں۔“

اس کے بعد وہ اپنے گھر چلے گئے۔ بعد ازاں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سے الگ تھلگ ہی دیکھا اور ان کے کاموں میں کوئی دخل نہیں دیتے تھے۔

خطبہ میں ہنگامہ:

اسماعیل بن محمد کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد و ثنا کرتے رہے اتنے میں ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا ”آپ کتاب اللہ (کے احکام پر) عمل کرائیں“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”بیٹھ جاؤ“ تو وہ بیٹھ گیا۔ اس طرح دو تین مرتبہ کھڑا ہوا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے تین دفعہ بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد لوگوں نے اس قدر کنکر اور پتھر پھینکے کہ آسمان دکھائی نہیں دیتا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر پر سے گر پڑے اور انہیں اٹھا کر لوگ گھر لے گئے اور وہ بے ہوش ہو گئے تھے۔

آیت کی تلاوت:

اتنے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک دربان قرآن کریم کا نسخہ لے کر نکلا اور وہ بہ آواز بلند یہ آیت تلاوت کر رہا تھا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتُ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ﴾

”حقیقت میں جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق پیدا کی اور مختلف فرقے بن گئے (اے پیغمبرؐ) تمہارا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کا معاملہ اللہ کے سامنے پیش ہوگا۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملامت:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں بے ہوش تھے تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وہاں گئے اس وقت ان کے چاروں طرف بنو امیہ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ”اے امیر المؤمنین! آپ کا کیا حال ہے؟“۔ اس وقت بنو امیہ کے تمام افراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور بیک آواز یہ کہنے لگے:

”اے علی رضی اللہ عنہ! تم نے ہمیں تباہ کر دیا ہے۔ تمہیں نے امیر المؤمنین کے ساتھ یہ سلوک کرایا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اگر تم

اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو تمہارا زمانہ بھی تم پر بہت تلخ گزرے گا۔“

اس پر (حضرت) علی رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر کھڑے ہو گئے۔ (اور چلے گئے)

